شمارہ ۱ جنوری ۱۹۸۵ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲۳ بخشی بازار الہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے بیس پیسے — مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ [illegible] ربیع الثانی [illegible] جنوری [illegible] — جلد ۸

Accession Number. B.6141
Date 21.12.87

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار، الہ آباد ۳

العزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر ونیر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳- بخشی بازار، الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹- اے ڈی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ (انگریزی) سال نو کا یہ پہلا شمارہ ناظرین کی خدمت میں روانہ کیا جا رہا ہے اور رسالہ اس سال سے اپنی عمر کے آٹھویں سال میں قدم رکھ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح محض اپنے فضل و کرم سے یہ توفیق بخشی ہے اسی کی ذات سے امید ہے کہ بخیریت تمام سال کا اختتام بھی فرمائے گا احباب کے اس حق کی ادائیگی کہ رسالہ وقت پر انکو مل جایا کرے اس سلسلہ میں آپ یقین جانیئے کہ ارباب ادارہ قطعی غافل نہیں ہیں لیکن بات یہ ہے کہ معاملہ بہت کچھ دوسرے حضرات سے بھی متعلق ہوتا ہے اسلئے مجبوری ہو جاتی ہے، تاہم رسالہ اگرچہ تاخیر سے ضرور روانہ ہوا ہے لیکن سوا ایک بار کے اور ماضیٔ قریب میں کبھی دو مہینہ کا یکجا شائع کرنے کی نوبت نہیں آئی بلکہ ہر ماہ کا رسالہ اسی ماہ کی کسی نہ کسی تاریخ میں ضرور روانہ کر دیا گیا ہے پھر بھی تاخیر کے ہم معترف ہیں اور اپنے شائق ناظرین سے اپنی اس کوتاہی کے معذرت خواہ ہیں والعذر عند کرام الناس مقبول۔

باقی اپنے بعض خریداران رسالہ سے ادارہ کو بھی یہ شکایت ہے کہ وہ پیشگی چندہ کا دستور تو کیا قائم فرماتے سال ختم ہو جاتا ہے اور انکا چندہ وصول نہیں ہوتا۔ گذشتہ سے پیوستہ ماہ میں ان حضرات کو بذریعہ تحریر مطلع بھی کر دیا گیا تھا لیکن کم حضرات نے توجہ فرمائی اسکی جانب جلد توجہ فرمانے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ جن حضرات کا چندہ ۸۴ء کا بھی ابھی باقی ہے ہم ان کے پاس جنوری ۸۵ء کا رسالہ تو بھیج رہے ہیں لیکن ۲۵ جنوری ۸۵ء تک انکا ۸۴ء کا چندہ نہ آیا تو ہم فروری ۸۵ء سے انکا رسالہ تا وصولی چندہ روک لیں گے اور اگر کوئی مہربان اپنی خریداری ہی ختم کر دیں تو ۸۴ء کا زر معاوضہ ان کے ذمہ واجب الاداء ہی رہے گا جسکی ادائیگی انکا اخلاقی فریضہ ہوگا۔

الحمد للہ کہ ہماری درخواست اضافہ خریداران پر بہت سے مخلصین نے اپنے چندہ کے ہمراہ ایک جدید خریدار کا بھی چندہ ارسال فرمایا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔ ادارہ انکی توجہات کا دل سے ممنون ہے امید ہے کہ سب حضرات اسی طرح اس میں حصہ لیں گے۔

خط و کتابت میں اپنا پتہ صاف صاف اردو یا انگریزی میں تحریر فرمائیں اور منی آرڈر کے کوپن پر بھی اپنا نام پتہ اور نمبر ضرور لکھ دیا کریں حسب ذیل قدیم سٹ دفتر میں موجود ہیں شائقین توجہ فرمائیں۔

مجلد سٹ ۸۴ء ۱۳ روپے — ایضاً ۸۳ء ۱۹ روپے — ایضاً ۸۲ء ۲۳ روپے — ایضاً ۸۱ء ۲۴ روپے — ایضاً ۸۰ء ۲۹ روپے — ایضاً ۷۹ء ۲۹ روپے

حضرت مصلح الامۃؒ کی
اپنے مخصوص متعلقین کو مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد کے بارہ میں
ایک ہدایت

یہ ہدایت حضرت والاؒ نے جناب شاکر خاں صاحب مرحوم کے توسط سے اہل الہ آباد خصوصًا اور اپنے جملہ متعلقین و منتسبین کو عمومًا فرمائی ہے۔ اپنی ایک تحریر خاص میں رقام فرمایا کہ :۔

خانصاحب سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘۔

آپ کو میرے جوابات ملے ہوں گے امید ہے کہ اس سے ضرور آپکو بصیرت ہوئی ہوگی۔ میں نے جو بنیاد دین کی الہ آباد میں رکھدی ہے (مراد اس سے مدرسہ وصیۃ العلوم الہ آباد کا قیام اور خانقاہ کی مجالس کے ذریعہ دین کی تبلیغ ہے) اسکا باقی رکھنا اور ترقی دینا اہل الہ آباد کا فرض ہے خاصکر جو لوگ مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں، انکا اہم فریضہ ہے کہ میری تعلیمات جاری رکھیں اور میری اصلاحی چیزوں کی خصوصیت پہچانیں اور لوگوں کو اتفاق و اتحاد پر قائم رکھنے کی برابر ہدایت کرتے رہیں۔ والسلام۔

وصی اللہ عفی عنہ‘

اس ارشاد میں حضرت مصلح الامۃؒ نے اپنے خصوصی متعلقین کو مدرسہ وصیۃ العلوم الآباد کے بقا اور اس کو ترقی دینے کیجانب متوجہ فرمایا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؒ کی تعلیمات اور اصلاحی امور کی اشاعت اور تلقین کا ذریعہ خانقاہ کی مجلس ہے جس میں صرف دینی اور اصلاحی تذکرہ بلکہ زیادہ تر تو حضرت اقدسؒ کے مضامین ہی پڑھے اور سنائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے الحمد للہ حضرت والاؒ کی مجلس کی یاد تازہ ہوتی رہتی ہے۔

نیز حضرت مصلح الامۃؒ نے الہ آباد میں مدرسہ وصیۃ العلوم (واقع بڑی مسجد محلہ بخشی بازار) نامی جو مدرسہ قائم فرمایا تھا بحمد اللہ وہ آج بھی حضرتؒ کے جانشین حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب مدظلہ العالی کے زیر اہتمام خاموشی کے ساتھ علوم دینیہ کی نشر و اشاعت میں مصروف ہے جس میں عربی فارسی درجات اور حفظ و تجوید کی تعلیم کا باقاعدہ نظم ہے۔ چنانچہ سنین ماضیہ کی طرح امسال بھی بیرونی و مقامی تقریباً ساٹھ طلباء ایسے ہیں جو دارالاقامہ میں رہتے ہیں اور مدرسہ ان کے طعام و قیام کا کفیل ہے اسکے علاوہ شہر کے بچے بچیاں تقریباً دو سو کی تعداد میں تعلیم پاتے ہیں۔

مدرسہ کے سلسلہ میں حضرت مصلح الامۃ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ حضرت والا نے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی طرح مروجہ طریق پر تحصیل چندہ سے احتراز فرما رکھا تھا بس مخلصین احباب نے خلوص کے ساتھ جو کچھ پیش کیا قبول فرما لیا گیا ان حضرات کے نزدیک توکل اور اعتماد علی اللہ ہی تو اصل سرمایہ تھا۔ بحمد اللہ جناب قاری صاحب مدظلہٗ موصوف بھی ابتک حضرت مصلح الامۃؒ کے طریق پر مدرسہ کا نظم و نسق قائم فرمائے ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس دور میں جبکہ اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے ہوں کسی مدرسہ کے نظم کو چلانا اور مدرسہ کو اسی انداز سابق پر باقی رکھنا کچھ آسان کام نہیں ہے کسی معمولی سے کام کے لئے بھی کس قدر جد و جہد کرنی پڑتی ہے اہل معاملہ پر مخفی نہیں۔ بلاشبہ یہ حضرت اقدس کے طریق کی کھلی ہوئی مقبولیت عند اللہ اور جناب قاری صاحب مدظلہٗ کے صدق و خلوص کی برکت ہی ہے جو اتنا بڑا کام اللہ تعالیٰ ان سے لے رہے ہیں۔ لیکن اسی مقام پر عام لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ متعارف طور پر مدرسہ کے لئے سفیر نہ ہونے کا مطلب وہ یہ سمجھ لیتے ہیں (یا کوئی انھیں سمجھا دیتا ہے) کہ مدرسہ مسلمانوں کی اعانت سے بے نیاز اور مستغنی ہے اسکو مالی اعانت کی حاجت ہی نہیں ہے یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ سمجھنا چاہیئے کہ اس عالم اسباب میں ایسا

کل کنارہ کشی ممکن نہیں ہاں اسکے لئے غیر شرعی طریقہ یعنی جبر و بیجا اصرار یا کسی کو ملاطوالہ دیگر رقم کی وصولیابی وغیرہ جو کہ اس زمانہ میں سفراء کی ہوشیاری اور انتہائی کامیابی شمار کی جاتی ہے اس سے ہم ضرور احتیاط رکھنا چاہتے ہیں اور صرف اپنے مخلص معاونین ہی کا تعاون اپنے لئے کافی سمجھتے ہیں بالخصوص جن حضرات کو ہمارے حضرت اقدس مصلح الامۃ سے عقیدت و محبت ہے انکی توجہ حضرت والا کی ہدایات بالا کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ نیز بہت سے اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جو کسی مصرف خیر کا علم ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ علم کے بعد خود وہ حضرات دین کی خدمت کو اپنی سعادت تصور کرتے ہیں ان کے علم کے لئے عرض ہے کہ :۔

حضرت والا نے محلہ بخشی بازار الہ آباد کی جس مسجد میں مدرسہ وصیۃ العلوم قائم فرمایا ہے (جسکو ڈھال کی مسجد یا اب بڑی مسجد کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے) حضرت کی حیات ہی میں مسجد کے صدر دروازہ نیز صحن مسجد کی تنگی شدت سے محسوس کیجا رہی تھی چنانچہ جمعہ یا عیدین کے موقع پر جگہ کی قلت اور باہر نکلنے کے لئے لوگوں کو دیر دیر تک انتظار کی دقت پیش آتی تھی لیکن اسوقت توسیع کی کوئی صورت نہ پیدا ہوسکی اسلئے مجبوری تھی اور حضرت کی دل کی تمنا دل ہی میں رہگئی مگر اب جناب قاری صاحب مدظلہ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح الامۃ کی دلی تمنا پوری فرمائی یعنی بڑی کوششوں کے بعد کافی گراں قیمت پر زمین حاصل کی گئی پھر کرایہ داروں کو بھی کافی رقم دیکر انخلا کرایا گیا اور شعبان ۱۴۰۴ھ میں تعمیر کا کام بھی شروع کر دیا گیا جسکا تذکرہ ہم نے پہلے بھی کیا ہے۔

بہرحال ایک بڑا پھاٹک اور اسکے مشرقی کنارہ پر ایک بلند مینارہ اور صحن مسجد سے پورب جانب ایک وسیع برآمدہ اور اسکے اوپر مدرسہ کے لئے چند کمروں کا پروگرام ہے کام جاری ہے اللہ تعالیٰ کا کام ہے اللہ تعالیٰ ہی سے اسکے تکمیل کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ جناب قاری صاحب مدظلہ کے عزائم کو پورا فرما کر حضرت مصلح الامۃ کی تمنا کی تکمیل فرما دے۔ آمین۔

حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی قدس سرہٗ کی ایک قلمی تحریر

(جسے کارڈ سائز پر فوٹو کی شکل میں حضرت مصلح الامۃ کو غالباً جناب شاکر جبین خاں صاحب مرحوم نے پیش کیا تھا جو در اصل مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ کا خلافت و اجازت نامہ ہے یوں ہر سالک طریق کے لئے ایک بصیرت افروز ہدایت نامہ بھی ہے۔ جامی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از فقیر سید احمد ضمیر صفا پذیر طالبین راہِ حضرت حق و سالکین طریق آں ہادی مطلق عموماً و بکسانیکہ بایں فقیر للہ و فی اللہ حاضرانہ و غائبانہ محبت می دارند خصوصاً۔ پوشیدہ نماند کہ مقصود از بیعت بدستِ مشائخ ہمیں است کہ راہ رضامندی حضرت حق بدست آید، و در راہ رضامندی حضرت حق منحصر در اتباع شریعت غرا است ہر کہ سوائے شریعت مصطفویہ طریق تحصیل رضامندی حضرت حق انگارد پس بیشک آں شخص کاذب گمراہ است و دعویٰ او باطل و نا مسموع۔

و اساس شریعت مصطفویہ دو امر است۔ اول ترک اشراک و ثانی ترک بدعات۔ اما ترک اشراک پس

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (یہ تحریر فقیر سید احمد کی جانب سے ہے) حق و صفا قبول کرنے والے طالبین راہ حضرت حق پر اور اس ہادی مطلق کے طریق کے سالکین پر عموماً اور ان حضرات پر خصوصاً جو کہ اس فقیر سے للہ اور فی اللہ حاضرانہ اور غائبانہ محبت رکھتے ہیں۔ یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی کہ مشائخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے مقصود یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضامندی اور خوشنودی کی راہ ہاتھ لگے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی منحصر ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی) روشن شریعت کے اتباع میں چنانچہ جو شخص کہ شریعت مصطفویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ دوسرا کچھ گمان کرتا ہے تو وہ شخص بلاشبہ کاذب اور گمراہ ہے اور اسکا دعویٰ باطل، غلط اور نا مسموع ہے۔

اور (پھر یہ سمجھنا چاہیئے) کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی اور اصلی (کلی طور سے) دو چیزیں ہیں اول ترک شرک، دوم ترک بدعات۔ بہر حال

بیانش آنکه ہیچ کس را از ملک و جن و پیر و مرشد و استاد و شاگرد نبی و ولی حلال مشکلات تو دنپندارد و حاجات خود را از کسے طلب ننماید۔ و ہیچ کس را قادر بر حلِ مشکلات و دفع بلیات و تحصیل منافع نداند و ہمہ را مثل خود (۱) قدرت و علم حضرت حق عاجز و نادان شمارد۔ و ہرگز بنا بر طلب حوائج خود نذر و نیاز کسے از انبیاء و صلحاء و ملائکہ بجا نیارد، آرے اینقدر داند کہ ایشاں مقبولان بارگاہ صمدیت اند و ثمرہ مقبولیت ایشاں ہمیں است کہ در باب تحصیل رضامندی پروردگار اتباع ایشاں باید کرد و ایشاں را پیشوایان ایں طریق باید شمرد۔ نہ آنکہ ایشاں را قادر بر حوادث زمان و عالم السر والاعلان داند کہ ایں امر محض کفر و شرک است ہرگز مومن پاک را ملوث بآں شدن جائز نیست۔

ترک اشرک، سو اسکا بیان یہ ہے کہ تمام ہی غیر اللہ کو خواہ وہ فرشتہ ہو یا جن یا کہ پیر و مرشد یا استاد یا شاگرد ہو یا نبی اور ولی ہو اپنی مشکلات کا حل کنندہ نہ سمجھے اور اپنی حاجات کو کسی (غیر اللہ) سے نہ طلب کرے۔ اور کسیکو (بجز خدا تعالےٰ کے) حلِ مشکلات اور دفع مصائب و تحصیل منافع پر قادر نہ جانے اور ان سب کو اپنی طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم (کے مقابلہ) میں عاجز و ناواقف جانے۔ اور ہرگز اپنی کسی حاجت کی خاطر کسی انبیاء یا اولیاء و صلحاء یا ملائکہ کی نذر و نیاز نہ کرے (یعنی مثلاً ان کے نام پر جانور ذبح کرنا یا انکے نام پر کسیکو صدقہ و خیرات دینا وغیرہ یہ سب کام خدا کے نام پر ہونا ضروری ہیں) ہاں ان بزرگوں کے متعلق بس یہ اعتقاد رکھے کہ یہ حضرات بس خدا تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور انکی مقبولیت کا ثمرہ یہی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تحصیل کیلئے انکا اتباع کرنا چاہیئے) اور ان حضرات کرام کو اس راہ کا پیشوا اور رہنما سمجھنا چاہیئے نہ یہ کہ ان حضرات کو حوادثِ زمانہ پر قادر اور ہر ظاہر و باطن شے کا جاننے والا گمان کرے (یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہ قطعی کفر و شرک کی بات ہے۔ کسی مومن پاک کے لئے ان مشرکیہ عقائد کے ساتھ ملوث ہونا جائز نہیں ہے۔

واما ترک بدعات، پس بیانش آنکہ در جمیع عبادات و معمولات و امور معاشیہ و معادیہ طریق خاتم الانبیا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم را بکمال قوت و علو ہمت باید گرفت۔ و آنچہ مردمان دیگر بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم از قسم رسوم اختراع نمودہ اند، مثل رسوم شادی و ماتم و تجملِ قبور و بنا رعمارات بر آں و اسراف در مجالس اعراس و تعزیہ سازی و امثال ذلک۔ پیرامون آں نباید گردید۔ و حتی الوسع سعیٔ در محو کردنِ آن باید کرد۔ اول خود ترک باید نمود بعد ازاں ہر مسلمان را بسوئے آں دعوت باید کرد کہ چنانکہ اتباع شریعت فرض است، ہمچنیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر نیز فرض است۔

و چوں ایں امر ذہن نشیں شد پس جمیع طالبین حق را باید کہ ہمیں امور را (   ) بایکدیگر بیعت نمایند خصوصاً مولوی صاحب

اور بہرحال ترک بدعات پس اسکا بیان یہ ہے کہ اپنی جملہ عبادات اور معمولات میں نیز تمام امور معاشیہ معادیہ (یعنی دنیوی و اخروی) میں حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل قوت و علوہمت کے ساتھ اختیار کرنا چاہیئے اور جو کچھ رسوم کہ دوسرے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کی ہیں مثلاً شادی و غمی کی رسوم یا قبروں کو سجانا اور آراستہ کرنا یا ان پر پختہ عمارت بنانا اور عرس کی محفلوں میں اسراف و فضول خرچی کرنا، نیز تعزیہ وغیرہ بنانا ان تمام امور کے گرد بھی نہ پھٹکنا چاہیئے بلکہ حتی الامکان ان سب بدعات کو مٹانے ہی میں کوشش کرنا چاہیئے۔ سب سے پہلے تو خود انکو ترک کرنا چاہیئے اسکے بعد ہر مسلمان کو اسکی دعوت دینی چاہیئے کیونکہ جس طرح سے اتباع شریعت فرض ہے اسی طرح سے نیکیوں کا حکم کرنا اور دوسروں کو برائی سے روکنا بھی فرض ہے۔ . . . . . .

. . . .

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب جملہ طالبین حق کو چاہیئے کہ ان امور کو (پیش نظر رکھتے ہوئے) آپس میں بیعت کا سلسلہ قائم کریں۔ بالخصوص مولوی صاحب کو

مستعد ہدایت مسلمین چالاک میدان
ارشاد و تلقین مولوی کرامت علی
صاحب جونپوری اعانہم اللہ تعالےٰ
کہ بردست ایں فقیر بیعت نمودہ
و ایں فقیر ایں امور را روبروئے
ایشاں کما حقہٗ اظہار نمودہ
و ایشاں را مجاز باخذ بیعت
و تعلیم ( ) خود
نمودہ پس بہ ذمہ ایشاں لازم
است کہ اول خود تمسک بامور
مذکورۃ الصدر نمایند و
قلب و قالب خود را متوجہ
بسوئے حق کنند و اتباع شریعت
غرا را ظاہراً و باطناً پیش گیرند
پس ( ) اتم
خود نمایند و بعد ازاں جمیع
طالبین حق را بسوئے آں ترغیب
کنند و در اخذ بیعت بردستِ
خود از خود ساعی شوند و ترغیب
وافر نمایند ہرگز انجام ازاں
ننمایند چہ دریں بیعت کہ
کہ بردستِ یاران فقیر واقع
خواہد شد فائدہ شدنی است

جو کہ مسلمانوں کی ہدایت کے لئے بیتاب و تیار
ہیں اور تلقین و ارشاد کے میدان کے شہسوار
ہیں یعنی مولوی کرامت علی صاحب جون پوری
اللہ تعالےٰ انکی تمام امور میں اعانت فرماسکے
کہ انھوں نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی
ہے۔ اور اس فقیر نے ان تمام امور کو اُنپر
کماحقہ واضح کر دیا ہے اور انکو دوسروں کو بیعت
کرنے کی نیز تعلیم (و تربیت اپنے طریق پر کرنیکی)
اجازت دی ہے۔ پس اُنپر لازم ہے کہ اولاً
خود اوپر بیان کی ہوئی باتوں پر عمل کریں اور
اپنے قلب و قالب کو حق تعالیٰ کی جانب متوجہ
کریں اور شریعت مطہرہ پر ظاہراً و باطناً
عمل رکھیں اس کے بعد (شرک و بدعات
رسوم کو پہلے) اپنے سے دور کریں پھر
تمام طالبین حق کو سنت و شریعت کی
جانب راغب کریں اور اپنے سے
بیعت کرنے پر خود کوشش کریں اور لوگوں
کو اسکی ترغیب وافر فرماویں اس امر
میں ذرا نہ شرمائیں نہ تکلف سے کام لیں
اسلئے کہ جو بیعت کہ لوگ اس فقیر
کے دوستوں کے ہاتھ پر کریں گے اسکا
نفع بدائی العین دیکھیں گے انشاء اللہ تعالےٰ
یعنی کلمہ گو حضرات رسوم شرکیہ سے

انشاء اللہ تعالیٰ۔ کلمہ گویان از رسوم شرک پاک خواہند شد و تعظیم شرع شریف در دل ایشان جا خواہد گرفت و نقیر دعا ہا خواہد کرد کہ آں بیعت مثمر ثمرات جمیلہ جزیلہ گردد و در تعلیم و تفہیم طالبان سعی بدل و جان نمایند و از ایشان اخذ بیعت کنند و ایشان را تعلیم اشتغال فرمایند۔ حق جل و علیٰ ایشاں را و جمیع مخلصین و محبین ما را در زمرہ موحدین و مخلصین متبعین شریعت غرا گرداناد۔ آمین

(مہر) ذواحمد اسمہ

پاک ہو جائیں گے اور شرع محمدی کی تعظیم و توقیر اُن کے دل میں بیٹھ جائیگی اور یہ فقیر دعائیں بکلی کرے گا کہ وہ بیعت ثمرات جمیل و جزیل کے لئے مثمر بنے۔ اور انھیں لازم ہے کہ طالبین کی تعلیم و تفہیم میں دل و جان سے کوشش کریں اور ان کو بیعت بکلی کرلیں اور انکو اشتغال بکلی تعلیم کریں حق جل و علیٰ ان کو نیز ہمارے جملہ مخلصین و محبین کو موحدین مخلصین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن شریعت کے متبعین کے زمرہ میں شمار فرما دے۔

(مہر) ذواحمد اسمہ

نوٹ:۔ حضرت سید صاحب رح کی اصل تحریر جس کاغذ پر تھی وہ جگہ جگہ کرم خوردہ تھا اسلئے فارسی میں وہاں قوسین ( ) کھینچ دیا گیا ہے اور ترجمہ میں ماقبل و مابعد کی مناسبت سے تقریبی ترجمہ لکھدیا گیا ہے اور اسکو بین القوسین لکھا گیا ہے تاکہ ناقل ہی کی جانب منسوب ہو۔ فان اصبت فمن اللہ وان اخطأت فمنی ومن الشیطان۔ مرتب)

(مکتوب نمبر ۳۹۲)

تحریر حضرت والا بنام ....

عنایت فرمائے بندہ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ '

دیکھا جاتا ہے کہ اس دنیا میں ٹھوکریں کھانے کے بعد بیوقوف سے بیوقوف آدمی کو بھی عقل آجاتی ہے ۔ چنانچہ مجھے بھی اپنے سابق تجربات نے یہ بتایا کہ مجھ جیسے انسان کے لئے اس دنیا میں اسقدر سادہ لوح ہونا نہ صرف یہ کہ اچھا نہیں بلکہ تکلیف دہ ہے ۔ واقعات نے یہ سمجھا دیا کہ دنیا اور آخرت کی فلاح اسی میں ہے کہ آدمی ... اپنے ملنے جلنے والوں کو پہچانے اور ہر ایک کے ساتھ اسکی حیثیت کے مطابق معاملہ کرے کیونکہ یہ دیکھا کہ ایسی جگہوں کا ناس اسی لئے ہوگیا ہے کہ مشائخ نے مخلص کو غیر مخلص سے امتیاز کرنا ترک کر دیا ہے ، حالانکہ دنیا وی سکون ' چین ' امن اور راحت اور آخرت کی فلاح و کامیابی کے لئے یہ چیز نہایت ضروری تھی اور اسی پر مشائخ متقدمین کا عمل بھی تھا ۔

اسلئے ضروری جانکر میں نے بھی امسال رمضان شریف سے اپنا طرز بدل دیا ہے اور اخلاص کا مطالبہ آنے جانے والوں سے سخت کر دیا ہے یوں جو شخص کسی دنیوی ضرورت سے آتا ہے تو کسی سے ملنے میں انکار نہیں کرتا ۔ لیکن جو شخص دین اور اصلاح کا نام لیتا ہے تو سختی کے ساتھ اخلاص کا مطالبہ کرتا ہوں ۔

چونکہ اس رمضان سے طریقۂ کار بدلا ہے اس لئے آپکو بھی اس سے مطلع کرنا چاہتا ہوں ۔

نیز میں نے یہ سنا ہے کہ آپکا ارادہ مدینہ منورہ تشریف لیجانے کا ہے تو یہ توفیق ایمان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کیوجہ سے ہے اسمیں کیا کلام ہو سکتا ہے ۔ لیکن مجھ سے جو آپ کا تعلق ہے وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوجہ سے ہے اسلئے کہ آپ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے

اور مجھے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے ورنہ مجھ سے اور آپ سے تعلق ہی کیا تھا۔ بدون اس تعلق کے تو کوئی بھی کسی کو کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ میں نے بھی آپ سے ابتک اس سلسلہ میں بواسطہ یا بالواسطہ جو کچھ بھی کہا ہے (اور بہت کچھ کہا ہے) وہ بھی اسی تعلق کیوجہ سے کہا ہے جو امید کرتا ہوں کہ آپکو مستحضر ہوگی انکا پھر استحضار فرمایئے۔ اور اس کے متعلق کچھ فرمایئے۔ منتظر ہوں۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۳۹۳)

سال: مخدومنا ومولانا سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ'۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا اور علالت کے بعد ضعف میں تخفیف ہوگی۔ قبل اسکے کہ ہردو امور مندرجۂ والا نامہ کی بابت کچھ عرض کروں، کچھ اپنی کیفیات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں:۔

والا نامہ صادر ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ دل میں جو گرہ لگی ہوئی تھی وہ کسی نے کھول دی بہت دنوں سے یہ خیال لگا ہوا تھا کہ اگر جانے کے قابل نہیں ہوں اور حاضری سے محروم ہوں تو عریضہ تو ارسال کر سکتا ہوں مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اپنی مجرمانہ غفلت کا حجاب قوی سے قوی تر ہوتا گیا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ بالکل خاموش ہوگیا۔ ایک مرتبہ خواب میں حضرت والا کی زیارت ہوئی اور سوچا کہ کسی طرح حاضر ہوکر قدمبوسی حاصل کروں مگر اپنے کو مجبور پایا۔ میری کوتاہ قلمی کی شکایت گھر والوں کو تو ہمیشہ سے ہے مگر حضرت والا کو کبھی کبھی لکھتا رہا اور ضروری ہدایت حاصل کرتا رہا مگر نومبر ۱۹۸۵ء سے جب سے حضرت والا یہاں سے تشریف لے گئے ایک عریضہ بھی ارسال نہ کیا' اولاً تو کسی حد تک علالت مانع ہوئی اور انتظار صحت کا کرتا رہا مگر خود نہ لکھتا تو دوسرے سے لکھوا سکتا تھا۔ دراصل ایک شرمندگی دامنگیر تھی وہ کیا تھی؟ اسکا پتہ نہیں۔ بہت غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ کھٹک دل میں تھی کہ تو خود تحریک کرکے اپنے یہاں حضرت والا کو لایا (حالانکہ وہ ایسی درخواست کو کبھی منظور نہیں کرتے)

۵۶۔ اس سے مراد سابقہ مکتوب ہے۔

اور اسپر تو کبھی کبھی فخر کا اظہار بھی کرتا تھا اور لوگوں سے بعض وقت تعلی کر لیتا تھا۔
ممکن ہے کسی کے دل کو ناگوار ہوا ہو اور اسکی سن لی گئی ہو تو بلا شان و گمان ناکردہ گناہ
اس طرح ذلیل ہوا کہ شیخ اڈہ بھی ایسے شیخ جو ہر ایک چھوٹے بڑے عالم عامی سب کا
پورے ملک کا مسلمہ شیخ ہو وہ ناراض ہو جائے اور دفعتاً گھر چھوڑ دے۔ اس کا
معمولی صدمہ اور معمولی ذلت نہیں ہوئی تھی کاش اگر یہ خوشی سے برداشت ہو جاتی
تو شاید اس دنیا کے کتے کے کتنے مراحل طے ہو جاتے مگر نہیں کر سکا اور اللہ تعالےٰ
نے یوں سبق دیدیا کہ اور فخر کرلے اور اکڑ لے۔ شہر میں صوبہ میں اور جہاں جہاں
مجھکو لوگ جان رہے ہیں یہ سمجھیں گے کہ دنیا کا کتا تھا دھتکار دیا گیا۔ مجھے یاد ہے
کہ ۲۲ء میں اب سے ۲۷ برس پہلے جب مجھے کانپور میں ایک لاکھ تیس ہزار کا
نقصان مشترکہ کاروبار میں ہوا تھا تو میں کچھ دنوں تک خاموش ایک گوشہ میں
پڑ گیا تھا اور کئی ماہ پڑا رہا اور جب معلوم ہوا کہ بیع سلم کے مسئلہ سے ناواقفیت کی بنا ر
پر یہ صورت پیدا ہوئی تو استغفار کیا اور پھر اسکے قریب نہیں گیا ——— وہ تو دنیا
اور خالص دنیا کا نفع نقصان تھا جس کا صدمہ تھا اور یہ صدمہ تو دین کے سلسلے کا
تھا اسلئے یہ صدمہ بہت بڑا تھا اور قلب کی شدید بیماری موجود تھی تو یقیناً اس کا
اثر دیرپا ہوگا۔ مگر والا نامہ نے اسکو کافی حد تک زائل کر دیا اور جب قدم بوسی
کی نوبت آئے گی تو انشاء اللہ پورا ازالہ ہو جائے گا۔

(امور جواب طلب) اخلاص کا مطالبہ تو اس سے پہلے بھی حضرت والا
کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے اور غالباً اسکی بابت ایک رسالہ بھی پہلے شائع ہوا تھا
اور اب جیسا کہ تحریر فرمایا ہے اور سخت کر دیا ہے تو اس سے حضرت والا کو بھی راحت
ہوگی اور دوسروں کے حق میں بھی مفید ثابت ہوگا اس میں کسی کو کیا عذر و اعتراض
ہو سکتا ہے مگر اخلاص اپنی کوشش محنت اور حضرت والا کی توجہ اور تنبیہ سے کسی
حد تک تو پیدا ہو جائے گا مگر پورا اخلاص تو "تا نہ بخشد" پر موقوف ہے۔ نیز حضرت والا
کے بعض مخصوص مریدین اور معتقدین سے واقف ہوں اور سب سے زیادہ خود اپنے

سے واقف ہوں، جو ہونی چاہیئے وہ بات نہیں پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ ایمان کامل نصیب فرمائے۔

مدینہ منورہ کی حاضری کے متعلق عرض ہے کہ جس شخص نے اس امر کے متعلق ذکر کیا اسکو غلط فہمی ہوئی یا تو اسکو پوری بات کا علم نہیں تھا یا علم کے باوجود اسکا طریقۂ اظہار غلط تھا۔ میں نے گذشتہ تین سال کئی بار اس سفر کا قصد کیا مگر ہر بار اپنے کو اس قابل نہ پایا، بہرحال قصد کا اظہار ضرور کیا مگر یہ کبھی ذہن میں نہیں گذرا کہ بغیر اجازت روانہ ہو جاؤں گا (معاذ اللہ) میں حضرت والا کو لکھ چکا ہوں اور وہ خط میرے پاس موجود ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ شیخ سے بیعت رسول سے بیعت ہے اور رسول سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے تو اس پر قائم نہ رہکر دنیا و آخرت کا خسارہ مول لوں گا؟

یوں تو انسان سے اللہ و رسول کے بہت سے احکام کی خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے تو کیا اسکو چھوڑ دیتا ہے وہ چھوڑ دے تو ٹھکانہ کہیں اور ڈھونڈے۔ بہرحال مجھے اپنا اور حضرت والا کا تعلق خوب ذہن نشین ہے اور یہ تعلق جس تعلق کی وجہ سے ہے اسکا بھی استحضار رہا کرتا ہے۔ اپنا مسلک تو یہ ہے کہ ہم کالت میں گنہگار اور قصوار ہیں اگر ہم نے دیدہ و دانستہ شیخ کی کوئی بے ادبی کی ہے تو ایمان سلب ہو جائے گا اور کہیں ٹھکانہ نہ ہوگا۔ نہایت ادب سے دست بستہ التجا ہے کہ میری غلطیوں اور کوتاہیوں کو بہ نظر عفو کرم دیکھا جائے اور جب میری طبیعت سفر کے قابل ہو تو قدمبوسی اجازت مرحمت فرمائی جائے اور جس راستہ میں میری دنیا و دین کی فلاح و بہبود ہو تو اسکی ہدایت فرمائی جائے اور "بر در آمد بندۂ بگریختہ" کا مصداق بنایا جائے۔ حضرت کو جو اطلاع ہوئی کہ میں نے قصد کر لیا اور روانہ ہو جاؤں گا یہ غلط ہے۔ میں نے جب کبھی ارادہ کیا اظہار کیا تو اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ بغیر حضرت والا کی اجازت کے میں نہ جاؤں گا اور کسی کو بغیر اجازت شیخ ایسا سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ ایک صاحب نے بمبئی سے حضرت والا کو مطلع کیا تھا تو اسمیں

اجازت کا کوئی پہلو نہ تھا صرف اطلاع تھی وہ اخبار سے بھی ہو سکتی ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ محض خیال پر اجازت کی ضرورت شاید نہ ہو۔ اسلئے کہ خیال تو ہمہ وقت لگا رہتا ہے۔ ہاں جب ارادہ کرے تو پہلے سفر کے سامان کی فراہمی۔ صحت مصارف اور انتظام خانگی حقوق سب پر غور کرے (اور میں اسی حالت میں ہوں) جب اس پر بھی کافی اطمینان کی صورت نظر آوے تو اس وقت شیخ کی طرف رجوع کرے اور اذن کی درخواست کرے اگر شیخ نے اجازت دیدی تو سفر سے خاطرخواہ فائدہ ہوگا اور منع کرنے کے باوجود روانہ ہوگیا تو خسارہ میں پڑے گا۔ جب تندرست اور حضرت والا کے سامنے اپنی تمنا کا اظہار کیا تھا تو مولوی سراج الحق صاحب کے ذریعہ حضرت والا نے کہلوایا تھا کہ کہدو سے چلے جائیں اور وہاں جاکر کسی کو تلاش کرلیں جس پر خادم نے یہ عرض کیا کہ مجھے خود اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے میں نے تو تلاش کرلیا جس کو حضرت والا بتلائیں اس سے جاکر رجوع کروں۔ اب چونکہ میری عمر پچھتر برس سے تجاوز کرچکی ہے اور برابر علیل رہتا ہوں موت کا وقت تو مقرر ہے مگر حالات اور ظاہری اسباب پر غور کرنا ضروری ہے تو اب قصد میں نکروں گا تو کب کروں گا اور یہ بھی یقین ہے کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے یہ کلمہ جو میرے مدینہ منورہ کے قیام میں کسی کے سامنے نکل پڑا تھا کہ کہدو چلے آئیں وہیں مرینگے اسی کے سہارے پر جی رہا ہوں ورنہ کب کا چلا گیا ہوتا اور وہاں سے یہ کہکر آیا تھا کہ بہت جلد واپس آجاؤں گا مجھے واپس ہوئے نواں برس ہے۔ میں نے برادر عزیز مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سے کہا تھا کہ تمھارے ساتھ رہنے سے سفر میں آسائش ہوگی میں الہ آباد جاؤنگا اور ایک ماہ قیام کرکے اُدھر ہی سے روانہ ہوجاؤں گا۔ برادر موصوف نے کہا کہ الہ آباد طویل قیام نکرو چند روز رہ کر واپس آکر یہاں سے روانگی کا قصد کرو برادر موصوف ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہیں اور غالباً منضج اور مسہل کے اہتمام میں ہیں جب فارغ ہوں گے تو تاریخ مقرر کرکے حاضر ہونے کی اجازت طلب کروں گا۔ وہاں جو کچھ فیصلہ ہوگا اس پر کاربند ہوں گا۔ انشاءاللہ

یہ عریضہ طویل ہو گیا اور اسکے ملاحظہ کرنے میں جو زحمت اور تکلیف ہوئی ہو اسکو بھی معاف فرمایا جاوے۔ اور حضرت والا نے ایک بار یہ فرمایا بھی تھا کہ تم بہت بولتے ہو اور زیادہ بولنا علامت قساوت یا تفاوت (یاد نہیں کیا لفظ فرمایا تھا) کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اس عیب سے بھی پاک کر دے۔ اور جوار رحمۃ اللعالمینؐ میں جگہ دے۔ والسلام۔

ق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ الحمدللہ اب مع الخیر ہوں اور ضعف میں بھی تخفیف ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "والا نامہ صادر ہوا تو ایسا معلوم ہوا کہ دل میں جو گرہ لگی ہوئی تھی وہ کسی نے کھولدی" یہ ایک واقعہ ہے اس کے متعلق یہی کہتا ہوں کہ صحیح ہے۔ گرہ کا کھلنا بہت اچھا ہوا۔ اسکی نسبت اولاً اللہ تعالیٰ کی طرف ثانیاً شیخ کیطرف کیجا سکتی ہے مگر بہت بہتر ہوتا کہ اس گرہ جس کو آپ نے لگایا تھا خود کھلوانے کی درخواست کی ہوتی، طریق یہی تھا۔

میں جو اپنے گھر سے نکلا تو خود نہیں نکلا بلکہ نکلا گیا، اور گھر خود نہیں چھوڑا بلکہ چھوڑایا گیا۔ اسمیں ایک پہلو میرے شامت اعمال کا پاداش بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور دوسرا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ منجانب اللہ یہ عمل میں آیا ہے اور یہ ہجرت ہے ایک دار سے دوسرے دار کی طرف۔ آدمی کا علم ہی کیا وہ اپنے نقصان علم کی وجہ سے ایک بہت بڑی مفید چیز کو نہ سمجھ سکے۔ چنانچہ گرانی طبعی تھی جیسا کہ ایسے موقع پر ہوا کرتی ہے عسیٰ ان تکرھوا شیاء و ھو خیر لکم ایسے مواقع کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے چنانچہ بہت سے حکم اور مصالح ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا قہر و جبروت اور سطوت و ملکوت کہ جس طرح چاہتے ہیں اپنے ملک میں تصرف فرماتے ہیں کوئی دم نہیں مار سکتا اور نہ چوں و چرا کر سکتا ہے۔ بندہ بالکل بے بس مجبور ولاچار ہے۔ یہ حکمت سب حکمتوں سے بڑھکر ہے جو اس میں مضمر ہے۔

(باقی آئندہ)

۳۔ مولوی قاری حبیب احمد صاحب مظاہری آپ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل ہیں الہ آباد ہی کے ایک دیہات کے باشندے ہیں شہر کے ایک مشہور محلہ کٹرہ میں بینا شاہ کی مسجد میں آپ کے والد صاحب بچوں کو قرآن حفظ کراتے تھے ان کے وصال کے بعد لوگوں نے قاری صاحب موصوف ہی کو انکی جگہ مقرر کرلیا، اسوقت سے آپ اسی مسجد میں بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں اور اپنے آنے کے بعد مدرسہ کو ترقی دی اور حفظ وناظرہ کے علاوہ فارسی اور ابتدائی عربی تعلیم کا بھی انتظام فرمایا۔ نیز مسجد سے متصل زمین خرید کر اس پر مدرسہ کی مستقل عمارت تعمیر فرمائی۔ چنانچہ "مدرسہ عربیہ نعمانیہ کٹرہ الہ آباد" کے نام سے وہ ماشاء اللہ اسوقت ترقی پر ہے۔ آپ کا تعلق بھی ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ سے ہوا اور حضرت والا کے الہ آباد تشریف لانے پر آپکو بھی استفادہ کا زیادہ موقع ملا۔ حضرت اقدسؒ نے آپکو بھی اجازت دی چنانچہ الحمدللہ حضرت کے صحیح طریقہ کار پر خمول اور گمنامی کے ساتھ دین کی اشاعت کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنا واقعہ خود بیان کیا کہ میں دور سے آتا تھا اسلئے دیر ہوجاتی تھی لہٰذا مجلس میں پیچھے ہی جگہ ملتی تھی، ایک دن حضرت نے فرمایا قاری صاحب یہاں آگے تشریف لائیے چنانچہ مجھے قریب بٹھلالیا۔ اسکے بعد سے جب آتا وہیں قریب بیٹھتا تھا۔ ایک دن پھر کچھ دیر ہوگئی تو پیچھے ہی بیٹھ رہا حضرت کی نظر پڑی تو فرمایا "اور دور بیٹھو کہیں چھینٹ نہ پڑ جائے" مجھے یہ سنکر بڑی ندامت ہوئی اسکے بعد سے قریب بیٹھنے کا اہتمام کرنے لگا۔

قاری صاحب فرماتے تھے کہ مجھے یہ بھی تمنا تھی کہ حضرت اور لوگوں کے سر پر ہاتھ مار مار کر انکو متوجہ فرماتے ہیں کاش یہ شرف مجھے بھی نصیب ہوتا چنانچہ اسکے بعد ہی سے حضرت میری جانب بھی اسی طرح متوجہ ہونے لگے اور دونوں ہاتھ سے میرے سر پر تھپکی دینے اور متوجہ کرنے کیلئے میرا بھی سر ہلانے لگے اور پھر تو بعد میں زور زور سے سر پر ہاتھ پڑنے لگا۔ حضرتؒ انگوٹھی بھی پہنے ہوئے تھے اس لئے

بعض مرتبہ کتاک سے وہ سر پر لگتی جس کی وجہ سے کچھ چوٹ بھی لگ جاتی تھی لیکن اس
مرمیں تخلف ہوتے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت والا نے بعد مجلس بوقت مصافحہ میرے
سر کو اپنے سینۂ مبارک کے قریب کر کے میرے کان میں چپکے سے فرمایا کہ قاری
صاحب آپکی توہین کرتا ہوں معاف کیجئے گا۔ حضرت کے اس فرمانے کیوجہ سے میں مارے
شرم کے پانی پانی ہو جاتا۔

قاری صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک دن فجر کے بعد میں اپنے کمرہ میں سو رہا
تھا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا انجن جو کہ بہت ہی خوبصورت بھی تھا میری طرف
چلا آرہا ہے اور تنہا انجن ہی تھا اس کے ساتھ ڈبے نہیں لگے تھے۔ مجھے گھبراہٹ
ہوئی کہ یہ انجن کیوں میری طرف چلا آرہا ہے۔ اسی اثناء میں کسی نے حجرہ کا دروازہ
کھٹکھٹایا میں اٹھکر باہر نکلا اور دریافت کیا کون ہے؟ تو ایک صاحب نے کہا کہ
حضرت مولانا تشریف لائے ہیں رکشے پر ہیں میں فوراً نیچے گیا اور حضرت کو لیکر اوپر
کمرہ میں آیا، خیر اسوقت تو مجھے کچھ خیال نہ ہوا لیکن کچھ دنوں بعد پھر جب خواب یاد آیا
تو ذہن گیا کہ اجی وہ انجن ہمارے حضرت والا ہی تھے ہماری اپنی گاڑی کا چلنا
حضرت ہی کی ذات مبارک سے وابستہ ہے۔

ایک اور واقعہ حضرت کی کرامت کے سلسلے میں قاری صاحب سے سنا
فرماتے تھے کہ میرے استاد مولوی جلیل صاحب تبلاتے تھے (اور مولوی صاحب
موصوف کو حضرت (قدس سرہٗ) سے (حقر ہی نے ملایا تھا) کہ میں اپنے
چھوٹے بچے کو لیکر ایک دن حضرت کی مسجد میں حاضر ہوا میں ابھی وضو ہی کر رہا تھا کہ وہ
اندر جاکر نماز پڑھنے لگا اسی وقت حضرت والا بھی تشریف لائے دیکھا کہ بچہ دعا
مانگ رہا ہے۔ جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو حضرت نے انگلی کے اشارے سے اسکو
بلایا اور اس سے فرمایا کہ تم کیا دعا مانگ رہے تھے اس نے کہا کہ حضرت میرا بھائی
پاکستان میں ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ تعالیٰ میرے بھائی
صاحب آجائیں۔ حضرت نے برجستہ فرمایا اچھا گھر جاؤ وہ آگئے ہیں۔ چنانچہ

نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ جب گھر پہونچے دیکھا کہ واقعی وہ لڑکا آچکا تھا میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کوئی شان نہ گمان حضرت کو اسکا آجانا کیسے معلوم ہو گیا اور کس طرح حضرت نے میرے بچے سے فرمایا کہ جاؤ وہ آگئے ہیں، سوا اسکے کہ یہی کہا جائے کہ یہ حضرت والا کا صریح کشف اور کھلی کرامت تھی۔

(قاری حبیب احمد صاحب کا ایک عریضہ حضرت مصلح الامۃ کے نام)

عرض حال : ابتدا سے جب سے کہ اصلاحی تعلق پیدا ہوا آج تک کبھی بحمد اللہ اسکا وسوسہ بھی نہیں آیا (کہ میں کسی کو بیعت کروں) ہمیشہ ہمہ تن اپنا ہی غم رہا جب کبھی کوئی اس قسم کی فرمائش کرتا ہے تو حیرت اور بہت ہی ندامت ہوتی ہے سمجھا بجھا کر اسکو اپنے سے بے فکر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کبھی بھی آجتک یہ نہیں ہوا کہ جی خوش ہوا ہو کہ اچھا ہے ایک آدمی ہاتھ لگا۔ اگر کوئی نہ مانا تو حضرت کی خدمت اقدس میں عرض کیا اس شرمسار و بدکار کو اسکا بیحد اہتمام رہتا ہے کہ اپنی وجہ سے دین اور اکابر دین کی کسی درجہ میں بدنامی و انگشت نمائی نہ ہو۔

ارشاد مرشد : اللہ تعالیٰ آپ کے ارادہ میں برکت عطا فرمائے۔

عرض حال : مجھ سے بڑھکر قیامت اور دنیا میں کون روسیاہ ہوگا اگر محبوب بندوں کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں میری وجہ سے برا وسوسہ بھی پیدا ہونے لگے حق تعالیٰ ہی سے استمداد ہے کہ اس نسبۃ قدسیہ کی حفاظت فرمائے جو آبگینہ سے بھی زیادہ نازک ہے۔ بندہ میں ایسی طاقت کہاں۔ حضرت سے تعلق محض حفاظت دین وایمان کے لئے پیدا کیا ہے۔ بڑی خواہش یہی ہے کہ سنت کی حلاوت کسی طرح نصیب ہو جائے

ارشاد مرشد : آمین۔ آمین۔

عرض حال : عزت و جاہ کے بارے میں حضرت ہی کی جوتیوں کے طفیل میں یہ عقیدہ راسخ ہو چکا ہے کہ یہ چیزیں اپنی جد و جہد سے حاصل نہیں ہو سکتیں، خدا جب چاہتا ہے عنایت فرما دیتا ہے۔

ارشاد مرشد : بیشک، بیشک

عرض حال : انکی طلب شعبہ دنیا ہے بالخصوص دین کی راہ سے قابل گریہ ہے۔ حضرت والا سے کلی دعا کی درخواست ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ خادم کبھی امانت میں خیانت کا قصد نہیں کرسکتا۔

ارشاد مرشد : دعا کرتا ہوں۔

عرض حال : حق تعالیٰ صدق اور اخلاص نصیب فرمائے، روز و شب ایسی سعی میں ہوں کہ دونوں جہان میں کام آوے تاکہ آخرت میں نجات اور دنیا میں حیوٰۃ طیبہ نصیب ہو۔

ارشاد مرشد : آمین۔ آمین

(رجسٹر ۲ ص ۱۷)

(دوسرا ایک خط ملاحظہ فرمائیے)

عرض : بحمدہ تعالیٰ ... نہایت شوق و ذوق سے ہر کام ادا ہوتا رہتا ہے۔ طبیعت ہلکی رہی اور کسی قسم کا مکان وغیرہ نہ رہا تو ثمرۂ عاجلہ یعنی کیفیات وغیرہ سے کلی محرومی نہیں رہتی لیکن کسی حال میں کبھی کلی اس ثمرہ کے عدم سے متاسف نہیں ہوتا۔

ارشاد : بارک اللہ۔

عرض : معمولات پر استقامت کی توفیق کو خواہ کسی حال اور کسی طرح ہو ہزار نعمت سمجھتا ہوں۔ ظاہر و باطن تیزی کے ساتھ اپنے کام میں لگ رہے ہیں۔ قلب میں قوت یاد داشت الٰہی اور عقیدت و محبت مرشد کا روز افزوں عقلاً و طبعاً اضافہ محسوس کر رہا ہوں۔ نماز میں دل ہیبت و عظمت الٰہی سے اکثر اوقات دبا ہوا پاتا ہوں۔ اکثر ذات پاک کی طرف توجہ رہتی ہے۔

ارشاد : الحمد للہ۔ الحمد للہ۔

عرض : ایسی نماز اس عاجز کو آجتک نصیب نہیں ہوئی تھی جیسی پیہم صحبت بابرکت کی بدولت ہو رہی ہے۔ صبح کی مجلس میں ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ تمام دن الحمد للہ

باقی رہتا ہے۔
ارشاد: مبارک ہو۔ مبارک ہو۔
عرض: مجلس کی حاضری میں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا جنت میں بیٹھا ہوا ہوں۔ الحمد للہ دنیا و مافیہا بھولی رہتی ہے۔
ارشاد: الحمد للہ۔ بارک اللہ۔
عرض: مجلس ختم ہوتے ہوتے ہر دن قلب میں ایک نئی لذت اور جدید ہمت اور حوصلہ لیکر اٹھتا ہوں۔ سچ یہ ہے کہ ساری عمر میں ایمان کی لذت اب کچھ مل رہی ہے اور ایمان کے راستوں سے اب کچھ روشناسی ہو چلی ہے۔
ارشاد: الحمد للہ۔
عرض: شکر بر شکر یہ کہ الہ آباد کی تشریف آوری کی نعمت غیر مترقبہ سے نوازا۔ ان حضرات کو بھی حق تعالیٰ جزا رخیر عطا فرمائے کہ جنھوں نے حضرت والا تک ہمکو پہونچایا اور جنھوں نے اپنے کو اس طرح پیش فرمایا کہ حضرت والا نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے قیام فرمایا۔ اور ہم تشنہ کام خدام الہ آباد کو اپنی عنایت و کرم کی بارش سے سیراب فرمایا
ارشاد: یہ سب افضال خداوندی ہے۔
عرض: (حضرت والا کی مجلس میں سنا ہوا) راہب کا یہ جملہ کہ " اے حنیفی ایک ساعت کی مشقت ابدالآباد کی راحت کے لئے برداشت کرلے " تمام اعمال میں بجلی کا کام دیتا ہے ۔ اور حضرت کا یہ آیت تلاوت فرمانا کہ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا اکثر دہراتا رہتا ہوں اور بیشمار نفع ہوتا ہے۔
ارشاد: الحمد للہ۔
عرض: نیز اس ارشاد کی تکرار بھی اپنے لئے اکسیر اعظم پاتا ہوں کہ " اگر ہمارے باطنی عیوب پر لوگ مطلع ہو جائیں تو منہ پر اسقدر تھوکیں کہ ہم منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں' اللہ تعالیٰ کی ستاری کہ وہ ہماری حفاظت فرماتا ہے "
ارشاد: بیشک۔

عرض : اسکی برابر کوشش کرتا ہوں کہ ہر کام خدا کے لئے ہو اور نیت خیر کے ساتھ ہو نیت کا اہتمام کرتا ہوں۔ حضرت نے اپنی خاص عنایت سے اسطرف توجہ دلاکر قرب کے ایک بڑے وسیلہ سے روشناس فرما دیا۔

ارشاد : بیشک یہ قرب کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

(قاری حبیب احمد صاحب کا تیسرا خط سفر حج میں جاتے ہوئے)

عرض : ہم خدام جسوقت رخصت ہوئے حضرت کا مزاج مبارک کچھ ناساز تھا اسلئے جی لگا ہوا ہے حق تعالیٰ کے دربار عالی میں درخواست ہے کہ حضرت کو شفائے کامل عنایت فرمائے امید کہ اب طبیعت ٹھیک ہوگی

ارشاد : الحمد للہ ٹھیک ہے۔ میری طبیعت آپ لوگوں کی طبیعت ٹھیک رہنے سے ٹھیک رہتی ہے۔

عرض : حضرت والا کی دعاؤں سے بیحد آرام رہا۔ ہمارے ڈبہ میں صرف حاجی صاحبان تھے اس ناکارہ خادم کو حضرت والا کے صدقہ میں تمام رفقاء سفر نے بہت آرام پہونچایا بہت خیال رکھتے تھے۔

ارشاد : کیا یہی سب اس سفر کا مقصد اعلیٰ ہے۔ اناللہ۔

عرض : جس دن سے حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ یہ میرا ہے (اگرچہ اس روسیاہ کے اطوار ایسے نہیں) سمجھ میں نہیں آتا کہ اللہ کے بندے کس قدر خلوص و محبت سے پیش آتے ہیں۔ یا اللہ! اپنے نیک بندوں کے ظن کے مطابق اس نامہ سیاہ کو بھی نیک فرما دے اور حضرت ہی کے صدقے میں آخرت کی عزت بھی نصیب فرما اور شرمساری سے بچا۔

ارشاد : میں بیچارہ کیا چیز ہوں۔

عرض : حضرت والا نے فرمایا تھا کہ تین چیزیں خلاصۂ تصوف ہیں۔ ازالۂ غفلت۔ دفع رذائل اور حفظ خواطر۔ الحمد للہ مختصر نسخہ سنکر بیحد خوشی ہوئی اور اسی وقت سے پلّے باندھ لیا۔

ارشاد : صرف خوشی سے کیا کام چل سکتا ہے ۔
عرض : ذہن میں برابر انکا تکرار کرتا رہتا ہوں اور عمل کی کوشش کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بجد نفع محسوس کر رہا ہوں ۔
ارشاد : اگر یہ سب ہے تو غنیمت ہے ۔
عرض : دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کا ہم لوگوں کو کامل نفع نصیب فرمائے اور اس دنیائے دوں سے نفرت عنایت فرما کر اپنا بنا لے ۔
ارشاد : آمین ۔

(اسکے ہمراہ یہ تحریر بھی بھیجی گئی)

سفر حج میں اصل فکر یہ ہونی چاہیئے کہ جا تو رہا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرمالیں تو سب کچھ ہے ورنہ سارا سفر ایک تعب ہی ہے اور احباب کی خدمت بلکی سب ضایع ۔ آپ نے اپنے خط میں مقصود کا ذکر تک نہیں کیا اور جو چیز بالکل غیر مقصود تھی اسکا سب سے پہلے ذکر کیا ۔ یہ کیوں ؟ اگر ان سب باتوں کا ذکر اسلئے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک احسان کا جو اپنے اوپر ہے ذکر مقصود ہے تو خیر کر سکتا ہے لیکن اپنے شیخ سے جس کے سامنے فنا ہو کر پیش ہونا چاہیئے اس قسم کے عنوان سے اپنے کو پیش کرنا تو کسی طرح مناسب ہی نہیں تھا ۔ بڑے لوگوں کی نظر بڑی چیزوں پر رہتی ہے ۔ ایک عالم نے حضرت والا کو اسی سفر سے لکھا تھا کہ "حضرت سرنگوں جا رہا ہوں" اور چھٹ بھیا لوگوں کی نظریں انھیں چیزوں پر محصور رہتی ہیں ۔ اس قسم کے لوگ اس زمانہ میں زیادہ ہیں ۔

یہ اسلئے کہا جا رہا ہے کہ اگر ان چیزوں پر نظر جم گئی تو یہ کچھ اچھی چیز نہیں ہے ۔ نہایت مضر ہے ۔ بہت لوگوں نے انھیں چیزوں میں مشائخ کو لے لیا ہے (یعنی انھیں اپنے درجہ سے گرا دیا ہے) ۔ والسلام ۔

(موصوف کا چوتھا خط سفر حج سے واپس آنے کے بعد)

عرض : مجلس مبارک کی برکت سے دل میں محبت الٰہی اور عظمت وتعلق کا روز افزوں منافع

پاتا ہوں۔ ارشاد: ماشاء اللہ۔

عرض: محبت الٰہی سے زیادہ کسی چیز میں لذت نہیں پاتا دل کی غذا ہی محبت الٰہی ہے۔

ارشاد: خوب بیشک یہی بات۔

عرض: معاصی سے قلبی نفرت اور طاعت کیطرف طبعی رغبت بڑھتی جارہی ہے۔ لوگوں کے معاملات سننے سے بھی وحشت ہوتی ہے۔ ارشاد: الحمد للہ۔

عرض: ہمہ وقت یکسوئی کے اسباب پر نظر رہتی ہے اور اسکو حق تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ سمجھتا ہوں بدون اسکے حق تعالیٰ سے تعلق رہنا مشکل ہے۔ ارشاد: بیشک یہی بات ہے۔

عرض: پوری نماز میں بار بار توجہ کی تجدید کرتا ہوں اور باری تعالیٰ سے ادائیگی حق کے قصور کا اعتراف کرتا رہتا ہوں۔ ارشاد: خوب بات ہے۔

عرض: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت والا کے صدقہ میں "احسان" نہیں تو اسکی ادنیٰ جھلک ضرور پاتا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ پورا احسان نصیب فرمائیں۔ ارشاد: ماشاء اللہ۔ دعا کرتا ہوں۔

عرض: تلاوت کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا انداز طبعی طور پر بہت بدل گیا ہے۔ بجائے ادھر ادھر جانے کے دل ادھر اُدھر کے خیالات سے جان بچاکر زیادہ سے زیادہ متوجہ ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ارشاد: خوب۔ الحمد للہ۔

عرض: نماز و تلاوت ختم کرتا ہوں تو دل میں ایک بڑے رنج کا اثر محسوس کرتا ہوں کہ افسوس بڑا قصور ہوا ادنیٰ حق بھی ادا نہ ہوا یہ عمر جو گذر رہی ہے واپس نہیں آسکتی۔ قصور کا یہ حال ہے کس طرح منہ دکھا سکوں گا۔ بعد طاعات استبشار شاذ و نادر ہی کبھی نصیب ہوتا ہے۔ استغفار کرتا رہتا ہوں اور دل سے نادم ہوتا ہوں۔ ارشاد: بہت مبارک حال ہے۔

عرض: دل کا ہمہ وقت تقاضا ہے کہ عبد مخلص بننے کی جلد از جلد کوشش کر۔ چنانچہ برابر زیادہ "اخلاص" کی کوشش کرتا ہوں۔ الحمد للہ کہ حضرت کے یہاں سے یہ چیز بہت بڑی ملی۔ ارشاد: الحمد للہ علی احسانہ

عرض: دونوں پاک درباروں میں اسی کی بہت زیادہ دعا مانگی۔ ارشاد: خوب کیا۔

عرض: اپنی سعادت سمجھکر دونوں درباروں میں حضرت اور حضرت کے متعلقین کیلئے خوب ہی دعا کی بالخصوص فلاح دارین اور خدمت دین کی مزید توفیق مزید اخلاص اور مقبولیت کی۔ ارشاد: بہت خوش ہوا جزاکم اللہ تعالیٰ بڑا احسان کیا

اور ہرگاہ کہ حق تعالے نے تمکو واصل کیا اور شرط اجازت محقق ہوگئی تو اجازت میں کیا عذر ہے۔ خرقہ و اجازت دونوں حاصل ہوویں گے مطمئن رہیں۔ فقط والسلام۔
اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرتا اور اکثر دیکھتا کہ اس میں بہت کچھ لکھا ہے۔ گو الفاظ قلیل ہیں۔ فقط۔

سے۔ قولہ "اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرتا اور اکثر دیکھتا کہ اس میں بہت کچھ لکھا ہے گو الفاظ قلیل ہیں"
راقم عرض کرتا ہے کہ چونکہ حضرت مولانا گنگوہی نے اسکو بغور مطالعہ اور بار بار مطالعہ کرنیکو فرمایا تھا اس سے اسکی اہمیت معلوم ہوئی اور جی چاہا کہ اسکے موتی بھی ناظرین کے سامنے چن کر رکھدوں (گو استعداد اور فہم اپنی ناقص ہے تاہم بزرگوں کی صحبت کیوجہ سے قدرے قلیل مناسبت فہم معنی کی تو ہو ہی گئی ہے گو عمل سے اب بھی کورا ہے اللہ تعالیٰ ان مشائخ کیوجہ سے فہم بھی کھولدے اور عمل کی بھی توفیق عطا فرما)
(۱) آپ نے اپنے حالات اور باطنی معاملات بہت کچھ لکھے ہیں، ان میں سے کچھ تو ایسے تھے کہ میری فہم نارسا میں بھی وہ آسکے انکی تو تصدیق کرتا ہوں کہ ماشاء اللہ عمدہ حالات ہیں، مبارک ہو۔ اور جو ایسے ہیں کہ وہ میری رسائی سے خارج ہیں ان پر کوئی حکم لگانے سے معذور ہوں اور یہ کہ ہر ہر سالک کے احوال اسکے سلوک کے سلسلہ میں یکساں نہیں ہوا کرتے تو جس کیفیت کو شیخ نے اپنے حالات میں نہ ملاحظہ فرمایا ہو ظاہر ہے دیانت کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر کوئی حکم نہ لگاوے نہ تردید کرے نہ تصدیق کرے، لیکن یہاں چونکہ شیخ یعنی حضرت گنگوہیؒ اپنی جگہ کامل و مکمل تھے اسلئے ان سب کیفیات و حالات کو سنکر ان کے لئے ایک کلی حکم بیان فرمادیا کہ اس اس کا لحاظ رکھو۔ وہ یہ کہ :۔
(۲) سالک صرف تین امور کا تو اہتمام کرے۔ ذات[1] محض حق تعالیٰ کا لحاظ اور تصور۔ اور اسی[2] تصورات میں اپنا افنا، اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو کسی خاص شان کے ساتھ مقید نہ کرلینا بلکہ جمیع شیونات سے اسکی تجرید یعنی ان کے علاوہ اور جملہ امور سے اجتناب کرے۔
(۳) اداءِ فرائض اور سنن و واجب کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ اسکے ساتھ ساتھ اذکار مسنونہ کو بھی ادا کرے۔
(۴) اور پھر تمام اوقات کو اسی تجرید مذکورہ میں صرف کرے۔ ۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۸) مولوی صدیق احمد صاحب ۔ السلام علیکم ۔ آپ کے خطوط سے حالات معلوم ہوئے جو کچھ عنایات حق تعالیٰ کی بندۂ احقر پر مبذول ہیں اسکا شکر یہ محال ہے اصل مقصود تو احسان ہے سو وہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو عطا ہوا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ کے قرن میں یہ احسان ہی تھا

---

(۵) اللہ تعالیٰ کی ذات پاک احاطہ ادراک سے بالاتر ہے اور اسکے متعلق بجز ہستی محض اور وجود مطلق کے جو کچھ کسی کے سمجھ میں آیا وہ صرف خیال سالک ہے حق تعالیٰ کی ذات نہیں ہے ؎

دور بینانِ بارگاہ الست غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

(حق تعالیٰ کا جن اہل باطن نے سراغ لگانا چاہا تو اس سے زیادہ نہ معلوم کر سکے کہ ہاں کوئی ذات ہے اور بس)

(۶) لہٰذا سالک کو بھی یہ سمجھنا چاہیئے کہ "ھو موجود موصوف بصفات المعہودہ" یعنی ایک ذات ہے جو موجود ہے اور اپنی متعینہ صفات کے ساتھ موصوف ہے ۔ اسکے علاوہ جو شکل اور نور سامنے آوے اسکی نفی کرنی چاہیئے یعنی یہ کہ وہ خدا نہیں ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے لا تدرکہ الابصار آنکھیں اسکا احاطہ نہیں کر سکتیں یہ امر کلی مستحضر و ملحوظ رہے تو ان سے جملہ حالات و کیفیات کا جواب معلوم کیا جا سکتا ہے ۔

(۷) پھر یہ سمجھو یہ جو آتا ہے کہ کہ اللہ محیطٌ بکل شیٔ ہے ۔ اور معکم ہے ۔ اور اللہ نور السمٰوٰت والارض ہے یہ سب حق ہے مگر ان نصوص میں جس احاطہ کا اور معیت کا اور نوریت کا ذکر ہے وہ اس سے کہیں ورا الورا ہے جو مفہوم کہ ان کا ہم مخلوقات کے ذہن میں آتا ہے

(۸) ہوتا یہ ہے کہ جس وقت سالک پر "نور احاطہ" ظاہر ہوتا ہے تو محیط (یعنی حق تعالیٰ) کا تعرف اور محاط (یعنی جملہ مخلوقات کا) ظل ہونا بلکہ انکی محویت سالک کی نظر میں ہوتی ہے ۔ اور چونکہ قلب سالک کو بھی اس علم نے احاطہ کیا ہے اور اسکی قوت متخیلہ کو بھی اس علم نے مالا مال کر دیا ہے ۔ اسلئے غیر کا دخل نہیں رہ جاتا ہے ۔ اور باوجود اسکے کہ اغیار اپنے وجود ظلی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں لیکن اسکی نظروں میں سب غائب اور مرتفع معلوم ہوتے ہیں اور جملہ کمالات اپنے اندر نظر آتے ہیں اسلئے کہ یہ ایک ایسی ذات کے نور کا محط اور محل بن رہا ہے جو کہ ہر قسم کے کمالات سے متصف ہے لیں اسوقت ۴۴

اور معارف جو خلفت کو جدید حاصل ہوئے وہ بھی ثمرۂ عنایات ہیں۔ مگر انوار کا جو طریق و سلوک ہے وہ خطرناک ہے۔ فقط احسان میں کوئی دخل شیطان کا نہیں ہو سکتا، مگر انوار کے نزول میں بہت خدشہ ہے۔ اور اس حالت میں اتباع سنت نہایت درکار ہے اور رعایۃ مشروع کی ضرور ہے۔ علم و تفقہ بہت بہت واجب ہے مشائخ نے لکھا ہے

---

۵۴ غلبہ شطحیات کا ہوتا ہے (اسی حال میں کبھی انا الحق کہدیا کبھی سبحانی ما اعظم شانی منہ سے نکالدیا ہے) اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اسوقت اس پر خاص قسم کا سرور و حزن کا ورود ہوتا ہے اور اسکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہی قیم اشیاء ہے اور علم میں بھی وہی سب سے اعلیٰ ہے۔ حالانکہ فی الواقع یہ سب امور خلاف واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ سالک عبد ہے اور بندہ ہے اور عدم اصلی اسکی صفت ہے۔ محض بیکار اور معطل ہے۔ قطعی بے اختیار ہے۔ بالکل بے بس ہے۔ علم سے بھی عاری ہے۔ صرف ایک کامل الصفات ذات کی ہوا اسکو لگ گئی ہے، بس اسی پر پھول گیا ہے اور مغرور و مسرور ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کل شئی ھالک الا وجھہ ہر شئے کو فنا ہے سوا اسکی ذات کے۔

(۹) لہٰذا یہ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جو کچھ یہ واردات ہیں (یعنی احوال و کیفیات اور انوار وغیرہ) یہ سب اسی احاطہ کا پرتو اور اثر ہی باقی اصل الامر یہ ہے کہ "ھو ھو لا ھو الا ھو لا وجود لرشید لا لصدیق" یعنی بس صرف اللہ ہی اللہ ہے کسی چیز کا وجود (حقیقۃً) نہیں ہے سوا اللہ تعالیٰ کے، نہ رشید کا وجود ہے نہ صدیق کا۔ اس امر کل کو ذہن نشین کر لو اسی سے تمام کیفیات کا حکم سمجھ میں آجائے گا۔ بس یہ سمجھ لو کہ جیب تمنا خالی ہے۔ یعنی تمنا کرنے کو انسان جتنی کرلے بعد میں دیکھے گا کہ پلے کچھ نہیں۔ بس یہی کمال ہے کہ خود کو خالی اور فانی سمجھے اور ہر شئے زائل ہو جانے والی ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) اب آخر میں ایک بات اور کہتا ہوں سنو! وہ یہ کہ میں جیسا کچھ ہوں اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوں وہ تو حضرت شیخ امداد اللہ صاحبؒ نے اللہ تعالیٰ کی امداد سے اس ذرۂ ناچیز ذلیل و خوار کو جو بد اخلاق اور ظلمات میں پڑا ہوا تھا اور پھر اجازت و ارادت خلق سے نوازا اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اضلال خلق کا ذریعہ بنایا، کیونکہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند کا مصداق ہوں۔ خراب در خراب۔ اپنی تمام عمر یونہی برباد کی کبھی نور کا ظہور نہ ہوا۔ واللہ باللہ ثم واللہ باللہ تم سے کہتا ہوں کہ جس قسم کے علامات تم

کہ انسان میں سات لطیفہ موضوع ہیں اور ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردہ نور موضوع ہیں جب تک یہ ستر ہزار حجب نور قطع نہ ہو جائیں اندیشہ بر اندیشہ ہے جب انوار ظاہر ہوتے ہیں اور مخیلہ انسان کا نور سے پر ہو کر مشتعل ہو جاتا ہے تو جو امر مخیلہ میں پیدا ہوتا ہے تو سالک کو وہ خطرہ مخیلہ کا نور سے فائض معلوم ہوتا ہے اور اس نور کو حق تعالیٰ جان کر اس خطرہ کو

تم نے اپنے مجھے لکھے ہیں اس قسم کی واردات سے خواب میں بھی دوچار نہیں ہوا۔ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت امداد اللہ اجازت تو دے رہے ہیں لیکن ایک نہ ایک دن رسوا ہونا پڑے گا لہٰذا برابر اپنے شیخ سے بھی اور احباب سے بھی اپنی محرومی کا تذکرہ کرتا رہا۔ اب خدا کا فضل کچھ ایسا ہوا کہ اس نے آپ جیسے مرید رشید کو مجھ سے منسوب کر دیا اور آپ کے اسقدر نوازش بیکراں سے نوازا (جیسا کہ آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) اب بھلا بتاؤ کہ میں تمہاری اصلاح کے شایاں کب ہوں۔ بہرحال اب سوا تصدیق کے چارۂ کار ہی کیا ہے؟ اور سوا ایک فقرہ (قاعدۂ کلیہ کے) تمکو کیا بتلا سکتا ہوں۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں، اب پھر لکھتا ہوں کہ: ۔

(۱۱) طریق یہ ہے کہ "ذات بحت مجرد" اور "ہستی محض (مطلق)" کے استحضار کے علاوہ سب واقعات (حالات و کیفیات) کو کالعدم سمجھکر اپیر لا رنفی "کھینچ دو اور خود کو ذلیل محض اور منفی خالص تصور کر کے فنا کر دو۔ بس یہ شغل رہے جسکا مظہر کلمۂ توحید لاالٰہ الا اللہ ہے اور قرآن شریف، درود شریف، حزب اعظم، وظائف حدیث ان سب کو سادہ معانی کے ساتھ یعنی لغوی ترجمہ کے ساتھ ورد رکھو۔ اور دقائق کیجانب التفات مت کرو اور شغل علم دین رکھو ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں دوسرے مشاغل مثلاً طب چل نہیں سکتے اسکو وبال جان ہی سمجھو۔

(۱۲) اس راہ میں ان احوال کے اتصاف کے وقت مجدد ہونے یا مہدی اوسط ہونے کا خیال بھی آتا ہے وہ کوئی محال بات نہیں، ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء وہ دراصل اسم ہادی کے سیر کی تجلی ہے۔ مبارک حال ہے۔ لیکن جیسا پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ اتباع شریعت محمدی کو فرض عین جاننا چاہیئے۔

(۱۳) ان سب کے بعد اب تم سے یہ گذارش ہے کہ اس روسیاہ شرمندہ حال کے لئے بھی کوشش

خطرۂ رحمانی جان لیتا ہے ۔ یہ سخت فدشہ لاتا ہے علیٰ ہذا جو نور محیط اشیاء معلوم ہوتا اوس نور کو خدا تعالیٰ سمجھ لیتا ہے اور غیر خدا کو خدا جان کر نخدائی پرستش کرنے کا فرطریقہ ہو جاتا ہے تو ایسی سخت مصیبت میں پناہ شریعت بہت واجب ہے اور کسی خطرہ پر دل نہ رکھنا اور کسی نور محیط پر التفات نہ کرنا اور جملہ مشاہدات کو نفی کر دینا اور خدائے لایزال

اور سعی کرکے (دعا اور توجہ کے ذریعہ) دستگیری کرنا اپنے لئے لازم سمجھنا کیونکہ تم نے مجھے اپنا پیر اور مرشد تسلیم کر لیا ہے تو ظاہر ہے کہ مجھ سے کچھ نہ کچھ فیض تو تمکو پہونچا ہی ہو گا لہٰذا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کہ احسان کا بدلہ احسان ہوا کرتا ہے اب تم سے یہ التجا ہے کہ ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی   دآر محبان بادہ پیما را

(یعنی جب محبوب کی ہمنشینی حاصل ہو جائے اور شراب کا دور چلے تو اسوقت اپنے دوسرے رفقار اور محبین بادہ پیما کو بھی یاد رکھنا)

(۱۴) دیکھو اگر کوئی اس شہزادے کو جو بھوکا پیاسا اور گم کردہ راہ ہو کھانا کھلا دے پانی پلا دے اور راستہ بتا دے (جیسا کہ اس فقیر نے تمھارے مرشد ہونے کے ناطے تمھارے ساتھ یہی کیا ہے) تو جس وقت وہ شہزادہ تخت نشین ہو گا تو اپنے اس محسن کو یاد کرکے وزارت عظمیٰ سے نوازے گا۔ گو اسکا احسان اتنا زیادہ نہیں تھا لیکن وہ اسکے بدلے میں یہ جزاء عظیم دیگا۔ بس اسی پر اپنی اور میری حالت کو قیاس کرکے عمل کرنا چاہیئے۔

(۱۵) بلاشبہ جبکہ تم کو وصول ہو چکا ہے تو اجازت کی شرط موجود ہو گئی ہے لہٰذا اجازت میں کیا عذر تاہم جلدی نکرو انشاء اللہ تمھیں اجازت اور خرقہ دونوں حاصل ہو جائیں گے ۔ اطمینان رکھو۔ والسلام ۔   اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرنا اور بار بار دیکھنا۔ ہم نے اس میں بہت کچھ باتیں طریقہ کی لکھدی ہیں اگرچہ الفاظ تھوڑے ہیں ۔

و راقم عرض کرتا ہے کہ اس گستاخ نے اپنی ناقص فہم کے مطابق اس مکتوب میں آئے ہوئے موتیوں کو چن کر پیش کرنے کی جو جرأت کی ہے وہ محض اپنے شیخ و مرشد کی صحبت اور درس میں سنے

کو بے کیف جان کر جملہ کیف کو غیر جاننا اور تحت لاالٰہ داخل کر دینا واجبات سے ہے ؎

دور بینانِ بارگاہِ الست غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

پس ہستئ مطلق کو ہر دم خیال میں پرورش کرنا اور بلاکیف حاضر موجود جان کر حیا و شرم کے ساتھ بندۂ مطیع رہنا مقصد اصلی ہے اور یہی احسان ہے باقی زوائد۔ لہٰذا مشائخ فرماتے ہیں کہ جس کے سلوک میں انوار پیش نہ آویں اسکا سلوک اسلم ہے۔ اور وجود منبسط جو ساری تمام اجسام و اعراض میں محسوس سالک ہوتا ہے وہ ہے کہ اصطلاح میں اسکو نفس رحمانی کہتے ہیں وہ بھی نور اعظم ہے حق تعالیٰ کی ذات اس سے بھی اعلیٰ و برتر اور ہزارہا درجہ بری ہے اسکو بھی عین ذات تصور کرنا شرک طریقہ ہے غرض ایسے دوائر مہلکہ سے حق تعالےٰ اپنے بندوں کو نجات بخشے۔ سنو کہ سلوک صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں تحصیل احسان اور اپنا بندۂ ناچیز بے اختیار ہونا اور من کل الوجوہ محتاج ذات غنی کا اور حضور اور دس کردگار رب بے نیاز محض عباد کا ہونا تھا بندگی در بندگی عجز در عجز توکل در توکل ہمت اطاعت جان و مال بازی فی رضائے مولیٰ اسکا ثمرہ تھا نہ استغراق تھا نہ فنا تھی متاخرین نے دوسرا راستہ نکالا کہ جس سے ربط حادث با خالق کی کیفیت معلوم ہو جائے سو بعد مجاہدات معلوم ہوا کہ سب مخلوقات اعلیٰ سے اخس تک اپنے خالق سے مربوط اور اسکے وجود سے موجود ہیں بوحدۃ وجود یا بوحدۃ شہود علیٰ خلاف بینہم۔ پس اس ربط کے شہود کا نام جذب رکھا گیا اور انتہائے راہ جذب اس نسبت کے انکشاف پر ہے۔ پس جذب کے معنی رجوع السالک الی حقیقۃ الحقائق واصل الاشیاء اور اوسمیں فنا ر اپنا اور اپنے علم انانیۃ کا کر دینا مقرر ہوئے۔ اس راہ جذب کو جو کچھ

ہوئے مضامین کی برکت سے کی ہے ورنہ خود اس کوچہ سے بالکل نابلد ہوں اور احوال سالک سے قطعی کورا ہوں۔ بس حضرت مرشدیؒ سے نسبت اور حضرت کی صحبت کے سہارے ایسی ہمت کر گیا امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمانی کو صحیح اور ناظرین کو اس سے نفع پہونچائیں گے ا انتہی۔

حضرات مشائخؒ نے طے کیا اسکے بیان سے زبان عاجز ہے گویا وہ کمالات کا لعنقا ہوگئے
جس قدر سالک مجاہدہ کر کے کوئی مقام طے کرے ہنوز اسکے آثار کے سوا ہے، ان
کمالات سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی انکا حوصلہ اور ملکہ ملاء اعلیٰ سے ناشی تھا اب
ملاء اسافل سے بھی پوری مناسبت نہیں، معہذا راہ جذب ہے نہ درگاہ بعد طے را
جذب کے۔ پھر وہی طریقہ صحابہؓ کہ عبدیت کا مقام ہے اختیار کرنا؛ عبادت وعاجزی
کا معاملہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ پس یہ بات کہ کسی مقام اور کسی حال میں مناسبت
ومساوات قدما یا متاخرین کی توقع ہو یہ تو محض خیال خام ہے۔ مگر ہاں بطفیل اول
اکابر کے وہ ہی راہ ہے اور اوسی ہی قسم کے حالات ہیں وجود منبسط کی فراخی او
قیومیۃ اشیاء لطیفہ قلب سے ناشی ہے ہنوز لطائف اعلیٰ بہت دور، مگر جو کچھ حفظ
بندہ کا ہو جائے عین عنایت ہے کہ اگر اسکے شکریہ میں کروڑوں سال ہمہ تن زبان ہو کر
شکر کرے تو کوئی ادنیٰ درجہ شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ نفس کو رویت انوار سے لذت
ہوتی ہے اور تماشا مخلوقات غیبیہ میں مشغوف ہے اس واسطے ان انوار کا مشتاق
تھا ورنہ اصل کار سالک فنا ہستی خود ہے۔ انوار سے کیا مقصود ہے سو الحمدللہ اس کو
تم سمجھ گئے ہو اور اب مرتبہ یاد داشت کا قائم ہو گیا۔ اب تمکو مشغولی درس وتدریس
مضر نہیں چونکہ اکثر کتب طب پڑھ لی ہیں اسقدر قلیل باقی کو بھی تمام کر لو اور دو گھنٹہ
یہ بھی فی رضاء اللہ تعالیٰ جان کر خرچ کرو کہ کسی بندہ کا حق تعالیٰ کا کام کر دیا اور اسکی
ارضا میں اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہٗ کی ارضا کو مطلوب رکھنا کیا مضائقہ ہے باقی یاد قرآن
سو وہ تمھارے شوق سے شروع ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام ہو جاوے گا ورنہ
جس قدر ہو جاوے مغتنم ہے۔ فقط تیسرے آخری خط میں وجود منبسط کا ساری عالم
ہونا جو لکھا ہے سو اسکا جواب تو اوپر ہو چکا کہ یہ وجود بیشک ساری ہے اور قیم جملہ حوادث
ہے اور یہ صورت حال مقدمہ توحید افعالی کا ہے اور ربط واقعی تمام مخلوق کیساتھ
ہے اسکا انکشاف عمدہ امر ہے گو مقصد نہیں۔ اور وہ کیفیت کہ جسکا حال بطور تمثیل
لکھا ہے وہ نمونہ اطلاق ہے ذات مطلق جہت سے اور کیفیت سے مبرا ہے فقط

سب اذکار ومراقبات تحصیل نسبۃ کے واسطے ہوتے ہیں جب نسبۃ یادداشت حاصل ہوچکی اب مراقبات کی درخواست عجب بات ہے اب تمہارا مناسب کرنا نی قرآن وصلوٰۃ مسنون مراقبہ ہے۔ سب میں یادداشت ہے کہ ثمرۂ مراقبات یہی ہے اب کسی مراقبہ کی حاجت نہیں اذکار مسنونہ احادیث پڑھو قرآن ونوافل صلوٰۃ مسنونہ واذکرو اور بس۔ ضیافۃ کے باب میں یہ ہے کہ ضیافۃ میں جانا مسنون ہے نہ کھانا' انکی خوشی کے واسطے پانچ چار لقمہ کھالیئے اونکے اصرار پر نظر نہ کی اور جو اس میں بھی نقصان ہو ترک کردو کوئی تردد کی بات نہیں فقط۔

مولوی خلیل احمد پندرہ روز کی رخصت لائے تھے گنگوہ بھی دو شب کو آئے پھر سہارن پور چلے گئے کہ اونکے والد اور سب گھر سہارن پور ہی ہے وہاں ایام رخصت تمام کرکے بھاولپور جاوینگے فقط باقی سب خیریت۔ پیرجیو عبدالرزاق سے بعد سلام کہنا کہ بیضاوی کے واسطے جو آپ سے لوگوں نے کہا تھا اوسکا کیا بندوبست ہوا اگر خرید ہوئی تو اطلاع دو قیمت مرسل ہوا اور جو قیمت دیدی ہے تو قدرے ایک سیپارہ کے پارسل پلندہ میں روانہ کردو کہ قریب شروع ہوگی مجھکو تحقیق نہیں اسوقت کوئی طالب علم نہیں کہ پوچھتا فقط اور تفسیر جمل کے واسطے شیخ محمد حسین کو بھی کچھ لکھا جواب ملا یا نہیں۔ چار پانچ روز گذرے کہ بی سلطانی مرحومہ کا انتقال ہوا کسی نے خبر بھی نہیں دی کہ کچھ برائے کفن دیتا تیسرے روز خبر ہوئی فقط اطلاعاً لکھا گیا۔ ۹ر ربیع الاول [illegible]ھ۔

(۱۹) برادر اعز مولوی صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم پرسوں تمہارا خط آیا تھا اسکے جواب کی فرصت نہ ہوئی جمعہ کو جواب تحریر کیا تھا اب آج دوسرا خط آیا آپ کے حالات موجب فرحت وشکر کے ہیں۔ کوٹلہ جانے کے باب میں رائے بندہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے معاش کا ایک سامان قائم کردیا ہے اسکو ازخود ترک کرنا ناشکری ہے کوئی ایسا کام وہاں بھی تمہارے تعلق نہیں کہ مارج کار ہو سو اگر اس تمہارے خط کے بعد استخارہ پر وہاں سے اجازت آجائے تو خیر ورنہ چلا جانا کوٹلہ کا کوئی اندیشہ نہیں یہ بات ضرور ہے کہ معاش ورزق مقدر ہر جگہ ملیگا۔ من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ اس میں کوئی تردد نہیں

پھر سوچا اور غور کیا تو سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کام کا حکم تو فرمایا نہیں کرتے مجھکو اسکو کھانا چاہیئے چنانچہ اسکے کھانے کا عزم کر کے آگے بڑھے جب اسکے قریب پہنچے تو وہ چھوٹا ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جب اسکے بالکل قریب پہونچے تو دیکھا کہ وہ صرف ایک لقمہ کے برابر ہوگیا ہے اسکو کھایا تو شہد سے زیادہ میٹھا پایا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اسکو کھا کر ادا کیا اور آگے بڑھے تو آگے سونے کا ایک طشت ملا اسکو دیکھکر کہا کہ مجھے اسکے چھپانے کا حکم ہے۔ چنانچہ زمین میں ایک کنواں کھودا اور اسکو اس میں دفن کر دیا آگے بڑھکر جو دیکھا تو دیکھا کہ طشت زمین کے اوپر پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ پھر لوٹے اور گڈھے میں اسکو چھپا دیا ایسا دو بار یا تین بار کرنا پڑا کہ دفن کر کے آگے جاتے اور مڑکر جو دیکھتے تو دیکھتے کہ طشت زمین ہی کے اوپر دھرا ہے۔ غرضکہ تیسری بار یہ کہکر چلے آئے کہ میں نے خدا کا حکم پورا کر دیا اب یہ اندر رہے یا باہر نکلے اور آگے بڑھے تو دیکھا کہ ایک پرندہ انکی طرف بھاگا چلا آرہا ہے اور اسکے پیچھے ایک باز جھپٹنے کی کوشش کر رہا ہے اس پرندہ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی میری مدد فرمایئے تو انھوں نے اسکو قبول کر لیا اور لیکر اپنی آستین میں چھپا لیا اتنے میں پیچھے پیچھے وہ باز آیا اور کہا کہ اے نبی اللہ! میں بھوکا تھا اور اس شکار کی فکر میں صبح سے پڑا ہوں اب قریب تھا کہ اسکا شکار کر لیتا کہ آپ نے اسکو امن دیدیا لہٰذا میرے رزق سے مجھے محروم نہ فرمایئے۔ انھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے تیسرے کو قبول کرنے کا حکم تھا میں نے اسکو قبول کر لیا اور چوتھے کو ناامید کرنے سے منع کیا گیا تھا یہی باز چوتھا ہے۔ اب میں کیا کروں؟ (کہ اس پرند کو امن بھی مل جائے اور اس باز کو اسکی روزی) چنانچہ چھری لی اور اپنی ران سے ایک ٹکڑا گوشت کا لیکر اس باز کے آگے ڈالدیا وہ اُسے لے بھاگا اور اس چڑیا کو چھوڑ دیا وہ بھی اڑ گئی۔ اسکے بعد آگے بڑھے تو پانچویں چیز ایک بدبودار دیکھا اسکے پاس سے بھاگے۔ جب شام ہوئی تو عرض کیا کہ اے اللہ آپ نے جو حکم دیا تھا میں اسے بجالایا اب فرمادیجئے کہ ان پانچوں چیزوں سے آپکی مراد کیا تھی؟ چنانچہ پھر رات کو دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ پہلی چیز

جو تم نے کھائی ہے وہ غصہ ہے کہ وہ ابتدا میں بڑا اور ثقیل معلوم ہوتا ہے لیکن انسان جب صبر کرے اور اسکا تلخ گھونٹ پی لے تو وہ پھر شہد سے زیادہ شیریں ہوجاتا ہے اور دوسری شے وہ تمھارا عملِ حَسن ہے، تم اسے خواہ کتنا ہی چھپاؤ لیکن خدا اُس کو ظاہر کرکے رہے گا۔ تیسری سے یہ تعلیم مقصود تھی کہ جب کوئی شخص تمھارے پاس امانت رکھے تو تمہیں خیانت کبھی نہ کرنا چاہیئے۔ چوتھی چیز سے یہ تعلیم مقصود تھی کہ کہ جب کوئی انسان تم سے اپنی کوئی حاجت طلب کرے تو اسکے پورا کرنے میں کوشش کرنا چاہیئے اگرچہ تم خود اسکے محتاج ہو۔ اور پانچویں شے غیبت تھی مطلب یہ تھا کہ لوگوں کی غیبت کرنے والوں سے دور رہنا چاہیئے۔

اٹھارھواں باب

(نمیمہ یعنی چغلی کی مذمت کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کیساتھ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جنت میں قتات یعنی نمّام داخل نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے میں کے شریر ترین لوگوں کو جانتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ و رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں کے اشرار وہ لوگ ہیں جو دو رُخے ہوں ایک شخص سے ایک رخ سے ملیں دوسرے سے دوسرے رخ سے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے اور فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے وہ کچھ

بڑی بات کی بنا پر نہیں بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخور تھا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ لی اور درمیان سے اسکو پھاڑا اور ہر قبر پہ ایک ایک گاڑ دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپؐ نے فرمایا شاید کہ جب تک یہ خشک نہوں انکے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ کوئی بڑا گناہ نہ تھا تو مطلب یہ کہ تمھارے اعتبار سے کوئی ایسی بڑی اور مشکل چیز نہ تھی کہ تم نہ کر سکتے ہو۔ یوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو وہ کبیرہ ہی تھا چنانچہ حضرت حذیفہ کی حدیث میں آتا ہی ہے کہ جنت میں چغلخور داخل نہ ہوگا۔ قتات سے مراد نمام ہی ہے تو جب یہ جنت ہی میں داخل نہ ہوگا تو ظاہر ہے اسکا ٹھکانا جہنم ہوگا کیونکہ وہاں دو ہی ٹھکانے ہیں یا جنت ہے یا جہنم ہے جب ایک شخص جنت میں نہ جائیگا تو جہنم میں جائیگا لہٰذا واجب ہے نمام پہ کہ توبہ کرے کیونکہ وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوگا اور آخرت میں قبر میں بھی معذب ہوگا اور جہنم میں بھی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھی مایوس رہیگا اور اگر مرنے سے پہلے پہلے توبہ کرے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالے۔

حضرت حسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو دو رخا ہو اس سے ایک رخ سے ملے اور اس سے دوسرے رخ سے اور جو شخص یہاں دنیا میں ذو اللسانین دو زبان رکھنے والا ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت میں آگ کی دو زبان عطا فرمائیں گے۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جو طعن کرنے والا لعن کرنے والا اور نمام (چغلخور) ہو اور کہا گیا ہے کہ عذاب قبر کے تین حصوں میں سے ایک ثلث غیبت کیوجہ سے ہوا کرتا ہے اور ایک ثلث پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کیوجہ سے اور ایک ثلث نمیمہ چغلی کھانے کے سبب ہوتا ہے۔

حماد بن سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا جسمیں کوئی عیب نہ تھا بجز اسکے کہ وہ نمام تھا۔ مشتری نے جاننے کے بعد بھی اس عیب کو

سو لی سمجھکر غلام کو خرید لیا۔ غلام اسکے یہاں چند روز رہا، اسکے بعد ایک دن اسکی
بی سے کہا کہ تمھارا شوہر تم سے محبت نہیں کرتا اسکا ارادہ ہے کہ تمکو طلاق دیدے
اتم چاہتی ہو کہ اسکا قلب تمھاری جانب مائل ہو جائے۔ عورت نے کہا ہاں
ں چاہتی ہوں۔ اس نے کہا اچھا ایک کام کرو (کسی دن جب وہ سو رہا ہو) استرہ
سے اسکے حلق کے چند بال کاٹکر میرے پاس لاؤ اس سے یہ کہکر اسکے شوہر کے پاس
ا اور اس سے کہا کہ تمھاری بیوی کا کسی سے معاشقہ ہوگیا ہے اور وہ موقع پاکر
تجھے قتل کردینا چاہتی ہے کیا تم اسکا ثبوت چاہتے ہو۔ اس نے کہا ہاں بیشک اسنے
ا اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور بظاہر سو رہو پھر دیکھو وہ کیا کرتی ہے۔ وہ شخص جاکر
درہا۔ بیوی موقع غنیمت جانکر فوراً استرہ لیکر پہنچی اور چاہا کہ اسکے گلے کے چند بال
صل کرے شوہر جاگ تو رہا ہی تھا اس نے سمجھا کہ استرہ سے میرا گلا کاٹنا چاہتی ہے
ں اسکے ہاتھ سے استرہ لیکر اسی کو ذبح کردیا۔ بیوی کے گھرانے والوں کو ابکی اطلاع ملی
وہ سب آئے اور اس شوہر کو قتل کردیا۔ پھر کیا تھا اسکے بعد دونوں خاندانوں میں
رب ہی قتل و قتال ہوا۔

حضرت یحییٰ بن اکثمؒ فرماتے ہیں کہ نمام، ساحر سے بھی زیادہ مضر اور خطرناک
وتا ہے اسلئے کہ نمام ایک منٹ میں ایسا فساد برپا کردیتا ہے کہ جادوگر ایک مہینہ
ں بھی ویسا نہکر سکے۔ اور کہا گیا ہے کہ نمام کا کام شیطان سے بھی زیادہ ضرر رساں
ہتا ہے اسلئے کہ شیطان کا کام تو صرف وسوسہ ڈالنا ہے اور خیال کو خراب کرنا اور نمام
عمل تو کھلا اور ظاہر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ایسے شخص کو حمالۃ الحطب
رمایا ہے اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد اس سے نمیمہ ہے۔ اور نمیمہ کو حطب اسلئے کہا
، وہ سبب عداوت و قتال بنتا ہے، پس یہ گویا آگ میں لکڑی لگانے کیطرح ہوگیا۔

حضرت اکثم بن صیفیؒ فرماتے ہیں کہ چار قسم کے لوگ ہیں جو ذلیل سمجھے جاتے ہیں
پہلا نمام (چغلخور)، دوسرا الکذاب یعنی جھوٹا شخص، تیسرا قرضدار، چوتھا یتیم بچہ جس کے
ں باپ مرچکے ہوں۔

حضرت عقبہ حضرت ابی جبید اللہ قرشی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک دوسرے شخص سے ملنے کے لئے سات سو فرسخ (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے) کی مسافت طے کی محض اس سے سات باتیں معلوم کرنے کے لئے۔ جب اس سے ملا تو کہا کہ میں آپکی خدمت میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو جو علم عطا فرمایا ہے تو مجھے بتائیے کہ آسمان سے بھی بڑی کیا چیز ہے؟ دوسرے یہ کہ زمین سے زیادہ وسیع کون سی شے ہے؟ تیسرے یہ کہ پتھر تو سختی میں مشہور ہی ہے اس سے بھی بڑھکر قاسی (سخت) کیا چیز ہے؟ چوتھے یہ کہ آگ کی گرمی تو معلوم ہی ہے اس سے بھی زیادہ گرم کون سی شے ہے؟ پانچویں یہ کہ طبقۂ زمہریر کی ٹھنڈک تو ضرب المثل ہے اس سے بھی زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہے؟ چھٹے یہ کہ سمندر کی گہرائی تو ظاہر ہے اس سے بھی گہری کوئی چیز ہے وہ کیا ہے؟ ساتویں یہ کہ یتیم کی کس مپرسی تو سب جانتے ہیں اس سے بھی زیادہ ضعیف اور ناتواں کون سی شے ہے؟ بعض روایات میں ساتویں شے یہ دریافت کی کہ سَم یعنی سوئی کا ناکہ تو باریک اور ضعیف ہوتا ہی ہے اس سے بھی زیادہ تنگ اور باریک اور کیا شے ہے؟

انھوں نے جواب دیا کہ کسی بَری شخص پر بہتان لگانا ساتوں آسمان سے بھی زیادہ ثقیل شے ہے۔ اور حق بات ساری رُوئے زمین سے بھی زیادہ وسیع ہوتی ہے۔ اور جس قلب میں قناعت موجود ہو وہ سمندر سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ اور حرص و حسد انسان کے بدن میں آگ سے بھی زیادہ جلن پیدا کرتا ہے۔ اور اپنے کسی عزیز قریب کی جانب کسی امر میں محتاج ہونا اور اسکا اس حاجت کو نہ پورا کرنا اس سے انسان ایسا سرد پڑجاتا ہے کہ ویسی ٹھنڈک زمہریر میں بھی نہیں ہوتی۔ اور قلب کافر پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے اور کسیکی چغلی کرنا جبکہ صاحب چغلی پر وہ ظاہر ہوجائے تو وہ چغلخور یتیم سے بھی زیادہ ضعیف اور شرمندہ و بے بس ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ اس صورت میں نمام بہت زیادہ ذلیل ہوجاتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ زہر جس سے انسان ہلاک ہوجائے اسکو سم ذعاف کہتے ہیں یعنی سم قاتل۔

حضرت نافعؒ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کو جنت کو پیدا فرمایا تو اس سے کہا کہ کچھ فرمائش کرنا ہو کرلے۔ اس نے کہا کہ جو شخص میرے اندر داخل ہو وہ نیک بخت اور سعید ہو۔ حضرت حق تعالیٰ جبار جل وعلا نے فرمایا کہ اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیرے اندر آٹھ قسم کے لوگوں کو نہ داخل کروں گا۔ دائماً شراب پینے والے کو۔ زنا پر جو مُصرا ور اس کا عادی ہو جائے۔ نمامؔ یعنی چغلخور کو۔ دیوثؔ یعنی بے شرم بے حیا کو۔ ظالمؔ سپاہی کو۔ مخنثؔ کو یعنی وہ مرد جو عورتوں کی چال ڈھال اختیار کرے۔ اور قاطعؔ رحم کو اور نہ اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے کہ ایسا نہ کروں گا اور پھر اس کام کو کرے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کی بات تم سے نقل کرے تو یقین جانو کہ وہ تمھاری بات بھی دوسروں سے ضرور کہے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور کسی تیسرے کا ذکر کیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اگر تم کہو تو میں تمھاری اس بات کی تحقیق کروں اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو اس آیت کے مصداق ہو گے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (اگر کوئی فاسق کوئی خبر لاوے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو) اور اگر تم سچے ہوئے تو اس آیت کے مصداق ہو گے هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ یعنی طعن کرنے والا ہے اور چغلیاں لگاتا پھرتا ہے)۔ اور تم کہو تو تمکو معاف کر دوں اس نے کہا جی ہاں امیر المومنین مجھے معاف ہی فرما دیجئے۔ اب دوبارہ ایسی حرکت نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ ولد الزنا یعنی غیر صحیح النسب شخص کے پیٹ میں کوئی بات پچتی نہیں یعنی وہ کسی بات (راز) کو چھپا نہیں سکتا۔ اور کوئی شریف النسب شخص اپنے پڑوسی کو ایذا نہیں دے گا۔ مطلب یہ کہ جو شخص دوسروں کی بات کو چھپا نہ سکے اور چغلی کھائے تو سمجھو کہ وہ حرامی شخص ہے اسکے نسب میں

فرق ہے اگر وہ صحیح النسل ہوتا تو ضرور بات کو چھپاتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک کا یہ ارشاد اللہ تعالےٰ کے اس قول سے مستنبط ہے فرمایا کہ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (یعنی ولید بن مغیرہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کم بخت طعنے دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والا حد اعتدال سے گذرنے والا ہو، گناہوں کے کام کرنے والا ہو، اور سخت مزاج ہو علاوہ ازیں اپنے کو دوسرے خاندان کیطرف منسوب کرتا ہو) اسلئے کہ وہ طعنے بھی دیا کرتا تھا اور چغلی بھی کیا کرتا تھا، خیر سے دوسروں کو روکتا بھی تھا یعنی خیر کی چیز یا بات کو دوسروں سے روکتا تھا، نافرن تھا، عاصی تھا، فاجر تھا، حد سے تجاوز کرنے والا تھا اور ان سب پر مزید یہ کہ زنیم بھی تھا یعنی خود کو دوسرے خاندان کی جانب منسوب کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ جس شخص میں یہ تمام برائیاں ہوں وہ دعی یعنی ولدالزنا ہی ہوگا۔ بعض مفسرین نے آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک حکیم سے اسکے کسی دوست نے ملاقات کی اور اسکے سامنے اسکے کسی دوسرے مسلمان بھائی کا بھی تذکرہ کر دیا یعنی اسکی کوئی بات نقل کر دی اس حکیم نے کہا کہ اول تو آپ بہت دنوں کے بعد ملنے آئے۔ دوسرے یہ کہ آپ سے تین قصور سرزد ہوئے ایک تو یہ کہ آپ نے میرے بھائی کو میری نظروں میں مبغوض کر دیا (حالانکہ میرا قلب اسکی طرف سے صاف تھا) دوسرے یہ کہ میرے قلب فارغ کو مشغول کر دیا (اب مجھے قلق ہونے لگی کہ اس نے یہ بات کیونکر کی) اور تیسرے یہ کہ آپ نے اپنے نفس کو عیب دار کر لیا (کہ میں آپ کو اچھا شخص سمجھتا تھا اب آپ کا وقار گھٹ گیا)۔

حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بار قحط پڑا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تین دن تک بارش کی دعا کے لئے نکلے مگر بارش نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ سے عرض کیا کہ الٰہی آپ کے بندے تین دن سے دعا کر رہے ہیں اور آپ نے انکی دعا قبول نہ فرمائی اسکی وجہ کیا ہوئی؟ اللہ تعالیٰ نے

وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! تمہاری اور تمہاری قوم کی دعا نہ قبول کروں گا اسلئے کہ تم
میں ایک شخص نمام ہے جو کہ نمیمہ پہ مُصر ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ پروردگار
وہ کون ہے بتلا دیا جائے تو ہم اسکو اپنے درمیان سے نکالدیں۔ ارشاد باری ہوا کہ
کہ اے موسیٰ واہ میں چغلخوری ہی کی تو مذمت بیان کر رہا ہوں اور خود چغلی کھاؤں
یہ کیسی بات ہے۔ ارے تم سب توبہ کرو وہ بھی توبہ کرنے والا ہو جائیگا۔ چنانچہ
سب نے توبہ کی اور بارش ہو گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین سلیمان بن عبد الملک ایک دن بیٹھے ہوئے
تھے اور ان کے پاس حضرت زہری (محدث) بھی موجود تھے، ایک شخص آیا سلیمان
نے اس سے کہا کہ اجی مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ تم نے میرے متعلق کسی سے کچھ
کہا ہے یعنی میری چغلی کھائی ہے اور ایسا ایسا کہا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ حاشا
وکلا اے امیر المومنین میں نے یہ بات نہیں کہی، سلیمان نے اس سے کہا کہ
جس شخص نے مجھے خبر دی ہے وہ سچا آدمی ہے، کوئی ایسا ویسا شخص نہیں ہے
اس پر حضرت زہری بولے نمام کبھی سچا نہیں ہوتا. سلیمان نے کہا کہ حضرت آپنے
صحیح فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ جاؤ تم سلامتی کے ساتھ واپس جاؤ (اب مجھے
تم سے کوئی شکایت نہیں ہے)۔

بعض حکماء سے منقول ہے کہ جس شخص نے تم سے یہ کہا کہ تمکو فلانے نے یوں
گالی دی ہے تو (اُس نے دی ہو نہ دی ہو) اس شخص نے تو تمکو یقیناً گالی دیدی

حضرت وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہاری کسی ایسے وصف پر تمہاری
تعریف کرے جو تم میں نہیں ہے تو یقین جانو کہ وہ تمہاری مذمت بھی دوسروں سے ایسی
بات کے ساتھ کرے گا جس سے تم بری ہوگے۔ (مطلب یہ کہ یہ جھوٹا شخص ہے
جب تعریف جھوٹی کر سکتا ہے تو برائی بھی غلط کرے گا۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص تم سے آکر یہ کہے،
کہ فلاں نے تمہارے ساتھ ایسا ایسا کیا یا تم کو ایسا ایسا کہا ہے تو تم پر چھ باتیں لازم ہیں۔

(قال اللہ تعالیٰ۔ وَوَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ)

چون آیت بالا بواسطۂ عطف دال است بر بودن وصیت اکابر باصاغر بوصایا سنیہ واز سنن حضرات انبیاء علیہم السلام والتحیہ اولاً و بواسطۂ انضمام مقدمہ العلماء ورثۃ الانبیاء بر بودش از مواریث مستقرہ ورثۃ الانبیاء ثانیاً۔ وکتاب

اَلدُّرُّ الْمَنْضُوْدُ
(ترجمہ)
اَلْبَحْرُ الْمَوْرُوْدُ فِي الْمَوَاثِيْقِ وَالْعُهُوْدُ
(حصۂ اول)

مسمی بوداد قرار ازہمچنیں وصایا بعضے ہمچنیں وارثین فی علوم السلوک والیقین اعنی بہ احد خواص الخواص علی الخواص وغیرہ الی القطب الربانی الشیخ عبدالوہاب الشعرانی، پس تتمیماً للفائدہ وبسطاً للسائغ بارشاد حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم احقر ظفر احمد باردوے سلیس مترجم نمودہ

(اولاً) باہتمام برادر مولوی شبیر علی صاحب مالک مطبع رزاشرف المطابع تھانہ بھون طبع کنانید وثانیاً حسب ایماء حضرت مخدومی جناب قاری شمس مبین صاحب خلیفہ ارشد حضرت مصلح الامۃ مولانا ومرشدنا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ جزو رسالہ وصیۃ العرفان کردہ از الہ آباد طبع شد

Accession Number
86141
Date 21-12-87

دیباچہ

الدُّرالمنضُود (ترجمہ) البحرالمورُود

الملقب بہ

وصیت مشائخ حصہ اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدی وروحی سید الاولین والآخرین نبینا وشفیعنا حبیب اللہ وعبدہٗ ورسولہ محمد ختم المرسلین مراد العاشقین ومرام المشتاقین وقرۃ عیون المسلمین وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعترتہ الطاہرین والطیبین صلوٰۃ وسلاما دائمین متلازمین الیٰ یوم الدین کما یحب ویرضی ربنا آمین۔

امابعد: یہ محتاج رحمت رب احد احقر الوریٰ بندہ ظفر احمد عرض کرتا ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں جب یہ احقر حرمین الشریفین زادہما اللہ شرفا وکرامۃ کی زیارت سے مشرف ہوا تو بعض اوقات خدمت بابرکت حضرت سیدی مولانا محب الدین صاحب مہاجر مکی[٭] دامت برکاتہم میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور حضرت مولانا بھی احقر کے حال پر توجہ فرماتے تھے ایک بار غایت شفقت سے فرمایا کہ تونے علامہ شعرانی کی کتاب عہود محمدیہ کا بھی مطالعہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کوئی نہیں، نام بھی آج ہی سن رہا ہوں اور فرمایا کہ اسکا مطالعہ جماعت اہل دیوبند کے ہر فرد کو ضروری ہے جو اتباع سنت کے دلدادہ ہیں۔ چنانچہ احقر نے کتاب مذکور کو خرید کر مطالعہ کیا۔ واقعی اتباع سنت کی

[٭] یہ بزرگ حضرت قطب العالم سیدی حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفا میں ہیں۔

ترغیب جس عمدہ پیرایہ سے اس کتاب میں دی گئی ہے بہت کم کسی کتاب میں نظر سے گذری علامہ نے اس کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو عہد و صیت کے پیرایہ میں بیان کیا ہے پھر اپنے مشائخ و ائمہ طریق کے کلام سے اسکی شرح فرمائی ہے جس سے تعلیم نبوی کی حقیقت بالکل منکشف ہو جاتی ہے اور ہر عہد کے اخیر میں بہت سی احادیث نقل فرمادی ہیں "عہود محمدیہ" کے حاشیہ پر ایک دوسری کتاب "البحر المورود" چڑھی ہوئی ہے وہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے۔ اس میں وہ وصیتیں (جو انکے مشائخ نے انکو فرمائی تھیں) اور وہ عہد و پیمان جو ان سے لئے تھے جمع فرما دیئے ہیں۔ میں کیا کہوں کیسے عجیب غریب مضامین ہیں انکو دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ اتباع سنت کس چیز کا نام ہے۔ تصوف کیا شے ہے، حقیقت کس کو کہتے ہیں، علماء و سالکین کا کیا طرز عمل ہونا چاہیئے، نیز مشائخ سلف کا طریقہ تربیت بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کسقدر پاکیزہ ہے۔ انلوگوں کی غلطی بھی کھل جاتی ہے جو شریعت و طریقت کو الگ الگ دو چیزیں سمجھتے ہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صوفیۂ کرام کو تزکیۂ اخلاق اور درستی معاملات و معاشرات و پاس آداب و انتظام امور اور مصالح عباد کا کس درجہ اہتمام تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کیسے بیدار مغز ہوتے ہیں۔ نفس کے امراض اور شیطان کے فریبوں کو کس خوبی سے سمجھتے اور بیان کرتے ہیں اور طالب سلوک کی کس طرح عہد و پیمان لیکر اور وصیت و نصیحت فرماکر کامل اصلاح کرتے ہیں۔ البحر المورود کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ مشائخ صوفیہ نے طالبین سے کیسی ذرا ذراسی باتوں کا عہد لیا ہے مگر وہ حقیقت میں ذراسی نہیں انکے نتائج بہت عمیق ہیں اور کیسی کیسی خفیف باتوں پر مواخذہ فرمایا ہے جو ظاہر میں نہایت ہلکی معلوم ہوتی ہیں لیکن واقع میں نہایت زہریلا مادہ ہے۔ ان باتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ سچا اور مقبول سلف طریقہ تصوف وہی ہے جس کو آج خدا کی ایک برگزیدہ جماعت نے پیش کیا ہے۔ اس زمانہ میں لوگوں نے تصوف صرف اسی کا نام سمجھ لیا ہے کہ اوراد اور اذکار کی کثرت کرلی جائے۔ تسبیحیں اور نوافل زیادہ مقدار میں پڑھ لی جائیں۔ پاس انفاس وغیرہ کی مشق بڑھالی جائے۔ انوار و

انکشافات ہونے لگیں دل جاری ہو جائے تو بس مدعائے تصوف حاصل ہوگیا حالانکہ تصوف کیلئے ایسی بیداری کی بھی ضرورت ہے جس سے تمام معاملات و معاشرات میں ہر چیز کا پورا حق ادا ہو۔ ان آداب کی بھی ضرورت ہے جنکے بعد کسی کو زبان یا ہاتھ وغیرہ سے ایذا نہ پہونچے۔ ہر کام کے ایسے انتظام کی ضرورت ہے جس سے دل کو تمام الجھنوں سے نجات حاصل ہو کر جمعیت و یکسوئی کے ساتھ مشاہدۂ جمال حقیقی نصیب ہو ان اخلاق کی بھی ضرورت ہے جن سے دربار الٰہی کی پاک جماعت اور منزہ مجلس میں شامل ہونے کی قابلیت پیدا ہو کیونکہ مرتبۂ احسان جسکو حصول نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے خاص صدیقین اور اولیا و صالحین کا مقام ہے۔ اس مقام پر وہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو تزکیۂ اخلاق وغیرہ سے اس طرح پاک و صاف ہو چکا ہو، گندہ اور ناپسندیدہ اخلاق و اعمال کے ساتھ اس پاک و منزہ مجلس میں باریابی مشکل ہے پھر جو شخص ایسے اعلیٰ و ارفع مقصود کا جس کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم بھی گرد ہے کا طالب ہو اسکے اقوال و احوال و اعمال پر گرفت اور روک ٹوک کیجائے تو وہ بھی اگر یوں کہنے لگے کہ شیخ بہت سخت گیری کرتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر مواخذہ فرماتے ہیں سخت حیرت و تعجب کا مقام ہے یا نہیں ان صاحبوں کو شرمانا چاہیئے کہ عاشقان مجازی ایک فانی صورت کی محبت میں کیسی کیسی سختیاں اور تکالیف عمر بھر جھیلتے ہیں تو کیا جمال حقیقی کا طالب چند روز بھی شیخ کی سختی کو نہ برداشت کرے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ کیا تم کو صرف اتنا کہنے پر چھوڑ دیا جائے کہ ہم تو مسلمان ہیں اور تمھارا امتحان نہ کیا جائے تو پھر ایسے انوکھے محبوب کے طالب ہی کیوں ہوتے ہو اپنے گھر راحت و آرام سے بیٹھے ہوتے ؎

نازپروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست — عاشقی شیوۂ رندان بلاکش باشد

(بہت زیادہ ناز و نعمت میں پلا ہوا آرام طلب، محبوب حقیقی کی راہ کو نہیں طے کر سکتا عاشقی تو ان رندوں کا طریقہ ہوا کرتا ہے جو رنج و بلا کے خوگر ہوں)

دَرِ رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں — شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

(لیلیٰ تک رسائی میں جان تک کے خطرے موجود ہیں اسکی پہلی شرط ہی یہی ہے کہ انسان مجنوں ہو)

اگر اس راستے میں قدم رکھنا ہے تو سب سے اول اپنے ارادہ و اختیار و عزت و جاہ کو فنا کردینا چاہیے کہ اگر بر سر راہ بھی جوتیاں ماری جائیں تو دل میں تغیر اور ابروؤں پر بل نہ پڑے یاد رکھو بسا اوقات نفس سمجھتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس میں کبر و عجب اور اخلاقِ رذیلہ نہیں ہے مگر امتحان کے وقت اسکی حقیقت کھل جاتی ہے کہ یہ سب دعوے جھوٹے تھے تو کیا شیخ اسکا امتحان بھی نکرے اور امتحان کے بعد اسکی اصلاح نکرے اگر خدا کے طالب بنکر بھی یہی چاہتے ہو تو طلب کا کیوں نام لیا کس نے تمھاری خوشامد کی خوش خوش اپنے گھر رہو اور کسی شیخ کے پاس جانے کا نام نہ لو یاد رکھو کہ شیخ جو کچھ کرتا ہے تمھارے ہی بھلے کو تمھارے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے طالب خدا کو اس راہ میں قدم ڈالنے سے پہلے سرمدؒ کی یہ رباعی پیش نظر کرلینی چاہیے ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد — یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن بہ رضائے دوست میباید داد — یا قطع نظر ز یار می باید کرد

(سرمد قصہ مختصر کرنا چاہیے یعنی ان دو کاموں میں سے بس ایک کام کرنا چاہیے، یا تو اپنے آپکو دوست کی مرضی پر ڈال دینا چاہیے اور یا نہیں تو پھر دوست سے قطع نظر ہی کرلینا چاہیے ۔)

میں نے چاہا تھا کہ اول عہود محمدیہ کا ترجمہ احباب کے سامنے پیش کروں مگر ایکبار حضرت حکیم الامت دام مجدہم کے سامنے جو یہ ارادہ عرض کیا تو فرمایا عہود محمدیہ بڑی کتاب ہے اسکے ترجمہ میں بہت زمانہ صرف ہوگا میری رائے میں پہلے البحر المورود کا ترجمہ کرنا چاہیے وہ چھوٹی کتاب ہے اور مضامین بھی سنئے ہیں عام لوگوں کے لئے مفید بھی بہت زیادہ ہیں اسلئے بنام خدا اول اسی کا ترجمہ شروع کیا، میرا جی نہ چاہا کہ ان قیمتی اور انمول جواہر سے احباب کی ضیافت نکروں اسلئے اپنی وسعت کے موافق عام فہم زبان میں ترجمہ کرکے پیش کرتا ہوں جہاں مجھکو شبہ پیش آئیگا اپنے بزرگوں سے حل کرکے اسکو لکھوں گا اسکے بعد بھی کوئی غلطی رہے تو ناظرین مطلع فرمادیں۔ بین القوسین کچھ عبارات توضیح مقصود کے لئے بڑھادی ہے وہ مترجم کیطرف سے ہے اگر کہیں اختصار یا خلاصہ کیا جائیگا حاشیہ میں اسکی اطلاع کردی جائیگی سہولت کے لئے اسکے حصے کردیے

گئے۔ اسوقت حصہ اول آپ کے سامنے ہے باقی حصے بھی انشاء اللہ جلد مکمل ہو کر پیش ہونگے
اس ترجمہ کا نام الدر المنضود ترجمۃ البحر المورود الملقب بہ وصیت مشائخ رکھتا ہوں۔ حق تعالیٰ
اسکو قبول فرمائیں اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اس سے منتفع فرمائیں خدا کرے میں اپنی
زندگی میں اپنے بھائیوں کو اسکی قدر کرتے ہوئے اور اسکے مضامین پر پوری طرح عمل
کرتے ہوئے دیکھ لوں۔ حق تعالےٰ میرے لئے اسکو ذریعہ نجات بنائیں اور اپنی ذاتِ
پاک کے لئے اس عمل کو خالص فرمالیں اور میرے اہل وعیال کو بھی اس پر کاربند
ہونے کی توفیق عطا فرمائیں اور مجھے غوائل نفس سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

میں اپنی اس ناچیز خدمت کو اعلیٰ حضرت سیدی وسندی مولائی ومرشدی
قطب العارفین ظل اللہ علی العالمین فقیہ الامت المحمدیہ وارث العلوم النبویہ حضرت
اقدس مولانا خلیل احمد صاحب لازلت بحر الطافہ وافضالہ زاخرۃ وانورہ برکاتہ علینا
ماطرۃ کی بارگاہ عالی میں ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ ع۔ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم[1]
نفسے بیاد تو می کشم چہ عبارت و چہ معانیم

والحمد للہ اولاً وآخراً وظاہراً وباطناً وصلی اللہ علی سیدنا محمد
وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ؔ۔ اسکے بعد انشاء اللہ عہود محمدیہ کا ترجمہ بھی جلدی پیش کیا جائیگا۔ اسکا نام "العقود السرمدیہ ترجمۃ العہود المحمدیہ الملقب بہ وصیت رسول" ہوگا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری زندگی میں ان دونوں کتابوں کا ترجمہ پورا ہو جائے اور اپنے بھائیوں کو ان سے منتفع ہوتا ہوا دیکھ لوں۔ ۱۲ مترجم۔

---

[1] ۔ نہ تو میں لکھے ہوئے حروف سے فکرمند ہوں اور نہ اپنی تقریر ہی سے کچھ خوش ہوں بس تیری یاد میں جو سانس لیلوں وہی میرا مقصود ہے نہ تو میری عبادت ہی کسی قابل اور نہ میرے معنی۔

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الشیخ العلامۃ القطب الربانی سید المولی عبد الوھاب الشعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمد اللہ رب العلمین واصلی واسلم علیٰ سیدنا محمد وعلی سائر الانبیاء والمرسلین وعلی آلھم وصحبھم اجمعین واقول سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم بعد حمد وصلوٰۃ کے (معلوم ہو) کہ یہ ایک کتاب ہے جس میں میں نے ایک عمدہ مجموعہ ان عہدوں کا جمع کر دیا ہے جو مجھ سے میرے ان مشائخ کرام نے لئے تھے جنکو میں نے ۹۱۲ھ کے شروع میں پایا ہے۔ میں نے ان عہدوں کو بامید نفع برادران (دینی) کے ان چند اوراق میں لکھ دینا چاہا بعدازاں کہ اول انکو کتاب وسنت کے مطابق سونے و جواہرات کے پانی سے اپنی طاقت کے موافق تحریر کر لیا تھا اور اب جب میں کتاب کو تالیف کر چکا تو لوگوں نے اسکی نقل میں بہت جلدی کی یہانتک تقریباً تین نسخے مصر اور اسکے متعلق دیہات وغیرہ میں لکھ لئے گئے جس سے میرے ایک ہمعصر کو حسد ہوا اور اس نے ایک نسخہ میرے ایک بھولے شاگرد سے عاریت لے لیا اور اس سے خود ایک دوسرا نسخہ نقل کیا جس میں بہت سی باتیں شریعت مطہرہ کے خلاف ملا دیں اور بہت سی حکایتیں سحر کی اس کتاب کے عہدوں میں اس طرح شامل کر دیں کہ (بظاہر دیکھنے والے کو یہی معلوم ہوتا تھا کہ) گویا وہی میری تصنیف کردہ کتاب ہے پھر اس نسخہ کو دور دراز کے واسطے سے ایک ایسے شخص کے پاس بھیجا جو اپنے کاموں میں بہت بیباک اور دلیر تھا اس نے بدون مجھ سے ملے ہوئے (مجھے بدنام کرنا شروع کر دیا) اور اس نسخہ کو جامع ازہر وغیرہ میں لیکر گھومنا شروع کر دیا اور لوگوں سے کہا ذرا اس کتاب کو تو دیکھو جو فلاں شخص کی تصنیف ہے (اس میں خلاف شرع کسقدر باتیں ہیں)۔ پس ایسی چیز کو نہ پوچھو کہ علماء وعوام اسکے بعد کسقدر میری آبرو کے پیچھے پڑے جب مجھکو یہ خبریں پہونچیں تو میں نے اسکے پاس اپنا اصلی نسخہ

جس پر علماء کی مہریں تھیں بھیجا اور انکو انھوں نے بغور دیکھا تو اس میں ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہ پائی جو اس دشمن نے (خلاف شرع) ملا دی تھیں اور اس واقعہ میں میرے اوپر سب سے زیادہ انکار برادر صالح شیخ شمس الدین العبادی نے کیا حق تعالیٰ شانہٗ انکو جزائے خیر عطا فرمائیں کیونکہ انھوں نے مجھے بہت ثواب پہنچایا اور میرے اوپر ہمیشہ کے لئے آبرو کے بارہ میں ہر قسم کی بات برداشت کرنے کا دروازہ کھول دیا یہاں تک کہ اب میں ہر شخص سے جو کہ میری آبرو کے متعلق کچھ کلام کرے بطیب خاطر چشم پوشی کرنے اور اسکی بات کو اچھے معنی پر حمل کرنے لگا اور اس واقعہ کے بعد سے میں نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جسمیں لوگوں کی اس قسم کی آمیزش کا تذکرہ کرکے اپنی برأت نہ ظاہر کی ہو۔ مبادا کہیں لوگ (دشمنوں کی) اشاعت کے مطابق یہ گمان نہ نکالیں کہ اسمیں کوئی بات خلاف شرع بھی ہے اور اسکے مواعظ و نصائح کے فوائد سے محروم رہیں اسی وجہ سے دو سال کے بعد میں نے اس کتاب کا دیباچہ بدلا اور اس میں اس حاسد کی آمیزش کا تذکرہ کیا۔[ف] حق تعالیٰ شانہٗ اسکی اس خطا کو معاف فرمائے۔ اور جن لوگوں نے اسکی وجہ سے میری غیبت کی ہے انکو بھی اللہ تعالیٰ بخشے۔ آمین اللّٰہم آمین۔ اور میں اپنی اس کتاب کے اور دوسری کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں سے اللہ کیلئے درخواست کرتا ہوں کہ اگر اس میں کچھ تحریف (یعنی تغیر معنی) یا تصحیف (یعنی تغیر لفظی) یا ایسی کوئی عبارت دیکھیں جسمیں نظر غائر کرنے والے کو کوئی بات خلاف حق مفہوم ہو اسکی اصلاح کردیں۔

ف میں کہتا ہوں کہ حاسدین نے صوفیہ کرام کی کتابوں میں غلط مضامین کی بہت آمیزش کردی ہے جس سے انپر کفر کے فتوے لگنے لگے مگر حاشا اللہ وہ ان خرافات سے پاک تھے۔ سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ و شیخ محی الدین ابن عربی کے کلام میں حاسدین نے بہت کچھ گڑبڑ کردی ہے۔ بہت جگہ غلط مضامین ملا دیئے ہیں جن سے لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے۔ اور یہ تو اب بھی ہوتا ہے کہ علماء اہلسنت کی کتابوں میں صحیح باتوں کا غلط مطلب بنا کر عوام پھیلا کر کہا جاتا ہے اور ان پر کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں حالانکہ وہ اپنی عبارت کا صحیح مطلب بیان بھی کرتے ہیں اسپر بھی افتراء سے باز نہیں آتے۔ ۱۲ مترجم۔

Monthly

Regd. No.I 2/9/AD-111
January 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

s. 24/-

Rs. 45/-

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۵ء جلد ۵

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے بیس پیسے — مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۲ | جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ | فروری ۱۹۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

(رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-اے۔ڈی۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ کہ یہ فروری ۸۵ء کا شمارہ ناظرین کے نظر نواز ہو رہا ہے احباب کے خطوط سے اسکا اندازہ ہوتا ہے کہ الحمدللہ احباب اس سے مطمئن اور خوش ہیں لوگوں کے تحسینی کلمات اور تاخیر کی وجہ سے انتظار کی بےچینی کا اظہار انکے شوق قلبی اور روحانی پیاس کی شدت کا پتہ دیتے ہیں کاش یہ ذوق اور خوشی متعدی ہو جاتی کہ دیگر ناظرین کو بھی اس پر آمادہ کر دیتی کہ وہ بھی مسرت اور نشاط سے سرشار ہو جاتے اور رسالہ ہٰذا کی توسیع و کثرت اشاعت میں ممد ہو کر ارباب ادارہ کو بہت سے افکار سے سبکدوش فرما دیتے۔

بلاشبہ سال جدید کے چندے آرہے ہیں اور برابر آرہے ہیں لیکن وہ ہماری توقعات سے کم ہیں اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حوصلہ شکن بعض احباب کی خاموشی ہے کہ ابھی انکے ذمہ ۸۴ء کا بھی چندہ باقی ہے اور یہ اختتام سال کے قریب یاددہانی کرانے کے بعد بھی اثبات یا نفی میں کوئی جواب انکا نہ مل سکا۔ اسی طرح سے فارن کے (بیرونی) احباب جنکے پاس تک ایک رسالہ پہنچانے میں ہوائی ڈاک سے ۵-۶ روپیہ لگ جاتے ہیں انکے پاس سال بھر رسالہ جاتا ہے اور چندہ کا ہم انتظار ہی کرتے رہ جاتے ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ اس قسم کی پریشانیوں سے دفتر کو بچالیں تو بڑی عنایت ہو۔

"حیات مصلح الامۃؒ" یعنی حضرت مولانا فتحپوریؒ کی سوانحعمری الحمدللہ بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی گئی۔ ہند اور بیرون ہند جہاں بھی اور جس نے بھی اسے دیکھا بیحد پسند کیا چنانچہ ہمارے ایک محترم باہر سے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"حیات مصلح الامۃؒ" ماشاءاللہ جو بھی پڑھتا ہے عجیب سرور محسوس کرتا ہے۔ بالکل ماشاءاللہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے طرز پر تحریر فرمائی ہے اور انشاء پردازی بیساختگی کے ساتھ دلکش اور بہار مضامین کے ساتھ جمع ہوگئی ہے۔ اللہ پاک اس کتاب کا نفع عام و تام فرمائیں حق یہ ہے کہ مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی نے مجلس و خانقاہ کی تصویر کھینچکر رکھدی ہے اور مجھکو تو یوں محسوس ہوا کہ حضرت اقدسؒ کی مجلس میں لاکر بٹھا دیا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ صاحب تصنیف کو خود بیٹھنے کا موقع نہ مل سکا تاہم شنیدہ کے بود مانند دیدہ کی مثال کو توڑکر رکھدیا ہے اور پڑھنے کے بعد ہر شخص اسکا اقرار کرتا ہے کہ شنیدہ دیدہ سے بھی کئی گنا بڑھ گیا ہے" انتہیٰ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ ہمارے ان محترم نے جنھوں نے بھی غالباً مولوی اعجاز احمد صاحب اعظمی کو نہیں دیکھا ہے لیکن چونکہ حضرت مصلح الامۃ کے خدام میں سے ہیں اسلئے سمجھے اور شہادت دی کہ ماشاءاللہ خوب لکھا ہے — لیکن بعض حضرات سے سنا گیا کہ وہ انکی اس عدم دید کو کتاب کا نقص شمار کرتے تھے ہمارے ایک اور دوست نے سنا تو خوب بات کہی کہ اگر سوانح نگار کیلئے صاحب سیرت سے ملاقات ہی شرط ہو تو حضرات صحابہؓ کے بعد کی سب سیرتوں کے متعلق کیا فتویٰ ہے جبکہ ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔

(ادارہ)

فرمایا کہ ــــــ ایک دن میں نے مولوی سراج الحق صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہے آپ سے پوچھتا ہوں کہ میں جو "اتباع سنت" کا بیان کر رہا ہوں اس سے کچھ نفع آپ کو ہو رہا ہے؟ اور یہ آپنے یہیں پایا اسکے متعلق کچھ فرمائیے :۔

مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حق اور صحیح بات کہنے میں کچھ عار نہیں ہے اسلئے عرض کرتا ہوں کہ یوں جانے کو تو میں حضرت تھانویؒ کے یہاں بھی گیا لیکن اب یہ کہتا ہوں کہ وہ سب آنا جانا رسم سے زیادہ نہ تھا اسلئے کہ دین کی حقیقت اور تصوف کی حقیقت سے قطعی ناواقف تھا لہٰذا حقیقت کی طلب سے بھی عاری تھا پھر جب دل میں کسی چیز کی طلب ہی نہ تھی تو وہ چیز حاصل کیسے ہوتی پس دین کی جتنی طلب تھی اسی قدر دین آسکا یعنی معمولی اور ظاہری۔

اسکے بعد حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ کی خدمت میں رہا تو وہاں بھی گو اصلاح نفس کے متعلق بعض رذائل کی نشاندھی فرمائی گئی اور سمجھ میں یہ آیا کہ نفس کی اصلاح ضروری چیز ہے اور واقعی اصل زندگی وہی زندگی ہے جو ان حضرات کی ہوتی ہے لیکن تصوف کا ذوق اور دین کی حلاوت اب بھی نہ پا سکا لہٰذا دنیوی ماحول سے کچھ کٹکر معمولِ دین (یعنی نماز روزہ اور قدرے ذکر و تسبیح پر قانع رہا۔

مگر جب سے حضرت سے تعلق ہوا اور حضرت والا کی صحبت میسر ہوئی اور ارشادات سننے کا موقع ملا تو الحمدللہ دین کی کچھ حقیقت اور ایمان کی قدرے حلاوت نصیب ہوئی اور تصوف اب علم سے متجاوز ہو کر ذوق کے درجہ میں بھی الحمدللہ محسوس ہونے لگا جہاں تک خیال کرتا ہوں نیت فاسد تو نہ حضرت تھانویؒ کے یہاں تھی اور نہ مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ کے یہاں فاسد رہی مگر یہ کہہ سکتا ہوں کہ دین و تصوف کا ذوق اور مزا مجھے وہاں یقیناً نہ ملا تھا فرض اور سنت صرف خدا اور رسولؐ کے حکم کا درجہ رکھتے تھے اس سے زیادہ انکی جانب کوئی قلبی لگاؤ اور طبعی رغبت نہ پیدا ہوئی تھی لہٰذا ضابطے ہی کا عمل رہا لیکن حضرت والا کے ارشادات جب ذوق و حال کے ساتھ

سنے تو اس سے حکم خدا محبوب اور سنت رسولؐ لذیذ ہو گئی چنانچہ اب الحمدللہ ان دونوں پر عمل ذوق کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ بات ایک حقیقت مسلمہ کے طور پر ذہن نشین ہو گئی کہ حقیقی تصوف اسی "اتباع سنت" کا دوسرا نام ہے اور "نسبت احسان" ایمان کی ایک دوسری تعبیر ہے اگر یہ صحیح سمجھتا ہوں تو حضرت والا سے درخواست ہے کہ ان امور کے باقی رہنے اور انکی مزید ترقی اور توفیق کی دعا فرما دیں۔

حضرت اقدسؒ نے انکی اس تحریر کے جواب میں تحریر فرمایا کہ :—

آپ نے جو فرمایا سب صحیح ہے۔ (بیاض امانت صاحب)

ایک دن مجلس میں جسمیں مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی بھی تشریف رکھتے تھے تلاوت کلام اللہ کے مضمون کے ضمن میں حضرت اقدسؒ نے کسی طالب کا خط سنایا اور خادم سے[بقیہ] فرمایا کہ —— مولوی صاحب کو لکھ دو کہ اب آپ کو فائدہ ہوگا اب آپ نے طریقہ سے کام کرنا شروع کر دیا ہے۔

اور ایک بات یہ بھی فرمائی کہ —— مشائخ محققین اپنے لوگوں کو اجازت دینے کے لئے پہلے زمانے میں یہی دیکھتے تھے کہ اسکو تمسک بالکتاب اور عمل بالسنۃ کا کہاں تک ہو گیا ہے جب اس سے کسی کو پختہ دیکھتے تب اسکو اجازت دیتے تھے یعنی تمسک بالکتاب و السنۃ ہی ان کے لئے مدار اجازت بنتا تھا کیونکہ سمجھتے تھے کہ اسکو اب دین سے تعلق ہو گیا ہے یہ کام کرے گا اور جو شخص قرآن و حدیث کو نہیں لیتا تھا اور صرف مشائخ ہی کے طور و طریق پر عمل کر کے اسمیں کو ٹھیک کر لیتا تھا اسکا کچھ اعتبار نہیں کرتے تھے کہ معلوم کب راستہ سے بھٹک جائے یعنی تنہا اسکو یہ حضرات کچھ نہیں سمجھتے تھے ہاں تمسک بالکتاب اور سنۃ کے ساتھ ساتھ آداب اور انکی سیرت سے بھی متصف ہو تو کیا کہنا

[بقیہ] مراد اس سے راقم مرتب رسالہ ہے ۱۲

سبحان اللہ۔ ورنہ اصل تو کتاب وسنت ہی ہے۔

آپ نے میرے بیان "اعتراف ذنوب" کی تعریف فرمائی ہے اسکو پھر دہراتا ہوں وہ یہ کہ اعتراف ذنب افضل العبادت ہے۔ اور اس لئے افضل ہے کہ اسکے اندر ریا اور عجب کی گنجائش نہیں ہے۔ اعتراف مضاف ہے ذنب کی طرف (اعترافِ ذنوب) تو جو شخص اپنے ذنب کا اعتراف کرے گا اور ظاہر یہی ہے کہ دل سے کریگا، کیونکہ یہ نفاقی اعتراف (کہ دل میں تو نہ ہو اور صرف زبان پر ہو) یہ کوئی اعتراف ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو جب اسکے سامنے اپنا گناہ ہوگا تو اسکی وجہ سے تو اسکے اوپر سیکڑوں گھڑے پانی پڑجائے گا اور مارے ندامت کے وہ منکسر الرأس ہوجائے گا یعنی اسکا سر جھکا ہوگا تو وہ ریاکاری کیا کرے گا؟ اور اس پر کس طرح سے پھولے گا؟ بخلاف اور دیگر طاعت کے کہ اس میں ریا اور عجب کی آمیزش ہو سکتی ہے۔ (بیاض امانت صاحب)

مجلس بالا کے مضامین سے متاثر ہوکر ایک صاحب نے حضرت والا کو لکھا کہ:۔

آج صبح کی مجلس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ کسی اچھی کتاب کے پڑھنے کے بعد ہی اس کے مصنف کی طرف لگاؤ اور انس اور اس کا احترام پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کتاب اللہ کی تلاوت کیجائیگی تو اللہ رب العزت سے لگاؤ اور اسکی عظمت پیدا ہوگی۔

اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ــــــــ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ مصنف ہی سے کسی مصنف کے علم وفضل کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اس سے تعلق ہوجاتا ہے اور یہاں اس سے بڑھکر ہے کہ تلاوت (یعنی کتاب اللہ کا پڑھنا) عبادت قرار دی گئی ہے اور معنی سمجھنے پر یہ عبادت (تلاوت) موقوف نہیں ہے اور عبادت سے قرب حاصل ہوتا ہے یہاں یہ قرب وجدانی ہے، وجدان سے مدرک ہوتا ہے۔ پس تلاوت سے یہ قرب بھی حاصل ہوتا ہے گو فہم معنی نہ ہو۔ (بیاض امانت صاحب)

حضرت والاؒ مجلس میں تواضع کا ذکر فرما رہے تھے اسی سلسلہ میں منشی محمد قاسم نیانگری کے نام حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مکتوب گرامی کتاب سے سنایا جو کہ تواضع اور انکسار کا ایک مرقع ہے۔

(مکتوب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ)

آنعزیز یہ محبت تمھاری خدا واسطے کی ہے خدا اسکو ترقی دے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ارواح کے لشکر جدے جدے ہیں جو اصل میں ایک دوسرے کی شناخت رکھتے ہیں انکی آپس میں الفت ہوجاتی ہے اور جس میں شناخت آپس کی نہیں ہوئی مختلف رہتے ہیں۔ یہ معرفت اصلی روحی ہے کہ تم کو اس گنہگار کے ساتھ ربط بے دیکھے ہوا۔ اگرچہ تمھاری نیت محض خیر اور بالکل خوبی ہے اور خدا تعالیٰ تمکو اسکا ثواب عطا فرمائے گا مگر کسی کا حال بے تجربہ اور برتے معلوم نہیں ہوتا بزرگوں کے کلام نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو طوطا کیسا آدمی کی بولی بولتا ہے کیا وہ آدمی ہوجاتا ہے۔ آدمی مشتاق اسکا ہو جو آپ خود صاحب کمال ہو، نقل کرنے والے کو کیا دیکھئے؟ تم اس عاجز کا حال اہل اجمیر سے معلوم کرو کہ کسقدر ابتر تھا کہ ستار اور راگ و ناچ میں گذرتی تھی، نماز و جماعت اور تقویٰ و طہارت سے کچھ بحث نہ تھی۔ اب ہرچند کہ بظاہر اور باتوں سے توبہ کی اور حضرت مرشد عالم حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا مگر اصل بات کہاں سے بدلتی ہے۔ دنیا کا دنیا ہی رہا البتہ ظاہر کا ریا پردہ ان عیوب کا ہوگیا یہ انکی ستاری کی شان ہے ورنہ عالم الغیوب خوب جانتا ہے کہ باطن اس ناپاک کا کیسا کچھ خراب ہے یہ روسیاہ اس قابل نہیں کہ کوئی انکی صحبت میں آوے تم نے سنا ہوگا کہ بروں کا پڑوس بھی خراب کرتا ہے اسلئے بہ نظر خیر خواہی اپنا حال لکھا۔ ہرچند کہ ظاہر کرنا اپنے عیبوں کا بھی عیب اور گناہ ہے مگر تمھارے رفع اشتباہ کے لئے یہ کچھ لکھدیا اب اس عاجز کو تم ایسا بھول جاؤ کہ گویا کبھی یاد ہی نہ تھا۔

(بیاض امانت صاحب)

فرمایا کہ ــــــ اقرب طرق الی اللہ، ربط قلب بالشیخ ہے۔ حضرات صوفیہ نے فرمایا ہے کہ ربط قلب باللہ ہی نسبت ہے، اور یہ ہو نہیں سکتا جبتک کہ ربط قلب بالشیخ نہ ہو (یعنی شیخ کے ساتھ قلبی محبت اور علاقہ نہ ہو۔ حضرات صحابہؓ کو سب سے زیادہ محبت اور تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس زمانہ میں سب سے بڑی بدعت یہی ہو گئی ہے کہ اسی کے لوگ منکر ہیں۔ اہل طریق نے سب سے زیادہ ضروری اسی کو سمجھا ہے کہ مرید کا قلب ہر طرف سے ہٹکر شیخ کے قلب سے متعلق ہو جائے (بقول حضرت خواجہ صاحبؒ کے

دلے کو از دلے او بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

(جو دل کہ ان کے دل سے پیوستہ ہو گیا تو اگر وہ گھاس اور خار بھی ہو گا تو گلدستہ ہی شمار ہو گا)

(بیاض امانت صاحب)

راقم مرتب عرض کرتا ہے کہ اس ماہ کے رسالے میں "تعلیمات مصلح الامۃؒ" کے عنوان میں جو ملفوظات حضرت مصلح الامۃؒ کے نقل کیے گئے ہیں وہ ہمکو محترمی جناب امانت علی صاحب مدظلہ کی بیاض سے حاصل ہوئے ہیں۔ بھائی امانت علی صاحب نے مختلف[ف] جگہوں سے انھیں نقل کرکے اپنی بیاض خاص میں جمع فرمالئے ہیں۔ ہمارے حضرتؒ سے بیعت ہیں اور بہت دنوں اپنا اور انکا ساتھ بھی رہا ہے۔ چنانچہ مضامین معرفت کے سودہ کی صفائی میں انکا خاصا تعاون بھی رہا ہے سلیقہ کے ساتھ محتاط انتخاب کیا ہے آئندہ بھی جو مضامین اسمیں سے پیش کرونگا تو وہاں بھی حوالہ میں بیاض امانت لکھدیا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائیں)۔

[ف] - چنانچہ بعض ملفوظات خود راقم کی بیاض سے بھی نقل فرمائے ہیں لہذا اگر طباعت میں کوئی ملفوظ مکرر ہو جائے تو اسکو قند مکرر ہی قرار دیا جائے۔ جامی

(اسلام میں پردہ کی اہمیت)

دسمبر ۸۳ء کے شمارہ میں شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی امام مسجد نبویؐ دام مجدہم کی ایک تقریر پردہ کی ضرورت پر شائع کی گئی تھی اب سے چند سال قبل الہ آباد کے ایک دیندار تاجر نے بھی ارباب خانقاہ میں سے ایک صاحب سے فرمائش کی تھی کہ پردہ سے متعلق ایک مختصر مضمون لکھدیا جائے فی زمانہ دیکھا جاتا ہے کہ عورتوں میں بے پردگی، عریانی، اور میلوں ٹھیلوں میں ان کی بیجا آمد و رفت اور شرکت روزافزوں ہے اسکے انسداد کی سخت ضرورت ہے اسوقت وہ مسودہ نظر سے گذرا اپنے موضوع پر ایک مختصر اور شافی بیان تھا اسلئے اسکو بھی علامہ علی عبدالرحمٰن الحذیفی کے بیان کا ضمیمہ قرار دیتے ہوئے رسالہ ہذا میں شایع کیا جارہا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کسی کے لئے اسی کو سبب ہدایت بنادے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

قال اللہ تعالیٰ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انکو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت آن پڑے یا ان پہ کوئی دردناک عذاب نازل ہوجائے (سورۂ نور)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بین یدی الساعۃ فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل فیہا مؤمنا و یمسی کافرا و یمسی مومنا و یصبح کافرا القاعد فیہا خیر من القائم۔ والماشی فیہا خیر من الساعی (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۷) اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت سے پہلے بہت سے فتنے ہونگے جو (اپنے عموم اور شیوع اور اس سے عدم خلاصی کے اعتبار سے) مانند شب تاریک کے ٹکڑوں کے ہوں گے۔ آدمی ایمان کی حالت میں صبح کریگا تو کفر کی حالت میں شام کرے گا۔ اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو

کا فر اُٹھے گا۔
بیٹھا ہوا آدمی کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا آدمی دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

اس آیت میں کتنی سخت دھمکی دی ہے ان لوگوں کو جو اللہ تعالےٰ کا حکم سنکر اور معلوم کر کے پھر اسکی مخالفت کرتے ہیں اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے فتنوں کے آنے کی خبر دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا نازک دور آئے گا کہ اسمیں ایمان کا سلامت رکھنا مشکل ہو جائیگا۔ اور صبح و شام میں حالات کچھ کے کچھ ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشینگوئی حق ہے اور اسکو پورا ہونا ہے بلکہ آج ہمارے حالات تو اس امر کی تصدیق کر رہے ہیں کہ ہم اسی دور فتن سے گذر رہے ہیں جس کے خطرات اور مضرتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چودہ سو برس پہلے آگاہ فرما چکے ہیں۔
ایک اور حدیث میں اسکا ذکر بھی آیا ہے کہ اسوقت کیا طریقہ کار ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ لوگ چھلکے اور بھوسی کے مانند بالکل ردی اور مہمل ہو جائیں گے آپؐ ہمارے لئے کیا حکم فرماتے ہیں؟ یعنی ہم اسوقت کیا کریں کیا نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ علیک بما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بخاصۃ نفسک وایاک وعوامھم ——— وفی روایۃ الزم بیتک واملک علیک لسانک وخذ ما تعرف ودع ما تنکر وعلیک بامر خاصۃ نفسک ودع امر العامۃ (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۴۵۶)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا کہ بس تم معروف یعنی اچھی باتوں کو کرتے رہو برائیوں سے بچتے رہو اپنے نفس کی حفاظت کرو اور عام لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ بس اپنے گھر میں رہو زبان کی حفاظت کرو بھلائی کرتے رہو برائی کو ترک کرو اور خود اپنی گٹھری سنبھالو

اپنی حتی کرو۔ عوام کو چھوڑ دو وہ جانیں انکا کام جانے۔

یہ بھی بالکل صحیح اور حق ارشاد ہے کیونکہ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں اسکا نقشہ بھی کچھ اسی قسم کا ہے کہ ہر شخص آزاد ہے دنیا کے معاملہ میں تو ہے ہی دین میں بھی اپنے کو آزاد ہی تصور کرتا ہے۔ مرد آزاد ہیں عورتیں آزاد ہیں۔ پھر جب یہ لوگ آزاد ہیں تو بچوں کا کیا کہنا انکی آزادی تو گویا پیدائشی اور موروثی ہے۔ پھر اس آزادی کا اثر بد جیسا کچھ ہمارے اخلاق، اعمال، معاشرت اور دین پر پڑ رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور جیسا کہ عرض کیا گیا کہ یہ وقت کسی کو کچھ کہنے سننے کا ہے نہیں اس لئے کہ بدقسمتی سے اسوقت سب سے سستی چیز ہماری نگاہوں میں جو ہے وہ "دین" ہے۔ آج ہر چیز کے جاننے والے اور اسکے ماہرین کی ایک مخصوص جماعت ہے، چنانچہ قانون کے جاننے والے وکلاء سمجھے جاتے ہیں۔ امراض سمجھنے والے طبیب اور ڈاکٹر قرار دیئے جاتے ہیں لیکن دین میں سب کو برابر کا دخل ہے جو بات جسکی عقل نے تجویز کر لیا یا نفس نے مزین کر دیا بس وہی اسکا دین و مذہب ہو گیا اب مجال نہیں کہ کوئی طاقت اس سے اسکو پھیر سکے بجز اللہ تعالیٰ کی توفیق کے۔

ان حالات کا تو تقاضا یہی تھا بس لوگوں کو ان کے حال ہی پر چھوڑ دیا جاتا کہ جس کا جو جی چاہے کرے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی اس درجہ لوگ نہیں بگڑے ہیں بلاشبہ قوم میں بگاڑ ہے اور بہت زیادہ بگاڑ ہے تاہم ان میں ابھی ایسے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے موجود ہیں کہ اگر انکو سمجھا کر کوئی نصیحت کیجائے تو وہ اسکا اثر لیتے ہیں اور بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے حکم پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں بلکہ اسکی تبلیغ و اشاعت کا داعیہ اپنے قلب میں رکھتے ہیں۔ اس لئے اسوقت قوم کو اسکی ایک ایسی کوتاہی کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو نہ صرف ان افراد ہی کے لئے باعث ننگ ہے جو اسکے مرتکب ہیں بلکہ من حیث القوم

پوری قوم کے لئے بھی سبب عار ہے۔ نیز وہ ہماری عورتوں کے لئے سبب گناہ نیز ہی خود مردوں کے لئے بھی باعث شرم و غیرت ہے۔ اور وہ مسئلہ ہے شرعی پردے کا۔

آج دیکھا جاتا ہے کہ آزادی کے اثرات بد میں سے ایک نہایت ہی برا اثر جو ہماری خواتین میں رواج پکڑ رہا ہے وہ بے پردگی کا ہے۔ اسلام نے جس درجہ اسکا اہتمام کیا تھا اسی قدر آج یہ لوگ اسکی مخالفت پر کوشاں ہیں۔ حق تعالیٰ کا صریح حکم ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (پ۲۲) اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق نہ پھرو۔ اور تم نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کے اور اسکے رسولؐ کا کہنا مانو۔

علماء نے بیان فرمایا ہے کہ مراد اس سے محض کپڑا اوڑھ لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو بلکہ پردہ اس طریقے سے کرو کہ بدن کا لباس نظر نہ آئے جیسا کہ کسی زمانے میں شرفاء میں پردہ کا طریقہ متعارف تھا کہ عورتیں گھروں میں سے نہیں نکلتی تھیں۔

درمنثور میں ہے کہ ایک مرتبہ ابو برزہؓ اپنے گھر آئے اور اپنی اہلیہ کو موجود نہ پایا لوگوں نے کہا وہ مسجد گئی ہوئی ہیں جب وہ واپس آئیں تو انھوں نے ڈپٹ کر کہا کہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو گھر سے باہر نکلنے سے منع فرما دیا ہے اور انکو گھر میں رہنے کا حکم دیا ہے اور جنازہ کی شرکت اور جمعہ اور جماعت سے انکو قطعی روک دیا ہے۔

اس روایت کو سنئے اور جاننے کے لئے اہل زمانہ کے لئے اب کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جب جمعہ و جماعت جیسی شرعی چیزوں سے بھی عورتوں کو روکا گیا تو پھر ان امور کیلئے جن کا تعلق نہ دین سے ہے نہ دیانت سے کیسے عورتیں گھر سے باہر نکل سکتی ہیں بلکہ جبکہ مجمع فساق و فجار کا ہو تو ایسے اجتماعات میں عورتوں کی شرکت کیونکر جائز اور شریعت کے مطابق ہو سکتی ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ۔ آپ مسلمان مردوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ انکے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو لوگ کیا کرتے ہیں ۔ اور مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں ۔

دیکھئے اس آیت میں غض بصر کا مردوں کو حکم دیا گیا ہے لیکن موجودہ بے پردگی میں اس حکم پر عمل کرنا جیسا کچھ دشوار ہو رہا ہے ظاہر ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح سے مرد کے لئے عورت کا دیکھنا حرام ہے اسی طرح سے عورت کے بھی نامحرم مردوں پر نظر ڈالنا حرام ہے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھی کہ اتنے میں ابن ام مکتوم (نابینا صحابیؓ) آئے (اور یہ پردے کے حکم کے بعد کا واقعہ ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو ہم دونوں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو اندھے ہیں نہ ہمکو دیکھ سکیں گے نہ پہچان سکیں گے پھر ان سے پردہ کیسا ؟ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو اور کیا تم دونوں بھی انکو نہ دیکھو گی ؟ (ریاض الصالحین ص ۳۵۸)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ جو ہماری عورتیں برقع پہن پہن کر کھیل تماشا دیکھنے کے لئے بازاروں میں جاتی ہیں یا اپنے مکان پر سے جلوس کا نظارا کرتی ہیں یہ بھی منع ہے کیونکہ مرد اگر انکو نہ بھی دیکھتے ہوں تو وہ تو مردوں کو دیکھتی ہیں اور اسکا حرام ہونا حدیث سے معلوم ہو چکا ہے ۔

باقی وہ عورتیں جو خود اپنا یا اپنے لباس وزیور وغیرہ کا نظارا کرانے ہی کے لئے ایسے مجمعوں میں جاتی ہیں انکے لئے تو بڑی ہی سخت وعید ہے وہ یہ کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دوزخی فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ
صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سیاط کاذناب البقر یضربون
بها الناس ونساءٌ کاسیاتٌ عاریاتٌ ممیلات مائلات رؤسهن
کاسنمة البخت المائلة لا یدخلن الجنة ولا یجدن ریحها وان
ریحها لیوجدُ من مسیرة کذا وکذا۔ (ریاض الصالحین ص۵۲۱)
اہل دوزخ کی دو جماعتیں ہیں میں نے انکو نہیں دیکھا (مطلب یہ کہ میرے زمانہ
میں موجود نہیں ہیں میرے بعد ہونگی) ایک تو وہ لوگ جنکے ہاتھ میں گائے کے دُم
کی طرح کوڑا ہوگا اس سے لوگوں کو مارتے ہوں گے — اور دوسری وہ عورتیں
جو کپڑا بھی پہنے ہوں گی اور ننگی بھی ہوں گی یعنی بدن کا کچھ حصہ اظہار جمال کے لئے
کھولے ہوں گی یا اتنا باریک کپڑا پہنے ہوں گی کہ جو نہ پہننے کے برابر ہوگا۔ اور جو
دوسروں کو اپنی جانب مائل کرنے والی ہونگی۔ اٹھلا کر چلنے والی ہوں گی۔
انکے سر بختی اونٹ کے ترچھے کوہان کی طرح ہونگے یہ جنت میں نہ داخل ہونگی بلکہ
اسکی خوشبو تک نہ پائیں گی حالانکہ اسکی خوشبو بہت دُور دراز فاصلے سے آتی ہوگی مطلب یہ کہ جنت سے
کوسوں دور ہوں گی۔

ایسی ہی عورتوں کے متعلق ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ:۔
لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو دیکھنے والے مردوں پر
بھی اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کو دیکھنے کی دعوت دیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؂

جہاں در بھی نہ ہوں ننگے نہ میز اور کرسیاں ننگی — بڑی حیرت ہے پھرتی ہوں وہیں پر بیبیاں ننگی
خدائے پاک کی لعنت ہو نازل بد نگاہوں پر — اور ان پر بھی نظر آئیں جو ایسی تتلیاں ننگی
خدا معلوم غیرت کیا ہوئی ماؤں کی باپوں کی — نظر آتی ہیں بازاروں میں جنکی بیٹیاں ننگی
نگاہ بد کو دیتے ہیں استعمال کی دعوت — گلا، سر، سینہ، بازو، ہاتھ، چہرے، پنڈلیاں ننگی

حاصل گذارش یہ کہ پردہ کا جو شرعی حکم تھا وہ آپ نے معلوم کیا اور بے پردگی
پر جو وعید و دھمکی حدیث و قرآن میں آئی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ اب

اسکے بعد ایک جانب تو دین کی تعلیم رکھئے اور دوسری جانب قوم کا عمل دیکھئے اور دیکھئے کہ منزل کدھر ہے اور ہم راہ کونسی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اسلام کے نام لیوا بھی جب نفس اور خواہشات کی اتباع میں پڑ جاتے ہیں تو ایسے ایسے اعمال کر گذرتے ہیں کہ کوئی غیرت والا انکو دیکھتا ہے تو شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے بقول اکبر مرحوم ؎

بے پردہ آئیں کل جو نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اس سے معلوم ہوا کہ اس بے پردگی کے اصل مجرم مرد ہی ہیں کیونکہ ابتداء میں انھوں نے ہی فیشن میں پڑ کر عورتوں کا پردہ بجبر توڑا تھا لہٰذا انھیں پہ یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اب اسکے نتائج بد اور اس سے پیدا ہونے والے فسادات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اگر رائے بدلی ہو اور ضرور بدلنی چاہئے تو خود ہی اسکے انسداد کی کوشش بھی کریں بالخصوص ہمارا نوجوان طبقہ جس کے خون میں غیرت قومی اور حمیت دینی اور حرارت ایمانی زیادہ ہوتی ہے کاش اسکی سمجھ میں یہ بات آجائے تو بہت جلد پورے مسلم معاشرہ کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اس طرح کہ ہر شخص صرف اپنے اپنے گھر کا انتظام کرے اور اپنی ماں بہنوں کو اس طرح گھومنے پھرنے سے قطعاً روکدے۔ اللہ و رسولؐ کا حکم اس کو سنائے۔ آخرت کی سزا سے ڈرائے۔ اس طور پر امید ہے کہ سب نہیں تو بہت سے لوگ اسکی دعوت پر لبیک کہیں گے اور اس طرح سے مسلم معاشرے سے ایک فساد عظیم کا انسداد ہو جائے گا۔

ہم نے بطور نصیحت و خیر خواہی مسلمان بھائیوں سے یہ اپیل کی ہے اگر سمجھ میں آجائے تو اسکو قبول کر کے اولین فرصت میں عملی جامہ پہنائیے ورنہ آئے دن اخبارات و رسائل میں اس قسم کی بلکہ اس سے بھی زیادہ شرمناک اور وحشتناک خبروں کے دیکھنے کے لئے تیار رہیئے بقول اکبر مرحوم ؎

کیا گزری جو اک پردے کے [illegible] [illegible]
[illegible]

(بقیہ مکتوب نمبر ۳۹۳)

(بقیہ متعلق)

اور نئے نئے احباب سے ملاقات ان کے مذاق اور طبائع کے اختلاف کا انکشاف
اور ان سے سابقہ۔ اس سے بہت سے تجربات وعلوم اور احوال کا انکشاف مجھ جیسے
آدمی کے لئے ایک مشعل راہ اور مزید بصیرت کا سبب بنتے ہیں۔ غرض میں کسی طرح
نقصان میں نہیں رہا فتحپور سے جب گورکھپور آیا یا گورکھپور میں دوسری جگہ وہیں منتقل ہوا
یا وہاں سے الہ آباد آیا ہر انتقال میں نفع میں رہا جسکا کچھ اجمالی بیان اوپر کر چکا ہاں گورکھپور
سے منتقل ہونے میں یہ الجھن ہے کہ انھوں نے کیوں بلا وجہ میری تذلیل اور توہین
کی اور اس پر کس چیز نے انکو ابھارا میں تو ان سے مسائل کا رد بھی نہیں کرتا تھا
آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے آپ کے سامنے [illegible] صاحب سے کہا تھا
کہ اگر میری نجات ہوگئی تو قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں تمہاری نالش کروں گا کیا یہاں نہیں کہہ سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مولوی
بیچارہ نہایت ذلیل وخوار ہوگیا ہے۔ رہا یہ کہ وہ شیخ ہے یا اور کچھ ہے اسکی حیثیت
زبان سے آ سکے نہیں یہ ایک دور تھا نہایت صعب جو مجھ پر گذرا اور گذر گیا اس سے
اپنے پرائے کی پہچان ہوگئی ایسی دلیل سے جس کا انکار کوئی نہیں کر سکتا۔
اب دھوکا نہیں رہا فالحمد للہ علی ذالک۔ باقی میں سب کا خیر خواہ اور دعا گو ہوں۔ میں
جانتا ہوں کہ آپکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہے۔ محبوب کے لوازم سے
ہے کہ محبوب کی ہر چیز سے جسکو نسبت محبوب کیطرف ہو بقدر نسبت کے محبوب رکھے
جیسا کہ محبوب کے دیار کو اسکے لباس کو اسکے اعزہ واحباب کو۔ میرے خیال میں
سب سے زیادہ اس نسبت شریفہ میں علماء یا صلحاء اور مشائخ حقانی ہیں جو حضور کے
سچے جانشین اور بعثت کی غایت کے حامل ہیں یعنی خدمت دین متین۔ آپ نے
سنا ہوگا کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" اس شرف سے بڑھکر علماء کے لئے
کیا شرف ہوسکتا ہے یہی وہ حضرات ہیں جن کے واسطے میں حدیث شریف میں آیا ہے

لا تزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتی یاتی امر اللہ (ہمیشہ اللہ ہر زمانہ میں میری امت میں سے ایک گروہ حق پر ہوگی اور اسکی خدا کی جانب سے نصرت کیجائیگی جو انھیں رسوا اور ذلیل کرنا چاہے گا یا انکی مخالفت کرنا چاہیگا ذکر سکیگا اور ایسا ہوا برہیگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) آجائیگی) علماء کی خدمت عین خدمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے ۔ میں نے آپ کی خصوصیت سے زیادہ کلام کیا ہے ۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۳۹۴)

حال : حضرت والا کی دعاؤں کے ساتھ کل صبح بخیریت یہاں پہونچ گیا ۔ اگر کہیں اور اتنے دور ودراز کا سفر ہوتا تو حضرت کی مفارقت کا صدمہ ضرور ہوتا لیکن چونکہ دونوں ایک ہی سلسلہ کی چھوٹی بڑی کڑیاں ہیں اسلئے طبیعت کو سکون اور اطمینان ہے اور یہ بھی حضرت والا ہی کی دعاؤں کی برکت ہے تحقیق : الحمد للہ ۔ بارک اللہ ۔ اللّٰھم زد فزد۔

حال : جیساکہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ خیال تو جب سے مدینہ منورہ سے واپس آیا ہوں پھر جانے کا لگا ہوا تھا لیکن ارادہ اب کیا جب کہ بظاہر سب سامان جیسے علالت کا اس حد تک دور ہونا کہ سفر کے قابل ہو جاؤں اور ساتھی کا ملنا جس میں میرے لحاظ سے مولوی امجد اللہ صاحب بہتر ہیں انکا تیار ہو جانا وغیرہ میں ۔ یہ سب سامان ہو جانے کے بعد حضرت والا سے اذن واجب تھا جو بحمد اللہ بدرجۂ احسن یعنی خود حضرت والا نے تکلیف فرما کر رخصت کیا حاصل ہو گیا ۔ لہٰذا آج سے سامان سفر کا اہتمام اس عریضہ کے بعد شروع کرتا ہوں ۔ دعاء فرمائیے کہ اسمیں کوئی دشواری نہ پیش آوے تحقیق : دعا کرتا ہوں

حال : یہاں سے روانگی براہ لکھنؤ ہوگی یا الٰہ آباد جاکر اسکا فیصلہ ابھی نہیں کر سکتا ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اور لوگ بخیال سہولت لکھنؤ سے جائیں اور میں الٰہ آباد سے ۔ اگر حضرت والا حکم دیں تو بظاہر سب کے ساتھ لکھنؤ سے سہولت ہوگی ۔

تحقیق : ایک دفعہ اور ملاقات کو جی چاہتا ہے کچھ کہنا بھی ہے یوں پھر جو مصلحت ہو۔

مولانا محمد فاروق صاحب الہ آبادی مدظلہ ۔ آپ کا قدرے تعارف "سفر اتراؤں" کے ضمن میں ہو چکا ہے الہ آباد سے جانب مشرق بنارس جانے والی چھوٹی لائن پر چوتھا اسٹیشن "سید آباد" واقع ہے وہاں سے دو ڈھائی میل جانب شمال ایک خاصا موضع "اتراؤں" نامی آباد ہے یہی مولانا موصوف کا مسکن ہے۔ ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے آپکا تعلق مولوی رومی سلمہ کے تعلق کے فوراً بعد ہی سے ہے۔ الہ آباد جب حضرت اقدس کی تشریف آوری ہوئی تو تعلقات اور آمد و رفت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت والا متعدد بار اتراؤں بھی تشریف لے گئے اور ایک موقع پر تو یہ بھی فرمادیا کہ اگر میں کہیں دیہات میں مکان بنواتا تو اتراؤں ہی میں بنواتا۔ یہ تو خیر الہ آباد آنے اور اتراؤں جانے اور وہاں کے حالات سے متاثر ہو کر فرمایا' یوں بھی حضرت اپنے زمانۂ قیام فتحپور ہی سے مولانا موصوف پر بڑا اعتماد فرماتے تھے۔

چنانچہ تھانہ بھون کی خانقاہ سے جب حضرت مولانا حامد حسن صاحبؒ سبکدوش ہوگئے اسوقت مولانا شبیر علی صاحب (ابن الاخ حضرت تھانویؒ نے) کراچی سے منتظم خانقاہ کو لکھا کہ خانقاہ میں اب کسی اچھے اور اپنے مسلک سے پختہ تعلق رکھنے والے کو رکھا جائے۔ تلاش جاری ہوئی اسی اثنار میں شاید کسی نے ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ کو بھی لکھدیا کہ خانقاہ خالی ہے اگر حضرت اقدس کچھ دنوں کے لئے یہاں تشریف لے آویں تو یہ از سرنو آباد ہو جائے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو اس قسم کی جھگڑوں کا خوب تجربہ تھا انھیں لکھا کہ مجھے یہاں کے کام ہی سے فرصت نہیں ہے وہاں کیسے آؤں؟ اور اپنے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے لوگ تھانہ بھون بلا رہے ہیں اور کل کو مجھ سے لڑ پڑیں گے میں ایسا کام نہیں کرتا لیکن ہاں وہ ہمارے حضرتؒ کی جگہ ہے اسکی آبادی کا مجھے بھی خیال ہے لہٰذا مولوی فاروق صاحب موصوف سے فرمایا کہ تم تیار رہنا اگر ان لوگوں نے پھر مجھے کچھ لکھا تو تم ہی کو بھیجوں گا۔ چنانچہ پھر کسی کا خط آیا کہ اگر آپ کسی وجہ سے نہ تشریف لا سکیں تو اپنے کسی معتمد علیہ ہی کو بھیجدیجئے۔ چنانچہ حضرت نے انھیں مولوی فاروق صاحب

بجا اور چلتے وقت یہ فرمایا کہ تمکو دو نصیحتیں کرتا ہوں انکا برابر خیال رکھنا ایک تو یہ کہ
ہمارے شیخ کی جگہ ہے وہاں ادب کے ساتھ رہنا وہ جگہ پلکوں سے جھاڑ دینے
ہے دوسرے یہ کہ وہاں کسی سے لڑنا مت اور اختلاف نکرنا۔ لوگ موافق رہیں تو
ق کے ساتھ رہنا اور کسی رویہ سے مخالفت کا اندازہ ہو تو خاموشی سے چلے آنا مولوی
وق صاحب کہتے تھے کہ میں گیا اور حضرت والا کی دونوں نصیحتوں کو پلّے باندھ لیا
ترت مولانا تھانویؒ کی کتابوں پر نظر تھی علاوہ درس تفسیر و حدیث اور اوقات
ں بھی حضرتؒ ہی کے ملفوظات کا مذاکرہ رہتا تھا۔ اسوقت خانقاہ کے ناظم
ب عبدالولی صاحبؒ تھے جو وہیں مقیم تھے اور حاجی شمشاد صاحب، حاجی نیاز
حب (خادم حکیم الامتؒ)۔ حافظ اعجاز صاحب، میاں جیون صاحب وغیرہ جیسے
م حضرات کا بھی قیام تھا۔ یہ سب لوگ مجھ سے قریب ہوتے گئے اور آہستہ آہستہ
ہ سے دوسرے لوگ بھی شریک وعظ ہوتے رہے۔ لوگوں نے باہر چرچا کیا تو
ں پاس کے دیہات سے بھی وعظ کے لئے بلایا جانے لگا اس طرح الحمدللہ نہایت
ن سے کام ہو رہا تھا کہ خاندان میں کوئی تقریب پڑی اور میرے خسر جناب حکیم
ب اللہ صاحب خود جاکر مجھے لوالائے۔ میں کچھ دنوں وطن میں زیادہ رہ گیا اسلئے
ں کو وہاں یہ شبہ ہوا کہ شاید اب میں نہ آؤں اسلئے حضرت والاؒ کے پاس فتحپور
ا پر خط بھیجنے لگے کہ مولوی فاروق صاحب کو تھانہ بھون جلد بھیجد یجئے۔

بہر حال میں دوسری بار حاضر ہوا اور حضرت والا سے سیکھے اور سنے ہوئے
لاق پر قائم رہتے ہوئے اپنا کام کرتا رہا۔ چنانچہ کبھی کبھی مولانا حامد حسن صاحب مدظلہ
ی میرا وعظ سننے کے لئے آجاتے پھر کبھی دوچار دفعہ ان کے آنے کے بعد میں بھی
ھر کبھی نکلا تو ان سے مل لیتا میں اسکو اپنے تئیں اخلاق سمجھے ہوئے تھا لیکن
ں کے بعض حضرات کے نزدیک میرا یہ فعل ناپسند ہوا۔ ظاہر ہے کہ عرصہ تک
ں مخالفت باہم رہ چکی تھی وہ لوگ اس سے متاثر تھے اور میرے ساتھ چونکہ کوئی
الہ نہ ہوا تھا میں نے چاہا کہ سابق خلیج پٹ جائے تو اچھا ہے۔ مگر جب بعض حضرات نے

اسپر نکیر کی جو انکی مصلحت کے شاید موافق رہی ہو لیکن میری طبیعت کے خلاف تھی تو
تو میں ڈرا اور حضرت اقدس کی نصیحت یاد آئی، ڈرا یوں کہ اگر کسی نے حضرت اقدس کو
میرے خلاف کچھ کہدیا اور حضرت اقدس کہیں مکدّر ہو گئے تو یہ میرے لئے صریح نقصان
اور دین و دنیا کے خسران کا سبب ہوگا اسلئے میں خود ہی وہاں سے چلا آیا اور حضرت والا
سے سارا حال تفصیل سے آکر عرض کردیا۔ فرمایا کہ خیر اچھا کیا جو چلے آئے۔

مکرمی مولوی فاروق صاحب بیان کرتے تھے کہ دوسری بار جب میں تھانہ بھون
سے واپس آیا اور پھر حضرت کے یہاں فتحپور حاضر ہوا تو حسن اتفاق سے انھیں دنوں
مولانا سید ظہور الحسن صاحبؒ کسولوی بھی حضرت کے پاس تشریف لائے ہوئے
تھے انھوں نے میرے متعلق حضرت سے کچھ کہا ہوگا اور شاید یہ بھی خواہش ظاہر
فرمائی کہ فاروق کی وہاں ضرورت ہے، ان سے وہاں کے لوگ خوش اور مطمئن ہیں
لوگوں کو نفع ہورہا تھا۔ یہ تو معلوم نہیں کہ حضرت والا نے انکو کیا جواب دیا بہر حال میرا
عندیہ چونکہ حضرت کو معلوم ہو چکا تھا اسلئے حضرت نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ
سوچا کہ ایسی کوئی صورت پیدا ہو جائے کہ مجھے انکار نہ کرنا پڑے بلکہ مولوی ظہور الحسن
صاحب خود ہی مولوی فاروق کو وہاں لیجانا مناسب نہ سمجھیں تو بہتر ہے۔ چنانچہ
مولوی فاروق صاحب کو تنہا بلا کر ان سے یہ فرمایا کہ تم مکان واپس جارہے ہو مولوی
ظہور صاحب کو بھی اپنے وطن الہ آباد لیے جاؤ پھر وہ ادہر ہی سے تھانہ بھون چلے
جائیں گے۔ میں نے اسوقت حضرت والا کے منشار کو قطعی نہیں سمجھا لیکن حکم تھا منظور کرلیا
اور مولوی صاحب موصوف سے اپنی جانب سے عرض کیا کہ واپسی پر غریب خانہ پر الہ آباد
تشریف لیچلیں تو آپکی عنایت ہوگی اسی طرف سے تھانہ بھون چلے جائیے گا۔ انھوں نے
سنتے ہی کان پر ہاتھ دھرا اور فرمایا ارے توبہ توبہ حضرت کے یہاں سے پٹّہ
کٹواؤ گے کیا؟ حضرت کیا خیال فرمائیں گے کہ اسطرف لوگ سیر کرنے کیلئے آتے ہیں
اگر فرصت تھی تو وہ ایام یہیں کیوں نہیں گذارے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے
مولوی ظہور صاحب سے عرض کیا کہ حضرت والا سے اجازت لینا ہمارے ذمہ ہے

بس آپ چلنے کے لئے تیار ہو جائیے ۔ چنانچہ میں نے مجلس کے بعد حضرت سے عرض کیا کہ جی چاہتا ہے کہ مولانا ظہور الحسن صاحب مدظلہ بھی ہمارے ساتھ الٰہ آباد تشریف لے چلیں اور ایک دن غریب خانہ پر قیام کر کے اسی طرف سے وطن تشریف لیجائیں حضرت نے فرمایا ہاں ہاں بہت اچھا ہے ضرور لے جاؤ ۔ چنانچہ مولانا ظہور صاحب کو اپنے ہمراہ اُترا ؤں لے گیا' قرب وجوار میں اطلاع کرا دی بہت سے لوگ ملنے کے لئے آئے ۔ میں نے وعظ کی فرمائش کی فرمایا ارے میں وعظ کہاں کہتا ہوں میں نے کہا کہ دو منٹ چار منٹ کچھ فرما دیجئے باقی وقت میں کچھ کہدوں گا چنانچہ مولانا نے وعظ فرمایا اور اچھا وعظ کہا ۔ اور مجھ سے فرمایا کہ ماشاء اللہ یہاں تو آپ نے بڑا ہی اچھا ماحول پیدا کر رکھا ہے' پہلے میرا بھی خیال تھا کہ آپ کو باصرار تھانہ بھون بلاؤں لیکن یہاں کا کام دیکھکر اب آپ کو وہاں کے لئے تکلیف دینا ظلم ہے اور ایک (بنی بنائی) جگہ کو اجاڑ کر دوسری جگہ کو آباد کرنے کے مرادف ہے ۔ بالکل نہیں' آپ کو یہیں کام کرنا چاہیئے اور اتنا کام جو یہاں دیکھ رہا ہوں شاید وہاں برسوں کے بعد بھی نہ ہو سکے ۔ اسوقت میری سمجھ میں آیا کہ او ہو حضرت اقدسؒ نے کیوں مولوی صاحب موصوف کو الٰہ آباد لوا جانے کے لئے فرمایا تھا ۔ چنانچہ میں نے بھی مولوی صاحب سے عرض کیا کہ مولوی یوسف صاحب کو بلایا گیا ہے ۔ بہت اچھا ہے ضرورت ہوگی تو کبھی کبھار میں بھی حاضر ہو جایا کروں گا ۔ مولوی صاحب موصوف نے بھی اسکی تائید فرمائی کہ یہی مناسب ہے ۔

اس واقعہ سے ناظرین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرت کو مولوی فاروق صاحب پر کس درجہ اعتماد تھا اور حضرت ان سے کس قدر مطمئن تھے ۔

اسی طرح مولوی فاروق صاحب ہی سے معلوم ہوا کہ جس وقت الٰہ آباد کا مکان لیا جانا زیر غور تھا تو حضرتؒ کو فکر تھی کہ یہ کثیر رقم کیسے فراہم کیجائے الٰہ آباد کے مکان کے لئے دوسری جگہوں کے لوگوں کا تعاون حضرت کو کچھ پسند نہ تھا اور نہ اسکے لئے کسی سے کچھ کہنا چاہتے تھے ۔ مولوی فاروق صاحب نے کہا کہ ایک دن انھیں ایام میں

ں حاضر ہوا تو حضرت کو متفکر پایا فرمایا کہ مولوی فاروق مکان خریدنے کی بات چیت
ل رہی ہے فکر ہے کہ یہ رقم کہاں سے فراہم کروں میرے پاس تو فی الحال اتنے ہی
وپئے ہیں اور ضرورت فوری طور پر پچیس ہزار کی ہے۔ مولوی فاروق صاحب نے کہا
یں نے حضرت کی تسلی کے لئے عرض کیا کہ حضرت کچھ فکر نہ فرمائیں سب انتظام
و جائے گا۔ پھر فرمایا کہ مولوی فاروق میں سب ادا کردونگا مگر یہ کہ سردست میرے
س اتنا روپیہ موجود نہیں ہے۔ کہتے تھے کہ میں اٹھا اور سیدھے مکان آیا اور
یک خاصی مقدار کا انتظام کر کے لیجا کر پیش کر دیا حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور
رمایا کہ مولوی فاروق تم نے میرے اوپر سے ایک بوجھ ہٹا دیا۔ بعد میں حضرت اقدس
نے سب روپئے واپس فرما دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مولوی فاروق صاحب سے حضرتؒ اپنے راز اور گھریلو معاملات
ں بھی مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال راقم نے بھی دیکھا کہ بہت سے مواقع پر اللہ تعالے
نے مولوی صاحب موصوف کو خدمت کا موقع عطا فرمایا جو ان کے لئے بڑی سعادت
ی بات تھی ؎

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی — منت شناس ازو کہ بخدمت براشتت

(بادشاہ پر احسان نہ رکھو کہ تو اسکی خدمت کرتا ہے بلکہ اسکا احسان مند ہو کہ اسنے تجھے اپنی خدمت میں لگالیا)
رحال حضرت اقدس نے جو احسان ہم سب پر فرمائے اسکا عشر عشیر بھی ہم لوگ ادا کر سکے
ہم جس کو یہ موقع نصیب ہوا وہ واقعی صاحبِ نصیب تھا۔ وذالک فضل اللہ
یتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضرت والا کو اٹراؤں بیحد پسند آیا تھا چنانچہ متعدد بار
ضرت وہاں تشریف بھی لے گئے۔ ایک مرتبہ اثنا قیام میں اپنی صبح یا شام کی تفریح
ں حضرت والاؒ مولوی فاروق صاحب کے ہمراہ رکشہ سے گاؤں سے باہر کچھ فاصلہ پر
شریف لے جا رہے تھے کہ دور سے ایک دوسرے گاؤں کے کنارہ پر ایک نہایت ہی
اندار مسجد اور ایک وسیع عمارت اور ایک پختہ مقبرہ نظر آیا' مولوی فاروق صاحب نے

اسکے متعلق حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اسکی ایک تاریخ ہے وہ یہ کہ یہ مزار ایک بزرگ کا ہے جو کہیں باہر سے یہاں تشریف لائے تھے یہاں کے لوگوں نے ان کی بہت قدر کی اور بہت خدمت کی تو وہ یہیں رہ پڑے اور کسی موقع پر فرمایا تو یہیں دم ہی گڑے گا چنانچہ اس موضع کا نام ہی دم گڑا ہو گیا۔ یہاں کوئی پٹواری اس نے بھی حاضر ہو کر اپنے لئے شاہی ملازمت ملنے کی درخواست کی آپ نے خوشی میں اسکے آگے اپنا قلمدان بڑھا دیا اور اسکے لئے دعا بھی فرما دی چنانچہ وہ ترقی کرتے کرتے وزیر ہو گیا (حضرت کا اشارہ بھی شاید اس سے یہی تھا کہ تمہیں قلمدان وزارت ہی سپرد کرتا ہوں) چنانچہ ان بزرگ کے لئے اسی پٹواری نے خانقاہ اور مسجد بنوا دی اور بعد وصال انکا یہ مقبرہ بنوا دیا۔

اور اس میں شک نہیں کہ حضرت والاؒ سے محبت اور حضرتؒ کی خدمت بابرکت میں مسلسل حاضری کی وجہ سے مولوی فاروق صاحب حضرت اقدسؒ کے مزاج شناس بھی ہو گئے تھے چنانچہ جب اتراؤں سے مولوی صاحب الہ آباد آ تو ہم لوگوں کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ اب تنہائی کے اوقات میں یا بوقت قیلولہ یا بعد حضرت والاؒ جو کسی نہ کسی کو بلا لیتے تھے تاکہ وہ کچھ ایسی باتیں کرے جو حضرت کے لئے باعث سکون ہو اور حضرت کو نیند آجائے اسکے لئے مولوی صاحب ہیں۔ یہ اسلئے کہ حضرت والا کے سامنے کچھ بولنا کوئی آسان کام نہ تھا اکثر بولنے ذرا ہی دیر میں کسی نہ کسی بات میں پکڑ جاتے تھے اور ان سے مواخذہ ہو جاتا کیونکہ ایسے وقت میں شیخ کے قرب کو غنیمت سمجھکر نفس پھول جاتا ہے اور آدمی کے حدود سے نکل جاتا ہے کبھی کسی کی غیبت زبان سے نکل گئی کبھی اور کو ایسی بات کہدی کہ جس سے غلو یا مبالغہ مترشح ہوتا تو یہ سب چیزیں قابل موا بن جاتیں۔ حضرت اقدسؒ اپنے اس آرام و راحت کے وقت میں بھی ا سے غافل نہ رہتے اور ہم لوگ قرب کے خیالی جال میں پھنس جاتے لیکن مولو اپنی کثیر معلومات اور خداداد فہم کی وجہ سے اندازہ کر لیتے کہ اسوقت کس قسم

بات حضرت سننا پسند فرمائیں گے چنانچہ کبھی کبھی حضرت والا انکی باتوں سے محظوظ ہوکر خوب ہی ہنستے اور اکثر تھوڑی ہی دیر میں نیند آجاتی اور دوسرے لوگ اس منزل میں فیل ہوجاتے تھے۔

اب آخر میں مولوی فاروق صاحب مدظلہ کے چند خطوط ملاحظہ فرمائیے جس سے انکی محبت تعلق اور حضرت والا سے اخذ طریق کا اندازہ ہوتا ہے اپنے ایک عریضہ میں حضرت والا کو لکھتے ہیں کہ :۔

عرض حال : بہ برکت دعا، و توجہ حضرت والا قلب کی نگہداشت برابر رہتی ہے۔ آجکل عجز و شکستگی زیادہ معلوم ہوتی ہے تعلق مع اللہ کی ایک تڑپ اور طلب میں یوماً فیوماً ترقی معلوم ہو رہی ہے۔ بعض بعض روز ایک کیفیت ایسی رہتی ہے کہ دنیا و ما فیہا نظروں میں بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد مرشد : الحمد للہ

حال : قلب کا تاثر بعض وقت اتنا بڑھ جاتا ہے کہ حق تعالےٰ کا ذکر، انکی ایک ایک نعمت کا تصور، انکے کلام پاک کا ایک ایک لفظ اور مضمون تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ جی بھر بھر آتا ہے، پھوٹ پھوٹ کر رونے کو جی چاہتا ہے۔

ارشاد : خوب۔

حال : بعض وقت گریہ بھی طاری ہوجاتا ہے، کاش میری ہمت کی پستی میرے شوق کی بلندی کا ساتھ دیتی۔

ارشاد : اللہ تعالیٰ دونوں کو ایک ساتھ کردے۔

حال : حضرت والا کا تصور ایسا جما رہتا ہے کہ گویا حضرت والا کو اپنے سامنے موجود پاتا ہوں، سوتے جاگتے کسی وقت حضرت والا ذہن سے نہیں اترتے۔ بعض وقت بے اختیاری اور بیقراری ایسی بڑھی رہتی ہے کہ اپنے آپے سے باہر ہونا چاہتا ہوں۔

ارشاد : خوب۔

حال : بعض وقت ایسی تڑپ ہوتی ہے کہ کاش پر ہوا اور اُڑ کر حضرت والا کی خدمت میں

ہونچکر حضرت کے مبارک قدموں پر سر رکھکر نہایت لجاجت سے عرض کردں کہ ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدا را دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

اے دل والو! خدا کیلئے (کوئی تدبیر) میرا دل میرے ہاتھ سے جاتا رہا، ہائے افسوس کہ میرا چھپا راز ظاہر ہو جائے گا)

شاد: یہ محبت کی کیفیت کا غلبہ ہے۔

ال: ذاکرین و عابدین بلکہ اپنے شاگردوں اور عام مسلمان نمازیوں کی نماز و دیگر مشغولی بذکر اللہ کو دیکھکر نہایت درجہ محبت کا جوش ہوتا ہے۔ قدم چومنے کا جی چاہتا ہے

شاد: ماشاء اللہ تعالےٰ۔

اپنے ایک دوسرے عریضہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

ال: بہ برکت دعاء و توجہ حضرت اقدس سلمہ اللہ تعالیٰ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہوگئی ہے کہ حصول رضاء حق کا ذریعہ اور مدار محض اخلاص ہے۔ ارشاد: ہاں اخلاص ہی ہے۔

ال: چنانچہ بہ برکت حضرت والا جملہ شعب نفاق پر غور و خوض کرنیکی عادت ہوتی جارہی ہے اور جلب اخلاص ذریعہ اور نفاق کا تریاق، تعلق بالمصلح دیکھکر اور سمجھکر حضرت والا کی محبت کیطرف حاضراً و غائباً اپنی توجہ مرکوز کرکے اسکے اسباب کے اختیار کرنیکی توفیق ہو رہی ہے۔ ارشاد: الحمد للہ علی ذلک۔

ال: حضور ہم بالکل تباہی کے کنارے پر کھڑے تھے ورطہ ہلاکت میں پڑے جان دیدینا چاہتے تھے نفس و شیطان کے چکر میں پھنس کر ہم صم بکم عمی ہو رہے تھے ہم حضور کا کس زبان سے شکریہ ادا کریں کہ حضور والا نے احسان عظیم سے ہمکو نوازا اور اس خطرناک گڑھے سے ہمکو نکالا اور صراط مستقیم پر لا کھڑا کر دیا۔ ارشاد: اور اللہ تعالیٰ کا تم دونوں پر احسان ہے۔

ال: حضرت والا بعض خانگی حالات و معاملات کا ایسا اثر پڑا کہ سخت قلبی و دماغی پریشانی میں مبتلا ہوگیا ایک زبردست انقباض طاری ہو کر حوصلہ شکن اور ہمت شکن اوہام و وساوس اور حسرت و یاس میں گرفتار ہوگیا کسی کسی وقت گریہ طاری ہو جاتا ہے چیخ نکل جاتی ہے وعظ و نصیحت یا کسیکو کہنے سننے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی کسی کی فرمائش ایسی معلوم ہوتی ہے کہ کاٹنے کھاتا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا حالت ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک حساس کٹہری میں مبتلا ہوں۔ ایک ذلیل نکما اور بیکار انسان ہوں کسی سے ملنے جلنے کی بھی طبیعت نہیں چاہتی۔ حضرت والا جیسے ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان اور مربی کے ظل عاطفت میں محض اسی کی برکت ہے کہ سنبھلے رہنے کی قوت باقی ہے۔ ارشاد: یہ تو نہایت اچھی حالت ہے۔ ترک تعلق کو ثمرہ ٹھیرایا ہے مشائخ نے۔ یہ نہایت لذیذ پریشانی ہے سب اہل اللہ کو ہوتی ہے۔

(رجسٹر ۹)

اور اسکا ثواب انکو حق تعالے کے پاس ملیگا اسلئے کہ انسان اپنی کتاب کے منقح اور مہذب کرنے میں جسقدر بھی چاہے مبالغہ کرے پھر بھی غلطی اور تحریف سے بہت کم کوئی بچتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو متاخرین متقدمین پر استدراک نہ کرسکتے اور کتابوں کی شروح نہ کیجاتیں اور شروح پر حواشی نہ لکھے جاتے یہ سب کچھ اسی لئے کیا جاتا ہے کہ مصنف ہر مسئلہ کو مع اسکے تمام لوازم اور تمام ان اشکالات کے جو اسکے منطوق ومفہوم پر وارد ہوسکتے ہیں ذہن میں حاضر کرنے سے عاجز ہے۔ لیکن کسی کو یہ نہ چاہیئے کہ جب تک میں بقید حیات ہوں بدون مجھ سے مراجعت (ومشورہ) کئے میری کتاب میں کوئی اصلاح کردے (بلکہ اس کو اول مجھ سے مراجعت کرنا چاہیئے) تاکہ میں اس عبارت کی مراد کو اول خود واضح کردوں کیونکہ صاحب کلام اپنی مراد کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کہ میری اکثر تالیفات جو حدیث کے سوا کسی اور فن میں ہیں وہ کتابوں سے جمع کی ہوئی نہیں ہیں بلکہ ان میں اکثر حصہ آفتاب شریعت مطہرہ کی شعاعوں سے اقتباس کیا گیا ہے یا اہل طریق کے کلام سے استنباط کیا گیا ہے، اور جہاں کہیں میں نے کسی کا کلام نقل بھی کیا ہے تو وہ اپنے استنباط اور فہم کی تائید وتقویت کے لئے ذکر کیا ہے اور جو مصنف نور شریعت کی شعاعوں سے اولاً اقتباس واستنباط کرتا ہے اسکا کلام مجتہدین کے کلام کے مشابہ ہوگا اگرچہ مرتبہ میں تفاوت ضرور ہوگا۔ ایسے شخص کے کلام کو ابھی یقیناً ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی اسپر گرفت کرے یعنی کہیں اسمیں قید یا شرط زیادہ کردے کہیں مراد کو واضح کردے بخلاف ان مصنفین کے جنکی تصنیفات علمائے سلف کے کلام کا مجموعہ ہوتی ہیں کہ انکو کسی گرفت کرنے والے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ علما کے منقول کلام کو متاخرین متقدمین سے دست بدست لیتے چلے آئے ہیں اور اسکو صاف وشستہ کرچکے اسپر زیادتی بھی ہوچکی پس اب جو بعد میں کوئی آتا ہے وہ منقح اور مہذب عبارتیں پاتا ہے (جن میں گرفت کی ضرورت باقی نہیں رہی) پس انکو اسی طرح اپنی کتاب میں لکھدیتا ہے (اور فقہاء اور مستنبطین کا یہ حال تھا کہ) حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے تو ساتھ میں یہ بھی فرمادیا کرتے کہ یہ وہ بات ہے جو عمر کی سمجھ میں آئی اگر ٹھیک ہو تو اللہ ورسولؐ کی طرف سے

اور اگر خطا ہو تو عمر کی طرف سے ہے اپنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ماسوا علماء
سلف فرمایا کرتے تھے اور میں بھی اسوقت ایسے ہی کہتا ہوں ۔

اے عزیز ! اسکے بعد تم پر یہ بات مخفی نہ رہنی چاہیئے کہ صوفیۂ کرام کا قاعدہ ہے
کہ وہ مرید سے عزائم[1] (کے اختیار کرنے) پر (اور رخصتوں کے چھوڑنے پر بغرض ترقی مرید عہد
لیا کرتے ہیں کیونکہ اکثر رخصتوں میں ترقی نہیں ہوتی البتہ اچھی نیت سے اگر انکو کیا جائے تو
ان میں بھی ثواب ہوتا ہے) پس اگر کوئی شخص اہل طریق میں سے کسی مرید سے یہ عہد لے
کہ فلاں کام (جو فی نفسہٖ مباح (ہے) مت کرنا اس پر اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرنا
چاہیئے اور یہ نہ کہنا چاہیئے کہ یہ شخص ایسے کام سے کیوں منع کر رہا ہے جس کو خدا نے اپنے
بندوں کے لئے جائز کیا ہے (بات یہ ہے) کہ تم اور میدان میں ہو اور یہ قوم دوسرے میدان
میں ہے ۔ اہل طریق کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص رخصتوں ہی کا عادی ہو وہ
اسکے طریق میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ راستہ محنت ، مشقت اور عزائم کے اختیار
کرنے کا ہے ۔ اور مباح کو تو حق تعالےٰ شانہٗ نے صرف اسلئے مشروع فرمایا ہے تاکہ
ضعفاء تکالیف کی مشقت سے آرام حاصل کرلیں ۔ پس جس شخص کو کسی قسم کی مشقت نہ ہو
اسکو چاہیئے کہ مباح کی جگہ کوئی واجب یا مستحب کام اپنے ذمہ مقرر کرلے ۔

علیٰ ہذا اہل طریق کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ مرید کو بھول چوک کا وطیرہ اختیار کرنے
پر سزا دیتے ہیں اگرچہ نسیان وخطا کا گناہ اس امت سے اٹھا دیا گیا ہے (مگر اہل طریق
کہتے ہیں کہ ہمارے طریق میں نسیان وخطا نادر چیز ہے (اس راستہ میں چلنے والے کو
نسیان نہ ہونا چاہیئے) کیونکہ وہ راستہ بیداری اور حضور قلب اور درگاہ حق سبحانہ تعالےٰ

---

[1] احکام شرع دو قسم پر ہیں عزیمت و رخصت ۔ عزیمت اصلی حکم کو کہتے ہیں جو افضل ہوتا ہے اور رخصت
وہ آسان حکم ہے جس کو شارع نے بلحاظ عذر کے جائز رکھا ہے مثلاً عزیمت سفر میں جبکہ باشقت نہ ہو
روزہ رکھنا ہے اور افطار بھی جائز ہے یہ رخصت ہے ۔ اور مثلاً عزیمت یہ ہے کہ انسان اکثر اوقات
ذکر اللہ میں رہے ۔ اور آرام کرنا بھی وقت فرائض کے علاوہ جائز ہے یہ رخصت ہے ۱۲ مترجم

کی طرف (اچھی طرح) متوجہ ہونے کا ہے اور یہ قبول چوک مرید سے اکثر اسی وقت صادر ہوتی ہے جبکہ وہ پہلے احکام خداوندی کے ساتھ کچھ سستی برتتے جیسا کہ ہم نے عہود محمدیہ (کے دیباچہ) میں اسکو ذکر کیا ہے۔ جب بعض حاسدین نے ان عہود میں (خرافات کی) آمیزش کر دی تو میں نے ایک کتاب عہود کی احادیث نبویہ سے مضبوط کر کے تالیف کی تاکہ حاسدین اس میں آمیزش کرنے سے باز رہیں (اسی کا نام عہود محمدیہ ہے) کیونکہ میں جانتا ہوں کہ حاسد میری طرف سے غافل نہ رہے گا لیکن جب وہ میرے اکثر کلام کو حدیث نبوی کے ساتھ مضبوط و مستحکم دیکھے گا تو اسکا حیلہ کمزور ہو جائے گا (کیونکہ اسکے بعد بھی اگر اس نے خلاف شرع کوئی آمیزش کی تو) لوگ خود سمجھ لیں گے کہ مولف جیسی باتیں کیونکر کر سکتا ہے کہ اسکے بنائے ہوئے کلام کی تردید اسی کی بیان کردہ احادیث کر رہی ہیں کیونکہ مولف تو اسی واسطے حدیثیں بیان کیا کرتا ہے تاکہ اسکے کلام کی تائید کریں ان باتوں کو خوب سمجھ لو۔ اور میں نے اس کتاب کا نام "البحر المورود فی المواثیق والعهود" رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اسکو اپنی ذاتِ پاک کے لئے خالص فرمائیں اور اسکے مولف اور کاتب (ومترجم) اور دیکھنے والے کو اس سے منتفع فرمائیں بے شک وہی دعا کے سننے والے قبول فرمانے والے ہیں اب ہمیں مقصود کتاب کو شروع کرنا چاہئے پس اللہ کی توفیق کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ:۔

(عہد ۱: اپنے آپ کو ہر مسلمان سے کم سمجھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) (اور ہم فضل خداوندی سے اسکے پورا ہونے کی امید کرتے ہیں) کہ ہم اپنے پاس بیٹھنے والے ہر مسلمان سے اپنے آپکو کم سمجھیں اگرچہ وہ مسلمان بدحالی میں کیسا ہی انتہا کو پہونچ گیا ہو مگر ہم اپنے نفس کو اس سے کم ہی سمجھیں۔ تمام سلف صالحین کا یہی مذاق تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جیسے وہب بن منبہؒ اور (خلیفہ راشد) عمر بن عبدالعزیزؒ اور حسن بصریؒ اور سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ و عمر بن بجید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وہب بن منبہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمہما اللہ تعالیٰ تو یہ فرمایا

کرتے تھے کہ بندہ اسوقت تک متواضع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر لوٹنے تک کسیکو اپنے سے کم نہ سمجھے۔ اور عمرو بن مجید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندے کیطرف عبدیت کا کوئی درجہ اسوقت تک منسوب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی تمام طاعات کو ریا اور تمام حالات وکیفیات کو جھوٹے دعوے نہ سمجھے۔ اور میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ تکبر اور رعونت والوں میں سے جو کوئی اس بات میں شک کرے کہ اسکا نفس اسکے پاس بیٹھنے والے سے کمتر ہے اسکو چاہیئے کہ اپنی تمام ان لغزشوں اور گناہوں کو جو اتنی عمر میں اس سے سرزد ہوئی ہیں اپنے نفس کے سامنے پیش کرے پھر انکا ان نقائص سے مقابلہ کرے جو اسکے پاس بیٹھنے والے کے اندر اسکے علم میں ہیں تو غالب یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو پاس بیٹھنے والے کے نقائص معلومہ سے یقیناً زیادہ پائے گا کیونکہ اکثر یہی قاعدہ ہے کہ انسان اپنے نفس کے نقائص کو دوسرے کے نقائص سے زیادہ جانتا ہے۔ اور جو شخص گناہوں میں اپنے ہمنشیں سے بڑھا ہوا ہو وہ مرتبہ میں بھی اس سے (یقیناً) کمتر ہوگا۔ پس اب کیا حق ہے کہ اپنے آپ کو اس سے افضل سمجھے۔ اور بعض لوگوں کو جب دوسروں کے گناہوں کا پوری طرح علم نہیں ہوتا تو یہ خیال کر لیا کرتے ہیں کہ اسکے بھی گناہ بہت ہونگے اگرچہ میں نہیں جانتا اور کسی شخص کو یہ جائز نہیں کہ صرف گمان اور تخمین سے اپنے پاس بیٹھنے والے کے لئے کثرت معاصی میں اپنے نفس پر قیاس کرے اور (دل دل میں) یوں کہے کہ ایسے شخص سے یہ بات بعید ہے کہ خدا نے اسکو ان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھا ہوگا جو مجھسے سرزد ہوئے ہیں) اسلئے کہ یہ بدگمانی ہے (اور بدگمانی جائز نہیں)۔ اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ کسی کو دوسرے کے عیوب اپنے عیوب سے زیادہ معلوم ہیں تب بھی اسکو لائق یہی ہے کہ دوسرے کے عیبوں میں نظر کرنا چھوڑ دے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے خوف خدا میں مشغول ہو اگرچہ وہ دوسروں کے گناہوں سے شمار میں کم ہی ہوں کیونکہ ہر مکلف کیلئے اپنے گناہوں کی وجہ سے اہتمام کے ساتھ خوف خدا کو دل میں جگہ دینا دوسرے کے گناہوں کو شمار کرنے کی فکر میں پڑنے سے زیادہ بہتر ہے، خصوصاً جبکہ یہ بھی خبر نہیں

کہ حق تعالیٰ شانہ کس بات پر مواخذہ کریں گے اور کس گناہ سے چشم پوشی فرمائیں گے ممکن ہے کہ خدا اسکو معاف کر دے اور تم سے مواخذہ فرمائے (اور اس سے بھی ترقی کر کے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ فرض کرلو تمھارے اندر بہت سی خوبیاں ہیں اور کوئی بھی عیب نہیں اور دوسرے شخص میں کوئی بھی خوبی نہیں اور تمام عیوب موجود ہیں جب بھی تم اپنے کو اس سے افضل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ قاعدۂ شریعت ہے الاعمال بالخواتیم کہ اعمال کا اعتبار خاتمہ سے ہوتا ہے تمھیں کیا معلوم کہ تمھارا خاتمہ انھیں اعمال پر ہوگا یا تقدیر میں کچھ اور لکھا ہوا ہے اور کیا عجب ہے کہ جس شخص میں اسوقت سرتا پا گناہ ہی گناہ ہیں۔ اس کا خاتمہ اچھا ہو جائے اور وہ تم سے مرتبہ میں اللہ کے نزدیک اعلیٰ ہو جائے۔ پس کبھی اپنے آپ کو دوسروں سے زیادہ نہ سمجھنا چاہیئے اور یہ خیال کرلینا چاہیئے کہ جس خدا نے دوسرے کو نیک اعمال کی توفیق نہیں دی وہ اس پر قادر ہے کہ تم سے نیک اعمال کی توفیق سلب کر کے اسکو دیدے بڑائی اور عظمت حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات پاک کے لئے زیبا ہے بندہ کو عاجزی اور خاکساری ہی میں نجات ہے۔ تواضع اصل عبادت ہے کیونکہ عبادت غایت ذلت کو کہتے ہیں) اسکو خوب جان لو۔

پھر اے عزیز! تم پر یہ بات چھپی نہ رہنی چاہیئے کہ یہ عہد اس کتاب کے تمام عہود پر عمل کرنے کے لئے دہلیز ہے پس جو کوئی اس دہلیز سے داخل نہ ہوگا وہ اس کتاب کے عہود کے ساتھ خوگر ہونے کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا اس لئے کہ جو شخص اپنے نفس کو لوگوں سے زیادہ یا انکے برابر سمجھے گا وہ انکی مدد (اور فیض باطنی) سے محروم رہے گا اس لئے کہ فیضان باطنی پانی کے مانند ہے اور پانی نیچے کی جانب پست مقامات ہی میں چلا کرتا ہے بلند مقامات کی طرف نہیں چڑھا کرتا اور برابر جگہ میں پانی ٹھیرا رہا کرتا ہے۔ پس اگر آپ کو کسی کے برابر بھی سمجھو گے تو اسکا فیض ٹھہرا رہے گا تم تک نہ پہونچ سکے گا اسلئے متکبر کو کسی سے بھی فیض نہیں پہونچ سکتا اور اس مرتبہ والا یعنی صاحب تواضع ہر پاس بیٹھنے والے سے فیض لے لیتا ہے اسکی طرف فیض خود بخود بہہ کر چلا آتا دوسرا چاہے یا نہ چاہے پس اسکے مشائخ کا کوئی شمار نہیں کیا جا سکتا۔ سیدی شیخ عبدالعزیز الدیرینی رحمہ اللہ سے کسی نے

انکے مشائخ طریق کی بابت سوال کیا (کہ کسقدر ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں اپنے مشائخ کا شمار نہیں کر سکتا کیونکہ میں ہر شخص سے جس کے پاس بھی بیٹھ جاؤں فائدہ حاصل کر لیتا ہوں پھر آپنے یہ شعر پڑھا ؎

وکل شیخ نلت منہ علماً ۔۔۔ اوادبا فھو امامی حتماً

(جس کسی سے بھی مجھے علم وادب ہو حاصل ۔۔۔ ہے وہی شیخ مرا اور امام کامل)

پس اے عزیز! اپنے نفس کو ہر پاس بیٹھنے والے مسلمان سے کمتر مشاہدہ کرتا کہ اہل تواضع میں سے ہو جائے اسکے بعد حق تعالیٰ شانہ تجھکو تیرے ہمسروں پر بلندی عطا فرما دیں گے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے من تواضع للہ رفعہ اللہ کہ جو کوئی (خالصًا) للہ تواضع کرے خدا تعالیٰ اسکو بلند فرمائیں گے۔ پس اگر اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے بڑا سمجھے گا انکا ماتحت ہو جائیگا اور اگر دل سے توان کو اپنے سے بڑا سمجھیگا توان سے بلند ہو جائیگا (مگر اس نیت سے تواضع اختیار کرنا کہ میں تواضع کے بعد دوسروں سے بلند ہو جاؤں گا تکبر ہی میں داخل ہے۔ بلندی تواضع سے اسی شخص کو نصیب ہوتی ہے جو بلندی سے بھاگتا ہو اور دل سے اپنے آپکو کسی قابل نہ سمجھتا ہو تواضع خدا کے لئے خالص اسی طرح ہو سکتی ہے ورنہ بہ نیت رفعت تواضع کرنا تو حظ نفس کے لئے ہے)

حق تعالیٰ شانہ نے اس واسطے ہمکو اپنا بندہ نہیں بنایا کہ ہم اپنے آپکو کسی مخلوق سے افضل سمجھا کریں۔ البتہ بجہت شکر (اگر اپنا کوئی مرتبہ یا مقام جو حق تعالےٰ نے عطا فرمایا ہے ظاہر کردیا جائے تو اسکا) مضائقہ نہیں (چنانچہ بعض عارفین سے جو بعض شطحیات و دعاوی منقول ہیں وہ یا تو کسی خاص حالت میں ان سے صادر ہوئی ہیں یا کبھی نعمت الہٰی کے اظہار کے لئے انھوں نے ایسا کیا ہے جس کا امر آیۃ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ میں آیا ہے اترانے اور عجب کرنے کے طور پر اپنے کو کچھ سمجھنا کبھی جائز نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے اس سے ہم کو بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ارشاد فرمایا ہے کہ لا یدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر یعنی علیٰ اخیہ المسلم۔ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا (یعنی مسلمان بھائی کے مقابلہ میں)

وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ ذُلّی عطّل ذُلّ الیہود میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بھی بیکار کر دیا ہے (مطلب کہ میری ذلت کے سامنے یہود کی ذلت کی بھی کچھ حقیقت نہیں میں ان سے بھی زیادہ ذلیل ہوں) اس لئے کہ ہر ذلیل کی ذلت موافق اسکی معرفت کے ہوتی ہے یعنی جس قدر اسکو دوسرے کی عظمت و جلال کی معرفت ہوگی اسی قدر وہ اپنے آپ کو اسکے سامنے ذلیل سمجھیگا اور اہیں کچھ شک نہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو عظمت و جلال خداوندی کی معرفت اس قدر تھی کہ یہود کو ہرگز نہ تھی (پس حضرت شبلی رحمۃ اللہ اپنے آپ کو عظمت و جلال خداوندی کے مشاہدہ کے بعد بالکل ہیچ اور نیست و نابود سمجھتے تھے اور یہود باجود مخلوق کی آنکھوں میں ذلیل ہونے کے اپنے دل میں اپنے آپ کو اب بھی بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ سو واقعی) حق تعالیٰ شانہٗ کے سامنے شبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو اسقدر ذلیل سمجھتے تھے کہ یہود اس قدر نہ سمجھتے تھے تو انکی ذلت یہود کی ذلت سے بہت ہی بڑی ہوئی (کیونکہ یہود کو صرف دوسرے لوگ ذلیل سمجھتے ہیں اور وہ خود اپنے کو ذلیل نہیں مانتے اور حضرت شیخ خود اپنی نگاہ میں بہت ذلیل تھے اگرچہ مخلوق انکی عظمت کرتی تھی) خوب سمجھ جاؤ۔ اور جو شخص مقامِ تواضع میں ہوتا ہے وہ ہر مسلمان کے لئے جو اسکے پاس آتا ہے (تعظیماً) کھڑا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسکو اپنے سے افضل جانتا ہے اور اس کے سوا اس کے وجدان میں کچھ نہیں آتا۔ پھر جب حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و احسان سے اس کو (مقام تواضع میں) کمال (اور رسوخ) عطا فرما دیتے ہیں تو پھر وہ حسب قاعدۂ شریعت فاسق کے لئے کھڑا ہونا چھوڑ دیتا ہے تاکہ اسکو زجر (و تنبیہ) ہو جائے اور شریعتِ مطہرہ کا ادب بھی قائم رہے کیونکہ قیام صرف علماء صالحین کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے مشروع ہوا ہے، اور جو شخص علانیہ فسق کرتا ہے وہ اس سے خارج ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیں اس شخص کے لئے کھڑے ہونے کی اجازت نہیں دی جس کے لئے کوئی بھی فضیلت ظاہر نہیں ہوئی (یعنی ایسے شخص کے لئے بہ نیت تعظیم کھڑا ہونا جائز نہیں اگر کسی مصلحت سے مثلاً تالیف یا بامید اصلاح یا دفع مضرت کے لئے کھڑا ہو جائے

تو وہ جائز ہوگا) اور کامل کا نام (اصطلاح اہل طریق میں) عدل ہوتا ہے (کیونکہ وہ اعتدال کی پوری رعایت کرتا ہے) اور کنیت ابوالعیون ہوتی ہے (جس کے معنی ہیں بہت سی آنکھوں والا) کیونکہ ہر چیز کے لئے اس میں ایک خاص آنکھ ہوتی ہے کہ اسکو اسی سے دیکھتا ہے مثلاً تواضع خالصاً للہ کی وجہ سے تو وہ اپنے آپ کو ہمیشہ ہر ہمنشین کے مقابلہ میں بنظر حقارت دیکھتا ہے اور ان انعامات و افضال خداوندی پر نظر کر کے جو اس پر فائز ہیں حد شرعی میں رہکر وہ کبھی اپنے آپ کو ہر پاس بیٹھنے والے سے بڑھکر دیکھتا ہے[عہ]۔ سیدی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ مقام شکر میں اسوقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ بادشاہوں کی نعمت و دولت کو اپنی نعمت سے کمتر نہ سمجھے کسی نے عرض کیا کہ یہ خیال کیونکر (صحیح) ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خود بادشاہ بھی تو منجملہ ان نعمتوں کے ہیں جو اسکو حق تعالےٰ نے عطا فرمائی ہیں۔

عہ۔ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نے اپنے ایک واعظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ کامل کی تواضع کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی چمار کو ایک بڑا قیمتی یاقوت عطا کردے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے کو تو چمار ہی سمجھے گا مگر یاقوت کو قیمتی جانے گا نہ اپنے چمار ہونے سے یاقوت کو کم قیمت خیال کرسکتا ہے نہ اپنے پاس یاقوت آجانے سے اپنی حیثیت کو بھول سکتا ہے اسیطرح کاملین اپنے آپکو تمام مخلوق سے بدتر سمجھتے ہیں مگر جو انعامات الٰہی ان کے اوپر ہوتے ہیں انکی پوری قدر کرتے ہیں نہ اپنی ذات کی وجہ سے ان انعامات کو حقیر سمجھتے ہیں نہ انعامات الٰہی کی وجہ سے اپنی وقعت کچھ زیادہ سمجھتے ہیں۔ بس یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم تو چمار ہی تھے بلکہ اس سے بھی بدتر مگر خدا کا احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہم جیسے نالائقوں کو یہ بیش بہا یاقوت عطا فرمایا۔ پس اس طرح سے تواضع اور شکر دونوں کا حق ادا ہوجاتا اسی لئے کامل جامع اضداد ہوتا ہے کہ جو باتیں آپس میں جمع نہ ہوسکیں انکو بھی پوری طرح جمع کردیتا ہے۔ چنانچہ تواضع اور شکر دونوں کا جمع ہونا بظاہر دشوار معلوم ہوتا ہے مگر اس مثال سے واضح ہوگیا کہ وہ دونوں کا حق ادا کرتے ہیں، تو جس وقت کامل کی زبان سے اپنی نسبت کوئی تعریف کا کلمہ نکلتا ہے تو وہ تعریف اپنی ذات کی نہیں ہوتی بلکہ اس نعمت کی تعریف ہوتی ہے جو اسکو عطا ہوئی ہے اپنے کو تو وہ چمار سے بھی بدتر جانتا ہے۔ ۱۲ مترجم

(الفاظ مترجم کے ہیں مضمون مولانا سے سنا ہوا ہے)

اول یہ کہ اسکی اس بات میں تصدیق نکرو کیونکہ وہ نمام ہے اور اہل اسلام کے نزدیک مردود الشہادۃ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ٥ فاسق خبر لائے تو اسکی تحقیق کر لیا کرو اور اس معاملہ میں جلدی مت کیا کرو تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بوجہ ناواقفیت کے کسی قوم کیساتھ کوئی معاملہ کر گذرو اور پھر بعد میں اپنے کئے پر تمھیں پچھتانا پڑے۔ دوسرے یہ کہ اسکو آئندہ کے لئے اس بات سے منع کرو اسلئے کہ نہی عن المنکر واجب ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی تم بہترین امت ہو، دنیا میں بھیجے ہی اسلئے گئے ہو کہ لوگوں کو اچھی بات بتاؤ اور انکو بری باتوں سے روکو۔ تیسرے یہ کہ اس سے بغض فی اللہ رکھو اس لئے کہ وہ معصیت والا ہے اور عاصی سے بغض رکھنا واجب ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے بغض ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اپنے اُس غائب بھائی سے بدگمان نہونا اسلئے کہ کسی مسلمان کے ساتھ بدگمانی رکھنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان بعض الظن اثم کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس معاملہ کا تجسس بھی نکرو اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ولا تجسسوا یعنی تجسس بھی نکرو۔ اور چھٹی بات یہ ہے کہ جب تم نمام سے اسکی اس حرکت کو ناپسند کرتے ہو تو خبردار خود اسکے قریب بھی نہ جانا مطلب یہ کہ تم اب کسی دوسرے سے اس بات کا تذکرہ نہ کرنا جسکو اس نمام نے تم سے کہا ہے ـــ اللہ تعالیٰ ہی امور خیر کی توفیق دینے والے ہیں۔

انیسواں باب

(حسد کی قباحت کا بیان)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کینہ اور حسد یہ دونوں نیکیوں کو اس طرح کھا لیتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن معاویہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے چھٹکارا شاید ہی کوئی انسان پاتا ہو۔ ایک تو بدگمانی۔ دوسرے حسد۔ اور تیسرے بدفالی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر ان سے نجات کی کیا صورت ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی سے حسد ہو جائے تو اس سے حد سے تجاوز نکرو۔ اور جب کسی سے کسی معاملے میں بدگمانی ہو تو بس اسکو ظن ہی کی حد تک رکھو اُس بات کا دل سے یقین نکرو۔ اور جب کسی معاملہ میں بدفالی کی طرف ذہن جائے تو اس کام کو کرگذرو اس فال کی وجہ سے اس کام کو ترک مت کرو۔ چنانچہ مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ اذا حسدت فلا تبغ یہ ہے کہ جب تمھارے دل میں کسی سے حسد کا خیال آجائے تو اسکو بس خیال ہی کی حد پر رکھو اسکو کسی پر ظاہر مت کرو اور اسکی کوئی برائی مت کرو (تو یہ مضر نہیں) اسلئے کہ اللہ تعالیٰ تم سے قلبی خیال اور وسوسہ پر مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ جب تک اسکو زبان پر نہ لے آؤ گے یا اسکے مقتضیٰ پر عمل نہ کر لو گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ اذا ظننت فلا تحقق اسکا مطلب یہ ہے کہ جب کسی مسلم سے تمھیں بدگمانی ہو جائے تو جب تک اس سے کوئی معاملہ اسکے مطابق نہ دیکھ لو اس پر یقین نکرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اذا تطیرت فامض اسکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً جب تم کہیں جانے کے لئے گھر سے نکلے اور اسی وقت اُلّو کی آواز سن لی یا کوّا بول اٹھا یا بدن کا کوئی عضو پھڑکا تو اس کام کو کرگذرو۔ ان وجوہ سے اسکو چھوڑو نہیں۔ (تو بس یہ خیال مضر نہیں)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ فال نیک کو پسند فرماتے تھے اور فال بد کو برا جانتے تھے۔ اور فرمایا کہ یہ بدفالی لینا زمانۂ جاہلیت کا ایک فعل ہے یا جاہلیت کی چیز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفار نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھیوں کے ساتھ فال بد

لیتے ہیں۔ دوسری آیت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم تم سے فال بد لیتے ہیں یعنی ہماری یہ بدحالی تمھاری وجہ سے ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی پرندکی آواز اُلو یا کوّے وغیرہ کی سنو تو کہہ لیا کرو کہ اے اللہ! فال نیک ہو یا بد) آپ ہی کی جانب سے ہوتی ہے آپ کے سوا کسی میں سعد و نحس پیدا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور اے خدا! خیر اور بھلائی تو بس آپ ہی کی جانب سے ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور برائی سے بچنے کی قوت یا نیکی کے کرنے کی طاقت بس آپ ہی کی جانب سے ہے یہ کہکر بس اپنے کام میں لگ جائے (اور اس جانور کے بولنے کی جانب قطعی التفات نہ کرے) تو انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسکی وجہ سے تمھارا کچھ ضرر اور نقصان نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہم نہ بغض رکھو نہ حسد کرو اور نہ خرید و فروخت میں باہم دھوکا دھڑی کا معاملہ کرو بس سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہوکر بھائی بھائی بنکر رہو۔

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے سے یہ فرمایا کہ اے بیٹے! خود کو حسد سے بچاؤ اسلئے کہ اسکا ضرر دشمن سے پہلے تم پر پڑتا ہے

حضرت ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی برائی حسد سے بڑھکر نہیں اسلئے کہ اسکی وجہ سے خود حاسد کو پانچ ضرر پہونچتے ہیں قبل اسکے کہ محسود کو کوئی ضرر پہونچے۔ ایک غم کبھی نہ ختم ہونے والا غم۔ دوسرے ایسی مصیبت جس پر کچھ اجر بھی نہیں ملتا۔ تیسرے ایسی برائی جس پر کوئی بھی اسکی تعریف نہ کرے۔ چوتھے اللہ تعالیٰ کی اس سے ناراضگی پانچویں اس پر توفیق خیر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے یہ دشمن بھی ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون سے دشمن ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ حسد کرنے والے جو لوگوں سے حسد کرتے ہیں ان چیزوں پر جنھیں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں قراء (علماء) کی شہادت تمام مخلوق کے حق میں جائز رکھتا ہوں مگر کوئی عالم کسی عالم کے متعلق شہادت دے تو میں اسے جائز نہیں رکھتا اسلئے کہ میں نے ان لوگوں میں حسد دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ اکثر علماء باہم ایک دوسرے کے حاسد ہوتے ہیں۔ اور اس جماعت میں حسد زیادہ پایا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ چھ جماعتیں چھ باتوں کی وجہ سے قیامت کے دن بلا حساب دوزخ میں جائینگی عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد کے امراء و سلاطین اپنے ظلم کے سبب سے۔ اور اہل عرب اپنی عصبیت کے ناطے۔ اور یہ گنوار اور دہقانی لوگ اپنے کبر کی وجہ سے۔ اور تاجر لوگ اپنی خیانت کے سبب۔ اور دیہاتی اور گاؤں کے رہنے والے اپنی جہالت کیوجہ سے۔ اور اہل علم باہم حسد کی وجہ سے مطلب دنیادار علماء بعض بعض سے حسد کیا کرتے ہیں۔

(مولف فرماتے ہیں کہ) پس عالم کو چاہیئے کہ علم کو اپنی آخرت درست کرنے کے لئے حاصل کرے کیونکہ جب وہ آخرت کا لحاظ کر کے علم حاصل کرے گا تو کسی سے حسد نہ کرے گا اور نہ اس سے کوئی حسد کرے گا اور جب طلب دنیا کے لئے علم سیکھے تو اسکے اندر حسد کا مادّہ ضرور ہوگا جیساکہ اللہ تعالےٰ نے علماء یہود کے متعلق فرمایا ہے اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی کیا یہ لوگ حسد کرتے ہیں اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن لوگوں کو (مسلمانوں کو) دیا ہے۔ مطلب یہ کہ یہود حسد کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ پر۔ چنانچہ کہتے تھے کہ اگر یہ رسول ہوتے تو وہ رسالت انھیں بہت سے نکاح کرنے میں مانع ہوتی اسپر اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی اَمْ يَحْسُدُوْنَ الخ اور مِنْ فَضْلِهٖ سے مراد نبوۃ اور کثرت نساء ہے۔

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ حسد سے بچو کیونکہ یہی سب سے پہلا گناہ ہے۔

ذریعہ آسمان میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی اور یہی پہلا گناہ ہے جو زمین پر ہوا۔ انکی مراد آسمان پر پہلے گناہ سے ابلیس کا حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا تھا کہ اسکا منشا حسد ہوا تھا کیونکہ اس نے یہی کہا کہ وہ مجھ سے کمتر ہے آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی، اس طرح حسد کر کے اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد بنا۔

اور زمین کے پہلے گناہ سے مراد قابیل ابن آدم کا اپنے بھائی ہابیل کو قتل کرنا تھا کہ وہ وہ بھی حسد کی وجہ سے تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا واقعہ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے کہ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کو آدم کے دونوں بیٹوں کا واقعہ سنائیے حق کے ساتھ۔ جبکہ دونوں نے ایک ایک چیز سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا چاہا تھا پس ایک کی قربانی قبول ہوگئی (یعنی آگ آسمان سے آئی اور اسکو کھا گئی) اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی (وہ ویسی کی ویسی دھری رہ گئی اس لئے اسکو حسد ہوا اور اس نے کہا کہ میں تجھیں قتل کرونگا۔ ہابیل نے اسکا یہ جواب دیا کہ اس عدم قبولیت میں میرا کیا قصور۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کی قربانی قبول فرماتے ہیں۔

حضرت احنف بن قیس سے مروی ہے کہ حسد کرنے والوں کے لئے راحت نہیں اور بخیل شخص کے لئے عہد کا پورا کرنا مشکل ہے۔ ملول اور ذرا سی بات پر خفا ہو جانے والے کا کوئی دوست نہیں ہوتا اور جھوٹے شخص کے اندر کوئی مروت نہیں ہوتی اور خائن کے لئے کوئی ٹھوس رائے نہیں ہوتی اور بدخلق انسان کو سرداری نہیں ملا کرتی۔

بعض حکماء نے کہا ہے کہ میں نے کوئی ظالم جو مظلوم کے مشابہ ہو حاسد سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا (مطلب یہ کہ حسد کرنے والا ہوتا تو ہے ظالم لیکن چونکہ حسد کی آگ پہلے خود اسی پر پڑتی ہے اسلئے وہ مشابہ مظلوم کے بھی ہوگیا)

حضرت محمد بن سیرینؒ نے فرمایا کہ میں نے دنیا کے سلسلے میں کسی شخص پر

حسد نہیں کیا اسلئے کہ اگر وہ جنتی ہے تو کسی جنتی سے حسد کرنا کب لائق ہے اور اگر دوزخی ہے تو کسی دوزخی سے بھلا کیا حسد کیا جائے؟

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم اپنے بھائی پر حسد نکر، اسلئے کہ اسے جو کچھ حاصل ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اسکا اکرام کرتے ہوئے دیا تو خدا جسکا اکرام کرے بندہ اس سے کیوں حسد کرے۔ اور اگر اکراماً نہیں دیا ہے بلکہ استدراجاً دیا ہے تو جس شخص کا انجام جہنم ہو اس پر حسد کرنا کب زیب دیتا ہے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ تین شخص ایسے ہیں کہ جنکی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ایک حرام کھانے والا، دوسرے بکثرت غیبت کرنے والا، تیسرے جس کے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ یا حسد ہو۔

حضرت ابن شہاب، سالمؒ اور وہ اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو شخصوں ہی پر حسد (یعنی غبطہ) کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو وہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم یا حفظ عطا فرمایا ہو اور اسکی تلاوت رات و دن کی گھڑیوں میں کیا کرتا ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ اسکو شب و روز مصارف خیر میں صرف کرتا ہو۔

ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ کہ دوسرا شخص بھی کوشش کرے کہ قیام لیل اور صدقہ کے باب میں اس جیسا ہو جائے تو یہ حسد محمود ہے (درحقیقت یہ غبطہ ہے لیکن اگر یہ حسد بایں معنی ہو کہ اس سے اس نعمت کا زوال چاہے تو یہ حسد مذموم ہے۔ یہی حکم ہر شئے کا ہے کہ مثلاً کسی انسان نے کسی کے پاس مال یا اور کوئی شئے دیکھی جو اسکو اچھی معلوم ہوئی تو یہ تمنا کی کہ یہ اس سے زائل ہو کر اسے ملجائے تو یہ برا ہے اور اگر یہ تمنا کی کہ اس جیسا مال یا وہ شئے کاش میرے پاس بھی ہوتی تو مذموم نہیں۔ یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے کہ مت تمنا کرو اس چیز کی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اسکے فضل کا سوال کرو (پہلی آیت سے حسد کی مذمت اور دوسری سے غبطہ کا جواز معلوم ہوتا ہے)

پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنے نفس کو حسد سے بچائے اسلئے کہ حسد اللہ کے حکم اور قضا رکے بالکل ضد کا نام ہے اور جو شخص حاسد نہ ہو بلکہ ناصح ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضاء اور تقسیم پر راضی رہتا ہے ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الدین النصیحۃ بیشک دین خیرخواہی کا نام ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ خدا کی تقسیم پر راضی اور تمام بھائی مسلم کا خیرخواہ ہو اور حاسد نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے پوچھا کہ مسلم کے مسلم پر کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں ۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول وہ کیا کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم سے اس سے ملاقات ہو تو اسکو سلام کرو اور جب وہ تم کو دعوت دے یا بلائے تو اسکی اجابت کرو اور جب تم سے کوئی نصیحت طلب کرے تو اسکو نصیحت کردو ۔ اور جب وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو اسکا جواب یرحمک اللہ سے دو ۔ اور جب وہ بیمار ہو تو اسکی عیادت کرو اور جب اسکا انتقال ہو جائے تو اسکے جنازہ میں شرکت کرو ۔

فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے تو سب پہلی تعلیم جو آپ نے مجھے عطا فرمائی وہ یہ کہ فرمایا اے انس! نماز کے لئے اپنا وضو اچھی طرح اہتمام سے کرو تمھارے محافظ فرشتے تم سے محبت کریں گے اور تمھاری عمر بھی زیادہ ہوگی ۔ اور اے انسؓ دیکھو جنابت کیوجہ سے غسل کر لیا کرو اور اس میں اہتمام کیا کرو کہ تمام پانی پہونچ جائے اسلئے کہ ہر ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مبالغہ کس طرح کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہر بال کی جڑ میں پانی پہونچایا کرو اور بدن کو خوب مل کر صاف کیا کرو تو تم غسل خانہ سے اس حال میں نکلو گے کہ تمھارے سب گناہ معاف ہو چکے ہوں گے اور اے انس دیکھو تم سے چاشت کی کم از کم دو رکعت نماز تو کبھی ترک نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ یہ اللہ والوں کی نماز ہے اور نفل کی رات میں بھی اور دن میں بھی کثرت کیا کرو۔

اسلئے کہ تم جب تک نماز میں ہوگے فرشتے تم پر رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اے انس جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو صرف خدا کے لئے ان کے سامنے اپنے کو کھڑا کرو۔ اور جب رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنے پر رکھو اور انگلیوں کو پھیلا لیا کرو اور اپنے بازو کو اپنے پہلو سے جدا رکھو (یعنی کھل کر رکوع کیا کرو دب سمٹکر نہیں) اور اپنے سر کو رکوع سے اٹھاؤ تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ ہر ہر عضو اپنی جگہ پہونچ جائے۔ اور جب سجدہ کرو تو خوب اچھی طرح اپنی پیشانی کو زمین جما کر رکھو اور اطمینان سے سجدہ کرو یعنی کوّے کی طرح چونچ مت مارو اور نہ اپنے ہاتھ لومڑی کی طرح زمین پر بچھاؤ۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاؤ تو کتے کی طرح نہ بیٹھو (کہ وہ اگلے دونوں پاؤں کھڑے کئے رکھتا ہے اور سرین کے بل بیٹھتا ہے بلکہ تم اپنے سرین کو دونوں قدموں کے درمیان میں رکھو اور ظاہر قدموں کو زمین سے ملادو۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کی جانب نظر نہیں فرماتے (یعنی اسکو قبول نہیں فرماتے) جس کا نہ رکوع ٹھیک سے ادا کیا جائے اور نہ سجدہ اطمینان سے ادا کیا جائے۔ اور اگر تم اس پر قادر ہو سکو کہ سارے دن اور ساری رات (جب تک تم جاگتے رہو) وضو پر رہو تو ایسا ضرور کر لو کیونکہ اس صورت میں تمھاری موت جب بھی آجائیگی تو تم سے کلمہ شہادت فوت نہ ہوگا (یعنی اسکی برکت سے تمکو آخری وقت میں کلمہ کی توفیق ہوگی اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ اور اے انس! جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ اس سے تمھارے اندر برکت ہوگی اور تمھارے گھر میں برکت ہوگی۔ اور جب گھر سے باہر نکلو تو خبردار تمھاری نظر کسی اہل قبلہ یعنی مسلمان پر نہ پڑے مگر یہ کہ تم اسکو سلام کرو تو اسکی وجہ سے ایمان کی حلاوت تمھارے قلب میں پیدا ہوگی۔ اور مکان سے باہر اگر تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہوگا تو وہ بخشدیا جائے گا۔ اور اے انس! دیکھو کوئی شب یا کوئی دن نہ گذرے کہ تمھارے قلب میں کسی مسلمان کیطرف سے کینہ ہو اسلئے کہ تمھارا سینہ شب و روز گذارنا میری سنت ہے۔ اور جو شخص میری سنت کرے گا اسکو گویا مجھ سے محبت ہے پس وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

رزق بندہ کو تلاش کرنا پڑتا ہے مگر اولاً امتحان ہوتا ہے، سو یہ وجہ نہیں کہ بدون اس علاقہ کے رزق کی سبیل نہ ہوئے گی۔ معاذ اللہ یہ خیال جہال کا ہے مگر ذریعۂ خداوندی سے اعراض کیوں کرے؟ اگر خود بخود بند ہو جائے تو اس پر بھی صبر و شکر لازم ہے۔ الحاصل بندۂ مشغول بالمولیٰ کو دلی کوٹلہ یکساں ہے وھو معکم اینما کنتم

حاشیہ: قولہ الحاصل ... یکساں ہے

خط ۱۹ کا حاصل عرض کرنے سے پہلے ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ راقم کے سامنے مکتوبات کا جو نسخہ ہے وہ حضرت مرشدی مصلح الامۃ کا ذاتی نسخہ ہے جس میں حسب معمول حضرت والا جس مقام کو پسند فرماتے یا اہم جانتے وہاں حاشیہ پر (+) اسطرح کا نشان فرمادیا کرتے تھے ارادہ تھا کہ ناظرین کی خدمت میں بھی اسکی نشان دہی کرتا چلوں گا لیکن تحریر کے وقت ذہن سے ذہول ہوگیا تاہم ابھی دو ہی مقامات گذرے تھے کہ یاد آگیا اسلئے پہلے انھیں کو پیش کرتا ہوں

پہلا مقام کتاب ہذا کے ص ۳۵ پر خط ۱۶ میں یہ عبارت ہے کہ — "اصل یہ ہے کہ شیخ مرید لیجاتا ہے اور فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لیجاوے۔ پر مفلس کو اگرچہ زکواۃ دینا درست نہیں لیکن صدقہ، نافلہ دینا جائز ہے علیٰ ہذا اصل ایمان و فرائض تو مرید سے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات ملنا عجیب نہیں" — لہٰذا اپنی کتاب میں حاشیہ پر اس مقام پر + یہ نشان بنالیں کہ خوب عبارت ہے اور نادر اصل ہے۔

دوسرا مقام کتاب ہذا کے ص ۴۶ پر خط ۱۸ میں یہ عبارت ہے — "سنو! کہ سلوک صحابہ یعنی تابعین تبع تابعین میں تحصیل احسان درایۃً بندہ کا ناچیز بے اختیار ہونا اور من کل الوجوہ محتاج ذات غنی کا اور حضور اس کردگار بے نیاز محض عاجز کا ہونا تھا۔ بندگی در بندگی، عجز در عجز، توکل در توکل، ہمت و اطاعت جان و مال بازی فی رضا المولیٰ اسکا ثمرہ تھا نہ استغراق تھا نہ فنا تھی۔ متاخرین نے دوسرا راستہ نکالا جس سے ربط حادث بالخالق کی کیفیت معلوم ہو جاوے سو بعد مجاہدات معلوم ہوا کہ سب مخلوقات اعلیٰ سے انفس تک اپنے خالق سے مربوط اور

قلب مشغول کو کوئی صارف شاغل نہیں جہاں ہوئے۔ ہاں البتہ جہاں دل کو چپیدگی ہوتی ہے وہاں کشائش طبع ہوتی ہے سو کوٹلہ کا حال نہ معلوم کہ وہاں آپ کا دل متعلق ہے یا نہیں اگر مکان صاف محلی وہاں ہو تو کیا حرج ہے۔ بالفرض اگر اہلکاران اور نواب نے نہ مانا اور تم وہاں گئے اور دل نہ لگا نقصان ہوا تو جب بھی تو ترک کے مختار ہو فقط اسنے

---

[۴۴] اور اسکے وجود سے موجود ہیں وحدۃ وجود یا وحدۃ شہود علی خلاف بینہم۔ پس اس ربط کے شہود کا نام جذب رکھا گیا اور انتہار راہ جذب اس نسبت کے انکشاف پر ہے۔ پس جذب کے معنی رجوع السالک الی حقیقۃ الحقائق و اصل الاشیاء اور اسمیں فنا، اپنا اور اپنے علم انانیۃ کا کر دینا مقرر ہوئے؟ —— اس مقام پر بھی حاشیہ میں + کا نشان بنا لیا جائے۔ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو یہ نشان لگا ہوا ملے گا۔

اب اسکے بعد خط عـ۱۹ کا حاصل عرض ہے :—

مولانا صدیق احمد صاحبؒ دہلی کے کسی مدرسہ میں غالباً جلالین شریف اور حدیث کا درس دے رہے ہیں اسی درمیان میں نواب کوٹلہ اور وہاں کے اہلکاران نے مولانا سے کوٹلہ تشریف لانے کی خواہش ظاہر کی مولانا کو اولاً کچھ تردد ہوا کہ نہ معلوم وہاں کیسا ماحول ہو، دل لگے یا نہ لگے اسس لئے حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ سے اس معاملہ میں استصواب فرمایا اس خط میں اولاً دور تک اسی کا جواب ہے وہ یہ کہ وہاں جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے تردد کی وجہ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر یہ خیال ہو کہ رزق مقدر ہے جہاں رہوگے ملیگا تو یہ صحیح ہے لیکن تم نے خود تو درخواست کی نہیں اب اگر معاش کا کوئی ذریعہ حق تعالیٰ ہی کیجانب سے پیدا ہو جائے تو از خود اسکا ترک کرنا ناشکری ہے اور اگر خود بخود بند ہو جائے تو اس پر صبر کرنا چاہیئے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ نہ معلوم مجھ سے کیا کام لیں گے تو یہ سمجھو کہ وہاں کوئی ایسا کام بھی نہیں جو تمہارے کار باطن میں حارج ہو جو شغل درس جلالین و حدیث شریف دہلی میں ہے وہی وہاں بھی ہوگا۔ رہا یہ خیال کہ دل لگے یا نہ لگے تو یہ صحیح ہے کہ جہاں سے دلبستگی ہوتی ہے وہاں ذرا طبیعت کھلی ہوتی ہے ورنہ جی کچھا کچھا سا رہتا ہے تو اگر بالفرض تم وہاں گئے اور مقام مخلی نہ ملا بلکہ لوگوں کی ہر وقت آمد و رفت یا اور کسی وجہ سے خلوت نہ مل سکی اور اسکی وجہ سے اپنے باطنی شغل میں

امر پر کہ وہاں کیا پیش آ ئے کیوں ترک کرتے ہو۔ یقین کرتا ہوں کہ کوٹلہ میں بھی مضرۃ نہ ہوگی جو شغل جلالین وحدیث دہلی میں ہے وہی وہاں بھی رہے گا فقط۔ اب اس صورت میں جواب خط سابق جسمیں سایہ وغیرہ کے سوالات تھے ترک کرتا ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ جامع مسجد سمت شمال پر مبنی نہیں بلکہ حسب قاعدۂ ریاضی درجات پر اسکی بنا ہوئی ہے اور دیگر مساجد بھی شاید اسی طرح بنی ہو دیں لہٰذا سایۂ دھوپ گھڑی مطابق نہ ہوئے۔ معہذا دھوپ گھڑی کا چنداں اعتبار نہیں سایہ کا اعتبار دائرۂ ہندیہ کا ہے۔ جامع مسجد میں دائرۂ ہندیہ لگا ہوا ہے اس سے گھڑی ملاکر درست کرلو اور پھر اس پر بنا رکھو نہ معلوم ایسے مشتبہ وقت نماز سے کیا حاصل ہے اگر

فرق پایا تو ترک ملازمت تو اپنے اختیار ہی میں ہوگی جب چاہنا چلے آنا۔ حاصل یہ کہ بندۂ مشغول بالمولیٰ کو دہلی وکوٹلہ یکساں ہے۔

دوسری بات سایہ اصلی اور دھوپ گھڑی کے متعلق سوال کیا تھا جواب فرمایا کہ جامع مسجد کی بنا رسمت شمال پر مبنی نہیں ہے اسی لئے سایہ اصلی اور دھوپ گھڑی میں فرق ہوتا ہے پھر دھوپ گھڑی کا چنداں اعتبار بھی نہیں اصل اعتبار سایہ اور دائرۂ ہندیہ کا ہے جامع مسجد میں دائرۂ ہندیہ موجود ہے اس سے گھڑی ملاو اور اسی پر عمل کرو۔

معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ اوقات نماز کا اہتمام نکرتے تھے یہاں تک کہ کوئی کوئی نماز وقت سے پہلے ہی ادا کر لیتے تھے اسکے متعلق فرمایا کہ ایسے عنادی کی جماعت کو ترک کردو اور ظاہر ہے کہ جب نماز اپنے وقت ہی پر نہ ہوئی تو اس جگہ دوسری جماعت میں کیا حرج ہے باقی ختم وقت ظہر کے بارے میں بندہ کے نزدیک مثل کا وقت (جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی ایک روایۃ اور صاحبین وائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے) زیادہ قوی ہے، اسلئے ایک مثل پر عصر کی نماز ہو جاتی ہے مگر احتیاط دوسری روایۃ میں ہے (یعنی یہ کہ عصر کی نماز بعد مثلین ہی پڑھی جائے جس طرح ظہر میں احتیاط یہ ہے کہ ختم مثل سے پہلے پہلے پڑھ لی جائے اسلئے کہ اسمیں دونوں قول کی رعایت ہے)

آپ کے نزدیک وقت مشتبہ ہے تو مت پڑھو اور ایسے عنادی کی جماعت کو ترک کردو اور جب جماعت بوقت نہیں ہوئی تو دوسری جماعت کا کیا حرج ہے۔ ہاں وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے۔ روایات حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں بناءً علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے گو احتیاط دوسری روایت میں ہے۔ فقط والسلام۔ باقی اسوقت جلدی میں نہیں لکھ سکتا۔ ایک یہ کہ ۲۲ ربیع الاول کو وقت عشاء کے تمہارے عم پیر جیو محمد علی صاحب مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ مولوی نذیر احمد خبر مرض شدید سنکر بھاگپور سے آئے تھے مگر اون کے آنے سے پہلے انتقال ہوگیا۔ مولوی خلیل احمد چونکہ ابھی گئے تھے رخصت نہ ہوئی۔ باقی سب حالات بدستور فقط مولوی عبد الحق مولوی محمد شاہ کو سلام پہونچے۔

(۲۴ ربیع اولاول ۱۳۱۱ھ)

(۲۰) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ تعالیٰ برکاتہ۔ آپ کا پہلا خط آیا جواب کی نوبت نہ آئی کہ دیوبند چلا گیا وہاں ہوکر فرصت جواب نہ ملی واپس وطن آیا مولوی صدیق نے دوسرا خط دیا اور دوسرے روز چلے گئے۔ بیمار ہوگیا اب صحت ہوئی اس عرصہ میں دو خط اور آپ کے پہونچے۔ چار خط جمع ہوگئے۔ اب جواب لکھتا ہوں کہ جو جو احوال تم نے لکھے وہ خود ترقی کی خبر دیتے ہیں حاجت جواب نہیں خواب میں رویت حضرت سلمہٗ کی اور چرس میں پانی بھرنا اور چاہ میں جانا نکلنا یہ سب تمہارے فیضان کی علامات ہیں، آپ سے کسی کو فائدہ ہوے گا۔ حضرات چشت وقادریہ کے نسبات ابھی اعلیٰ درجہ کو پہونچے ہیں۔ ایسا خیال ہرگز مت کرنا کہ وہ

ھ قولہ حضرات چشت وقادریہ کے نسبات ابھی اعلیٰ درجہ کو پہونچے ہیں الخ

(۱) بعض بزرگوں کے کلام میں وارد اور اثر دیکھکر یہ خیال نکرنا چاہئے کہ وہ ابھی تشبیہ ہی میں رہے اور دوسرے حضرات ان میں سے تنزیہ میں پہونچ گئے ایسا ہرگز نہ خیال کرنا چاہئے بات یہ ہے کہ طریق میں دونوں حالتیں پیش آتی ہیں، قبض بھی اور بسط بھی اور دونوں ہی رفیع احوال ہیں

تشبیہ میں ہی رہے باقی کلام میں درد واثر اور اسکا ریزاں ہونا سو جناب فخر عالم
علیہ السلام کے حال کو دیکھو کہ ایام فترۃ وحی میں کیا بار بار پہاڑ سے اپنا گرانا تجویز
کرتے تھے قبض وبسط ہر دو حالت رفیع ہیں فیصلہ نسبات اولیاء میں میرا تمہارا
کام نہیں ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است۔ سب اکابر اعلیٰ درجۂ تنزیہ کو پہونچے

دیکھتے نہیں فخر عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال زمانۂ فترۃ وحی میں کیا تھا۔ بار بار پہاڑ
سے خود کو گرانے کا ارادہ فرماتے تھے۔ اسلئے بس یہی سمجھو کہ سب اکابر اعلی درجۂ تنزیہ پر فائز
ہیں ایک سے ایک اعلیٰ ہے لہٰذا اولیاء کرام کی نسبتوں میں فیصلہ میرا تمہارا کام نہیں ہر گلے را رنگ بوئے
دیگر است۔

---

(۲) قولہ آپ بوجہ حسن ظن کیا کچھ میرے ساتھ اعتقاد جمائے بیٹھے ہیں الحق مجھکو نہایت شرم ہے
میرا حال قابل اسکے نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد کرے مگر تمھارا حسن ظن اپنا وسیلۂ نجات جانتا ہوں

"انا عند ظن عبدی" موجب طمانینت ہو رہا ہے۔ پس میرا پردہ فاش کر کے مجھکو ضایع مت کرو۔

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ بھی حضرت گنگوہیؒ کی ذاتی تواضع اور مقام فنا کا وہی اثر ہے جسکو ناظرین
پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ فرما رہے ہیں کہ جن حضرات کو آپنے کوٹلہ میں دین کی تحصیل پر اور اسکے لئے
اصلاح نفس پر آمادہ کیا ہے آپ خود ہی انکو بیعت کرلیں۔ یہاں لانے اور آنے کی ضرورت نہیں
بندہ اپنے لئے خمول کی زندگی اور لوگوں کے تعلقات سے علٰحدگی میں ہی راحت سمجھتا ہے۔ پس
طلبۂ حدیث مجھ سے حدیث شریف پڑھ لیتے ہیں میرے لئے یہی شغل کافی ہے۔ ع. الا حدیث یار کہ تکرار میکنم

آپ کو مجھ سے کچھ حسن ظن ہی ہوگیا ہے جو آپ مجھے کسی قابل سمجھتے ہیں بخدا مجھے شرم
معلوم ہوتی ہے میرا حال ایسا نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد رکھے۔ باقی خیر جو حسن ظن آپ کو اس فقیر کے
ساتھ ہے اسکو وسیلۂ آخرت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق
ہوں بس موجب تسلی بنا ہوا ہے لہٰذا دوسرے لوگوں سے مجھے بچاؤ۔ بیعت کرا کے میرا پردہ فاش نہ کراؤ طالبین حق
کو تمھیں کچھ تلقین کردو۔ یہاں لوگوں کو نہ بھیجو۔ بفضلہ تعالیٰ تم مجھ سے بہتر ہو۔ یہاں تو صرف پڑھنے پڑھانے
کا شغل ہے اور بس ——— یہ سب حضرتؒ تواضعاً فرما رہے ہیں۔ م م

---

(۲) کا حاشیہ ص۵۴ کا ہے

ہیں ایک سے ایک اعلیٰ ہے۔ چند اشخاص کو جو آپ نے مستعد بیعت کیا ہے آپ ہی
ان سے بیعت لیویں آپ کو اجازت اخذ بیعت دیتا ہوں اور تلقین مناسب فرمادیں تو
بفضلہ لائق اس منصب کے ہوا اور یہاں آنا کچھ ضرورت نہیں بندہ کو زاویہ خمول
میں ہی راحت ہے۔ غربا کو وظیفہ حدیث بتا دینا سہل ہے اور بس۔ آپ نے بوجہ
حسن ظن کیا کچھ اعتقاد میرے ساتھ جمائے بیٹھے ہیں۔ الحق مجھکو نہایت شرم ہے
میرا حال قابل اسکے نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد کرے مگر تمھارا حسن ظن اپنا
وسیلۂ آخرت جانتا ہوں۔ انا عند ظن عبدی بی موجب طمانینت ہو رہی ہے
پس میرا پردہ فاش کرکے مجھکو ضایع مت کرو جو طالب حق ہوا سکو تم ہی حسب صلاحیت کچھ بتادو۔ فقط
کریم بخش کو جسکے لطائف بند ہوگئے اسے از سر نو تلقین وظائف کردو اور گاہ اپنے
سامنے بٹھلایا کرو لطائف اسکے جاری ہوجاوینگے۔ علیٰ ہذا عبدالجلیل خاں کو کچھ
تبلا دینا۔ یہاں آنا کچھ ضرور نہیں بفضلہ تعالیٰ مجھ سے بہتر تم ہو۔ یہاں تو فقط درس
وتدریس کا شغل ہے اور بس باقی جو کچھ درباب نبوۃ و تنزیہ لکھا ہے سکی تصدیق
کرتا ہوں۔ فقط۔ دوسرے خط میں جو افضلیت مقامات انبیاءؑ وصحابہؓ ہے وہ سب
درست ہے۔ عبدالمجید خاں سے بسبب ہجوم کے کوئی کلام نہیں ہوئی۔ مشتاق احمد
کوٹلہ کو آپ پر حوالہ کرچکا ہوں۔ جہاں تم ہو میری کچھ حاجت وشمار نہیں۔ اللہ تعالیٰ
آپ کو میرا وسیلہ نجات کرے۔ اور جب کوئی کمال قلب پہ متمکن ہوجاتا ہے اسقدر
عظمت اوسکی نہیں رہتی جو ابتدا میں ہوتی ہے۔ تیسرے خط میں اجزاء تنخواہ
و رفع وساوس بشریہ و ترقی دریافت ہوکر زیادہ سرور ہوا۔ خواب میں کشمش
کا کھانا بھلی اچھا ہے اور درخت سبز اور میوہ یہ سب عمدہ بات ہے۔ سالک کو جب
عبور عنصر ماپر ہوتا ہے تو یہ اسکے آثار ہیں۔ راحت جسمی بھلی ضرور ہے۔ چھوٹا

(۳) خواب میں کشمش کھانا، سبز درخت دیکھنا اور میوہ وغیرہ سب عمدہ بات ہے۔
(۴) سالک کے لئے اپنے جسم کی راحت بھلی ضروری ہے لہٰذا چھوٹی شب میں تھوڑا شغل

شب میں تھوڑا شغل کیا۔ غرض حصولِ نسبۃ سے ہے عبادت قدر طاقت کرنا چاہیئے خیر العمل مادیم علیہ قیام حال نسبۃ اصل مقصود ہے۔ نقشہ دو مثل وغیرہ کا مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں منقول ہے وہ عمدہ نقشہ ہے اسکو ملاحظہ فرماویں۔ فقط۔
چوتھے خط میں ازدیادِ یقین و وضوح احسان لکھا ہے اور خفاسے توحید افعالی سویہ امر موجب ترقی ہے۔ خلوۃ و جلوۃ یکساں ہو جانا آثار ادیکھے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک باقی اقتصاد جملہ امور میں وہ بھی بتدریج حاصل ہو جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ کثرت کلام میں اگر رضا رقلب مومن ہو تو وہ بھی عبادت ہے حسن اخلاق میں داخل ہے کوئی امر خواہش نفس سے نہ ہو بلکہ بامر مالک وقاعدۂ شرع ہو۔ خود وہ عادت بھی عبادت ہو جاتی ہے۔ فی الواقع شریعۃ فرض اور مقصد اصلی ہے طریقۃ بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقۃ و معرفۃ متمم شریعت ہیں اتباع شریعت بکمال بدون معرفۃ نہیں ہو سکتا اور شغل تدریس بنظر رفاہ مسلمین اعلیٰ عبادت انبیاء علیہم السلام ہے اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ نوافل کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ہی موجب ترقی اور باعث ازدیاد یقین ہوویں گے۔ فقط۔
تعلیم فرزندانِ کو قوال و محمد یٰسین خاں جو مشورہ ہے تو بندہ کے نزدیک جب یہ کام

(۵) کیونکہ مقصود حصول نسبت ہے وہ اس سے بھی حاصل ہے۔ عبادت بقدر طاقت ہی کرنا چاہیئے خیر العمل مادیم علیہ نص میں وارد ہے کہ بہتر عمل وہ ہے کہ جس پر مداومت ہو۔ حالِ نسبۃ کا قیام اصل مقصود ہے۔
(۶) مباح کلام کی کثرت اگر اس خیال سے ہو کہ ایک مسلمان کا دل اس سے خوش ہو گا تو وہ بھی عبادت ہے اور حسن اخلاق میں داخل ہے۔
(۷) قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز نفس کی خواہش سے ہے تو نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کے حکم کے تحت ہو اور شرعاً جائز طور سے ہو تو وہ عادت بھی ہو تو عبادت ہو جاتی ہے۔
(۸) اصل مقصود اور فرض تو شریعت ہے اور طریقت بھی نام باطنی شریعت ہی کا ہے

تم نے اختیار کر رکھا ہے وہ بھی آجاویں تو کیا حرج ہے اس باب میں کیا ضرورت مشورہ ہے
محمد عمر کی جدہ سے حال اسکا کہا وہ بہت بہت شکریہ ادا کرتی ہیں باوصف پیرانہ سری نہایت
عجز سے اظہار کرتی ہیں کیونکہ اسکی بدوضعی سے رنجیدہ ہیں اگر آپ کے اثر صحبت سے کچھ ہو جاوے
تو بہت عمدہ امر ہے۔ ضبط اوقات بھی عمدہ طرح پر ہیں۔ سویرے آنکھ کھلنے کے باب میں پہلے
لکھ چکا ہوں وہ خواب تین ٹونٹیوں جاری ہونے کا وہ آپ کے فیضان ہیں کہ جاری ہو دیں گے
دوام آگاہی کہ جسمیں غفلت نہ ہو فنا قلبی سے تعلق رکھتا ہے دوام[عه] آگاہی مبارک ہو تجلی ذاتی سے دوام تبدون ہے
جو کچھ خطوط میں آپنے لکھا تھا وہ سب زبان غیر تجلی تمہارا درمیان نہ تھا وہ سب خطوط بطور
حرز جاں رکھتا ہوں کیا محل گستاخی اور ندامت کا ہے ؎

درگور برم از سر گیسوئے تو تارے　　تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

۴۴ اور حقیقت اور معرفت یہ دونوں متمم شریعت ہیں پس اتباع شریعت کامل طریقے سے بدون معرفت کے نہیں ہو سکتا

(۹) شغل تدریس بنظر افادہ مسلمین اعلیٰ عبادت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے ——— (راقم عرض کرتا ہے کہ ملاحظہ فرمائیے ابھی سابق میں حضرت گنگوہیؒ نے اپنی جانب جب اسی شغل کی نسبت فرمائی تو یوں فرمایا تھا کہ یہاں تو فقط درس و تدریس کا شغل ہے اور بس۔ اور یہاں مولوی صدیق صاحبؒ کے شغل تدریس کو اعلیٰ عبادت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان فرما رہے ہیں۔ اسی حالت کو تواضع کہتے ہیں کہ انسان اپنے فعل کو وہ کیسا ہی عظیم الشان کیوں نہو اس حیثیت سے کہ اسکا فعل ہے کچھ نہ سمجھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)

عه قولہ دوام آگاہی مبارک ہو۔ ... الخ ـــ مولوی صدیق صاحبؒ نے اپنے رفیع احوال تحریر فرمائے اس پر تحریر فرمایا کہ دوام آگاہی مبارک ہو اور خط میں جو جو احوال کیفیات آپنے لکھے ان سب کو بطور حرز جاں پاس رکھتا ہوں اسمیں آپکی نہ تو کوئی گستاخی ہے اور نہ کچھ مقام ندامت ہے بلکہ میں تو ان کو اپنے لئے دستاویز نجات جانتا ہوں چنانچہ بقول قائل تیرے گیسو کا ایک تار بھی مل جائے تو اسکو اپنے ہمراہ قبر میں لیجاؤنگا تاکہ وہ بروز قیامت میرے سر پر سایہ کرے۔

حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اپنے اس مسترشد رشید کے احوال رفیعہ عالیہ سے بیحد خوش ہو کر انکو یہ جملے تحریر فرمائے۔ زادہ اللہ عندہ قربۃً ورزقنی منہا ثمرۃً۔ آمین

Regd. No.L2/9/AD-111
Monthly
February 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ

Rs. 45/-

Rs. 24/-

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ کا ترجمان
دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۳ مارچ ۱۹۸۵ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار الہ آباد

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی
تیرہ ۱۳ روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک
بذریعہ — ہوائی — بحری
انگلینڈ — ۹ پونڈ — ۳ پونڈ
افریقہ — ″ — ″
ویسٹ انڈیز — ″ — ″

چندہ سالانہ
۲۵
پچیس روپیہ

چندہ سالانہ غیر ممالک
بذریعہ — ہوائی — بحری
پاکستان — ۱۵ پونڈ — ۳ پونڈ
عرب ممالک — ۶ — ″
امریکہ — ۸ — ″

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے بیس پیسے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۳ | جمادی الاخریٰ ۱۴۰۵ھ مطابق مارچ ۱۹۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر نیجرا ہر کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

فرمایا کہ ———— اس زمانہ میں لوگ وظیفی ہو گئے ہیں۔ یعنی وظیفہ پڑھنا انکے لئے بہت آسان ہے کیونکہ اسکی وجہ سے کچھ نفع ہی ہو جاتا ہے وہ یہ کہ لوگوں کی نظروں میں اعتبار قائم ہو جاتا ہے لوگ بزرگ سمجھنے لگتے ہیں۔ لیکن اسی رذیلہ (یعنی عجب وریا اور جاہ وشہرت) کی اصلاح ان کے لئے موت ہے (بعض لوگوں کو دیکھا کہ خود تو عالم نہیں تھا لیکن) عالموں کو تابع بنانا چاہتا تھا انکو نصیحت کرتا تھا اور ان پر غصہ کرتا تھا اور اپنے کو مخلص اور دوسروں کو منافق سمجھتا تھا (یہ سب ظاہر نماز روزہ کر لینے کی وجہ سے کرتا تھا) لیکن ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ ایک بہت بڑی بداخلاقی کا شکار رہے لوگوں میں اسکی وجہ سے رسوا ہو گیا حیرت ہوئی کہ یا اللہ! ایک شخص خود اپنے اندر اتنی بڑی بداخلاقی لئے ہوئے ہے اور دوسروں پر رنگ جماتا ہے۔ وہی بات ہے کہ وظیفہ پڑھنا۔ عبادت کر لینا۔ اور بظاہر نیک بن جانا اور بات ہے اور اخلاق بد کی اصلاح کرنا اور بات ہے اور یہ چیز مشکل ہے۔ اسی لئے اس پر آنا آسان نہیں اور وظیفہ پڑھ لینا آسان ہے

(بیاض امانت علی صاحب)

(راقم عرض کرتا ہے کہ یہ ملفوظ بھی اسی نوع کا ہے جیسا کہ ماہ اگست کے رسالہ کے ص ۴ پر ایک ملفوظ آچکا ہے کہ ———— " لوگ خط بھیجتے ہیں — لکھتے ہیں کہ معمولات پابندی سے ادا کر رہا ہوں، وظیفہ برابر پڑھتا ہوں، بس اسی کو کل دین سمجھ رکھا ہے اور نفس کو ہاتھ نہیں لگاتے حالانکہ طریق میں اصل شئے اصلاح نفس ہے نہ کہ وظائف " انتہی۔

حضرت اقدسؒ اس بات کو بکثرت بیان فرماتے تھے اور وقتاً فوقتاً مجلس ہی میں اسکی شرح بھی فرما دیا کرتے تھے اسلئے حاضرین کو اس نوع کی باتو میں کسی قسم کا شبہ نہ ہوتا تھا لیکن جن حضرات کو حضرتؒ کی صحبت نہیں مل سکی اور حضرت کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کر سکے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں اسمیں کچھ خلش پیش آجائے۔ چنانچہ ہمارے ایک محترم نے ماہ اگست کے

اسی ملفوظ کے بارے میں لکھا بھی تھا کہ :۔

" اس تحریر سے تو وظائف کی نفی معلوم ہوتی ہے اور میں ہی نہیں اچھے اچھے حضرات چکر کھا گئے اسلئے آپ وضاحت کیجئے کہ پھر کل[۱] دین کیا چیز ہے ؟ اور نفس[۲] کو کس طرح ہاتھ لگایا جاتا ہے ان ہی دو الفاظ کے اندر سب کچھ چھپا ہے ہوا ہے جس کو آپ کو بالکل واضح طور سے تحریر کرنا ہے۔ آن وظائف کے ساتھ اور کیا چیز ہونی چاہیئے جس سے اصلاح نفس ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ آپکو بہترین اجر عطا فرمائیں اللہ آپ کو بھی اور رسالہ کو بھی دونوں جہاں کی عافیت نصیب فرمائیں۔

راقم نے جواب میں لکھا کہ ـــ آپ کا گرامی نامہ ملا آپ نے جس مضمون کی وضاحت طلب فرمائی ہے بظاہر تو وہ مقام ایسا کچھ دشوار نہ تھا جو کسی تشریح و توضیح کا محتاج ہوتا تاہم آپکے خلش ہو ہی گئی اسلئے جو کچھ حضرتؒ کی صحبت سے سمجھ سکا ہوں عرض کرتا ہوں ۔

علماء نے کل دین کو پانچ شعبوں میں تقسیم فرمادیا ہے ۔ عقائد[۱] ۔ عبادات[۲] معاملات[۳] ۔ معاشرت[۴] اور اخلاق[۵] ـــ آج اگر کسی نے عقائد اور عبادت کو درست کرلیا ہے (جس میں وظائف بھی داخل ہیں) تو بس وہ اپنے آپ کو پورا دیندار سمجھتا ہے حالانکہ تین[۳] شعبے دین کے غائب ہیں ۔ یعنی معاملات کو شرع کے مطابق کرنے کی فکر نہیں ۔ معاشرت یعنی رہن سہن کے آداب باہمی حقوق سے لوگ قطعی ناآشنا ہیں اور اخلاق کا تو پوچھنا ہی کیا ۔ حالانکہ اخلاق کا درجہ (جس کے درست کرلینے ہی کا دوسرا نام تصوف ہے) عبادات سے بڑھا ہوا ہے ۔ حدیث شریف میں ہے ان[۵] العبد لیبلغ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخلاق کا درجہ عبادت سے بڑھا ہوا ہے ۔ چنانچہ تصوف جسے علم الاخلاق بھی کہا جاتا ہے اس سے اسی اخلاق ہی کے سنوارنے کی تمامتر سعی رہتی ہے۔

اسی سلسلہ میں چند باتیں اور ذہن نشین فرمالیجئے وہ یہ کہ :۔

---

[۵] پوری حدیث اور اسکا ترجمہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت اقدس نے بات یہاں سے شروع فرمائی کہ ــــ "مکائد نفس کا علم فرض عین ہے۔ یعنی کید نفس سے بچنا ہر شخص کے لئے فرض عین ہے۔

۲۔ حضرتؒ کے بعض مریدین مکہ شریف میں اور بعض مدینہ منورہ میں رہتے تھے (جو ہندوستان ہی کے باشندے تھے لیکن وہیں انکا قیام تھا) یہ مضمون انھیں حضرات کے خطوط آنے اور اس میں اپنے حالات لکھنے پر فرمایا گیا تھا۔

۳۔ آجکل عام مذاق لوگوں کا یہ ہوگیا ہے کہ وہ معمولاتِ (نفلیہ) اور وظائفِ (مستحبہ) کی پابندی اور اسپر مداومت کو اصل دین سمجھتے ہیں اور باب اصلاح میں نفس کے رذائل کی اصلاح مثلاً ریا۔ کبر۔ غصہ۔ حسد۔ طمع۔ حُبِّ دنیا۔ عُجب اور نفاق وغیرہ میں مبتلا ہونے کے باوجود اسکی اصلاح سے غافل ہوتے ہیں حالانکہ اوپر معلوم ہوا کہ کید نفس سے بچنا فرض عین ہے اور بچنے کیلئے چونکہ انکا علم ضروری ہے لہٰذا مکائد نفس کا علم بھی فرض ہوا، اسکی جانب اصلاً توجہ نہیں ہے۔

۴۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ ظاہر اعمال (نافلہ) کا تو اہتمام ہے اور باطنی (وظیفۂ فرض عین) یعنی اخلاص پیدا کرنے کی فکر نہیں۔ بقول اکبر ؎

چشم ظاہر جسے نہ دیکھ سکے　　اسطرف التفات مشکل ہے

پس اعمال اور وظائف پر چونکہ سب کی نظر پڑتی ہے اہل نفس کو وہ آسان ہے اور قلبی اخلاص اور ترک نفاق کے حال کا واقف چونکہ سوا حق تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا اسلئے انسان اس سے کتراتا ہے اسلئے اسطرف جلد آتا نہیں۔ اسی کو خواجہ محمد معصوم صاحبؒ نے یوں فرمایا کہ ــــ "ہمارا حال یوں تباہ ہے کہ ہم نے نظر گاہِ خلائق کو تو ویران کر رکھا ہے اور منظر گاہ مخلوق کو آباد کئے ہوئے ہیں"۔

بس اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ حضرتؒ اپنے مریدین قلبی رذائل کی اصلاح کے طالب تھے اور باطنی اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے خواہشمند تھے باقی ظاہری اوراد وظائف کو اسکے ساتھ ساتھ تو کچھ درجہ دیتے تھے اور بغیر اسکے

اس سے کچھ زیادہ خوش نہ ہوتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے کہ آپ اگر تہجد کے پابند ہیں تو سبحان اللہ! بہت اچھی بات ہے باقی مجھ سے جو آپ کا اصلاحی تعلق ہے وہ اصلاح اخلاق اور اصلاح رذائل کے لئے ہے اسکے متعلق آپ لوگ کبھی کچھ نہیں لکھتے کہ نفس کا کیا حال ہے؟ اور پھر اسی پر فرماتے تھے کہ — ع —

"وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے"۔ امید کہ اس گذارش سے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

باقی آپ نے جو دو سوالات قائم فرمائے ہیں کہ (۱) کل دین کیا ہے اور (۲) نفس کو کس طرح ہاتھ لگایا جاتا ہے؟ — اسکے سلسلہ میں آپکی توجہ حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے اس مضمون کی جانب مبذول کراتا ہوں جو حضرت نے قصد السبیل کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:—

ھدایت اول : سلوک جسکو عرف میں تصوف کہتے ہیں اسکی حقیقت یہ ہے "تعمیر الظاہر والباطن" یعنی اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ اور معمور کرنا۔ ظاہر کو اعمال جوارح ضروریہ سے اور باطن کو عقائد حقہ اور اخلاق باطنہ مثل اخلاص، صبر و شکر و زہد و تواضع وغیرہا سے (اب) اسکا ایک مرتبہ تو یہ ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ مرتبۂ اولیٰ کے ساتھ ساتھ ظاہر کو طاعات غیر ضروریہ سے اور باطن کو دوام ذکر میں بھی مشغول کرنا۔ (نافلہ)

مرتبہ اولیٰ کی تحصیل ہر مسلمان پر فرض عین ہے (جس سے اس زمانہ میں بڑی غفلت ہو رہی ہے) اسکے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک بقدر ضرورت علم دین دوسرے علم پر عمل کرنے کی قوت قوی رکھنا کہ تقاضائے نفس یا ملامت خلق سنگ راہ نہ ہو۔

دوسرا مرتبہ مندوب اور مستحب ہے اور اکثر عرف میں آجکل اسی دوسرے مرتبہ کو تصوف اور درویشی کہتے ہیں۔

صحیح ترتیب سلوک مرتبہ دوم کی یہ ہے کہ اول گناہوں سے توبہ خالصہ کرے

اور اگر کچھ عبادات واجبہ نماز وغیرہ اسکی فوت ہوئی ہوں تو انکی قضا کرنا شروع کردے اور اگر اسکے ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں تو انکے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جائے یا اہل حقوق سے معاف کرائے کیونکہ بدون اسکے کان سے سبکدوشی حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر عمر بھی ریاضت و مجاہدہ کرے گا ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہ ہوگی۔

توبہ کے بعد علم دین حاصل کرے (خواہ پڑھکر خواہ علمار سے پوچھ پوچھکر پھر خواہ عربی میں ہو یا فارسی یا عربی میں) ——— پھر شیخ کی تلاش میں لگے (آگے اسکی پہچان مفصل لکھی ہے)

جب شیخ کامل میسر ہوجائے تو اس سے بیعت کرے اور یہ سمجھ لے کہ بیعت سے غرض کیا ہے۔ چنانچہ اصلی غرض بیعت و سلوک کی رضائے حق کو سمجھے جسکا طریق احکام شرعیہ کا بجالانا ہے اور ذکر پر مداومت۔ اور شیخ سے نفس کی اصلاح میں مدد لے جس کا طریق اسکی صحبت ہے اور اسکی ہدایات پر عمل اور اپنے حالات کی اطلاع۔ پس مرید کا وظیفہ۔ اطلاع۔ اتباع۔ انقیاد اور شیخ پر اعتقاد و اعتماد ہے۔

یہ خلاصہ ہے دونوں سوالوں کے جواب کا پوری تفصیل کے لیے رسالہ "قصد السبیل" ملاحظہ فرمائیے۔

والسلام ۔ جامی

فرمایا کہ ——— آج علمار کو جو نفع نہیں ہوتا تو انکی بداعتقادی کیوجہ سے یعنی مشائخ سے انھیں اعتقاد نہیں ہوتا اور اعتقاد یہ ہے کہ بزرگوں کے جو خاص حالات ہیں آدمی ان میں انکی تصدیق کرے۔ اور یہ لوگ اسکے منکر ہوتے ہیں، بلکہ خود اسکی تحقیر کرتے ہیں۔ اور یہی اس زمانہ میں زیادہ ہے حالانکہ یہ وصف کفار کا تھا کہ وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو حقیر جانتے

پس جب کوئی شخص کسی کو حقیر جانے گا اور اسکی عظمت اور اعتقاد ہی سے قلب خالی ہوگا تو پھر اس سے فیض کیا حاصل کرے گا ظاہر ہے کہ محروم ہی رہے گا

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ اہل علم کو جو نفع نہیں ہوتا تو اس لئے کہ آفات نفوس میں سے کسی نہ کسی آفت میں یہ لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ یہی آفات انکو پنپنے نہیں دیتے، اسی کی ظلمت کی وجہ سے ان کے علم کا نور، عمل کا نور مستور رہتا ہے۔ خود یہ لوگ ہوتے تو ہیں باطنی مریض مگر اپنے کو اس سے خالی سمجھتے ہیں اور اپنے حالات میں تاویل سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ استبارہ میں انکی مثال طبیب کی سی ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ دوسروں سے تو خوب پرہیز کراتے ہیں مگر خود ان میں اکثر بدپرہیز ہوتے ہیں اور کرتے تو ہیں بدپرہیزی مگر انکا نفس انکو اس مضر چیز کا مفید ہونا یا کم از کم غیر مضر ہونا سمجھا دیتا ہے اور فن کی آڑ لیکر یہ لوگ اس میں تاویل بھی خوب خوب کرتے ہیں مگر انکی اس تاویل سے حقیقت تو بدل نہیں جاتی بالآخر اسکا نقصان بھی ان کو اٹھانا پڑتا ہے۔

رہا یہ کہ جب ایک شے کا مضر ہونا گو شبہ کے درجہ میں ہی سہی، معلوم ہو جائے تو احتیاط تو اسی میں ہے کہ اس چیز سے قطعی پرہیز کیا جائے نہ یہ کہ تاویل کر کے اسکو استعمال کیا جائے — تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اطبا ہیں، صوفی تو ہیں نہیں کہ انھوں نے اپنے نفس کی اصلاح کی ہو اسلئے نفس اور اس کی خواہشات عام لوگوں کیطرح انکے اندر بھی موجود ہوتی ہے۔ اور یہ لوگ لذائذ کے بھی شکار ہوتے ہیں اور خواہشات ان کے نفوس میں اس طرح راسخ ہوتی ہیں کہ یہ اسکے ترک پر قادر نہیں ہوتے یہاں تک موت ان کے لئے آسان ہے مگر خواہشات کا ترک ان کے لئے موت ہے۔ حالانکہ مرض وغیرہ میں انہی لوگوں کی تصریحات ہیں کہ "بدپرہیزی موت کے مرادف ہے" جس طرح کہ زہر کھالینا موت کا سبب ہوتا ہے اسی طرح سے مرض کی حالت میں مضر اشیاء کا استعمال بھی

ہے مگر بات یہ ہے کہ علم اور شے ہے اور عمل اور شے ہے اگر کسی کو ایک چیز کا علم ہو تو کیا ضروری ہے کہ وہ اپنے علم پر عامل بھی ہو۔

بس یہی حال ان علماء کا ہے کہ علم بھی اگر انکو ہوتا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے رذائل سے نفس کا خالی ہونا ضروری ہے۔ وہی رذائل انکو فضائل سے محروم رکھتے ہیں اور انکو چلنے نہیں دیتے۔ اب انکو سمجھانا آسان نہیں ہے۔ یہ لوگ اپنے علم کیوجہ سے دوسروں کو دبا لیتے ہیں۔ اگر کوئی کامل ہو تو وہی انکو انکی خامیوں پر متنبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اب ایسے لوگ اس زمانہ میں کہاں؟

فرمایا کہ ——— حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ عرب میں حضرت شیخ الہندؒ کو استنجے کی حاجت پیش آئی۔ ایک جگہ پانی تھا مگر وہاں چند بدو موجود تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان سے فرمایا کہ آپ لوگ ذرا ہٹ جائیے مجھے استنجاء کرنا ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ کے پاس کونسی چیز ہے جو ہم لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے برجستہ فرمایا کہ ہاں ایک چیز ہے اور وہ ہے حیاء۔ الحیاء شعبۃ من الایمان۔ سبحان اللہ! حضرتؒ نے کیا عمدہ جواب دیا۔ یہ سنکر بس چپ ہی تو ہو گئے۔

(ص۳ کا حاشیہ) ان العبد لیبلغ بحسن خُلقہ عظم درجات الآخرۃ وشرف المنازل وانہ لضعیف العبادۃ وانہ لیبلغ بسوء خلقہ اسفل درک جہنم وانہ لعابد
بیشک بندہ اپنے اخلاق کی خوبی کیوجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجوں اور بڑے مرتبوں کو پہونچ جاتا ہے حالانکہ وہ عبادت میں ضعیف ہوگا اور بیشک وہ اپنے برے اخلاق کیوجہ سے جہنم کے سب سے نچلے طبقہ پہونچ جاتا ہے حالانکہ وہ دنیا میں عبادت گذار ہوتا ہے۔ ۱۲

جنوری اور فروری ۱۹۶۴ء کے شماروں میں مکتوبات اصلاحی کے سلسلے میں جو مکتوب شایع ہوئے ہیں وہ ہمارے محترم جناب مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم گورکھپوری کے تھے ان مکتوبات سے بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید حضرت والاؒ ان سے ناراض ہو گئے تھے ایسا نہیں تھا بلکہ حضرت اقدس نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ انکی اصلاح کے لئے تھا۔ ناراضگی سے اسے کوئی تعلق نہ تھا۔

چنانچہ آخری خط سے معلوم بھی ہوا کہ حضرت والاؒ نے خود خواہش ظاہر فرمائی کہ بجائے لکھنو کے الہ آباد ہی ہوتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لیجائیں تو اچھا ہے ایک بار اور ملاقات ہو جائیگی ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایسا ہی کیا کہ الہ آباد آئے اور یہیں سے روانہ ہوئے۔ اسٹیشن تک حضرت اقدسؒ بھی پہونچانے تشریف لے گئے تھے اور آخری ملاقات کا منظر عجیب تھا جسکو ہم پہلے کہیں ذکر بھی کر چکے ہیں۔ اسوقت یہ عرض کرنا ہے کہ انھوں نے اپنا معاملہ بالکل صاف کر لیا تھا اور حضرتؒ نے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے بموجب اُن کے احسان کا اعتراف بھی فرمایا اور شکرگذار بھی ہوئے چنانچہ کسی موقع پر یہ تحریر فرمایا :-

(مکتوب نمبر ۳۹۵)

میں آپ کے گھر کا احسان ماننے کے طور پر یہ عرض کر رہا ہوں کہ جبکہ میری قوم نے مجھکو پریشان کیا تو آپ ہی کے گھر والوں نے میری نصرت کی اور مجھکو عزت کے ساتھ یہاں لائے اور میں یہاں کامیاب و بامراد رہا یعنی وہاں کے لوگ مجھکو کوئی گزند نہ پہونچا سکے اور کسی قسم کی میری تذلیل نہ کر سکے بعینہٖ اسکی مثال وہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپکی قوم نے پریشان کیا تو اہل مدینہ آپکو لے آئے یہاں تک کہ آپ کامیاب و بامراد رہے اور دشمنان دین سب خائب و خاسر ہوئے اور رہے۔

پھر لوگوں کے یا اپنی شامت اعمال سے ایسی بات پیدا ہوگئی کہ یہاں آنا پڑا تاہم میں آپ لوگوں کا یہ احسان قیامت تک نہ بھولوں گا اور ممنون اور دعا گو رہونگا۔

والسلام وصی اللہ عفی عنہ

(مکتوب نمبر ۲۹۶)

(یہ تحریر بھی بھیجی گئی)

تحقیق: آپ یہاں جو تشریف لاتے ہیں تو ظاہر ہے کچھ سمجھکر ہی تشریف لاتے ہیں اسی سلسلہ میں آپ سے ایک بات یہ کہنی ہے کہ کسی کو کوئی شخص جو مانتا ہے تو توا سکا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ اس کے جسم کو ذات کو مانتا ہے، بلکہ کسی کے ماننے کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ اس کے کام کو مانا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے بزرگوں کو مانا ہے تو یہی ہوا ہے کہ ان کے کام کو سراہا ہے اور اسکو مانا ہے۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ بزرگوں کو اور مشائخ کو اگرچہ ابتداءً غریبوں نے ہی مانا اور امراء ورؤساء شروع میں مخالف ہی رہے تاہم یہ بھی نہیں ہوا کہ بزرگوں کو تنہا غرباء ہی نے مانا ہو بلکہ امراء نے بھی مانا ہے اور دل وجان سے مانا ہے۔ ان کے کام کو جب سمجھ لیا تو پھر پورے طور پر اس میں شریک ہوگئے اور ان بزرگوں کے کام میں اپنی امکانی اعانت کی ہے۔

مجھے کسی سے تعلق نہیں اور رہا سہا تعلق بھی ان واقعات نے ختم کرادیا ہے اس لیئے کسی سے کچھ کہتا بھی نہیں۔ لیکن آپ حضرات چونکہ ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں اسلئے یہ بھی گوارا نہیں ہوتا کہ آپ کو صحیح بات بھی نہ بتاؤں یہی وجہ ہے کہ آپ لوگوں کو کبھی کبھی کچھ کہدیتا ہوں اور اب تک برابر کہتا رہا ہوں، کیونکہ دیکھا کہ آپ خود ہی پیٹے اور تعلقات بڑھائے اس سے آپکو امیر سمجھتے ہوئے بھی کچھ خیال ہوا کہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں بلکہ دوسرے قسم کے لوگ ہیں۔ اسلئے جی چاہا کہ آپ کو کچھ مل جائے۔ اور

آپ ہی کے ذریعہ سے آپ کے بھائی صاحب سے تعلق ہوا چنانچہ کوئی بات کہنا ہوئی تو آپ ہی کی وساطت سے ان کو بھی کہتا رہا۔ وساطت کی حاجت اسلئے پڑی کہ ان سے طبیعت کھل نہ سکی اور بے تکلف نہ ہوسکی ورنہ وہ بھی اگر آپ کی طرح طبیعت کھول دیتے تو ان سے بھی اسی طرح کہتا جیسے آپ سے کہہ لیتا ہوں۔ بایں ہمہ اس دفعہ سوچا تھا کہ آپ لوگوں سے سب باتیں ایک ایک کرکے کہوں گا لیکن جس دن روانگی ہوئی اس دن طبیعت اس خاص واقعہ سے متاثر تھی اسی لئے آپ سے کہا تھا کہ آپ پھر آئیے گا۔ بہرحال میں اب کسی کو کچھ کہتا نہیں مگر آپ کے حالات کی بنا پر آپ سے کہتا ہوں کہ آدمی نے کسی سے دین کے لئے تعلق رکھا اور اسکے کام ہی کو نہ سمجھا یہاں گیا وہاں گیا، ادھر روپیہ خرچ کیا ادھر روپیہ خرچ کیا حج کر آیا، مدینہ شریف جاکر وہاں پر روپیہ بانٹا، بلکہ ہر سال حج کرنے کو چلا جائے تو یہ سب کام عمدہ ہیں ان کی اجازت ہے لیکن اسکے باوجود کہتا ہوں کہ جس سے دین کے لئے تعلق رکھا اسکو اور اسکے کام کو بھی جب نہ پہچانا تو کچھ بھی نہ کیا۔ سب کچھ کیا مگر اللہ والے کو پاکر اسکے آگے نہ جھکا تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس بات کو آپ بھی اچھی طرح سمجھ لیجئے اور جی چاہے تو بھائی صاحب کو بھی دکھا دیجئے۔

ایک بات اور کہتا ہوں وہ یہ کہ کوئی شخص جب یہ کہتا ہے کہ بس آپ ہیں اور پھر اسکے بعد کوئی نہیں ہے تو کیا کہوں آپ سے کہ کس قدر تکلیف اس سے ہوتی ہے، بس یہ جی چاہتا ہے کہ اس سے کہہ دوں کہ ۔ آپ ہی ہو جائیے۔ دین تو خدا تعالیٰ کا ہے اسکی حفاظت سب کے ذمہ ہے کسی ایک ہی کے ذمہ کیوں رہے آپ ہی ہو جائیے، اپنے لڑکوں کو بنا دیجئے۔ اپنے داماد کو بنا دیجئے اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جو شخص ایسا کہتا ہے اسکے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے صرف اسکی ذات کو مانتا ہے باقی اس کے کام کو کچھ نہیں سمجھتا بلکہ اسکے کام کا منکر ہے یعنی یہ سمجھ رہا ہے کہ انھوں نے کام کچھ کرکے نہیں دیا

کیونکہ کام کے لوازم میں سے تھا کہ نائبین کی ایک جماعت تیار ہو جاتی اور یہ نہیں ہے لہٰذا کام نہیں کیا۔

اس امر کے پیش نظر جب کسی سے ایسا جملہ سنتا ہوں تو بڑی ہی تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ کچھ آج نہیں بلکہ ہر زمانے کے بزرگوں کے متعلق ان کے وقت میں لوگوں نے یہی سمجھا کہ بس یہی ہیں اور اب ان کے بعد کوئی کام کرنیوالا نہیں حالانکہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے قیامت تک کام کرنیوالے موجود رہیں گے تو اسکی وجہ جانتے ہیں کیا ہے؟ بات وہی ہے کہ آدمی کی ذات کو لوگ نہیں مانتے بلکہ اسکے کام کو مانتے ہیں لہٰذا کسی بزرگ کے زمانہ میں چونکہ لوگ ان کے کام کیوجہ سے کثرت سے رجوع ہوتے ہیں اسکا تو انکار کیا نہیں جا سکتا انکی لوگوں کی نگاہوں میں عظمت ہوتی ہے اور اُسکے لوگوں کو چونکہ کام کا موقعہ نہیں ملا ہوتا صرف انکی ذات ہوتی ہے اسلئے ان کو نہیں مانا جاتا کچھ معاصرت بھی مانع ہوتی ہوگی۔ اسلئے آدمی کسی بزرگ کے لوگوں کو کچھ نہیں سمجھتا صرف انھیں کو سمجھتا ہے جیسے مجھے حضرت رحمۃ اللہ کے وقت میں کوئی جانتا نہیں تھا لوگ یہی کہتے تھے کہ حضرت کے بعد کوئی نہیں رہ گیا ہے لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں ڈالا کہ بس گوشہ میں بیٹھکر کام کرنا شروع کر دو چنانچہ یہ اسی کا ثمرہ ہے کہ آج میرے متعلق وہی کہا جا رہا ہے۔ یہ آپ سے اسلئے کہتا ہوں کہ ان سب باتوں کو چھوڑ کر کے بس کام میں لگ جانا چاہیئے۔ دین خدا کا ہے وہ جس سے چاہے گا کام لے لیگا۔

(مکتوب نمبر ۳۹۷)

حال: کل میں گورکھپور گیا تھا کل ہی شام کو واپس ہو گیا۔ بھائی صاحب قبلہ سے بعد عصر ملاقات ہوئی بہت خوش تھے آپ کا جواب اپنے خط کا پاکر۔ اور مجھکو بھی دکھلایا ـــ میں نے حضرت والا کا خط ہی انکو دکھلا دیا اور معلوم نہیں تھا کہ

اسکی باتوں کو قبول کیا، زبان سے کچھ نہ کہا۔ اور فرمایا کہ حضرت والا ٹھیک فرماتے ہیں۔ اسی سے تو ان کے پاس گیا تھا اور ان سے تعلق پیدا کیا، واقعی بہت کمی ہے۔

امید ہے کہ ہم لوگ براہ الہ آباد جانے کا ارادہ کریں ابھی قطعی نہیں کیا ہے۔

تحقیق:۔ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ :۔

آپ کا جواب پسند ہوا۔ آپ نے آنے کو لکھا ہی ہے انشاء اللہ آپ سے ملاقات تو ہو ہی جائیگی لیکن بھائی صاحب سے بھی ایک مرتبہ ملنے کو جی چاہتا ہے خدا کرے کہ ادہر ہی سے سفر کا نظم طے ہو جائے ورنہ اگر کسی دوسری جانب سے سفر ہوا اور وہ یہاں نہ آسئے تو مجھ ہی کو کسی جگہ (علاوہ گورکھپور اور لکھنؤ کے) ملاقات کرنے کے لئے آنا پڑے گا مگر سردی بڑھ رہی ہے مجھے تکلیف بھی ہوگی اسلئے چاہتا تھا کہ سفر نکرنا پڑے تو اچھا تھا۔

بہرحال آپ ان کے کان میں اتنی بات تو ڈال ہی دیجئے گا۔ میں نے آج انھیں خط لکھا ہے شاید آپ کو سنائیں، آپ سنیں گے تو خوش ہونگے۔

مکتوب نمبر ۳۹۸

(خط بنام مولوی نثاراللہ صاحب مرحوم)

میں نے جو آپ کو کئی بار لکھا تو اس سے میرا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ جو مدینہ طیبہ تشریف لیجارہے ہیں تو جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زمرۂ اہل اللہ میں سے ہوکر رہیں۔ بس میرا صرف اتنا ہی مقصد تھا، ورنہ تو آپ ایسی جگہ جا رہے ہیں جس کا کہنا ہی کیا سبحان اللہ — میں بیچارہ کیا ہوں تاہم جس طرح سے شاہ کی جوتیاں اٹھانا بھی ایک خدمت ہے اور اٹھانے والا خادم کہلاتا ہے اسی طرح سے میں نے چاہا کہ اس دربار میں حاضر ہونے والے کی کچھ خدمت مجھ سے

ہو جائے اور شاید قبول ہو جائے تو میرے لئے اس سے بڑھکر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس خدمت کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت اور آپ کا عین منشار تصور کرتا ہوں۔ اسلئے جی تو چاہتا ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ پھر ملاقات ہو جائے دیکھئے کیا صورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانیاں بہم پہونچا دیے۔

(مکتوب نمبر ۳۹۸)

سال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

الہ آباد سے واپسی کے بعد میں نے عریضہ ارسال کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ آخر ہفتہ جنوری میں اطلاع دوں گا کہ روانگی کس راستہ سے ہوگی چنانچہ لکھنو کے راستہ جانا طے ہوگیا اور برادر عزیز نے تاریخ روانگی بھی مقرر کر دی لیکن میں نے کہدیا کہ سب لوگ مع اسباب کے لکھنو روانہ ہوں اور میں الہ آباد سے لکھنو آکر ساتھ ہو جاؤں گا۔ اور اسکی وجہ ہے کہ حضرت والا نے دو خطوط میں حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی ہے۔

(۱) ایک مرتبہ ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ کچھ کہنا بھی ہے یوں پھر جو مصلحت ہو
(۲) تو جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زمرۂ اہل اللہ میں ہو کر رہے بس میرا صرف اتنا ہی مقصد تھا۔

ان امیدوں کے بعد الہ آباد تو ۲۰۰ میل ہے اگر ۲۰۰۰ ہزار میل ہوتا تو کچھ دور نہ تھا اور جب یہ خادم وہاں کی حضوری کی نیت کر چکا تو تائب کی قدمبوسی کے بعد براہ راست روانگی بہتر معلوم ہوتی ہے۔

اسلئے انشاء اللہ آئندہ ماہ کی ۴ تاریخ جمعرات کے روز یہاں سے روانگی کا قصد ہے اور دوسرے روز الہ آباد حاضر ہو جاؤں گا۔ اغلب ہے کہ برادر عزیز بھی ساتھ ہوں گے۔

ایک عریضہ میری بیوی کا بھی ہمراہ ہے ایک مرتبہ وہ فتحپور (تال نرجا) قصد مصمم کر چکی تھیں مگر وہاں مکان کا قصہ طے نہ ہو سکا۔ گورکھپور میں حضرت والا کا قیام ایک سال تھا مگر میں نے ایک مرتبہ بھی ان سے نہیں کہا کہ تم مرید ہو جاؤ میرے خیال میں یہ کہنے کی چیز نہیں آمد ہونی چاہیئے آورد میں مزا نہیں الہ آباد سے واپسی کے بعد انھوں نے ایک روز رات کے وقت خود مجھ سے کہا کہ میں حضرت والا سے بیعت کرونگی۔ میں نے کہا بسم اللہ۔ دوسرے روز بھائی آگئے ان سے ذکر ہوا انھوں نے کہا کہ حضرت والا عورتوں کو بیعت بذریعہ خط کر لیتے ہیں تو میری بیوی نے کہا کہ اگر آپ الہ آباد جا رہے ہیں تو میرے جانے میں کیا رکاوٹ ہے؟ ۔۔ میں نے کہا کہ تم باورچی خانہ میں نہیں جاتی تھیں مگر حضرت مولانا کی علالت میں چالیس روز خود جا کر انکا کھانا پکایا یہ خدمت ضرور رنگ لائیگی یا یہ بھی ممکن ہے کہ میرے اندر اخلاص پیدا ہو گیا جس کا تم پر عکس پڑا بہرحال مدینہ منورہ چل رہی ہو تو سفارشیں لیکر چلو تو بہت بہتر ہے۔ امید ہے کہ حضرت والا ان کو بھی شرف بیعت کی سعادت سے محروم نہ رکھیں گے۔

تحقیق: ضرور یہ خدمت انجام دونگا۔

(مکتوب نمبر ۴۰۰)

حال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کی خدمت اقدس میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ میں چار برس سے یہ ارادہ کرتی رہ گئی کہ آپ سے بیعت ہو جاؤں پہلے فتحپور جانے کا ارادہ کیا مگر اسی درمیان میں آپ تشریف لائے مگر چند وجوہات ایسے پیش آئے کہ میں اس چیز سے محروم رہ گئی مگر اب چونکہ میرا ارادہ ہے کہ انشاء اللہ شافیہ سلمہا کے والد صاحب کے ساتھ مدینہ منورہ چلی جاؤں انکی بھی خدمت کروں اور خالدہ کی تعلیم وہیں پر کروں اور اپنے کو میں یہ جانتی ہوں کہ گناہوں میں لدی ہوئی ہوں

آپ کی توجہ چاہتی ہوں کہ میرا قلب صاف ہو جائے۔
تحقیق :۔ اللہ تعالیٰ صاف کر دیں۔
حال : میرا قلب دس برس سے عجب طرح کا گندا ہو گیا ہے جسکی مجھکو تکلیف ر...
تحقیق ، مومن کو احساس ہوتا ہے اس احساس کیوجہ ان باتوں سے تکلیف ہو...
حال : آپ اگر مجھکو اجازت دیجئے تو حاضر خدمت ہوں۔
تحقیق : ضرور تشریف لائیے۔

(مکتوب نمبر ۴۰۱)

حال : اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس عاصی غلام کو حضرت اقدس کی قدمبوسی نصیب ہوئی۔ قربت نصیب ہوتے ہی اپنی حقیقت کا پورا پورا احساس شروع ہو گیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرتا پا خباثت سے بھرا ہوا ہوں۔
تحقیق : الحمد للہ۔
حال : حق تعالیٰ سے بہ گریہ و الحاح توبہ و استغفار کر رہا ہوں۔ تحقیق : الحمد...
حال ، حضرت والا دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اس عاصی گنہگار کے جملہ گناہ معاف فرما دیں اور اپنا بیحد فضل و کرم اس ناکارہ پر قائم رکھیں۔
حال ، حضرت اقدس جب اخلاص کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اپنی حالت ایسی م... ہوتی ہے کہ ہم اخلاص سے کوسوں دور ہیں اور بہت ندامت ہوتی ہے کہ اصل ہی غائب ہے
تحقیق ، صحیح سمجھ رہے ہو۔
حال ، جب تک ہم اس کوشش میں نہ لگ جائیں کہ ہمارے اندر اخلاص ... اسوقت تک ہمیں دین و دنیا دونوں کا خسارہ عظیم ہے۔ تحقیق : بیشک
حال ، حضرت دل سے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ اس عاصی غلام کو اخلاص عطا فر... اور جو قدم نیکی کی طرف اٹھے وہ اخلاص پر مبنی ہو تاکہ حق تعالیٰ کی خوشنودی نصیب ہو تحقیق...

ولانا محمد میاں صاحب فاروقی الہ آبادی: ناظرین رسالہ مولانا موصوف سے
ل الجملہ تو متعارف ہوں گے ہی اسلئے کہ حالات الہ آباد میں متعدد جگہ مولانا کا ذکر
چکا ہے۔ بہرحال آپ مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادیؒ خلیفہ شیخ العرب والعجم
ضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے پوتے اور مولانا ولایت حسینؒ
ماحبؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں آپ نے عربی تعلیم جامعۂ ازہر میں حاصل کی اور
ہاں آکر طب بھی پڑھی کچھ زمانہ آپ کا تھانہ بھون میں بھی حضرت حکیم الامۃؒ کی خدمت
یں گذرا۔ ہمارے حضرتؒ سے آپ کا تعارف وہیں سے تھا مگر قیام تھانہ بھون
کے بعد پھر حضرت والاؒ سے ملاقات کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ حضرت مولاناؒ اپنے وطن
عظم گڈھ میں تھے اور مولانا فاروقی کا تعلق کچھ اہل سیاست سے ہوا۔ چنانچہ
رکا بیشتر حصہ اسی کی نذر ہوگیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ ادھر کچھ سیاسی
ما ہی کم ہوگئی اور حسن اتفاق کہ حضرت والاؒ کا الہ آباد تشریف لانا ہوگیا۔ مولانا محمد میاں
ماحب مدظلہ کا گھرانہ ہی دیندار تھا اس لئے دین کا خیال تو بچپن ہی سے تھا ــ پھر
ھانہ بھون پہونچکر دین کی حقیقت اور دینداری کی فضا میں کچھ عرصہ رہنا جو ہوگیا تو اسکی
جہ سے رسوم کی قباحت اور حقیقت شناسی بھی کچھ آئی لیکن دوسرے مشاغل نے
دھر پوری طرح متوجہ نہ ہونے دیا۔ چنانچہ حضرت والا کی الہ آباد تشریف آوری پر مولانا مدظلہ
یں حقیقی دین کی لذت اور راہ مولیٰ کی طلب پھر موجزن ہوئی، چنانچہ حضرت مصلح الامۃؒ
ی خدمت میں حاضر ہوئے اور برابر حاضر ہونے لگے اور اسی سلسلہ میں حضرت والا
کو یہ خط لکھا :۔

"مرشدی وسیدی ومولائی مدظلہ العالی ۔ السلام علیکم
حضرت مولانا (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ کا وہ منبع فیض تھا کہ ناکارہ
ترین آدمی بھی جا کچھ لئے واپس نہ ہوتا تھا مگر میرے ناکارگی کی کوئی
انتہا نہیں کہ ویسا ہی کورا اور ناکارہ رہا۔
مگر حضرت مولاناؒ کے تصرف کی ایک کا فرمائی ضرور ہوئی کہ حضرت والا

سے قدموں میں ڈالدیا۔ ممکن ہے حضرتؒ اور حضرت والا کا تصرف
کچھ کام بنادے مگر اپنی نااہلی سے ہر وقت مایوسی سی رہتی ہے
کام کچھ نہیں ہوتا ناغے بہت ہوتے ہیں آخر کب تک یہ حالت رہیگی
حضرت کرم فرمائیں۔

اور معمولات کے ساتھ (جو اتنے مختصر ہیں کہ انکو معمولات نہیں
کہا جاسکتا)، شجرہ بھی پڑھتا ہوں۔ اکثر جی چاہتا ہے حضرت والا کے
نام مبارک سے اسکو شروع کروں اور حضرت مولاناؒ کا اسم مبارک
بدستور پڑھوں، کیونکہ ابتو حضرت والا ہی کا پہلا وسیلہ ہے۔ اگر
اجازت ہو تو یہ تمنا پوری کروں۔ میرے حضرت دعا فرمائیں۔

خادم - محمد (میاں فاروقی)

جیسا کہ عرض کرچکا ہوں کہ مولانا محمد میاں نے طب بھی باقاعدہ پڑھی تھی اور مطب بھی
فرماتے تھے لیکن ایک وقت میں دو کام چونکہ نہیں ہوا کرتے اسلئے طب میں آپکا خاص
شہرہ نہ تھا۔ تاہم حضرت والاؒ سے تعلقات بڑھتے ہی رہے۔ حضرت والا کو بھی اب
کچھ اندازہ ہوا کہ شاید اب یہ دنیوی مشاغل سے فارغ ہوکر دین ہی سیکھنا چاہتے
ہیں اسلئے مولانا کی جانب (انکو ہر طرح اہل سمجھتے ہوئے) متوجہ ہوئے۔ حضرت
یہ چاہتے تھے کہ مولانا ہمارا کام سیکھ لیں تو کم از کم اہل الہ آباد کو اُنکی جانب متوجہ
کردوں تاکہ ایک کام ہوجائے لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا مولانا
کی جانب سے کسی بات کے منتظر تھے جیسا کہ خود حضرت والا ہی فرمایا کرتے تھے
کہ حضرت مولانا تھانویؒ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ کے متعلق بہت
پہلے یہ سمجھتے تھے کہ یہ اجازت دئیے جانے کے اہل ہوگئے ہیں لیکن اپنے طور
دل میں یہ طے کئے ہوئے تھے کہ جب تک یہ ڈپٹی کلکٹری سے استعفیٰ نہ دینگے
میں اجازت نہ دونگا، مگر حضرت مولانا اسکو ان سے کہتے نہ تھے۔ چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے حضرت مولاناؒ کی خواہش کے مطابق خواجہ صاحبؒ کے قلب میں

بھی اس نوکری کیطرف سے الجھن پیدا فرمادی اور انھوں نے اس سے استعفا دیدیا اور اسکے بجائے اسکول کی انسپکٹری قبول فرمالی حالانکہ منصب وجاہ کے لحاظ سے اسکا مرتبہ اس سے کم تھا۔

الغرض حضرت والاؒ کو مولانا کیطرف سے یکسوئی کا انتظار برابر رہا تا ہم حضرت اپنا کام برابر کرتے رہے یعنی اصلاح وتربیت۔

بالعموم دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ حضرت مولانا تھانویؒ کی طرف سے مجاز صحبت یا حضرت تھانوی سے بیعت یا ازکم حضرت کی خدمت میں حاضر بھی ہو چکے ہوتے تھے ان کیلئے کامل اعتقاد کے ساتھ ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ کے ساتھ تعلق مشکل ہی ہو جایا کرتا تھا اس لئے کہ بوجہ پیر بھائی ہونے کے اس سے ایک گونہ مساوات کا خیال ہوتا ہے اور آدمی جھکتا ہے اس کے آگے جس کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے اسی لئے حضرت والا ایسے لوگوں کا امتحانِ عقیدت ضرور لیتے کیونکہ آدمی جبتک کسی کو اپنے سے بڑا نہیں تسلیم کرلیتا اسکے ساتھ عقیدت مشکل ہی سے ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ نے ماہ فروری ۱۹۷۵ء کے رسالہ میں تعلیمات مصلح الامۃؒ کے بیان میں پہلا ہی ملفوظ یہ پڑھا ہوگا کہ فرمایا کہ ـ ایک مولوی صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہوگا آپ سے پوچھتا ہوں کہ الخ تو اس میں مولوی صاحب سے مراد (والد ماجد جناب مولوی سراج الحق صاحبؒ ہیں) اور یہ جو فرمایا کہ ـ آپ نے بہت سے بزرگوں کو دیکھا ہوگا اس سے مراد (حضرت مولانا تھانویؒ بھی ہیں)۔

اسی طرح سے ماہ نومبر ۱۹۷۴ء کے رسالہ میں خود انھیں مولانا محمد میاں صاحب فاروقی مدظلہ سے دریافت فرمایا کہ ـ آپ تو تھانہ بھون بھی گئے ہیں، آپ سے پوچھتا ہوں کہ مجھ سے طریق کا بھی کچھ نفع لوگوں کو پہونچے گا یا نہیں؟ اسکا جو جواب مولانا فاروقی صاحب مدظلہ نے دیا وہ نومبر و دسمبر ۱۹۷۴ء کے حالات مصلح الامۃؒ میں دیکھا جا سکتا ہے ـ تو مقصود ان استفسارات سے حضرت

مصلح الامتؒ کا یہی ہوتا تھا کہ میری اور میرے کام کی انکی نظروں میں کچھ وقعت بھی ہے یا نہیں تاکہ جواب سے انکی عقیدت کا اندازہ لگایا جاسکے ۔ کیونکہ طالب کی اگر عقیدت ہی درست نہ ہوئی تو اسکو شیخ سے کچھ بھی نفع نہ ہوگا ۔ جیسا کہ خود حضرتؒ کسی کا واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میرے ہی ہمراہ تھانہ بھون گئے لیکن مجھ سے پہلے ہی وطن لوٹ آئے ۔ اور یہاں آکر لوگوں سے کہا کہ ارے ان میں (یعنی حضرت مصلح الامۃ میں) اور حضرت مولانا تھانوی میں بہت فرق ہے ۔ میں نے جب یہ سنا تو کہا کہ ۔ میں ٹھہرا مرید اور حضرت مولانا میرے پیر ہیں، پیر میں اور مرید میں نسبت ہی کیا ہوتی ہے ۔ ان صاحب نے ناحق نسبت بیان کرنے کی زحمت کی ۔ بس کچھ نہیں تھا اتنا تو وہ بھی سمجھتے ہی تھے کہ مرید اور اور پیر کا مقابلہ ہی غلط ہے ۔ مگر چونکہ مجھکو ماننا نہیں چاہتے تھے اسلئے نفس نے ایک عنوان ان کے سامنے مزین کردیا جس سے خود بھی خوش ہوئے ہوں گے اور دوسروں کو بھی مجھ سے بدظن کرنا چاہا ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔

پس چونکہ تھانہ بھون جانے کے بعد یا حضرت تھانویؒ سے بیعت کے بعد لوگوں میں ہمسری کا خیال پیدا ہوجاتا تھا اور مساوات کا خیال کارفرما ہوجاتا تھا اسلئے حضرت والا ان لوگوں کا بہت بہت امتحان لیتے تھے جو حضرت مولانا تھانویؒ کے یہاں جاچکے ہوں یا کسی اور بزرگ سے ان کا تعلق رہ چکا ہو

جب مولانا محمد میاں صاحب فاروقی الہ آبادی کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو پھر حضرت والا انکی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں اپنے مواعظ اور ملفوظات مجلسیہ کے ذریعہ اخلاق کی درستی کی جانب توجہ کرنے کی ضرورت سمجھائی چنانچہ آج مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کا سبب کیا ہے؟ اس عنوان پر سیر حاصل گفتگو مختلف عنوان سے فرمائی اور ان سے دریافت بھی فرمایا کہ آج ہماری تباہی کی وجہ کیا ہے اور اسکا کیا علاج ہے لکھکر دیجئے ۔ چنانچہ مولانا محمد میاں صاحب فاروقی مدظلہ نے یہ تحریر پیش فرمائی ؛۔

(نقل تحریر حضرت مولانا محمد میاں صاحب فاروقی مدظلہ العالی)

"حضرت والا کے بار بار ارشادات سے اتنی بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمانوں کی بربادی کا اصل سبب انکی اخلاقی خرابیاں اور انکی ایمان کی کمزوری ہے حضرت والا اسی کے علاج کی جانب بار بار توجہ دلاتے ہیں اور جب ہم میں توجہ کی کمی اور عمل کا نقدان دیکھتے ہیں تو حضرت کو رنج ہوتا ہے۔ بعض اوقات رنج میں شدت بھی ہوجاتی ہے جس سے حضرت کے قلب و دماغ پر کافی مشقت پڑتی ہے۔ یہ حضرت کا کرم اور شفقت ہے کہ بار بار ہمارا جائزہ بھی لیتے ہیں اور تنبیہ بھی فرماتے ہیں اگر خدانخواستہ یہ صورت نہ ہوتی اور اپنے ارشادات اور نصائح کے بعد حضرت چپ ہوجاتے تو ہمارے لئے ہلاکت ہی ہلاکت تھی۔

بڑے بدقسمت ہیں وہ لوگ جنکا کوئی مربی اور مزکی نہ ہو اور ہو تو صرف وعظ و نصیحت ظاہری کرکے انھیں چھوڑ دے اور بازپرس نہ کرے۔ یہ لوگ ایسے مریض کی حیثیت رکھتے ہیں جنکے طبیب کا مقصد مریض کا استرضا ہے نہ کہ اسکا علاج ایسی صورت میں مریض کا صحت یاب ہونا معلوم۔

حضرت کی ذات مبارک مسلمانوں کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ شفقت کی ایسی مثال اس دور میں نہ ملیگی کہ ہماری خرابیوں اور بے عملیوں سے جو تاثر ہو اسکی کلفت اپنی ذات پر برداشت کیجائے اور بار بار شدید تنبیہ کے بعد پھر تعلق کی تجدید کی اجازت دے دی جائے اور نا سمجھیاں معاف کرکے پھر وہی شگفتگی پیدا کیجائے اور شفقت کے کرشمے واپس آجائیں۔

بہرحال حضرت کا مقصد یہ ہے کہ اصلاح کا کام عام ہو اور حاضرین خدمت والا اپنے متعلقین احباب اور پڑوسیوں میں اصلاحی باتوں کے پہونچانے کی کوشش کریں لیکن جب ہماری کاہلی ملاحظہ فرماتے ہیں تو رنج ہوتا ہے اور یقیناً کاہلی بے عملی و دکم ہمتی موجود ہے ہمیں اسکا اعتراف کرنا چاہیئے اگر نہیں ہے۔

ہم میں سے جو لوگ اصلاح مسلمین کے نام سے کمیٹیوں اور جمعیتوں کی بنا
عمریں گذار چکے ہیں وہ اب بیقین واثق رکھتے ہیں کہ یہ سب راستے غیر مفید تھے
صرف ایک ہی راہ ہے جس پر حضرت والا بار بار زور دیتے ہیں اس راہ کا اہم
اپنے کو کسی مربی کے بالکلیہ سپرد کر کے بطریق سنت اسکے احکام پر عمل کرنا اور اتباع
کا مذاق اختیار کرنا ہے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند
(میری نظروں میں تو اب مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ سب کاموں کو ترک کر کے محبوب کے طریقے اور اسکے دامن کو پکڑ لیں)
ہماری خوش قسمتی اور بڑی خوش قسمتی ہے کہ اللہ نے ہمیں مربی سے محروم
نہیں کیا۔ فالحمد للہ علی ذالک ۔ انتہیٰ ۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت والاؒ نے مسلمانوں کی عام خرابی انحطاط اخلاق
فرما کر اہل علم کو اس طرف متوجہ فرمانا چاہا اسلئے خود ان سے دریافت فرما کر گویا ان سے اقرار
فرما لیا کہ ہاں آج مسلمانوں کا اصل مرض یہی ہے اور اسکے لئے بزرگوں کے طور
کام کرنے کی ضرورت ہے اور جو لوگ کام کر سکتے بھی ہیں وہ بھی سست اور
غافل ہیں۔ پھر اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ حسب ارشاد ؎

آنچہ خوش باشد کہ سرّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دلبراں
(یہ کیا عمدہ طرز ہے کہ محبوبوں کی باتیں دوسروں کی باتوں کے ضمن میں بیان کیجائیں)
حضرت اقدسؒ نے مولانا موصوف کو اس طرح بھی متوجہ فرمایا چنانچہ مولانا کا ایک خط
اور اسکا جواب ملاحظہ ہو:۔

(نقل عریضہ حضرت مولانا محمد میاں صاحب فاروقی مدظلہ بنام حضرت مصلح الامۃؒ)

عرض حال: حضرت والا سے دوری کی صورت میں ہم ایسے ناقصین کے
قلب کی حالت میں فرق ہو آجاتا ہے اس پر ہر وقت تاسف رہتا ہے روزانہ
(خانقاہ میں) حاضر ہوتا ہوں وہ وقت تسلی کا ہوتا ہے مگر ہر طرف سناٹا العزلۃ کی

چھائی رہتی ہے۔

حضرت کے تشریف لیجانے کے صرف دو گھنٹہ بعد الٰہ آباد پہونچا اسیوقت سے کاموں سے چھٹکارا اور یکسوئی حاصل کر کے جلد از جلد (بمبئی) حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں دعا فرمائیں کہ جلد قدمبوسی نصیب ہو یہاں کے معاملات جو کچھ الجھ گئے تھے یکسو ہو جائیں۔ قلبی حالت بہت خراب ہے حضرت توجہ فرمائیں۔ معمولات کے ناغہ کی کثرت کی شکایت زمانۂ قیام میں زبانی عرض کی اسی دن سے آپکی درستی محسوس ہونے لگی اور ابھی تک غنیمت حال ہے حضرت کے تصرف سے۔

ارشاد مرشد: آپ کے حالات ۔۔۔۔۔ صاحب سے معلوم ہوتے رہے وہاں (الٰہ آباد میں) گرمی زیادہ پڑنے لگی تھی اسلئے ڈرا کہ کہیں اسکی شدت سے رعاف کا مرض پھر نہ عود کر آئے اس لئے فوراً یہاں چلا آیا آپ سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو الجھنوں سے جلد چھٹکارا نصیب فرمائے اور موانع سفر زائل فرمائے۔

یہاں الحمدللہ اچھا ہوں اور الٰہ آباد سے زیادہ قوت اپنے اندر محسوس کرتا ہوں ۔۔۔۔۔ یہ جگہ شہر بمبئی سے زیادہ فاصلہ پر ہے اسلئے سکون رہتا تاہم آنے جانے والوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے۔ قوت کا انتظار کر رہا ہوں کچھ اور آجائے تو کچھ کام کروں۔

کل صوفی عبدالرحمٰن صاحب نے بتایا کہ مدینہ شریف میں مولانا شبیر محمد صاحب مرحوم (خلیفہ حضرت اقدس مولانا تھانویؒ) کا انتقال ہوگیا سنا تو قلب پر بہت اثر ہوا۔ پھر ان سے معلوم ہوا کہ مولانا ابرارالحق صاحب علی گڈھ اسپتال میں داخل ہیں آنتوں کے آپریشن کے لئے اس خبر کا بھی اثر ہوا کہ ایک انکو تو سمجھتا تھا کہ جوان آدمی ہیں مگر وہ بھی ایسے مریض نکلے۔ اللہ تعالیٰ انکو صحت کاملہ عطا کرے۔ رنج تو ہوا کہ مولانا شبیر محمد صاحب مجھ سے بہت فرماتے تھے سب سے کہلا بھیجتے تھے کہ اُن سے (یعنی مجھ سے) ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اُنسے کہدو کہ ایکبار یہ آجاتے تو ملاقات ہو جاتی ۔

یہ تمنا کرتے کرتے چلے گئے۔ (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے)

لیکن مزید رنج کا سبب یہ خیال ہوا کہ اسی طرح سے نیک لوگ ایک ایک کرکے اٹھتے چلے جائیں اور انکے بعد کوئی انکی جگہ کام کرنے والا نظر نہیں آتا۔ یہی یہاں بمبئی میں دیکھ رہا ہوں کہ مولانا بہاری صاحب تھے بہت سے لوگ ان سے ناراض رہتے تھے مگر معلوم ہوا کہ اس صوبہ کے بڑے مفتی وہی تھے۔ اب کوئی اس کام کا کرنے والا (یہاں) نہیں ہے۔

اسی خیال میں مغموم وملول پڑا تھا کہ مولوی بلال صاحب ابن میاں سید اصغر حسین صاحب دیوبندی تشریف لائے ان سے ملکر بہت کچھ غم غلط ہوا۔ پھر اسکے بعد قاری (محمد مبین) صاحب اور جامی صاحب کو بلاکر دیر تک سمجھاتا رہا کہ تم لوگوں کو میرے پاس رہتے ہوئے تھوڑا زمانہ نہیں گذرا کچھ حاصل کرو۔ کچھ نفس کو پہچانو۔ کچھ قلب میں نور پیدا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل کرو۔ ہم لوگوں نے حضرت مولانا تھانوی کی موجودگی میں ہی حضرت سے کچھ سیکھ لیا تھا اور حضرتؒ نے اپنے سامنے ہی ہم لوگوں کو کام پر لگا دیا تھا اسی لئے تم لوگوں سے کہتا ہوں کہ مجھ سے کچھ حاصل کرلو۔ جو چیز مجھے حضرتؒ سے ملی ہے اسکو میں اپنے ساتھ ہی لئے چلا جاؤں یہ اچھا ہے یا کہ یہ اچھا ہے کہ مجھ سے کچھ لوگ اسکو حاصل کرلیں؟ —— میں اب بڈھا ہوا۔ اس دفعہ رمضان میں کیسا بیمار ہوگیا تھا۔ اسلئے تم لوگوں کو چاہیئے کہ مجھکو اسکی طرف سے بے فکر اور مطمئن کردو۔ میں دیکھ لوں کہ لوگ سمجھ گئے ہیں اور کام پر لگ گئے ہیں تاکہ مجھے مسرت ہو اور میں اپنے آپ کو فارغ سمجھ سکوں۔ (یہ سب باتیں میں نے دونوں آدمیوں سے کہیں) آپ لوگ تو یہاں سامنے تھے نہیں کہ آپ سے زبانی کہتا اسلئے جو باتیں ہوئی تھیں اسکی اطلاع آپکو بھی کرتا ہوں تاکہ آپ بھی کسی نتیجہ پر پہونچیں اور کوئی طریقہ اپنے لئے تجویز کریں۔ آپ کا جی چاہے تو اور لوگوں کو بھی یہ مضمون سنا دیجئے یعنی جو اہل ہوں۔

والسلام خیر ختام

(باقی آئندہ)

کیونکہ انکی وجہ سے حق تعالیٰ اس کے دین اور آبرو اور مال کی حفاظت فرماتے
ہیں اور ان سے شعائر اسلام قائم رہتے ہیں اور اگر بادشاہ نہ ہوتے
تو دین کا کام سست ہوجاتا (تو جب بادشاہوں کا تمام ساز و سامان
بھی تمھارے ہی واسطے ہے تو پھر کس لئے انکی دولت وحشمت کو اپنی
نعمتوں سے زیادہ سمجھتے ہو وہ بھی تو تمھارے ہی اوپر انعام ہے ابوالقاسم
جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بندہ مقام تواضع اور شکر خداوندی
میں اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جبتک یہ نہ سمجھ لے کہ وہ رحمت الٰہی کا بالکل اہل نہیں
بلکہ حق تعالےٰ اگر رحم فرمائیں تو یہ محض احسان و فضل ہے اور غالباً حضرت شیخ
رضی اللہ عنہ کا اہل نہ سمجھنے سے مقصود مستحق نہ جاننا ہے کیونکہ کوئی مخلوق
حق تعالیٰ پر کسی بات کا استحقاق نہیں رکھتی۔ خوب سمجھ لو۔ (کیونکہ اہل
نہ سمجھنے کے اگر یہ معنی لئے جاویں کہ اپنے کو رحمت الٰہی کے بالکل قابل نہ سمجھے
تو اس سے یاس پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور رحمت خداوندی سے
ناامیدی کافر کو ہوتی ہے مسلمان ہر حالت میں رحمت خداوندی کا امیدوار
اور اسکے قابل ہوتا ہے) اور میں نے سید علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے
سنا وہ فرماتے تھے کہ بندہ مقام تواضع کو نہیں پہونچ سکتا جب تک
اسمیں یہ بات نہ ہو کہ تمام موجودات میں کسی چیز سے عنداللہ اپنا مرتبہ
زیادہ نہ سمجھے (یعنی علی التعیین کسی سے اپنا مرتبہ خدا کے نزدیک زیادہ
نہ سمجھے) البتہ جہاں شارع علیہ السلام کی طرف سے نص صریح وارد ہو (مثلاً
جن لوگوں کا جہنمی اور کافر ہونا علی التعیین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیان فرما دیا ہے ان سے بطور شکر الٰہی کے اپنے کو افضل جاننا ضرور
چاہیئے اور اجمالاً بدون تعیین کے تو تمام کفار و مشرکین اور اہل بدعت
اور فاسقین سے اللہ تعالیٰ کا محض فضل و احسان جانکر اپنے کو افضل سمجھنے میں مضائقہ
نہیں یعنی یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس نے مجھے کافر و

مشرک و بدعتی و فاسق نہیں بنایا اور تعیین کرکے یہ نہ سمجھے کہ میں فلاں کافر
یا فلاں بدعتی یا فلاں فاسق سے افضل ہوں) بلکہ اپنے کو تمام زمینوں سے نیچے
اتارنا چاہیئے جو کہ ارواحِ عارفین کی قرارگاہ ہے اور جب تک بندہ اپنے لئے
کوئی بلند مرتبہ سمجھتا رہے کہ اس سے تنزل کرکے لوگوں سے ملتا ہو وہ متکبرین میں سے ہے
اور اگر تواضع بھی کرتا ہے جب بھی اپنے آپکو ان لوگوں سے بڑھکر سمجھتا ہے جنکے
سامنے وہ تواضع کرتا ہے کیونکہ اپنے واسطے اس نے ایک مقام ان سے اوپر سمجھ رکھا
ہے جس سے تنزل کرکے وہ لوگوں سے تواضع کا برتاؤ کرتا ہے اور عارفین کی تواضع ایسی
نہیں ہوا کرتی میں نے بار ہا ان کو کہتے سنا کہ مقام تواضع کے ساتھ سچے طور پر خوگر
ہو جانے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ تمام مخلوق کی اذیت کو برداشت کرے اور
تکلیف کا مقابلہ انتقام سے نہ کرے (اور ایسا برتاؤ کرے) جیسا غلام اپنے آقا کیساتھ
کرتا ہے۔ اسی بات نے فقراء کو مخلوق کی تکالیف برداشت کرنے پر دلیر بنا رکھا ہے
ورنہ وہ اگر اپنے کو مخلوق سے بڑا یا ان کے برابر سمجھتے تو اسی طرح مقابلہ کرتے
جیسا کہ مخلوق کا برتاؤ ہوتا ہے (مگر وہ تو اپنے آپ کو سب کا غلام سمجھتے ہیں)۔ اور
اے عزیز! غلام کی حالت میں تم ذرا غور کرو کہ جب اسکو اپنے آقا کا رتبہ معلوم ہو جاتا ہے
جس نے اسکو خرید کیا ہے اور اسکی قیمت تول کر دی ہے تو آقا اسکو گالی بھی
دے لیتا ہے اور مارتا بھی ہے مگر وہ کیسا خاموش سر جھکائے کھڑا رہتا ہے
(یہی حال متواضع کا ہونا چاہیئے) اور سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جب
کوئی شخص اس سے کوئی چیز مانگے تو اس سے انکار نہ کرے (البتہ کوئی شرعی
مصلحت ہو تو خیر) جیسا کہ غلام اپنے آقا کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ نیز ایک علامت
یہ بھی ہے کہ اسکے دل میں کبھی یہ بھی خطرہ نہ آوے کہ اسکی تعظیم کے واسطے
کوئی کھڑا ہوگا یا وہ قیام کا مستحق ہے۔ جیسا کہ غلام اپنے آقا سے اسکا امیدوار تو
وہم بھی نہیں کر سکتا۔ نیز ایک علامت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اس کی ہجو
(یعنی برائی) کرے اور اس کو عیوب کے ساتھ متہم کرے تو اس سے

متاثر یعنی رنجیدہ وغضبناک نہ ہو بلکہ (دل میں یوں کہے کہ یہ مذمت اور اتہام بجا ہے میں ایسا ہی ہوں (بلکہ اس سے بھی بدتر ہوں کیونکہ اصلی عیوب کی برائی کرنے والے کو بھی خبر نہیں) اور یہ شخص اگر مجھے برا بھلا کہے تو اسکا اہل ہے (کیونکہ مجھ سے افضل ہے) البتہ اگر شرعی مصلحت اس کے خلاف ہو تو دل سے تو اپنے کو ان عیوب کے ساتھ متہم ہی سمجھے مگر زبان سے اپنی برأت ظاہر کر دے۔

سہ - شرعی مصلحت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً تم مقتدا ہو اور تمھارے اوپر کسی بات کا جھوٹا الزام لگایا گیا تو اگر تم اپنی برات نہ ظاہر کروگے تو اندیشہ ہے کہ لوگ تم سے بدگمان ہوکر استفادہ چھوڑ دیں جس سے مخلوق کو سخت ضرر پہونچے گا ایسے وقت میں اپنی برارت کر دینا ضروری ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے پاس قید خانہ میں جب شاہی حکم پہونچا کہ آپ رہا کر دیئے گئے تو آپ نے اسوقت تک نکلنے سے انکار کیا جب تک ان کے بے قصور اور بری ہونے کی تحقیق نہیں کر لی گئی جب زلیخا نے سب کے سامنے اور دوسری عورتوں نے بھی مجمع عام میں آپکی برائت ونزاہت کا اقرار کیا اس وقت آپ قید خانہ سے باہر ہوئے۔
حضرت حکیم الامتؒ تفسیر میں اس مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے اس اہتمام سے معلوم ہوا کہ رفع تہمت میں سعی کرنا امر مطلوب ہے۔ حدیثوں میں بھی اسکا امر مطلوب ہونا وارد ہے۔ منجملہ اس کے فوائد کے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ غیبت سے بچیں گے اپنا قلب بھی تشویش سے محفوظ رہیگا اور گو عزیز کو آپ کی برارت پہلے سے بھی معلوم تھی مگر اسکے یقین کو مستحکم کرنا اور عام لوگوں کے دلوں سے بدنامی کا دفع کرنا ایک جدید مصلحت تھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر اپنی برائت ظاہر کرے تو نیت یہ ہونا چاہیئے کہ غیبت سے بچ جائیں گے اور میرا دل بھی مطمئن ہو جاوے گا۔ دعویٰ بزرگی کی نیت سے کبھی برارت کا قصد نہ کرے ۱۲ مترجم

سہ - کیونکہ اگر تم سے وہ برا کام ابتک نہ بھی ہوا ہو تو ممکن ہے کبھی اس کا قصد کیا ہو اور خدا کے نزدیک کرنا اور ارادہ کرنا دونوں برابر ہیں حدیث شریف میں ہے

اور سچے متواضع کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ مسجد میں تنہا داخل ہونے کی جرأت نکرے بلکہ لوگوں کے ساتھ داخل ہو۔ اور مسجد میں آوے اور اس میں کسی کو نہ پاوے تو دروازہ پر کھڑا رہے یہانتک کہ کوئی دوسرا اس میں داخل ہو تو یہ بھی اس کے ساتھ داخل ہو جاوے کہ اس میں بہت سے اسرار (اور بھید ہیں) جنکو اللہ والے ہی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنی بعض تصنیفات میں ہم نے انکو واضح بھی کیا ہے۔ وللہ الحمد۔

نیز سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ جو لوگ اسکو مسجد میں بیٹھنے دیں یا سلام کا جواب دیدیں یا خود اسکو سلام کریں انکا احسان مند ہو توضیح اس کی یہ ہے کہ صوفی اپنے سلوک میں ایک ایسے مقام پر پہونچتا ہے جہاں اس کو اپنے اندر بہت سے عیوب نظر آتے ہیں اور اپنی خطائیں

م ۵ کہ زنا آنکھ سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی اور کان سے بھی اور اگر مان لو کہ ابتک اسکا ارادہ بھی نہیں کیا تو ممکن ہے کہ تم سے آئندہ سرزد ہو جائے اور ظاہر ہے کہ محاورات میں آئندہ کے لحاظ سے بھی کسی صفت کے ساتھ انسان کو موصوف کر دیا کرتے ہیں جیسے میزان پڑھنے والے کو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ آیندہ ایسا ہو جائیگا۔ اسی طرح تم اپنی برائی کو سنکر یہ سمجھو کہ اگر میں اس سے ابتک بچی ہوں تو ممکن ہے کہ آئندہ مبتلا ہو جاؤں یہی مطلب ہے دل سے اپنے کو متہم سمجھنے کا اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ مجھ سے آئندہ بھی کسی گناہ یا برائی کا ارتکاب ممکن نہیں اسکے دماغ میں شیطان گھسا ہوا ہے اسکو تواضع کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی مسلمان کو بڑے بڑے مقام پر پہونچکر بھی تقدیر الٰہی سے مطمئن ہونا چاہیئے ہمیشہ لرزاں و خائف رہنا چاہیئے اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے رہنا ضروری ہے افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخسرون ۰

م ۵ — راز اس میں یہ ہے کہ مسجد عارفین کو ایسی نظر آتی ہے

اور گناہ ایسے کھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا انکی سب کو اطلاع ہے اسوقت وہ اپنے آپ کو ایسا فاسق (و بدکار) سمجھتا ہے جس کا فسق کھلم کھلا ظاہر ہے وہ جواب سلام کے لائق بھی اپنے آپ کو نہیں سمجھتا کیونکہ (اسکی نظر میں) اسپنے اندر گناہ بہت معلوم ہوتے ہیں اور وہ اسکے سامنے ایسا ظاہر اور واضح ہوتے ہیں گویا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہیں، اسکے سوا (اسکو اپنے اندر کچھ بھی مشاہدہ نہیں ہوتا خصوصاً اگر غضب و جلال خداوندی پر نظر کرکے ان گناہوں کی ہیبت اسکے دل میں زیادہ ہوگئی یا وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے نزدیک باطنی (قلبی) گناہ، مرتبہ میں ظاہری گناہوں کے برابر ہوگئے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ شانہٗ تو سب کو خوب جانتے ہیں۔ (ایسی حالت میں تو وہ اپنے کو کسی قابل بھی نہ سمجھے گا) نیز سچے متواضع کی یہ بھی علامت ہے کہ لوگ جس قدر بھی اپنے واسطے مراتب کمال کا دعویٰ کریں یہ سب کو اکثر تسلیم کر لیا کرے

۱؎ جیسے کسی بادشاہ کا دربار، اور ظاہر ہے کہ دربار شاہی میں ایسے وقت جبکہ وہاں بجز بادشاہ کے کوئی نہ ہو جانے کی کسی کی ہمت نہیں ہوا کرتی ہاں اگر دوسرے لوگ بھی دربار میں موجود ہوں تو ہمت بڑھ جاتی ہے اسی طرح سمجھو کہ مسجد میں جب کوئی نہیں ہوتا اسوقت عارف متواضع کو قدم رکھنے کی ہمت نہیں ہوتی خوف خداوندی اس پر غالب ہو جاتا ہے۔ ہاں دوسروں کے ساتھ لگا لپٹا چلا جاتا ہے اسی واسطے بعض مرتبہ سالک کو صف اول میں کھڑے ہونے کی ہمت نہیں ہوتی حالانکہ صف اول کا ثواب بہت ہے مگر صف اول کی وہی شان ہے جو بادشاہ کے بالکل قریب ہونے والی جماعت کی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ سالک بوجہ غلبۂ ہیبت کے بہت زیادہ قریب یعنی صف اول میں کھڑا نہیں ہو سکتا، ظاہر میں تو اسکو ملامت کریں گے کہ دوسری صف میں کھڑا ہو کر ۔۔۔ صف اول کے ثواب سے محروم رہتا ہے مگر کسی کو کیا خبر کہ اسکے لئے دوسری صف ہزار صف اول سے بڑھکر ہے۔ ۱۲

(مترجم)

اور دل میں یوں سمجھے کہ زمین والے آسمان والوں کی باتیں نہیں جان سکتے یعنی کم درجہ والے سے بڑے درجہ والوں کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ پس اگر مجھے ان لوگوں کے حالات کا علم نہ ہوا تو کچھ بعید نہیں کیونکہ میں ان سے کمتر ہوں۔ پس ہر بندہ کو ان علامات کیساتھ اپنے نفس کو جانچنا چاہیئے اگر ان علامات کا خوگر اپنے نفس کو پا دے تو شکر (الٰہی) بجا لائے ورنہ تکبر سے درگاہ خداوندی میں (سچے دل سے) توبہ کرنا چاہیئے اسوقت یہ بات جو کبھی کبھی اسکی زبان سے نکل جاتی ہے کہ ہم تو لوگوں کی خاک پا کے بھی برابر نہیں جھوٹ اور غلط ثابت ہوگی اسکو خوب سمجھ لو اور اس پر عمل کرو۔ اسکی برکت کا مشاہدہ کر لوگے۔ اور خدا تم کو ہدایت کرے

(عہد: اگر ہمکو اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش ہو تو اپنے نفس کو بلاؤں اور تکالیف کے لئے آمادہ کر لیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اگر ہمارا نفس اللہ والوں کے گروہ میں شامل ہونے کی خواہش کرے تو اسکو تکالیف اور بلاؤں کے برداشت کرنے کے لئے پختگی کے ساتھ آمادہ کر لیں نیز اس بات کے لئے بھی کہ ہمارے اوپر آشنا اور ناآشنا ہر ایک کیطرف سے انکار کثرت سے ہوگا کیونکہ یہ باتیں اس شخص کو خوامخواہ ضرور پیش آتی ہیں جسکو حق تعالےٰ شانہٗ منتخب اور برگزیدہ فرمانا چاہیں۔ پھر اے عزیز! تم پر یہ بات مخفی نہ ہونا چاہیئے کہ قوم صوفیہ کی آبرو کے پیچھے جو لوگ پڑتے ہیں اسکا سبب یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دربار الٰہی میں داخل ہونے کی تمنا کرتا ہے اور اس دربار میں داخل ہونا اس شخص کے لئے حرام ہے جو مخلوق کی نگاہوں میں کوئی بھی مرتبہ اپنے لئے چاہتا ہو اسی لئے حق تعالیٰ شانہ ان پر مخلوق کو مسلط فرماتے ہیں اور مخلوق کے جھوٹ اور بہتان سے انکی آبرو کو چاک کرتے ہیں یہاں تک کہ بجز حق تعالےٰ شانہٗ کے کسی کی طرف انکو میلان نہیں رہتا اور اسوقت لامحالہ حق تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں

اور نقطہ اسی کے پاس مرتبہ قرب کے طالب ہوتے ہیں ایسی حالت میں حق تعالیٰ شانہٗ انکو خاص اپنا بنالیتے ہیں اسکے بعد وہ درجات قرب میں ترقی کرتے ہیں جہاں تک کہ حق تعالیٰ نے کسی کے لئے مقدر فرمایا ہے اور جب تک بندہ مخلوق کی نگاہوں میں کسی مرتبہ کا خواہاں رہے وہ حق تعالے سے محجوب ہے اور جسقدر صفات خبیثہ زیادہ ہونگی اسیقدر حجابات بڑھتے جائیں گے حتیٰ کہ بعض اوقات بندے کے اور اسکے خدا کے درمیان ستر ہزار یا اس سے بھی زیادہ پردے حائل ہوجاتے ہیں (خدا تعالیٰ سبکو اس سے پناہ دے)۔ اور میں نے سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کسی بندہ کو اسوقت تک اپنا خاص نہیں بناتے جب تک کہ شیاطین الانس والجن گروہ بندی کرکے اسکو جھوٹ اور بہتان کا نشانہ نہ بنائیں جب اسکا نفس مخلوق سے بیزار ہوجاتا ہے اور کسی طرف اسے التفات نہیں رہتا اسوقت اسکو منتخب فرمالیتے ہیں۔ اور شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ چونکہ

سے۔ یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو ابتدائے سلوک ہی سے یہ خواہش کیا کرتے ہیں کہ ہماری تکمیل ہوجائیگی تو ہم دوسروں کی اصلاح کریں گے یاد رکھو یہ خیال بہت بڑا حجاب ہے شیطان زبردست تاویلوں سے اسکو آراستہ کیا کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمکو بڑے بننے کی طلب نہیں بلکہ بغرض شفقت ایسا خیال آتا ہے مگر حقیقت میں اسکا منشا عُجب اور کبر کے سوا کچھ نہیں خدا کے طالب اسکی ذات کے واسطے بنو تکمیل ہو یا نہ ہو چاہئے ساری عمر ناقص ہی رہو۔ بندہ کا کام طلب ہے وصول وکمال عطا فرمانا محبوب حقیقی کا کام ہے "کار خود کن کار بیگانہ مکن" ——— تم اپنا کام کرو جو تم سے لیا جاتا ہے۔ وصول اور کمال کی فکر میں کیوں پڑے۔

ے۔ فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

ے۔ گر مرادت را مذاق شکر است   نامرادی نے مذاق دلبر است

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد میں نے حضرت حکیم الامت کی زبانی سنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی جو نامرادی چاہے وہ ہمارے پاس آئے اور سبحان اللہ کیا بات فرمائی ہے، واقعی عشق و محبت نامرادی ہی کا نام ہے۔ بارگاہ خداوندی میں ہر مقام پر ہم

حق تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ لوگ اسکے انبیاء اور اولیاء کرام کے بارے میں کچھ نہ کچھ جھوٹ اور بہتان کی باتیں کہیں گے تو اس نے ایک جماعت کی تقدیر میں شقاوت اور بدبختی لکھ دی جنہوں نے خدا تعالیٰ کے لئے بیوی اور بچے بنائے کسی نے انکی شان میں ید اللہ مغلولہ کہا (یعنی خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں) پس جب کبھی کسی ولی کا دل ان باتوں سے جو کہ اس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں پریشان ہوتا ہے تو ہاتف غیبی اسکو پکارتا ہے کہ کیا تجھکو اپنے خدا کے ساتھ اقتدار کافی نہیں (لوگوں نے خدا کی شان میں بھی تو گستاخی کی ہے) اسکے بیوی بچے گھڑ لئے اور اسکی طرف وہ باتیں منسوب کیں جو اسکی عظمت و جلالت کے مناسب نہیں حالانکہ سب کے سب اسکے احسانات میں از سرتا پا غرق ہیں اور سب کی جانیں اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں اسوقت ولی کو اس بات سے تسلی سی ہو جاتی ہے۔ شیخ تاج الدین ابن عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انبیاء اولیاء کے بارے میں عادت یہی جاری ہے کہ پہلے ابتدار حالت میں انپر تکلیف مسلط فرماتے ہیں پھر جب وہ صبر کرتے ہیں تو انجام کار انھیں کو غلبہ ہوتا ہے اور ہم اس عہد پر کتاب طبقات الکبریٰ کے دیباچہ میں مبسوط بحث کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(عہد۳: اگر مسجد میں جماعت کیوقت سے پہلے آجاویں تو ممنوعات سے بچنے کا بھی اہتمام کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے نہ آیا کریں مگر جبکہ ہم اپنے اندر غیبت اور بیہودہ کلام وغیرہ سے بچنے کی طاقت پاتے ہوں ورنہ ہمیں مسجد میں جماعت کے وقت سے پہلے کبھی نہ آنا چاہیئے اور بعد سلام فوراً نکل جانا چاہیئے اور اس عہد پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں

---

۱۲ سالک صادق اپنے کو نامراد ہی سمجھتا ہے کیونکہ نامتناہی بارگاہ ہے سالک کسی مقام پر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ مقصود حاصل ہو گیا اور حصول نسبت جسکا نام اصطلاح میں وصول رکھا گیا اس سے تو نامرادی کی حقیقت منکشف ہونی شروع ہوتی ہے۔ ۱۲

اور اے انس: جب تم ان سب باتوں پر جو کہی گئی ہیں عمل کروگے اور
میری وصیت کو یاد رکھو گے تو تمکو موت محبوب ہو جائیگی اور اس سے بڑھکر
کسی شئے سے محبت نہ رکھو گے اسلئے کہ اپنے لئے اسی میں راحت محسوس کروگے
(مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ کینہ کا قلب سے دور کرنا میری سنت ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ
کپٹ اور حسد کو اپنے قلب سے دور کرے اسلئے کہ یہ افضل اعمال ہے۔
فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے قتادہ حضرت
انس بن مالکؓ سے سند کے ساتھ نقل فرماتے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ ہملوگ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ابھی تمھارے پاس
ایسا شخص آئے گا جو اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں لٹکائے ہوگا اور وہ جنتی ہوگا
تو ایک شخص اسی وصف کے ساتھ حاضر ہوا پس اس نے سلام کیا اور لوگوں کے ساتھ
مجلس میں بیٹھ گیا جب اگلا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا
چنانچہ اسی ہیئت پر ایک شخص پھر آیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو آپؐ نے پھر وہی بات فرمائی
جب آپ مجلس سے فارغ ہوگئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بھی اس
شخص کے ساتھ ہو لئے — حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے اور میرے والد
کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی اور میں نے اس پر قسم کھائی تھی کہ والد صاحب سے
تین دن تک نہیں ملونگا (اسلئے گویا گھر سے چھٹی بھی مل گئی تھی) چنانچہ میں نے
اس شخص سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ قسم کے دن آپ ہی کے ساتھ
گزاردوں۔ انھوں نے کہا بہت اچھا۔ حضرت انسؓ راوی حدیث بیان کرتے
ہیں کہ پس عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ وہ انکے پاس ایک شب
رہے تو وہ صاحب شب میں اٹھے نہیں یعنی کوئی خاص عبادت نہیں کی۔ بس یہ کیا کہ
جب بستر پر لیٹے تو کچھ ذکر اللہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی یہانتک کہ صبح کے
وقت بھی یہ ان کے ساتھ اٹھے تو دیکھا کہ انھوں نے وضو اچھی طرح کیا اور کامل

طریقہ پر نماز ادا کی اور دن میں روزہ بھی نہیں رکھا بلکہ افطار کیا۔ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرو کہ میں نے اس طرح ان کے اعمال کا غور سے تین شب تک مشاہدہ کیا کہ بس اس سے زیادہ کوئی عمل نہ کرتے تھے مگر ہاں میں نے ان سے سوا اچھی بات کے کوئی بری بات بھی نہیں سنی جب تین دن گذر گئے اور قریب تھا کہ میں ان کے اس عمل کو کم سمجھوں اور حقیر جانوں تو میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے اور والد صاحب سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی اور نہ میں نے ان سے جدائی کی قسم کھائی تھی بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ایسا سنا تھا یعنی آپ نے تین دن مسلسل اپنی مجلس میں یہ فرمایا کہ تمھارے پاس ایک شخص ایسا آوے گا جو جنتی ہوگا اور اسکے بعد ہی آپ تشریف لائے تو میں نے ارادہ کیا کہ ذرا پتہ چلاؤں کہ آپ آخر کون سا عمل کرتے ہیں تو میں بھی اس پر عمل پیرا ہوں اور آپ کی اقتدا کروں چنانچہ میں تین دن تک رہا اور آپ کو کچھ زیادہ عمل کرتے تو دیکھا نہیں تو فرمائیے کہ آخر کس بات کی وجہ سے آپ نے ایسا مرتبہ پایا جبکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ انھوں نے کہا کچھ تو نہیں بس میرا عمل وہی تھا جو تم نے دیکھا۔ یہ سنکر میں واپس آنے لگا تو انھوں نے مجھے پھر واپس بلایا اور فرمایا کہ بھائی میرا عمل تو بس وہی ہے جو تم نے دیکھا مگر یہ کہ میرے قلب میں الحمدللہ کسی کی جانب سے ذرا بھی برائی نہیں ہے نہ کینہ کسی سے ہے نہ کپٹ ہے میرا سینہ سب مسلمانوں کی طرف سے بالکل صاف ہے اور مجھے کسی سے حسد بھی نہیں ہے جو خیر اسکو حاصل ہے وہ اللہ کا عطیہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں نے کہا بس بس یہی بات ہے جس نے آپ کو اس مرتبہ پر پہونچایا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ واقعی میں تو اس پر قادر نہیں ہوں۔

بعض حکمار نے فرمایا ہے کہ حاسد اللہ تعالیٰ کو پانچ طریقہ سے گویا الٹیمیٹم دیتا ہے ایک یہ کہ وہ ہر اس نعمت کو مبغوض رکھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی شخص پر کرتا ہے

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا۔ گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتا ہے کہ آپ نے یہ تقسیم کیوں فرمائی۔ تیسرے یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے فضل کو تنگ اور محدود کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جسکو چاہے دے دے اور یہ اس میں بخل کرنا چاہتا ہے کہ کسی دوسرے کو نہ ملے۔ چوتھے یہ کہ اس شخص نے اللہ کے ایک دوست کے ساتھ ذلت اور رسوائی کا معاملہ کیا اور یہ چاہا کہ اس سے نعمت سلب ہو جائے۔ پانچویں یہ کہ اس نے اپنے دشمن شیطان لعنۃ اللہ علیہ کی اعانت کی۔ نیز فرماتے تھے کہ حاسد ہر مجلس میں مذمت اور ذلت ہی پاتا ہے اور فرشتوں کی جانب سے لعنت اور بغض اسکو ملتا ہے اور موت کے وقت اسکو شدت اور درہول سے سابقہ پڑتا ہے اور میدان حشر میں اسکو رسوائی اور فضیحت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دوزخ میں بس گرمی ہی گرمی اور سوزش پائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بیسواں باب)

(کبر کی مذمت کے بیان میں)

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ حضرت کعب احبارؓ سے روایت کرتے ہیں کہ متکبر لوگ ذرہ کے برابر مردوں کی شکل میں آدیں گے ان پر ہر جانب سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی جہنم کی ایک خاص آگ میں جلیں گے اور پیاس لگنے پر انکو جہنمیوں کا خون اور پیپ پینے کو ملیگا

مولفؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت حسین بن علیؓ کی یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ کچھ غریب اور مسکین لوگوں کے پاس سے گذرے جو کمبل پر بیٹھے ہوئے تھے اور روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے، ان لوگوں نے حضرت حسینؓ سے عرض کیا کہ اے ابو عبداللہ آئیے صبح کا کھانا حاضر ہے ـــــ راوی کہتے ہیں کہ یہ سنکر حضرت حسینؓ

فوراً سواری سے اتر پڑے اور یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے اور بعد فراغت ان لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تو آپکی دعوت قبول کرلی اب آپ لوگ بھی میری دعوت قبول کیجئے وہ سب لوگ آپ کے ہمراہ ہولئے جب حضرت مکان پر پہونچے تو باندی سے فرمایا کہ جو کچھ موجود ہو لے آ ان لوگوں کے سامنے پیش کر۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت میں نہ بات کرے گا نہ انکی جانب رحمت کی نظر فرمائے گا۔ اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ ایک تو وہ شخص جو بوڑھا ہو اور زانی ہو۔ دوسرا وہ بادشاہ اور فرماں روا جو جھوٹا ہو۔ تیسرے وہ غریب اور نادار جو متکبر ہو (کیونکہ ان تینوں نے اسباب معصیة کے فقدان یا ضعف کے باوجود گناہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)

انھیں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر وہ تین قسم کے لوگ پیش کئے گئے جو جنت میں پہلے داخل کئے جائینگے اور وہ تین قسم کے لوگ بھی پیش کئے گئے جو سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے۔ بہرحال تین جنتی یہ تھے اول شہداء۔ دوسرے وہ غلام جسکو دنیوی غلامی اپنے رب کی طاعت سے مانع نہ ہو۔ تیسرے وہ ضعیف و نحیف فقیر جو کثیر بال بچوں والا ہو (اور صبر کے ساتھ تنگی و ترشی کی زندگی بسر کر جائے)۔ اور اور تین دوزخی یہ ہوں گے اول وہ حاکم جو رعایا پر نہایت سخت ہو لوگ اسکو پسند نہ کرتے ہوں اور وہ زبردستی حاکم بن گیا ہو۔ دوسرے وہ مالدار جو زکوٰۃ نہ دیتا ہو اور تیسرے وہ فقیر جو فاجر اور خدا کا نافرمان ہو۔ (ونعم ما قال فی ھذا المعنی ؎

ما احسنت الدین والدنیا اذا اجتمعا　　واقبح الکفر والافلاس بالرجل

کیا ہی اچھا ہے کہ انسان میں دین بھی ہو اور دنیا بھی اسکے پاس موجود ہو

کسقدر برا ہے کہ ایک انسان کافر بھی ہو اور مفلس بھی۔ جامی)۔

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بغض رکھتے ہیں اور دوسرے تین سے ان سے بھی زیادہ بغض فرماتے ہیں۔ ایک تو وہ بغض رکھتے ہیں فاسقوں نافرمانوں سے اور بوڑھے فاسقوں سے انکا بغض اور زیادہ ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسکو بخیل لوگوں سے بغض ہے اور کسی امیر سے جو بخیل بھی ہو اسکا بغض اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ متکبرین سے بغض رکھتا ہے اور اگر وہ متکبر فقیر بھی ہو تو اسکا بغض اور بھی بڑھ جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں سے محبت فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو اور زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اول یہ اللہ تعالیٰ متقین سے محبت فرماتے ہیں اور جوان شخص سے جو متقی ہو اللہ تعالیٰ اور زیادہ محبت فرماتے ہیں، دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سخی لوگوں سے محبت فرماتے ہیں اور اسکی محبت اس فقیر سے جو سخی ہو اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل تواضع سے محبت فرماتے ہیں اور اگر کوئی امیر شخص تواضع اختیار کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ اور زیادہ محبت فرماتے ہیں۔

حضرت خبیب بن ثابت یحییٰ بن جعلۃ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہ داخل ہوگا جسکے دل میں رائی کے دانے کے ایک مثقال برابر بھی کبر ہوگا۔ ایک شخص نے یہ سنکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اپنے کپڑے کا صاف ہونا اور جوتے کے تسمے کا عمدہ ہونا اور اپنے کوڑے کی سجاوٹ اور بناوٹ تو اچھی لگتی ہے تو کیا یہ بھی کبر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ کبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود جمیل ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں (جسکو اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہو اسکو تو ایسا ہی رہنا چاہیئے۔ اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ جس بندہ پر اپنا انعام فرماتے ہیں تو اسکا اثر اس پر دیکھنا چاہتے ہیں۔ (تاکہ دوسرے غریب لوگ اسکو متمول سمجھکر اس سے اپنی حاجت طلب کر سکیں) اور اور اللہ تعالیٰ خوا مخواہ شدت اور تکلیف اور چہرہ پر شکن ظاہر کرنیوالے کو پسند نہیں فرماتے۔ باقی کبر یہ ہے کہ حق بات اسکو ناگوار ہو اور مخلوق سے

تند پیشانی سے پیش آئے۔

حضرت حسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو اپنا جوتا خود گانٹھ لے اور اپنے کپڑے میں پیوند لگالے اور سجدہ میں اپنی پیشانی گرد آلود کرلے (یعنی زمین پر بغیر کچھ بچھائے ہوئے نماز پڑھ لے) تو وہ شخص کبر سے بری ہے

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جو شخص صُوف (یعنی کمبل پہن لے اور جوتہ اپنا گانٹھ لے اور اپنے کپڑے میں پیوند لگالے اور اپنے گدھے پر بھی سواری کرلے۔ اپنی بکری کا دودھ خود دوھ لے۔ اپنے بال بچوں کے ساتھ ملکر کھانا کھائے اور غربار کے ساتھ ملکر اٹھے بیٹھے (یعنی ان باتوں سے اسے عار نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ اس سے کبر کو قطعی زائل فرما دیتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات میں اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کیا کہ اے اللہ آپ کی مخلوق میں کون شخص آپ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے؟ ارشاد ہوا کہ جو شخص متکبر ہو (اسکا قلب تکبر سے بھرا ہو) اور جو بدزبان و سخت گو ہو۔ اور جسکا یقین (اللہ تعالیٰ) پر کمزور ہو۔ اور جسکا ہاتھ بخیل ہو

حضرت عروۃ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ شرت کی کھیتی کاٹنے کے لئے سب سے زیادہ تیز آلہ تواضع ہے اور ہر نعمت والا حسد کیا جاتا ہے سوائے تواضع کے (کہ یہ ایک ایسی نعمت ہے جس پر کوئی حسد نہیں کرتا) بعض حکمار نے فرمایا ہے کہ قناعت کا ثمرہ راحت ہے اور تواضع کا ثمرہ محبت ہے (یعنی انسان کے اندر صفت قناعت ہو تو وہ بڑی راحت میں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے جو شخص تواضع اختیار کرے تو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں کہ بڑا اچھا آدمی ہے)

بیان کیا جاتا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ جو کہ حجاج کے لشکر کا امیر تھا وہ حضرت مطرف بن عبداللہ بن شخیرؓ کے پاس سے اپنے ریشمی جوڑے میں اکڑتا ہوا گذرا حضرت مطرف نے اس سے کہا کہ اے اللہ کے بندے یہ چال تو اللہ و رسولؐ

کے نزدیک مبغوض ہے۔ مہلب کے تن بدن میں اسکے ٹوکنے سے آگ ہی لگ گئی
نشۂ تکبر میں چور ہوکر کہا کہ تم شاید مجھے پہچانتے نہیں ہو؟ کہ میں کون ہوں۔ حضرت
مطرف نے فرمایا کہ میں آپ کو خوب پہچانتا ہوں آپ وہی تو ہیں جسکی ابتداء
ایک نطفۂ گندہ و ناپاک اور جسکی انتہا بدبودار اور مراد، اور (اس ابتداء و انتہا کے
درمیانی وقت میں اپنے پیٹ میں گندگی کی ایک مقدار لادے چل پھر رہے ہو
سنکر مہلب نے اس چال کو ترک کر دیا۔

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ عبد مومن کا فخر اپنے رب پر ہوتا ہے اور اسکی
عزت اپنے دین کی وجہ سے ہے اور منافق کا فخر اپنے ذاتی کارناموں پر ہوتا
ہے۔ اور اپنی عزت وہ مالداری میں سمجھتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جب تم متواضعین سے ملو تو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور جب متکبرین کو
دیکھو تو ان کے ساتھ تم بھی تکبر سے پیش آؤ اسلئے کہ یہ طریقہ ان کے لئے ذلت و رسوائی
کا سبب ہوگا اور تمھارے لئے صدقہ اور ثواب کی بات ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جس شخص نے تواضع اختیار کی تو اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بلندی عطا فرماتے
ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تواضع کی بڑی علامت
یہ ہے کہ تم جس مسلمان سے ملو اسکو ابتداءً سلام کرو۔ اور یہ کہ مجلس میں معمولی نشستگاہ
پر بھی بیٹھنے میں راضی رہو۔ اور یہ کہ تم کو اپنی کسی نیکی یا تقوے کی بات کا کیا جانا
ناپسند ہو۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سمجھ لو کہ کبر اہل کفر اور فراعنہ کی صفت
ہے اور تواضع حضرات انبیاء و صالحین کی عادت ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے
کفار کو کبر کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اِنَّھُمْ کَانُوا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔
(یعنی فرمایا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو ہماری عبادت (توحید بیان) کرنے سے تکبر کرتے ہیں (اچھی بات ہے) ہم بھی) انکو عنقریب اوندھے منھ دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور فرمایا اُدخلوا ابواب جہنم خالدین فیہا فبئس مثوی المتکبرین (یعنی فرمایا کہ (ان سے کہا جائیگا کہ) جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ (اور) وہیں ہمیشہ ہمیش رہو۔ متکبرین کا کیسا برا ٹھکانا ہے۔ اور فرمایا کہ انہ لا یحب المستکبرین (یعنی اللہ تعالیٰ ان تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی انکو عذاب دیگا۔ یہ آیتیں تو کافروں سے متعلق تھیں) اور اپنے مومنین بندوں کی انکے تواضع پر جو تعریف فرمائی ہے وہ یہ کہ فرمایا کہ وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا یعنی متواضعین (یعنی یہ کہ فرمایا کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ مطلب کہ متواضع لوگ ہیں) اور ان کے تواضع کیوجہ سے خود بھی انکی مدح فرمائی ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تواضع کا حکم فرمایا چنانچہ فرمایا واخفض جناحک للمؤمنین اور فرمایا کہ اخفض جناحک لمن تبعک من المؤمنین (آپ اپنی جانب کو مؤمنین کے لئے پست کیجئے اور ایک جگہ فرمایا کہ اپنی جانب کو مؤمنین متبعین کے لئے پست فرمائیے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی تعریف فرمائی ہے یہ فرماکر کہ وانک لعلی خلق عظیم کہ آپؐ عظیم خلق کے اوپر مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کا نمایاں خلق تواضع تھا۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپؐ گدھے کی سواری بھی فرمالیا کرتے تھے اور غلاموں (غریبوں) کی دعوت بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تواضع بہترین خُلق ہے۔ اور پہلے نیک لوگوں میں یہی وصفِ تواضع انکا اعلیٰ خلق تھا۔ لہٰذا ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم انکی اقتداء کریں۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

(باقی آئندہ)

زیارت فخرعالم علیہ السلام اختیاری بات نہیں درود شریف کی کثرت و محبت
وجب اوسکا ہے ۔ فی الواقع چشتیہ زماں دور از مقصد ہیں ۔ فقط ۔ والسلام
ولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہونچے ۔ جواب مسئلہ لکھکر عزیزالرحمن کو دیدیا
نا شاید پہونچا ہو ۔ فقط ۔ آپکو محمود اور دیگر طلبہ کا سلام پہونچے ۔ ہرچند آپ کے
ن ظن بندہ کے باب میں ہیں مگر دعا بھی کرنا کہ مجھکو بھی کچھ اس راہ سے ملجاوے من آنم
من دانم ۔ فقط ۔ مورخہ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۰۱ھ روز جمعہ ۔

(۲۱) مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم ۔ بعد تمھارے جانے کے یہ خیال آیا
سر بند عطیہ حضرت سلمہٗ کہ اس احقر کو عطا ہوا تھا اور پانچ سال میرے استعمال
ں رہا آپکو ابھی دیا جاوے کیونکہ اسکے طالب چند شخص تھے چونکہ آپ احق ہیں
ور تاخیر میں خیال تھا کہ شاید مجبوری سے انکو دیا جاوے لہٰذا اب ہی ارسال
ناسب ہوا ۔ بہ دعاء خیر یاد رکھیں ۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ ۱۳۰۱ھ

قولہ دعا بھی کرنا کہ مجھکو بھی کچھ اس راہ سے مل جاوے یہ بھی حضرت گنگوہیؒ کا تواضع اور
ر انکی کسر نفسی ہے جسکا مفصل بیان ابتدا میں آچکا ہے بات یہ ہے کہ عارف کی نظروں میں
پنا کوئی عمل اور حال حق تعالیٰ کے دربار کے شایان شان نہیں معلوم ہوتا اسلئے وہ اپنی ہر شئے
ناقص اور کمتر ہی خیال کرتے ہیں ۔ ؏ جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے ۔ نیز حسنات الابرار
سیئات المقربین مشہور مقولہ ہے اسلئے بھی مقرباں را بیشتر بود حیرانی ۔ چنانچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی ہے کہ ما عرفناك حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك پس
حضرات کہ متبع سنت ہوتے ہیں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت سے بھی حصہ ملا
کرتا ہے ۔

قولہ یہ خیال آیا کہ سر بند عطیہ حضرت سلمہٗ کہ اس احقر کو عطا ہوا تھا الخ حضرت حاجی صاحب
رحمہ اللہ مرقدہ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کو شاید کوئی عمامہ عطا فرمایا تھا جو حضرت گنگوہیؒ کے استعمال
ں بھی رہا اسکے متعلق مولوی صدیق صاحبؒ سے فرما رہے ہیں کہ میں اسکو تمھیں دینا چاہتا ہوں

(۲۲) مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم۔ السلام علیکم بخریت ہوں جواب آپ کے چار خط کا سابق روانہ کرچکا ہوں اب اور خط آیا جسمیں پیرجیو فخرالحسن صاحب کا خط ہے اوسکا جواب تو وہی جواب ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں اور اگر خوامخواہ وہ مجھ سے تعلق بلا واسطہ چاہتے ہیں تو ابھی ملاقات تک ملتوی رکھیں اور چند بار استخارہ کرلیویں بعد استخارہ قرار رائے بروقت دیکھا جائے گا کچھ جلدی کی بات نہیں۔ فقط۔ ندامت اعمال کے باب میں جو لکھا ہے تو کچھ حال اہل وجد حشیۃ کا منکشف ہوتا، ممکن ہے جب نسبۃ وجدیہ غلبہ کرتی ہے اپنے آپ کو بدتر از کفار سالک تصور کرتا ہے۔ بخاری کی کتاب الایمان میں ملاحظہ کریں کہ اکثر اصحاب اپنے نفاق پر اندیشہ رکھتے تھے اور کوئی مطمئن اپنی نجات و ایمان پر نہ تھا ؎ ،

---

۴۴ اور دوسرے حضرات بھی اسکے طالب ہیں ایسا نہ ہو کہ مجبوراً کوئی لے لے اسلئے تمہارے پاس روانہ ہے۔

؎ قولہ بخاری شریف کے کتاب الایمان میں ملاحظہ کریں کہ اکثر اصحاب اپنے نفاق پر اندیشہ رکھتے تھے اور کوئی مطمئن اپنی نجات اور ایمان پر نہ تھا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اس موقع پر حضرت اقدس مصلح الامۃؒ نے فتح الباری شرح بخاری سے وہ روایت نقل فرما دی ہے۔ وہو ہذا۔

قال ابن ابی ملیکہ ادرکت ثلثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلہم یخاف النفاق علی نفسہ ھذا التعلیق وصلہ ابن ابی خیثمہ لکنہ ابہم العدد وکذا اخرجہ محمد بن نصر المروزی مطولاً فی کتاب الایمان لہ وعینہ ابو زرعۃ الدمشقی فی

حضرت ابن ملیکہ نے فرمایا کہ میں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تیس اصحابؓ کو پایا کہ وہ سب کے سب اپنے اوپر نفاق کا اندیشہ فرماتے تھے اس تعلیق کو ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں وصلاً بیان کیا ہے لیکن اس میں عدد کو مبہم رکھا ہے اسی طرح محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب الایمان میں اسے مطولاً ذکر کیا ہے ابو زرعہ دمشقی نے اسکی تعیین بھی کر دی

سودہ شد از سجدۂ پیش بتاں پیشانیم ۔ چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم

یہ شعر شیخ عبدالقدوسؒ اکثر لکھتے ہیں اور غلبہ وجد میں سب اشیاء کو اپنے آپ سے بہتر جانتے ہیں پس آپ پر اب بعد رفع سکر یہ نسبت اثر کرتی ہے اپنے افعال و اعمال پر ندامت اوسکا اثر ہے ۔ مبارکباد ۔ فقط ۔ والسلام ۔ پیر جیو فخر الحسن اگر

تاریخه من وجه آخر كما هنا

والصحابة الذين ادركهم ابن ابی ملیکة من اجلهم عائشةؓ و اختها اسماء و ام سلمةؓ والعبادلةؓ الاربعة (عبد الله بن عمر - عبد الله بن عباس - عبد الله بن مسعود و عبد الله بن الزبيرؓ) وابوهريرة وعقبه بن الحارث والمسور بن مخرمه - فهولاء ممن سمع منهم وقد ادرك بالسن جماعة اجل من هٰؤلا كعلی بن ابی طالب و سعد بن وقاص - وقد جزم بانهم يخافون النفاق فی الاعمال ولم ينقل من غيرهم خلاف ذالك فكانه اجماع وذلك لان المؤمن قد يعرض عليه فی عمله مايشوبه مما يخالف الاخلاص (فتح ۸۲/۱)

اس سند کے علاوہ جو یہاں بیان ہوئی ہے ۔

اور وہ حضرات صحابہؓ جن کو ابن ابی ملیکہ نے پایا تھا ان میں سے اکابر یہ تھے حضرت عائشہؓ انکی بہن اسماءؓ ام سلمہؓ ۔ عبادلہ اربعہ یعنی عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن عباسؓ ۔ عبداللہ بن مسعودؓ ۔ عبداللہ بن زبیرؓ ۔ حضرت ابوہریرہؓ ۔ عقبہ بن حارثؓ ۔ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ ۔ ان سب سے تو ابن ملیکہ نے سنا بھی ہے ۔ باقی صرف عمر کے لحاظ سے ان حضرات سے بڑوں کو پایا بھی ہے ۔ جیسے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ چنانچہ یہ کہا کہ یہ حضرات اپنے اعمال میں نفاق کا اندیشہ فرماتے تھے اور کسی سے اس کے خلاف منقول نہیں ہے پس گویا اس پر اجماع ہی ہوگیا اور یہ اس لئے کہ مومن کو کبھی اپنے عمل میں ایسی چیز پیش آجاتی ہے جو اخلاص کے منافی ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے عمل میں نفاق کا اندیشہ کرتا ہے ۔

ــــــــــ

مــه ۔ شعر کا ترجمہ اگلے صفحہ پر دیکھئے ۔

آپ سے بیعت کرلیویں تو بہتر ہے جواب اول لکھ چکا ہوں اسس پر عمل کریں۔ پرچیو صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے مستطیل خط کی حاجت نہیں۔ مولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہونچے گھر انکے خیریت ہے سنا ہے کہ انکی زوجہ کو پلک بندی سے فائدہ نہ ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ صحت عطا فرمائے۔ بندہ ہوں۔ بندگی سے کیا چارہ بجز عرض کام نہیں اور کچھ اختیار نہیں فقط والسلام ۱۴ رجب ۱۳۰۱ھ

(۴۳) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ دو خط آپ کے پہونچے حال معلوم ہوا۔ جملہ حالات آپ کے عمدہ ہیں خواہ حیرت ہو خواہ عبودیت موجب تشکر ہیں اور خواب جو دیکھے اور نقل کئے وہ بھی سب کے دیار صالحہ ہیں محتاج تعبیر نہیں ہاں البتہ اسکے بیان کی ضرورت ہے کہ آپ اس عاجز پا برہنہ کے پیچھے جو اپنے آپ کو دیکھتے ہو تو اسکی دو وجہ ہیں، ایک تو آپ کے عقیدہ میں یہ امر

ؔ قولہ اس عاجز پا برہنہ کے پیچھے جو اپنے آپ کو دیکھتے ہو الخ — ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے اپنا کوئی خواب حضرتؒ کو لکھا کہ آپ آگے آگے ہیں اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چل رہا ہوں اور اسکی تعبیر چاہی اسپر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اس خواب سے ظاہر سے یہ مغالطہ ہو سکتا ہے کہ تم تقدم کے شرف سے مجھے مشرف سمجھو تو اسکے متعلق کہتا ہوں کہ اپنے کو میرے پیچھے دیکھنا دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ تم اپنے ذہن میں مجھے کچھ سمجھتے ہوگے وہ تمہارا خیال ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناکام کو آپ کا ظاہری وسیلہ بنایا ہے تو اسکو یوں سمجھو کہ رہٹ کے ذریعہ کنوئیں سے پانی پہلے ڈولچیوں میں آتا ہے پھر کھیت میں جاتا ہے پس ڈولچیوں سے سوا اس کے کہ کھیت میں پانی جانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں، رہا یہ کہ پانی ان میں سے ہوکر آتا ہے یا رہ جاتا ہے وہ کھیت میں جمع شدہ پانی سے مقدار میں بہت کم ہوتا ہے۔ پس نفس تقدم کو کیا شرف ہوا۔ لہٰذا تقدم موجب فخر نہ ہوا، ہاں آپ کے اتباع سے مجھے البتہ فخر حاصل ہوا" کہ باشد کہ پیر را بذریعہ مرید نوازند" یعنی ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ پیر کو (یعنی مجھکو) تمہارے ذریعہ سے نوازدیں۔
(فارسی کے شعر کا ترجمہ) تیرے سامنے سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی اب کس طرح اور کیسے تم کو سلام کروں یعنی ساتھ تعظیم کرتا رہوں)

قرار پایا کہ یہ گمنام بھی کچھ ہے دوسرے فی الواقع اس ناکام کو آپکا وسیلہ ظاہر بنایا ہے سو اگر چاہ سے پانی نکلتے وقت رہٹ کے ظروف میں اول پانی آتا ہے مگر کھیت میں جاکر جمع ہوتا ہے سو اولاً تو ظروف جز طریق زراعت اور کچھ نہیں اور جو کچھ پانی ان میں رہتا ہے یا آتا ہے وہ بہت قلیل نسبۃ بزراعۃ ہے۔ اگرچہ ظروف مقدم زراعۃ پر ہیں مگر نفس تقدم کو کیا شرف ہے لہٰذا تقدم موجب فخر نہیں ہاں آپ کے اتباع سے فخر ہے "کہ باشد کہ پیر را بذریعہ مرید را نوازند" اب لکھتا ہوں کہ مولوی خلیل احمد کی نسبۃ بسیط ہے کہ حضور میں اعلیٰ درجہ کو پہونچے اور انوار و وقایع وانکشافات جو آپکو ہوتے ہیں وہ انکو پیش ہی نہیں آئے اور آپ اس نسبۃ مفصلہ کے حامل ہیں اس امر میں بمراتب ان سے سابق و اعلیٰ ہو اور حضور و یادداشت میں قریب ان کے ہوا اپنا یہ فہم ہے والغیب عند اللہ تعالیٰ انکی نسبۃ خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ کے طرز پر مناسب ہے اور آپکی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی وضع پر چسپاں ہے کہ اگرچہ نسبۃ وہ ہی نسبۃ ہے مگر بسط و بساطۃ کا فرق ہے اور بظاہر اب اثر و نسبۃ تمام لطائف و عناصر پر واقع ہو گیا۔ قالب اوسوقت عبادت میں مسرور ہوتا ہے کہ اس میں اثر ذکر آجاتا ہے والحمد للہ علی ذلک مولوی فخر الحسن کے واسطے جیسا آپ نے مناسب جانا بہتر ہے اب سر دست انکو ذکر جہر بارہ تسبیح معمولی چشتیہ تلقین فرمادیویں وہ کرتے رہیں پھر وقت ملاقات دیکھا جاوے گا۔ فقط۔ والسلام۔ بندہ جو کچھ حال خود لکھتا ہے بخدا[ھ] مقصود اس تحریر سے انکسار و تواضع نہیں بلکہ یہ خیال آتا ہے کہ دنیا میں تو سب احوال و مراتب بندگاں مخفی ہیں

ھ۔ قولہ : بندہ جو کچھ حال خود لکھتا ہے مقصود اس تحریر سے انکسار و تواضع نہیں الخ پہلے حضرت گنگوہیؒ نے شرفِ تقدم کی حقیقت بیان کرکے انکے ذہن کو صاف فرمایا اور یہ فرمایا کہ مجھے آگے دیکھنے سے میرے شرف پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے ہاں آپ کے اتباع کی وجہ سے مجھے البتہ فخر ہے۔ اسکے بعد حضرت گنگوہیؒ نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا صدیق احمد صاحبؒ

نہیں معلوم کہ کون ادنیٰ ہے کون اعلیٰ مگر انصاف سے مرتبہ بذریعہ احوال عادات و اخلاق معلوم ہو جاتا ہے سوا اپنے حالات معلوم ہیں اگر اب بھی وہ دم پیری آپ کے روبرو مارے جاؤں تو روز قیامۃ وقت ظہور سرائر عبث ایک خفت و سبکی حاصل کرنا اور کشف عجب وریا ہو کر ندامت حاصل ہووےگی لہٰذا بہتر ہے کہ دنیا میں اظہار حقیقت کر کے سبکدوش ہوں اور الزام معتقدین سے اس روز نجات پاؤں اور باقی خیر کسکو اپنی بڑائی بری معلوم ہوتی ہے۔ فقط ۱۱ شعبان

(۲۴) برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو خط آپ کے پہونچے آپ کے خیالات کی تصدیق کرتا ہوں اور جو آپ نے لکھے سو سب خواب رویائے صالحہ ہیں تعبیر کی حاجت نہیں مگر دیوبند کے مدرسہ کے خواب کی البتہ ضرورت تعبیر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیر کا خیال ہر روز یہ ہے کہ فلسفہ محض بیکار امر ہے اس سے کوئی نفع معتدبہ حاصل نہیں سوائے اسکے کہ دو چار سال ضایع ہوں اور آدمی خر دماغ غبی دینیات سے ہو جاوے۔ فہم کج وکور فہم شرعیات سے ہو جاوے اور کلمات کفر بزبان سے نکلکر ظلمات فلاسفہ میں قلب کو کدورت ہو جائے اور کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اس فن خبیث کو مدرسہ سے اخراج کر دیا تھا چنانچہ ایک سال سے اسکی

دوم کی نسبتوں کا فرق بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد یہ فرمایا کہ میں نے جو کچھ اپنے متعلق بیان کیا ہے وہ محض انکسارًا اور تواضعًا نہیں کہا ہے بلکہ بندہ کے نزدیک حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تم لوگ جیسے حضرات کو مجھ سے متعلق فرما دیا ہے (اور تم لوگوں کے احوال ماشاء اللہ ایسے رفیعہ ہیں) اسلئے کہتا ہوں کہ انسان کے حالات دوسروں سے مخفی ہو سکتے ہیں لیکن اس پر تو عیاں ہی رہتے ہیں چنانچہ اپنا یہ حال بیان کر کے تم لوگوں کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا کہ تمھارے سامنے پیری اور شیخیت کی ڈینگ ہی مارتا ہوں اگر دنیا میں ایسا کر بھی لیا تو کل بروز قیامت وہاں کی رسوائی سے کون بچائے گا اسلئے دنیا میں اس امر کا اظہار کر کے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں تاکہ کل کے دن معتقدین کے الزام سے نجات پاؤں رہ گئی اپنی بڑائی کسکو بری معلوم ہوتی ہے ۱۲

پڑھائی مدرسۂ دیوبند سے موقوف کر دی گئی ہے مگر بعض بعض مدرسین اور طلبہ کو خیال اسکا چلا جاتا ہے اور شاید خفیہ خفیہ درس کبھی اسکا ہوتا ہو تو بظاہر یہ مراد اس رویا سے ہووے والغیب عند اللہ تعالےٰ۔ دوسرے یہ کہ جیسا کوئی امر آدمی کے اندر پختہ ہو جاتا ہے وہ سب کو ویسا ہی خیال کرتا ہے بلکہ مشاہدہ کرتا ہے لہٰذا جو حال سالک پر وارد ہووے گا سب میں وہی معائنہ کریگا یہ تو کلیہ ہے اہل یادداشت جانتا ہے کہ یہ امر سب کو حاصل ہے بلکہ بداہتہً دیکھتا ہے کہ بسبب ظہور اس امر کے سب میں موجود ہے اور اگر اسکے خلاف احوال دوسرے لوگوں سے مشاہدہ کرتا ہے تو تعجب کرتا ہے کہ یہ امر کس طرح لوگوں سے سرزد ہوا۔ علیٰ ہذا دیگر نسب کا حال ہے مگر جب بہ تمکین تامل کر کے دیکھتا ہے تو جانتا ہے کہ یہ امر اپنا عندیہ ہے ورنہ سب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ خصوصاً وہ حال کہ نہایت کو جو رجوع کر آیا ہو وہ تو تمام خلق میں واضح معلوم ہوتا ہے۔ غرض یہ سب امور درست ہیں ہاں اس بسط کے ساتھ اور تفصیل کے اپنے کسی دوست کو یہ واردات نہیں ہوئے۔ یہاں ہر روز اجمالی یادداشت کی تحصیل رہی اور درمیان کے وقائع محذوف۔ یہ فضیلت آپکو نصیب ہوئی اور یہ تفصیل آپ کو سپرد ہوئی۔ حق تعالیٰ برکۃ و ترقی فرما دے اور زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے سب خطوط بندہ نے جمع کر لئے ہیں شاید کسی کے کام آجاویں۔ فقط باقی سب طرح خیریت ہے۔ ۷ رشعبان کو مسعود احمد کبھی دہلی سے بتقریب رمضان آئے ہیں۔ ۱۳۰۱ھ

(۲۵) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم۔ بندہ ایک ہفتہ سے دیوبند ہے آپکا خط گنگوہ سے دیوبند آکر مجھکو ملا حال معلوم ہوا۔ عزیزا! وہ کون ہے کہ حدیث النفس سے محفوظ ہے خود سرور عالم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی حدیث النفس کا ورود تھا مگر خیر او بس کا خیر ہے اور شر اسکا شر، تدبیر خلق اور اصلاح امور معاش معاد کی حدیث النفس صالحات میں ہے اور خطرات اسکے ضد اسکی ہے الحاصل

حدیث النفس وخواطر لازم بشر ہیں ہاں اگر غلبہ ہو کر ذکر سے مانع و صادر ہو جاویں تو
ہے۔ تفرقہ زبوں امر ہے ورنہ کیا اندیشہ ہے ابو الحال کو کوئی خطرہ مضر نہیں
ہاں ابن الحال کو ضرر ہے سو آپ بفضلہ تعالیٰ اس سے ماموں ہیں معہذا جو
سعی آپکی ازالہ احادیث نفس میں ہے تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ صمدیۃ حق تعالیٰ
مد نظر رہے اپنا عاجز محتاج ہونا اور حق تعالیٰ کا غنی عاجز نواز ہونا ہر حال
ضرورت وحاجت اور اوسکی توجہ اور اعانت اس مراقبہ سے رفع احادیث ہوجاوے
انشاء اللہ کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ محمود کے باب میں آپ لکھتے ہیں مجھکو اسکے قول
اعتبار نہیں معہذا اگر وہ خود حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے تو اجازت دیتا ہوں
اسکو بشی و مخزنی الی اللہ اور کیا کہوں سو آپ اگر اسکو بلا دیں تو اجازت ہے اور وہ مجھ
اگر پوچھے گا تو اجازت لکھدوں گا بلکہ کل پرسوں کو اگر وطن کو خط لکھوں گا تو از
اجازت لکھدوں گا۔ فقط۔ والسلام۔ بعد سعیؔ و تدبیر کے اب تعلیم طفلاں میں
تدبیر کرتا ہوں اور یہ اپنی خامی ہے ورنہ پہلے سے ہی اگر ایسا کرتا تو رنج نہوتا۔ ماشاء اللہ کان
مولوی رفیع الدین صاحب کو ربع کا دورہ آتا ہے بہت ضعیف ہیں دو روز تک غش رہتے ہیں چلنے پھرنے سے
حاجی محمد عابد صاحب بھی ایسے ہی ہو گئے تھے مگر تین دورے ٹل گئے ہیں افاقہ ہے۔ سبکا سلام پہونچے ۔ یست

ف۔ قولہ: بعد سعی و تدبیر کے اب تعلیم طفلاں میں اسقاط تدبیر کرتا ہوں الخ ۔ راقم عرض کرتا ہے کہ حضرتؒ
اپنے صاحبزادہ محمود کو مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے پاس رکھا تھا انکی تربیت کے سلسلہ میں بھی پریشان تھے چنانچہ حضرت
"مجھکو اسکے قول و قرار کا اعتبار نہیں" اسی پر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ "بعد سعی و تدبیر کے اب تعلیم طفلاں میں اسقاط تدبیر
اپنی خامی ہے ورنہ پہلے ہی سے اگر ایسا کرتا تو رنج نہ ہوتا" ۔ اسی سلسلہ میں عرض ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
میں تحریر فرمایا ہے کہ "شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میرے بیٹے عبد الرحمن کو ابتدا میں علم کا شوق نہ تھا میں اسکی وجہ
پریشان ہوتا تھا حق تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ میں اس معاملہ کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دوں میں نے ایسا ہی کیا اسی
بفضل ایزدی اسکو علم کا شوق پیدا ہو گیا اور بغیر کہنے کے خود تحصیل علم میں محنت کرنے لگا اور اپنے ہم سبقوں سے
حق تعالیٰ نے مجھے ایک بڑی تکلیف سے راحت عطا فرمادی"۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی خواص
کہ معاملہ تربیت میں علماء و صالحین کی اولاد کیلئے کوئی چیز ایسی   پس پشت انکے لئے دعا کرنا اور
کو خدا تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے۔ انتہیٰ۔
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی کا اشارہ بھی اسی کی جانب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

Regd No.1 2/8/AD-111

Monthly March 1985

WASIYATUL IRFAN

23, Buzi Bazar Allahabad

پریس رجسٹریشن آف بکس ایکٹ ۱۸۶۷ء (۱۹۵۶ء میں ترمیم شدہ) کی دفعہ ۱۹ ڈی کے قاعدہ ۸ کے مطابق ماہنامہ وصیۃ العرفان کی ملکیت وغیرہ کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات شایع کیے جاتے ہیں

(۱) مقام اشاعت :- الہ آباد

(۲) وقفہ اشاعت :- ماہوار

(۳) پرنٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۵، جانسن گنج۔ الہ آباد

(۴) پبلشر کا نام، قومیت اور پتہ :- صغیر حسن۔ ہندوستانی۔ ۸، اقبال پور۔ الہ آباد۔

(۵) اڈیٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۵، جانسن گنج۔ الہ آباد

(۶) ان اصحاب کے نام جو اس رسالے کے مالک یا حصہ دار ہیں یا اسکے تمام سرمایے کے ایک فیصدی سے زیادہ کے حصہ دار ہیں :- مولوی احمد متین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد

میں صغیر حسن اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

(دستخط) صغیر حسن (پبلشر)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ کا ترجمان

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۴ اپریل ۱۹۸۵ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲۳ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۔ مدیر: عبد المجید عفی عنہ ۔ دو روپیہ

شمارہ ۴ | رجب المرجب ۱۴۰۵ھ مطابق اپریل ۱۹۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر نیر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

فرمایا کہ ——— ایک عجیب بات آپ لوگوں سے کہتا ہوں اور وہ یہ کہ مجھے کچھ دنوں پہلے یہ خیال ہو چلا تھا کہ میں ہو گیا ہوں ۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ نہیں ہوں۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ میرے سفر بمبئی اور پھر سفر علی گڑھ کی خبر مدرسہ والوں کو بھی ہو گئی چنانچہ انھوں نے بھی مجھے بلانا چاہا اور کئی حضرات نے اس سلسلہ میں مجھے خط لکھے اور جو لکھتا تھا بس یہی لکھتا تھا کہ اب اس زمانہ میں بس تم ہی رہ گئے ہو اور اب کوئی نہیں رہا۔ تمہاری توجہ ہو جائیگی تو مدرسہ کی اصلاح ہو جائیگی ۔ اسکی وجہ سے میں نے سمجھا کہ میں ہو گیا ہوں اور جب یہ معلوم ہوا کہ اصلاح بھی مجھ ہی پر موقوف ہے تو وہاں جانے کا کچھ خیال بھی پیدا ہو گیا کیونکہ یہ سمجھا کہ اب میرے نجانے میں نقصان ہے لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ لوگوں کا یہ ارادہ ہوا کہ انکو مدرسہ ہی کے مہمان خانہ میں ٹھیرایا جائے اسلئے کہ ان کے مریدین کی تعداد زیادہ ہے ان کے مدرسہ میں ٹھیرنے کی وجہ سے سب کی توجہ مدرسہ کی طرف ہو جائیگی اور بہت چندہ آئے گا۔ انا للہ۔

میں نے جب یہ سنا تو ایک چوٹ سی دل پر لگی یہ خیال کیا کہ میں تو دھوکا کھا گیا کیونکہ پہلے تو میں نے سمجھا تھا کہ اصلاح مجھ پر موقوف ہے اور اب سمجھ میں آیا کہ چندہ کا بہترین ذریعہ میں ہوں ۔

الہ آباد میں مجھے جس دن دورہ پڑا ہے اس میں اس ضیق کو بھی دخل تھا اور گو ایسی ایسی تکلیفیں زندگی میں بہت سہ چکا ہوں لیکن اسدن یہ ہوا کہ بعض مقامی حالات کی بنا پر طبیعت کئی دنوں سے متاثر چل رہی تھی جسکی وجہ سے کھانے وغیرہ کا نظام بھی گڑبڑ ہو گیا تھا۔ رات کو بھی کھانا کم ہی کھایا تھا اور پھر صبح کو ناشتہ بھی بہت معمولی سا کیا تھا جسکی وجہ سے جسم میں ضعف پہلے سے موجود تھا۔ اسی دن صبح یہ بات معلوم ہوئی جس سے روحانی اذیت پہونچی اور اتنی شدید پہونچی کہ طبعی قوت اسکی مدافعت نہ کر سکی ۔ پھر مجلس میں بھی مضمون کچھ اسی قسم کا آگیا وہ یہ کہ تا اہلوں نے اہل اللہ کی جگہ لیکر طریق کو بھی فاسد کر دیا ہے اور مشائخ نے اگرچہ اسکا بہت ہی زیادہ اہتمام فرمایا کہ نا اہل انکی چیزوں کو دے نہ سکیں چنانچہ انھوں نے اصطلاحات قائم فرمائیں

اور رمز و اشارات میں کلام کیا مگر مراد ہی تھیں کا وہ حضرات خوف فرماتے تھے کہ
نااہل لوگ نہیں سمجھے اور اہل اللہ کا لباس پہنکر طریق کا بھی ناس مار دیا اور
عوام الناس کا بھی۔

پس کچھ تو پہلا تاثر کچھ مضمون کا تاثر ان سب کے مجموعہ سے طبیعت
بالکل مغلوب ہوگئی اور مدافعت نہ کر سکی اور تاثر غالب آگیا۔ چنانچہ وہ کیفیت پیدا
ہوگئی جو آپ لوگوں نے دیکھی (یعنی یہ کہ انتہائی جوش کے ساتھ تقریر جاری تھی
کہ اچانک آواز لڑکھڑا گئی اور رعشہ سا طاری ہوگیا کتاب ہاتھ سے چھوٹ گئی اور
حضرت اقدس بھی بالکل بے قابو ہوگئے فوراً لوگوں نے پکڑ کر چارپائی پر لٹا دیا
جو قریب ہی کمرہ میں بچھی تھی) اب کسی نے اسکو بلڈ پریشر کہا، کسی نے فالج کا معمولی
حملہ قرار دیا اور کسی نے غشی اور چکر کہا بہر حال جو چیز بھی رہی ہو سبب اسکا یہی تھا
جو میں نے عرض کیا

چنانچہ (جب ذرا طبیعت سنبھلی تو) میں نے لوگوں سے کہا کہ میں بیمار نہیں
ہوں میری بیماری آپ ہی لوگوں کی وجہ سے ہے آپ لوگ میری بات کو سمجھیں اور
سمجھ کر اس پر عمل کریں بس میں بالکل اچھا ہوں۔ میری بات پر دھیان نہ دیں تو اگر
جسمانی طور پر اچھا بھی رہوں تب بھی بیمار ہی سمجھئے (بیاض امانت صاحب)

ایک صاحب نے حضرت والا سے اپنا ایک خواب بیان کیا۔ عرض کیا
کہ جس دن حضرت بمبئی سے الہ آباد تشریف لانے والے تھے اس سے پہلی والی شب میں
دیکھا کہ حضرت الہ آباد تشریف لے آئے ہیں اور بہت ہی خوش ہیں اور نہایت
انبساط کی حالت میں خادم سے دریافت فرمایا کہ کیوں مولوی ـ ـ ـ صاحب تم
اب بھی معتقد ہوئے کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت نے یہ سوال پہلے بھی فرمایا
ہے اور ہم لوگوں پر اسکا جواب ہمیشہ دشوار رہا ہے (اس لئے کہ اگر اعتقاد کا دعویٰ
کریں تو اپنے قول و حال سے اسکا ثبوت دیں اور عقیدت کا انکار کیسے کر دیں) لیکن

اسوقت یہی سمجھ میں آتا ہے کہ الحمد للہ حال اچھا ہے اور پہلے کے ماننے میں اور اب کے ماننے میں بہت فرق معلوم ہوتا ہے۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کیا فرق ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ اب اپنے اندر حضرت والا کی محبت بہت زیادہ پاتا ہوں اور اسکی وجہ سے حضرت والا کے اوامر کا امتثال اور انقیاد زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اعتقاد کے متعلق جب اپنے نفس سے خود سوال کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا مانتے ہو؟ کچھ نہیں مانتے ہو۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ٹھیک حال ہے۔ کیسی محبت اور عقیدت کا معیار اسکا انقیاد اور اسکے امر کا امتثال ہی ہے اور کسی سے جب محبت ہو جاتی ہے تو محب کو اپنا ماننا کم ہی معلوم ہوتا ہے دیکھو اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہوتی ہے اور وہ کتنی طاعات کرتے ہیں لیکن اپنے کو سب سے زیادہ تقصیر کرنے والا ہی جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی کیسی معرفت تھی مگر آپؐ فرماتے ہیں ماعرفناک حق معرفتک (اے اللہ ہم نے آپکو نہیں پہچانا جیسا کہ آپ کو پہچاننے کا حق ہے)۔

اسکے بعد حضرت والا نے کچھ بات فرمانی چاہی خادم اس خیال سے کہ کہیں کوئی بات سننے سے رہ جائے حضرت کے ذرا اور قریب ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اتنے قریب کیوں آ گئے کیا میری آواز وہاں تک نہیں پہونچتی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت کی آواز تو بلند ہے وہاں تک پہونچتی ہے۔ مگر درمیان درمیان میں کبھی حضرت والا کوئی کلمہ آہستہ سے فرما دیتے ہیں اس خیال سے قریب ہو گیا ہوں فرمایا اچھا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ میں جو کبھی کبھی آہستہ آہستہ کلام کرتا ہوں اسکی وجہ جانتے ہو کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں تو یہ بات آتی ہے کہ حضرت والا کے آجکل کے حالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حضوری اور معیت سے ہر وقت سرشار ہیں۔ اسقدر اس میں محویت ہے کہ مخلوقوں (مخلوق) کیجانب التفات کرنا بھی بار خاطر ہے۔ یہ تکلف بدرجۂ مجبوری کسی نہ کسی طرح سے خود کو ادھر سے ہٹا کر مخلوقوں سے کچھ فرماتے ہیں اسلئے الفاظ اور لہجہ کے قوت اور ضعف پر نظر ہی

نہیں ہے۔

یہ سنکر حضرت والا نے فرمایا کہ ہاں یہ صحیح کہتے ہو۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔

فرمایا کہ ——— بزرگوں نے لکھا ہے کہ جو آدمی اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے اور اپنی خامیوں کو دیکھتا رہتا ہے اسی کی اصلاح ہوتی ہے جس قدر اپنے نقائص کو دیکھتا جائیگا اسی قدر ان سے بھاگنے کی اور دور دور رہنے کی کوشش کریگا۔ اور اپنی اصلاح میں لگے گا۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ ؎

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت　　سوئے استکمال خود دو اسپہ تاخت

یعنی جس شخص نے اپنے نقص اور خامیوں کو دیکھا اور پہچانا وہ اپنی تکمیل کے لئے سرپٹ دوڑا۔ طریق اصلاح تو یہ ہے کہ اپنے عیوب پر نظر ہو اور دوسروں کے کمالات دیکھے اس سے اپنے سے سوء ظن اور دوسروں سے حسن ظن قائم ہوگا حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ؎

مردم چشم سے سیکھ ادا تو　　سب کو دیکھے پر نہ دیکھے آپ کو

دراصل خود بینی ہی تو سارے مفاسد کی جڑ ہے مشائخ اور بزرگان دین تو یہ فرمارہے ہیں اور اس زمانہ میں مریدین اور متصوفین کا یہ حال ہے کہ اپنے عیب کو دیکھکر اپنی اصلاح اور تکمیل نہیں کرنا چاہتے بلکہ دوسروں کی عیب جوئی اور غیبت وشکایت کے ذریعہ اپنی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ بعض مشائخ نے اپنے مرید کو کوئی بات بغرض اصلاح فرمائی اور ان کے کسی نقص پر تنبیہ کی تو اسکو ان کے دوسرے مریدین نے لے لیا اور اچھی طرح یاد کیا اور گاہ گاہ اسکا مذاکرہ کرتے رہتے ہیں (معاذ اللہ) شیخ نے تو بغرض اصلاح وتکمیل کوئی بات کہی اور اسکی خیرخواہی کے خیال سے کہا مگر ان لوگوں نے بطور غیبت اسکا مذاکرہ کرکے اس سے اپنے حرمان کا سامان فراہم کرلیا۔

ایک مرتبہ میں وطن سے تھانہ بھون جارہا تھا وطن ہی کے ایک صاحب میرے ساتھ

حضرت مولاناؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اگر میں نہ ہوتا تو شاید وہاں داخل بھی نہ ہونے
پاتے لیکن آگے انکا حال سنئے میں تو وہاں ہی حضرتؒ کے پاس رہ گیا اور وہ
صاحب پہلے ہی وطن واپس آ گئے۔ لوگ ان سے ملنے کیلئے گئے کہ تھانہ بھون سے
آئے ہیں انھوں نے لوگوں سے کہا کہ ان میں اور اُن میں بہت فرق ہے (یعنی مجھ میں
اور حضرت مولاناؒ میں بہت فرق ہے) مجھے جب یہ بات معلوم ہوئی تو میں نے کہا
کہ مجھ میں اور حضرت مولانا میں نسبت ہی کیا ہے۔ وہ ہست ہیں اور ان کے سامنے
میں نیست ہوں وہ موجود ہیں میں انکی بہ نسبت معدوم ہوں۔ شیخ اور مرید کا تقابل
ہی کیا؟ مقابلہ تو مرید اور مرید میں کیا جا سکتا ہے کہ فلاں کم ہے اور فلاں زیادہ
ہے۔ دیکھا آپ نے وہ صاحب میرا نقص دیکھنے گئے تھے اور یہی وہاں لیکر آئے

فرمایا کہ ـــــ پہلے زمانہ میں مشائخ جو کسی اجازت دیتے تھے اور اپنا
خلیفہ بناتے تھے یا علماء جب کسی کو سند فراغ عطا فرماتے تھے تو وہ اس کی وجہ
سے بہت فکر میں پڑ جاتا تھا اور اس خلافت و اجازت کو خدائی امانت سمجھکر
اس کے تحمل کا ایک بار اپنے اوپر محسوس کرتا تھا لوگ ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ
سے دعا کرتے تھے کہ حسن و خوبی کے ساتھ اسکی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں
لیکن اب معاملہ برعکس ہو گیا ہے کہ لوگوں نے خلافت و اجازت کو دنیا داری کا ایک
ذریعہ سمجھ لیا ہے پھر اب دین کہاں رہا؟ پہلے زمانہ میں برسوں کسی کو آزمانے اور امتحان
لینے کے بعد تب اسکو اجازت دی جاتی تھی۔ اب نہ مشائخ کی جانب سے امتحان
ہے اور نہ مرید ہی کے اندر خوف و امانت ہے بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ
اسکے لئے منھ کھولے ہوئے ہیں (یعنی منتظر ہیں کہ کب خلافت ملے اور کب
اپنا کام چلے)۔ اہل و نااہل کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں
دین کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ بس طریق اسی راہ سے خراب ہوا۔ اور اب تو اس کو
ختم ہی سمجھو (انا للہ و انا الیہ راجعون)۔ (ریاض امانت علی صاحب)

فرمایا کہ —— ہدیہ دینا سنت ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس سے باہم محبت بڑھتی ہے اسلئے ہدیہ سے مقصود ازدیاد محبت ہی ہونا چاہیئے یہ تو بالکل ٹھیک ہے اور عام غرض ہدیہ سے یہی ہوتی ہے۔ لیکن اسی سلسلہ میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مشائخ کو جو ہدیہ دیا جاتا ہے تو ان میں بعض کی یہ نیت ہوتی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو قدم صدق حاصل ہے بال بچوں اور فکر معاش سے اس میں فتور نہ واقع ہونے پائے اس طرح سے یہ لوگ ان کے ساتھ مشارک اور معین بن جاتے ہیں، یہ بہت عمدہ بات ہے اور اعلیٰ خلوص ہے یہ تو مشہور بات ہے اور مشائخ اسکو لکھتے بھی ہیں لیکن اسی سے استنباط کر کے میں یہ کہتا ہوں کہ اسی طریقے کے اور جو لوگ ہیں جن سے عامۃ الخلائق کا نفع وابستہ ہے مثلاً طبیب وغیرہ تو لوگوں کو چاہیئے کہ انکی بھی خدمت کر کے انکو بھی اپنے کام کے لئے فارغ کر دیں ورنہ اگر فکر معاش انکے سر لگی رہی تو ظاہر کہ وہ اسکے لئے کوئی نہ کوئی انتظام کریں گے اور کچھ نہ کچھ وقت صرف کریں گے کچھ اور نہیں تو دواخانہ ہی کھول لیں گے اور پھر اسکے ذریعہ سے آمدنی کی فکر ہوگی اور یہ چیز انکے اصل کام میں مخل ہوگی۔ اسی کلیہ کے پیش نظر اگلے زمانہ میں قاضی ومفتی وغیرہ کا وظیفہ مقرر کر دیا جاتا تھا تاکہ امور دینیہ کو وہ یکسوئی کے ساتھ انجام دے سکیں۔

(سرسید ہال علی گڑھ میں طلباء کے ایک مخصوص اجتماع سے حضرت مصلح الامتؒ کا خطاب)

فرمایا کہ —— مجھے آپ حضرات سے ملکر روحانی مسرت ہوئی اور توقع سے زائد خوشی ہوئی اور آپ سے امید قائم ہوئی۔ علم، انسان کوئی پڑھے۔ زبان، کوئی سی سیکھ لے۔ جہاں چاہے چلا جائے کوئی حرج نہیں بس ضرورت اسکی ہے کہ مذہب کا پابند رہے اور ان تمام امور کو دین کے ماتحت رکھے۔ آخر مسلمان ساری دنیا میں موجود ہیں عرب میں، امریکہ میں، لندن میں چین اور جاپان میں زبانیں سب کی الگ الگ ہیں لیکن قدر مشترک جو چیز ہے وہ اسلام ہی ہے

شک نہیں کہ اسوقت ہم لوگ ایک نازک دور سے گذر رہے ہیں سب اسکو جانتے ہیں کہ ہمکو مٹانے کی پوری کوشش کیجارہی ہے لیکن کوئی مٹا نہیں سکتا۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ ہماری نظر اسباب پر نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا ناصرو محافظ اللہ تعالیٰ ہے۔ بس ضرورت اسکی ہے کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت کا مستحق بنالیں ــــ اور یہ ہوگا دین اختیار کرنے سے۔

میں آپ کے یہاں آکر اور آپ میں رہ کر کچھ اجنبیت نہیں محسوس کررہا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اپنوں میں آگیا ہوں اور یہ محض آپ حضرات کی دینداری کیوجہ سے ہے۔ دین خدا کا ہے اسلئے سب کو اس سے تعلق ہونا چاہیئے خواہ وہ عربی پڑھنے والے ہوں یا انگریزی پڑھنے والے۔ آپ نے دین کے اندر جو قدم اٹھایا ہے اس سے بہت خوشی ہے جی چاہتا ہے کہ آپ سے کہوں کہ اس میں سبقت کیجئے یعنی آپ اسکی کوشش کیجئے کہ دین میں اور حق تعالیٰ کے تعلق میں آپ عربی طلبہ سے بڑھ جائیں وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (یعنی سبقت کرو اپنے رب کی مغفرۃ کیجانب اور اس جنت کی جانب جسکا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو کہ متقیوں کے لئے بنائی گئی ہے) اور عربی طلبہ کو یہ کوشش کرنا چاہیئے کہ وہ آپ سے بڑھ جائیں۔ (از بیاض امانت علی صاحب)

(طالبین کے درجات)

فرمایا کہ ــــ مبتدی وہ ہے کہ جس کے دل میں طلب اس راہ کی جوش کرے اور تلاش میں مصروف ہو اور موانع طریق سے دامن چھڑائے۔

متوسط وہ ہے کہ جس پر یہ طلب غالب ہو کہ اسکی عادت قدیمہ کو بدل دیوے اور اثر اسکا اسکے حرکات و سکنات میں ظاہر ہو اور جنکی محبت پہلے تھی انکی محبت دل میں نہ رہ جائے یا ضعیف ہو جائے۔

منتہی وہ ہے کہ سوا یاد الٰہی کے کوئی بات اسکے دل میں نہ رہے۔

(مکتوب نمبر ۲۰۲)

ال : خدا کرے حضرت والا بخیریت ہوں۔ عزیزی .... خلیل الرحمٰن کے خط سے معلوم ہوا کہ حضرت والا ان سے میری خیریت دریافت فرماتے ہیں دل کی عجیب حالت ہوئی کہ ایک بادشاہ فقیر کو یاد کرلیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ دراز فرمائیں۔ حال یہ ہے بندہ اپنے معمولات پر قائم ہے۔ تمام جسم تکالیف سے چور چور ہے لیکن دل بیمار نہیں اس میں زیادہ اوقات حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ رہتا ہے اور اس سے لذت گیر رہتا ہے مراض باطنی سب مضمحل ہو گئے نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی آرزو ہے۔ بس حق تعالیٰ کی رضا کا طلب ہے۔

حضرتا! نمازوں میں یہ مراقبہ رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں تمہاری فریاد سن رہا ہوں اپنی عطا میں کمی نہیں کرونگا۔ یہ صحیح ہے یا نہیں۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں مومنین کاملین مطلب ہے یا عصاۃ مومن بھی؟ — تہجد کی نماز میں اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتے ہیں اس سے حضوری میں ترقی ہوتی ہے۔

حضرتا! چھ سال سے مسلسل تکلیف برداشت کرتے کرتے طولِ حیات سے طبیعت گھبرا گئی ہے اسکے لئے کوئی مراقبہ تحریر فرمادیں جس سے تسلی ہو جائے یوں تو اسکا استحضار رہتا ہے کہ جس مالک نے چالیس سال عیش و آرام دیا اس نے اگر چند سال تلخ گھونٹ پلایا تو عین انصاف ہے۔ جس حال میں ہوں دل کو سمجھاتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی تجویز احسن اور افضل ہے۔

حضرتا! نہایت ادب سے التماس ہے کہ میری عاقبت کے لئے اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا فرمادیں۔

بق : محب من و مخلص من زاد اللہ اخلاصکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ الحمد للہ بخیریت ہوں۔ منشی خلیل الرحمٰن صاحب سے خیریت دریافت کیا کرتا ہوں کیا اتنا بھی نکروں یہ کون سا بڑا کام ہے آخر آپ کے بھی حقوق ہیں یا نہیں آپ کی محبت کا بدلہ

اللہ تعالیٰ عنایت فرمائیں۔ الحمد للہ کہ معمولات پر قائم ہیں۔ سبحان اللہ! کیا عمدہ حال تحریر فرمایا کہ جسم تکالیف سے چور چور لیکن دل بیمار نہیں ہے حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ رہتا ہے اور اس سے لذت گیر رہتے ہیں۔ امراض باطنہ مضمحل رہتے ہیں ——— نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی آرزو ہے۔ بس حق تعالیٰ کی رضا کی طلب ہے۔ نمازوں میں جو مراقبہ رکھ رہے ہیں بالکل نصوص کے مطابق ہے۔ آیۃ اللہ ولی الذین آمنوا خاص وعام دونوں کو شامل ہے۔ تہجد میں ہمکلامی کا شرف اور اس سے ترقی مبارک ہو۔ حیات مستعار سے گھبرا کر جو مراقبہ دریافت فرمایا ہے وہ لکھتا ہوں ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب عاقبت روزے بیابی کام را

(اے حافظ اپنے روز و شب کو سختی میں صبر کرکے گذار لو کہ انجام کار ایک دن اپنے مقصد کو پہونچ جاؤگے)

دمادم شراب الم در کشند وگر تلخ بینند دم در کشند

(اللہ والے لوگ تو مسلسل رنج وغم کی شراب پیتے رہتے ہیں اور اگر اس کو تلخ پاتے ہیں تو دم نہیں مارتے)

یہ حال اہل اللہ کا ہے۔ اللہم ارزقنا ہا۔ خاتمہ بالخیر کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

(مکتوب ۴۰۳)

(ایک صاحب کے خط کے جواب میں حسب ذیل تحریر گئی)

تحقیق: الحمد للہ کہ حضرت کی خدمت مبارکہ میں حاضری کا شرف ان دنوں مجھے نصیب ہے کل بدھ کو آپ کا خط حضرت کو موصول ہوا۔ حضرت نے پڑھکر مجھے مرحمت فرمایا کہ چند کلمہ خیر آپکو لکھدوں آپ نے حضرت والا کے متعلق جس خیال کا اظہار فرمایا ہے بلاشبہ وہ آپکی عقیدت ومحبت کی دلیل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو آسمان بنایا ہے کہ ایک بڑی دنیا حضرت کے علوم اور حضرت کے برکات سے سیراب ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے باقی رکھیں اور حضرت کی تعلیمات کو اور عام فرمائیں یہ دعا ہمیں کرنی چاہئے۔ آپنے آنے کا شوق ظاہر فرمایا ہے اور پھر عدم استطاعت کا عذر بلاشبہ یہ آپکی تمنا اور آپ کا شوق قابل قدر ہے۔ ہر مسلمان کو یہ شوق رکھنا چاہئے اور انشاء اللہ تعالیٰ جب آپ کا شوق صحیح ہے اور آپکی طلب صادق ہے تو وہ دن

دور نہیں ہے کہ پھر آپ کو حاضری کی سعادت بھی نصیب ہو جائیگی اسکی دعاء بھی کرتے رہیئے۔ اور یہ سن لیجئے کہ حضرت کی تعلیمات کا خلاصہ زیادہ تر دو چیزیں ہیں۔ اول اخلاق کی درستگی۔ دوم اعمال میں اخلاص اور خلوص پیدا کرنا۔ ان دونوں کا آپ التزام فرمائیں تو انشاء اللہ شوق میں اور زیادتی پیدا ہو جائیگی اور انشاء اللہ تعالیٰ حاضری کی ضرور شکل پیدا ہو جائیگی۔ پھر آپ کی عدم استطاعت مانع نہ ہوگی۔ باقی شیخ وقت کو امداد کے لئے لکھنا یہ چیز نازیبا ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کے احباب میں بعض احباب مخلص بھی ہیں اور خوشحال بھی مناسب وقت میں مناسب طور پر ان کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا کامیابی کا باعث ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہاں حضرت آپکی دفع پریشانی اور ادائیگی قرض کے لئے نیز حسن خاتمہ کے لئے دعاء فرماتے ہیں (فقط والسلام)

(مکتوب نمبر ۳۰۴)

حال: حضرت طبیعت پر قبض سا رہتا ہے قبل ازیں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی رائے پوری یہاں سہارنپور میں مقیم تھے جن سے عوام کو تحصیل شرف کا موقع ملتا تھا نیز احقر کے قلب کے واسطے اچھا مرجع سکونت تھا چند ایام ہوئے ہیں کہ حضرت والا مذکور مدظلہ العالی پھر پاکستان تشریف لے گئے اور آباد چمن میں ویرانی سی معلوم ہو رہی ہے اسکے کچھ ہی دن بعد احقر نے خواب میں دیکھا کہ ایک جانب آنحضرت والا کی مجلس مزین ہے اور دیگر جانب حضرت رائے پوری کی بندہ حضرت رائپوری کی مجلس میں گیا تو حضرت بعینہ اپنی صورت وعمر کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور جب آنحضرت کی مجلس میں حاضر ہوا تو حضرت والا ایک نوجوان شخص کی صورت میں رونق افزا ہیں یعنی ایسی عمر جنمیں غالباً لوگوں پر نفس غالب رہتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب حضرت والا سے کبھی ملاقات نہ ہوئی اور اشتیاق تھا تو دیکھا کہ ایک باغ ہے اس میں حضرت والا تشریف رکھتے ہیں اور آنحضرت والا ایک نہایت حسین وجمیل صاف بچے کی شکل میں ہیں کانہم لؤلؤ مکنون اور ایک عالم حضرت والا کیطرف

مائل ہو کر مستفید ہو رہا ہے چنانچہ کچھ ہی دنوں بعد حضرت والا سے پہلی ملاقات تھجور میں نصیب ہوئی۔ بعد بیداری میں برابر سوچتا رہا کہ ایک بچہ اور ایسے عمر رسیدہ لوگ اسکے سامنے باادب مطیع ہیں اور ہجوم ہے۔ اسکو پسند کر کے بندہ نے لکھدیا۔ حضرت والا غلطیوں کو درگذر فرما کر اصلاح فرمائیں اور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ جملہ مقاصد حسنہ میں کامیاب بنا دے۔

تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں ۔ بلاشبہ مولانا رائے پوری کے تشریف لیجانے کیوجہ سے آپ حضرات کو ویرانی سی محسوس ہو رہی ہوگی اہل اللہ کی قدر اور انکے برکات کا صحیح اندازہ لوگوں کو اسی وقت ہوتا ہے جب وہ نہیں رہتے۔

آپ نے خواب نقل کئے ہیں اسکے متعلق میں اسکے سوا اور کیا کہوں کہ میرے حق میں فال نیک ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھکو ویسا ہی بنا دے۔ آمین۔ باقی آپ کی محبت کا ممنون ہوں آپ کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جملہ مقاصد حسنہ میں کامیاب فرما دیں اور امتحان میں بھی کامیاب فرما دیں۔ خواب میں جس امر کی جانب اشارہ ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۵۰۴)

حال: اس کمترین پر آنجناب کا بہت بہت احسان ہے جو احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں اور برابر معبود حقیقی کے دربار میں آپ کو دعاؤں سے یاد کرتا ہوں آپ نے ایک گم کردہ راہ کو راستہ پر لگا دیا۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ کا احسان ہے

حال: جو غلام اپنے آقا سے بھاگ کر دربدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا۔ سرگرداں اور پریشان حال تھا مثل قولہ تعالیٰ فی کل واد یہیمون آپ کی توجہ نے آقا کے سامنے لا کھڑا کر دیا **تحقیق** الحمد للہ

حال: ماشاءاللہ آپکی نظر میں کتنی جاذبیت ہے مقناطیسی اثر ہے۔

تحقیق: آپ کا حسن ظن ہے۔

حال: یہ سب پریشانیاں آپ سے ترک تعلق کی بنا پر ہوئیں۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپکے

متعلقین آپ سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے ان پر راہیں بند ہوجاتی ہیں اور آپ تک جانے کے لئے مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ تحقیق: بیشک
سال: حضرت کچھ روپئوں کی ملازمت کرنے پر مجھے وہ خوشی نہ ہوتی جو مجھے اس وقت حاصل ہے۔ آنجناب نے ہمارے لئے بہت ہی عمدہ ملازمت لگا دیا۔ میں اسے نہایت ہی دلچسپی سے انجام دے رہا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ۔
سال: آپ کی تشخیص بہت عمدہ ہوتی ہے بیشک آپ مصلح الامت ہیں۔
قیق: آپ کا حسن ظن ہے۔
سال: بس اس مالک حقیقی کی غلامی مجھے پسند ہے۔ میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں اور وجد کرتا ہوں ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

(ہم اگر مفلس ہیں یا دیوانے ہیں تو کیا ہوا آخر ہیں تو اُسی ساقی اور پیمانے کے مست)
وہ کیفیت ولذت پاتا ہوں جو کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ تحقیق: الحمدللہ۔
سال: کیا ہی عمدہ نوکری آپ نے ہمارے لئے تجویز فرما دی ہے۔ حضرت والا! زمین و جائداد میراث میں والد صاحب مرحوم ومغفور سے ملی ہیں جو کھانے اور کمانے کے لئے کافی ہے۔ جس چیز کی کمی تھی وہ آنجناب کی طرف سے عنایت ہورہی ہے۔ اس بندۂ ناچیز پر خدائے ذوالجلال کا بہت بہت احسان ہے جتنا بھی شکر کیا جاوے کم ہے۔ تحقیق: بیشک
ل: میں اکثر اپنی غفلت پر روتا ہوں اور اپنے کو یہ اشعار پڑھکر سمجھاتا ہوں ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن صبر چوں داری ز رب ذوالمنن

(اے وہ شخص کہ تجھکو اپنے بیوی بچوں سے تو صبر ہے نہیں پس کس طرح سے تو نے صبر کر رکھا پروردگار ذوالمنن سے)

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں صبر چوں داری ز نعم الماہدوں

(اے وہ شخص کہ تجھکو دنیائے دنی سے تو صبر ہے نہیں کس طرح تو نے صبر کر رکھا ہے جنت کی نعمتوں سے جسکی شان نعم الماہدون ہے)
قیق: نہایت عمدہ مضمون ہے جو ان اشعار میں ہے
سال: واللہ آپ بحر العلوم ہیں، محبت کے بحر زخار ہیں جسکی ادنیٰ سی جھلک سے میں

مدہوش ہوں۔ تحقیق: خوب۔
حال: آنحضور میں کہ سب سموئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ یہ سب آپ ہی کی کرم فرمائیاں ہیں کبھی خوف کی صورت میں مجھے لرزہ براندام کرتی ہیں اور کبھی بشکل محبت مجھے متوالا بنا دیا کرتی ہیں۔ تحقیق: خوب
حال: آپ کی ذاتِ بابرکات پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال		مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(اے وہ ذات کہ جس سے ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے تیری وجہ سے ہر مشکل بلا کسی قیل وقال کے حل ہو جا
تحقیق: آپ کا حسن ظن ہے۔
حال: حضرت والا! اگر اس ناکارہ سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معذور سمجھکر معاف فرما
استقامت کے لئے دعاء فرمادیں گے۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔
حال: ادب کا تقاضا ہے کہ تحریر کو طول نہ دوں مگر شوق ہے کہ آپ ہی کے گن گا
مجبور کئے ہوئے ہے۔ اکثر آپ کی یاد میں کھویا سارہتا ہوں۔ تحقیق: خوب
حال: وہاں کے در و دیوار کا نقشہ اور لوگوں کی صورت آنکھوں کے سامنے رہتی
آپ کے قرب کے لوگ بڑے ہی اچھے لوگ ہیں۔ پاکیزہ صورت، پاکیزہ سیرت
نور ایمان ان کے چہروں پر نمایاں۔ مجھے تو ان لوگوں کی صورت دیکھکر حسرت ہو
ہے کہ کاش کہ میں بھی ایسا ہی ہو جاتا۔ تحقیق: خوب۔
حال: آنحضور کے یہاں سے واپسی کے بعد موضع کے لوگ آپ کی خیر وعافیت د
کرنے کے لئے اور ساتھ ہی ساتھ آپ کے کلام سننے کے مشتاق ہوئے اور مجھے آپ
باتوں کے سنانے پر مجبور کرنے لگے اور میں آپ کی صحبت کے فیض سے اپنے کو
سمجھ چکا تھا اور میں نے یہ تہیہ کرلیا تھا کہ حتی الامکان صحبت اغیار سے بچوں گا۔
خود گمراہ ہوا اور تمام عیوب سے بھرا ہو وہ دوسرے کو کیا ہدایت کی باتیں بتا سکتا
مگر لوگوں کے بار بار تقاضے نے مجبور کیا اور آپ کی باتوں میں مجھے کیف ولذت
محسوس ہوتا بھی ہے۔ اب لوگ ہیں کہ روزانہ بعد نماز مغرب ہمارے دروازے پر

AJMAL NAGAR

چلے آتے ہیں اور پڑھنے پڑھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ تحقیق: خوب
حال: یہ آپ ہی کی کرامت ہے میں ان لوگوں سے صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ میں دنیا کا نام دنیا دار ہوں یہ جو کچھ آپ لوگ سنتے ہیں صرف زبان میری ہے کہلانے والا دوسرا کوئی ہے ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے　　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم　　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یہ سب آپ کی صحبت کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جو ابتک قائم ہے اور جناب باری تعالیٰ میں دعا کرتا ہوں کہ تا زندگی قائم رہے۔ تحقیق: آمین۔
حال: حضرت والا! لوگوں سے سنا تھا اور کتابوں میں پڑھا تھا کہ اہل اللہ کی صحبت نہایت اکسیر ہے ؎

صحبت نیکاں اگر یک ساعت است　　بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است

(نیکوں کی صحبت اگر ایک ساعت گھڑی کے لئے مل جائے تو وہ سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے)
اب اسکا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔
حال: اب دنیاوی مشاغل سے اطمینان ہے البتہ آپ کی کتاب ادائے حقوق کے مطالعہ کے بعد ایک بڑی فکر دامن گیر ہے میں نے اپنے اوپر کچھ قرضہ لاد رکھا ہے، ضرورتاً کم بلا ضرورت زیادہ۔ صرف مروت میں دنیاوی تعلقات کا خیال کیا اور اللہ تعالیٰ کی ناخوشی مول لے لیا۔ کچھ دے چکا ہوں اور کچھ باقی ہے۔ دعا فرمادیں کہ اس سے جلد سے جلد سبکدوش ہو جاؤں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

؎ (ترجمہ) ایک مرتبہ خوشبودار مٹی مجھے حمام میں اپنے ایک دوست کے ہاتھوں سے ملی۔ اس مٹی سے میں نے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کیونکہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں مشک وعنبر نہیں ہوں بلکہ وہی ناچیز مٹی ہوں البتہ ایک زمانے تک میں نے پھول کی صحبت اٹھائی ہے۔ بس اسی ہمنشیں کے جمال کا مجھ میں بھی اثر ہو گیا ہے ورنہ تو میری حقیقت اول مٹی اور آخر مٹی ہی ہے۔ ۱۲

(مکتوب نمبر ۳۰۶)

حال : کل صبح برادرم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے حسب الارشاد حضور والا چند امور طریق کے متعلق سمجھائے سمجھ گیا۔ کل شام مجلس میں "تاثیر صحبت شیخ" کا مضمون کافی انشراح کا باعث ہوا۔ یہ بات پختہ یقین تک پہونچ گئی کہ صحبت شیخ ہی اہم ہے ۔

تحقیق : الحمدللہ ۔ بارک اللہ۔

حال : مولائی ! "ماضی" تو ماضی ہوگیا "مستقبل" ہاتھ میں اللہ کے ہے ۔ تحقیق : بیشک

حال : اب میں نے "حال" ہی کو اہم سمجھکر طے کر لیا ہے کہ سات عشرے اور رہونگا۔ اللہ استقامت عطا فرمائے ۔ اب تک (کل جمعہ کو) ایک عشرہ ختم ہوگیا۔ مولائی اسی حال کا جو حضور والا کی حضوری میں گذرے گا اسکو اپنی ساری عمر کی کمائی سمجھتا ہوں ۔

تحقیق : بیشک یہی سمجھنا مفید ہے

حال : امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حاضر وقت کا ایک ایک لحظہ سابقہ مدت کے ایک ایک ماہ کی تلافی کر دے ۔ تحقیق : آمین ۔ ثم آمین ۔ ثم آمین ۔

حال : میرے قلب کو ذاکر بنا دیجئے اور حُب عشق کا تخم بو دیجئے ۔

تحقیق : ایسا ہی ہو رہا ہے۔

حال : حضور والا سب امور سے واقف ہیں میں زیادہ کیا لکھوں ، میں نے اپنے آپکو حضور والا کو تفویض کر دیا ہے ۔ اسلئے خاموش رہنا پسند کرتا ہوں ۔

تحقیق ، تفویض سے بڑھکر طریق میں کیا چیز ہے ۔ اپنا کام اتنا ہی ہے اب اُدھر سے جو ملے ان کی عنایت ہے۔

حال : سپردم بتو مایۂ خویش را ۔ تو دانی حساب کم و بیش را

(میں نے تمھارے حوالہ اپنی تمام پونجی کر دی اب آگے کم و بیش کا حساب تم خود ہی جانتے ہو)

تحقیق : اسکے متعلق لکھ چکا ہوں ۔ (یعنی یہ کہ یہی تفویض ہے اور طریق میں اس سے بڑھکر کیا چیز ہے)

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدسؒ کا مکتوب گرامی اپنے اندر جو تمنائیں اور آرزوئیں اور جو جو توقعات اور تفکرات رکھتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے۔ جن لوگوں سے بالمشافہہ فرمانا تھا ان سے فرماکر مولانا فاروقی الہ آبادی صاحب کو بھی اس سے مطلع فرمایا تاکہ وہ بھی کسی نتیجہ پر پہونچیں اور پھر انکی صوابدید پر جو لوگ اور بھی اہل ہوں انکو شریک کرنے کو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مصلح الامۃؒ مولانا محمد میاں صاحب فاروقی الہ آبادی کو تو کم از کم اسکا اہل سمجھتے ہی تھے کہ ان سے اس قسم کی گفتگو فرمائیں اور کچھ توقع رکھیں۔ اب یہ ہم لوگوں کی سعادت ہے کہ اپنے آپ کو علم و عمل اور اخلاص کی تحصیل کے لئے پیش کریں اور اپنے اعتقاد اور اتباع کے ذریعہ حضرت اقدس کا اطمینان اور اعتماد حاصل کریں۔

خیر یہ تو حضرت والاؒ نے خط کے ذریعہ اس طرف متوجہ فرمایا علاوہ ازیں دیکھا جاتا تھا کہ سفر و حضر کی مجالس میں جیسا کہ حضرتؒ کا معمول تھا کسی اہم بات کو سمجھانے کیلئے پہلے خود اسکو فرماتے تھے پھر کسی سمجھدار شخص سے فرماتے کہ آپ نے سمجھ لیا ہو تو ان لوگوں سے کہئے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں چنانچہ وہ صاحب کھڑے ہوکر حضرت کی بیان کردہ بات کا اعادہ مع التشریح کرتے اب اگر پسند ہوتا تو حضرت تحسین فرماتے کہ ہاں جزاکم اللہ آپ نے میری صحیح ترجمانی فرمائی اور اگر ان کے کہنے میں کچھ خامی ہوتی تو حضرت اسکی اصلاح فرما دیتے اس طرح سے حضرت والا اپنے مخصوص لوگوں کو تلقین فرماکر کے تعلیم کا طریقہ سکھلاتے تھے ان ہی لوگوں میں سے ایک مولانا محمد میاں صاحب فاروقی بھی تھے کہ متعدد موقعوں پر حضرتؒ نے مولانا مدظلہ سے فرمایا کہ آپ کہئے میں کیا کہنا چاہتا ہوں تو اس پر مولانا نے حضرت اقدسؒ کے منشاء کو عمدہ عنوان سے بیان فرمایا چنانچہ جونپور کے سفر میں حضرت والا کا خیال تھا کہ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ادا فرمائیں حکیم منظور احمد صاحب مرحوم اور بعض دوسرے حضرات کی خواہش ہوئی کہ حضرت والا وہاں ایک وعظ بھی فرما دیں۔ حضرت نے منظور بھی فرمایا لیکن عین موقع پر بعض وجوہ سے حضرت نے الہ آباد واپسی کا ارادہ فرمایا اور مولانا محمد میاں فاروقی اور راقم سے فرما

کہ چونکہ وعظ کا اعلان ہو چکا ہے اسلئے جو باتیں میں نے بیان کی ہیں انھیں کو آپ اگر جامع مسجد میں بیان کر دیجئے گا۔ چنانچہ راقم کا اور مولانا فاروقی مدظلہٗ کا پورا بیان جو کہ "مجالس جون پور" میں مذکور ہے رسالہ معرفت حق بابتہ مارچ ۶۲ء میں شایع ہو چکا ہے۔ اسی کا اقتباس ملاحظہ ہو :—

"مولانا فاروقی صاحب مدظلہٗ نے فرمایا کہ — یہیں دیکھ لیجئے کہ صرف تین دن گذرے ہیں جہاں جہاں بھی اڑتی ہوئی خبر پہونچی ہے اللہ کے تعلق کے پیاسے اور مولانا کے دیدار کے مشتاق سب دنیا کے کاروبار چھوڑ چھوڑ کر چلے آرہے ہیں کوئی انھیں گھسیٹ گھسیٹ کر لا رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں انھیں کا حکم ہے۔ انھوں نے انکے قلوب کی کایا پلٹ دی ہے اور انھیں اپنے ایک بندے کی جانب دوڑا دیا ہے ہر طرف سے آرہے ہیں طالبانِ دردِ دل خانقاہِ اشرفی ہے یا دوکانِ دردِ دل

لوگو! سیکڑوں واعظین اور مقررین تمھارے یہاں آتے ہیں تین بجے رات تک تم شاندار تقریریں سنتے ہو خوب واہ وا بھی کرتے ہو مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی کا دل پسیجتا ہو اور رات اس محنت کے بعد واپس جاتے ہو پھر آنکھ کھلتی ہے تو دل کا جائزہ لو تو اسکی حالت کچھ گری ہوئی پاؤ گے نہ خشیت کا پتہ ہوگا نہ رجا اور محبت الٰہی کا کچھ اضافہ ہوگا۔ پھر آؤ ذرا کسی بزرگ کی مجلس میں شریک ہو ایک لمحہ یہاں کا اگر تم میں خلوص ہے اور اللہ کی محبت کی پیاس ہے تمھارا کام بنا دیگا ہم نے تو حضرت مولانا مدظلہٗ کے یہاں دیکھا ہے کہ بعض وقت اکثر حصہ مجلس کا خاموشی ہی میں گذر جاتا ہے مگر پوچھو ان خدام سے کہ اس سکوت میں بھی انھیں جو کچھ ملتا ہے وہ گھنٹوں کے وعظ میں بھی کبھی نہیں حاصل ہوا۔ ۔ ۔ کیا ملتا ہے؟ روح کی غذا ملتی ہے قلب کا سکون ملتا ہے۔ اللہ کی محبت ملتی ہے اور کیا کیا ملتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسے کیسے سمجھایا جائے بڑا مشکل ہے (اسلئے کہ ذوقی شے ہے اور ع بخدا لذت آں مے نشناسی تا نہ چشی۔ کا مصداق ہے)، اگر میں آپ کے سامنے مٹھاس کی تعریف کروں تو عمر بھر آپ کو نہیں سمجھا سکتا ہاں اگر ایک قطرہ شہد چکھا دوں (کہ دیکھو مٹھاس اسکو کہتے ہیں) تو عمر بھر

ے آپ سمجھ جائیں گے ۔ وہی صورت ان بزرگوں کے سمجھانے کی ہوتی ہے
کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھئے بشرطیکہ آپ میں خلوص اور طلب حقیقی ہو تو آپ
تے ہوئے اٹھئے گا ؎

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی مرا با جانِ جاں همراز کردی

ے مولانا یہ فرماتے ہیں کہ یہ راستہ مشکل نہیں ہے ۔ بس تمہاری توجہ کی ضرورت
باقی مرحلے وہ خود ہی طے کرادیں گے جنکی محبت میں تم سرگرداں ہو بشرطیکہ
ہو ۔ جب وہ پیدا ہوگی وہ خود بجھائیں گے ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجوشد آبت از بالا و پشت

مت تلاش کرو بلکہ اپنے اندر پیاس پیدا کرو پانی خود تمہارے اوپر اور نیچے سے جوش مارےگا)
ہیں سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت مولانا ہم سے کیا چاہتے ہیں ۔ اللہ
کے رسولؐ کی محبت کا مطالبہ کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری بگڑی ہوئی حالت
ت ہو ۔

سنئے! قومیں جب اپنے مرکز ہدایت سے دور ہو جاتی ہیں تو رسمیات اور تقلیدات دینی
وی انکے راستہ میں بڑے بڑے غار پیدا کردیتی ہیں جس سے نکالنے کے لئے
صحیح راستہ پر لگانے کے لئے بڑی قوت، طاقت اور بڑی بڑی ہستیوں کی ضرورت
ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو یہ کام سپرد فرماتے
آج ہماری صرف دنیا ہی خراب نہیں بلکہ دینی حالت بھی بگڑ چکی ہے علما اور
کی جو حالت ہوگئی ہے وہ ہمارے سامنے ہے ایسے سخت وقت میں مولانا یہ چاہتے ہیں
طرف ہماری معاشرت دینوی بن جائے تو دوسری طرف ہمارے قلوب اللہ تعالیٰ
ت سے سرشار ہو جائیں اور اسکا طریقہ بھی ایسا آسان ہو جیسے ہم کمزور لوگ بھی برداشت کرلیں
جیسا کہ مولوی جامی صاحب نے ابھی فرمایا کہ حضرت والا مال حاصل کرنے کے بارے
ہفتہ سے تقریر فرمارہے ہیں (الہ آباد میں فرماتے رہے اور یہاں بھی وہی فرمایا) جسکا
یہ ہے کہ مال کی دو قسمیں ہیں ایک مذموم اور دوسری محمود جو مال تمہیں اللہ کے راستے سے

روکے، معاد کا تصور ذہن سے نکالے اور دنیا میں منہمک کر دے وہ مذموم ہے اور جس مال میں یہ تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے انھیں کا دیا ہوا ہے انھیں کے احکام کے مطابق حاصل کرنا اور خرچ کرنا چاہیئے وہ مال صالح ہے اور اسکا حاصل کرنا عبادت ہے کتنا سہل نسخہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب آئیے طریق کی اصلاحات کو دیکھئے۔ حضرت مولانا مدظلہٗ طریق میں جو خرابیاں آگئی ہیں انکی جڑ بنیاد پکڑ کر یاوں کہیئے کہ چور پکڑ کر ہماری آنکھیں کھول دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیخ مقصود بالذات نہیں بلکہ وہ تابع اور پیرو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اسے تابع ہونے ہی کیوجہ سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے اسی سلسلہ میں حضرت فرماتے تھے کہ پیر کا صرف پیر پکڑ لینا ایسا ہے جیسے کسی کھمبے کو پکڑ نا اور یہ بھی فرماتے تھے کہ پیر کو بھی ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے اسلئے کہ ان حضرات کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ رسولؐ کی اطاعت ہی سے ملتا ہے۔ ان میں محبت الٰہی کا شباب ہوتا ہے کوئی عاشق اسکو کیسے پسند کریگا کہ اسکے محبوب کو چھوڑ کر لوگ خود اسکے جسم سے وابستہ ہو جائیں وہ تو ہر وقت محبوب کی تعریف اسکی نعمتوں کا بیان اور اسکے جلوہ ہائے حسین کی وضاحتیں کرنے میں صرف فرما رہا ہو اور لوگ خود اسکی ذات کی جانب متوجہ ہوں اور محبوب کو چھوڑ دیں تو یہ بھلا اسکو کب گوارا ہو سکتا ہے یہ حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار　　بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

(میری سمجھ میں تو اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ سب احباب تمام کاموں کو چھوڑ کر محبوب کے در کو مضبوط پکڑ لیں)

ملاحظہ فرمایا آپ نے مولانا فاروقی صاحب مدظلہٗ نے جو جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں اس میں حضرت والا کی کیسی صحیح ترجمانی فرمائی ہے آخر آخر میں مولانا کی توجہ بڑھ رہی تھی اور حضرت اقدسؒ بھی انکی جانب متوجہ تھے کہ اسی اثناء میں حضرتؒ کا سفر حج پیش آگیا اور وہ سفر آخرت کا پیش خیمہ ہو گیا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

(یعنی افسوس کہ چشم زدن ہی بھر میں اپنی صحبت محبوب سے ختم ہو گئی ابھی پھولوں کو جی بھر نہ دیکھا کہ موسم بہار ہی جاتا رہا)۔

۶۔ مولوی حکیم شفیع اللہ صاحب الہ آبادی: مولوی صاحب موصوف مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ ہوکر طبیہ کالج الہ آباد میں داخل ہوئے اور بوجہ حسن استعداد اور عربی دانی کے طب میں بھی اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے چنانچہ اسی کالج میں پروفیسر مقرر ہوگئے اور اب ریٹائرڈ ہوکر اپنے مکان پر جو شہر کے قریب ہی ایک دیہات میں ہے مطب فرمارہے ہیں۔ قاری حبیب احمد صاحب مدظلہ سے خاص تعلق زمانہ طالبعلمی ہی سے تھا غالباً انھیں کے توسط سے حضرت مصلح الامتؒ سے تعلق ہوا۔ ابتداءً ملازمت کی وجہ سے حاضری کا موقع کم ملتا تاہم وقتاً فوقتاً خدمت والا میں حاضر ہوتے رہے بالخصوص حضرت والا کی علالت کے زمانے میں آمد و رفت زیادہ رہی اور اسی زمانہ میں حضرتؒ کو طب کی جانب خاص توجہ ہوگئی۔ چنانچہ حضرت والا نے علم طب کی ضرورت اور اسکی اہمیت پر ایک بسیط مضمون بھی تحریر فرمایا (جو معرفت حق ماہ مارچ ۱۹۶۷ء میں طبع ہو چکا ہے) اور اسکے علاوہ بہت دنوں تک مجلس میں بھی یہی فن موضوع گفتگو رہا۔ مضمون کے بعض اجزاء یہ تھے مثلاً:۔

۱۔ فرمایا کہ شامی میں ہے کہ صاحب تبئین المحارم نے فرمایا کہ علوم میں فرض کفایہ وہ سب علوم ہیں جنکی جانب لوگ اپنے امور دنیا کی درستی کے لئے محتاج ہوں جیسے علم طب اور علم حساب وغیرہ اور مقدمہ ابن خلدون میں ہے۔

۲۔ یہ فن (الطب) ہر بستی اور ہر شہر کے لئے ضروری ہے اسلئے کہ اسکا فائدہ اور نفع سب کو معلوم ہی ہے کہ اسکا ثمرہ صحت مندوں کے لئے صحت کی حفاظت اور مریضوں کے لئے بذریعہ علاج و معالجہ انکی بیماریوں کا دور کرنا ہے تاکہ انکو اس سے صحت اور شفا حاصل ہو جائے

۳۔ نیز فرماتے ہیں کہ " فترکہا و اہمالہا بالکلیہ حرام لایجوز " یعنی اس فن کا بالکلیہ ترک اور اہمال حرام ہے جائز نہیں ہے۔

۴۔ اسی طرح سے شاہ اہل اللہ صاحبؒ برادر خورد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اپنی کتاب چہار باب میں لکھتے ہیں کہ:۔

۵ ۔ جو کام کرنا چاہیں کریں اور جس صنعت و حرفت کو سیکھنا چاہیں شوق سے سیکھیں بس اتنا خیال رہے کہ امور ضروریہ کی تحصیل کو مقدم جانیں اب اگر ان کے حاصل کرنے کے بعد موقع ملے تب زوائد کو کسب کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ کل کی طلب میں کل ہی فوت ہو جائے مثلاً جن علوم کو حاصل کرنا ہے ان میں سب سے پہلے فقہ، حدیث تفسیر اور طب حاصل کریں پھر اسکے بعد بقدر استعداد اور گنجائش وقت کو دیکھتے ہوئے حکمت و فلسفہ وغیرہ میں لگیں اسی طرح اور علوم (تاریخ جغرافیہ حساب وغیرہ) سمجھئے۔

۔ ایک بزرگ چاند شاہ صاحبؒ گذرے ہیں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نامی ایک صاحب انکے مرید تھے وہ درسیات سے فارغ ہو کر آئے تو شاہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ میاں تم جو یہ پڑھکر آئے ہو یہ تو اپنے لئے تم نے پڑھا ہے یہ بتاؤ ہم لوگوں کے لئے کیا پڑھا ہے؟ پھر فوراً ہی فرمایا کہ جاؤ حکیمی (طب) پڑھو اور دیکھو بس چھ مہینے کے بعد چلے آنا ۔ چنانچہ شیخ کا حکم پاکر مولوی صاحب کانپور گئے اور وہاں کسی طبیب کے پاس رہے ۔ جب چھ مہینے گذر گئے تو مولوی صاحب نے طبیب صاحب سے گھر آنے کی اجازت چاہی انھوں نے کچھ دن روکنا چاہا تو فرمایا کہ ہمارے شیخ نے بس اتنی ہی مدت تک پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ مولوی صاحب نے مکان آکر مطب شروع کردیا اور طبیب حاذق ہوئے۔

۷ ۔ سیدنا احمد رفاعیؒ فرماتے ہیں کہ نعمت عافیت کی بڑی قدر کرو اور عافیت کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتی رہے رزق بدون مشقت کے ملتا رہے اور عمل صالح بدون ریار کے ہوتا رہے

۸ ۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ من اصبح منکم آمنا فی سربہ معافی فی جسدہ وعندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا (یعنی تم میں سے جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ اپنے قلب و باطن سے مطمئن ہے اسکے بدن میں عافیت حاصل ہے اور اسکے پاس اس دن کی روزی موجود ہے تو بس پھر وہ ایسا ہے

گویا دنیا اپنے جملہ ساز و سامان کے ساتھ اس کے لیے جمع کر دی گئی ہے مذکورہ بالا تصریحات میں حدیث کی رو سے نیز علماء و مشائخ سب کے معاملات سے طب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۹۔ فرمایا کہ — آپ سے کہتا ہوں کہ علم طب کی اہمیت اور اسکی ضرورت سے اب ایسے وقت میں واقف ہوا جبکہ زمانہ کچھ پڑھنے پڑھانے کا نہیں رہ گیا اور جس وقت کچھ سیکھنے سکھانے کا موقع تھا تو آپ سے صاف کہتا ہوں کہ طب کی مشغولی کو معصیت اور گناہ سمجھتا تھا اور اسکی جانب سے عام اہل علم اور دینداروں کو ایک نفرت سی دیکھتا تھا چنانچہ ایک مولوی صاحب جو میرے پاس رہتے تھے وہ کہتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں میں نے طب پڑھنے کا ارادہ کیا تو ہمارے ایک استاد نے منع کر دیا اور یہ فرمایا کہ ہمارے اکابر اسکو پسند نہیں کرتے۔ میں نے ان سے کہا کہ بھائی آخر اکابر سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرت شاہ اہل اللہ صاحبؒ اکابر میں سے نہیں تھے یا علامہ شامیؒ اکابر میں سے نہیں ہیں اور حضرت گنگوہیؒ بھی اکابر میں تھے یا نہیں حضرتؒ نے تو طب حاصل کی تھی۔

۱۰۔ مزید یہ کہ مجھے اپنی اس بیماری میں بڑے بڑے تجربات ہوئے جن سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ مجھ جیسے آدمی کو مرض اور اسکے علاج سے فی الجملہ واقفیت ضروری ہے۔

۱۱۔ ایک تجربہ یہ ہوا کہ اب اس فن میں بھی اہل بصیرت اور محقق کم ہی ہیں زیادہ تر لوگ تخمین اور اٹکل سے کام لیتے ہیں اپنے مدارس و مراکز کا حال تو مجھے معلوم ہی تھا کہ تحقیق اور تبحر وہاں سے قریب قریب ختم ہی ہو چکا ہے طلبہ کو کمال حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں رہا مگر طب وغیرہ کے متعلق یہ سمجھتا تھا کہ لوگ اسکو شوق سے پڑھتے ہوں گے لیکن آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ اکثر کو ان میں سے ناتجربہ کار اور بے بصیرت ہی پایا حتیٰ کہ نبض شناسی جو اس فن کی خاص چیز ہے اس سے مس تک نہیں اور کبر کا یہ حال ہے کہ اپنے جہل کا اظہار و اقرار ان کے لئے موت ہے

۱۲۔ میں نے انکا یہی مرض پکڑا اور ان کو چلنے نہیں دیا۔ ان سے کہا کہ اٹکل اور تخمین سے بات کہنا اور رائے دینا چھوڑ دو اور جو کہو تحقیق کے ساتھ کہو چنانچہ اس سے مجھکو بھی نفع ہوا اور ان لوگوں کو بھی نفع ہوا۔ مجھے تو یہ نفع ہوا کہ ان کے ضرر سے محفوظ ہو گیا اور ان کو یہ نفع ہوا کہ

بہت سے لوگوں نے توبہ کی کہ اب سے یہ طریقہ چھوڑ دیں گے یعنی فن کو فن کی حیثیت سے سیکھیں گے اور اسمیں محنت کرینگے چنانچہ بعض لوگ جو ڈاکٹری کرتے تھے انھوں نے بھی طب کی کتابیں دیکھ شروع کر دیں۔ چنانچہ میں نے اپنے طالبعلموں سے کہدیا ہے کہ بھائی میں نے طب حاصل نہیں کی تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس فن میں بھی کچھ کمال حاصل کرنا مہمل نہ رہنا۔ "من نکردم شما حذر بکنید"۔

۱۳ — اور میں نے صرف تقریر ہی تک اسکو محدود نہیں رکھا بلکہ عملی طور پر اپنے یہاں اس کام کو شروع کر کے تب دوسروں کو ترغیب دی ہے۔ چنانچہ ایک عالم صاحب جو درس نظامیہ سے فراغت کے بعد طب میں بھی فارغ ہوئے اور یہاں طبیہ کالج میں درس دیتے ہیں انکو مقرر کیا کہ وہ یہیں میرے گھر پر آ کر طلبہ کو عربی میں طب کی کتابیں پڑھائیں۔ چنانچہ الحمدللہ یہ کام شروع ہو گیا ہے۔

یہ درس نظامیہ کے فارغ شدہ مولوی صاحب یہی مولوی حکیم شفیع اللہ صاحب الہ آبادی ہیں۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت مصلح الامتہ کا مقصد واللہ تعالیٰ اعلم یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ کم از کم ہر عالم کے لئے طب میں تھوڑا بہت درک حاصل کرنا بھی ضروری ہے طب کوئی ایسی مذموم شے نہیں ہے جیسا کہ ہمارا معاملہ اب تک اسکے ساتھ رہا ہے یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ علم دین چھوڑ کر اب طب ہی میں لگ جائیں علوم دینیہ میں بھی تبحر حاصل کرنا فرض علی الکفایہ ہے اور علم طب میں مہارت پیدا کرنا بھی فرض کفایہ ہے دونوں سلسلے ہونے چاہئیں۔ یوں خدمت خلق کا تعلق جس طرح علوم دینیہ کے جاننے کے ساتھ وابستہ ہے اسی طرح علم طب سے بھی وابستہ ہے لہٰذا طبیب کو اس علم کی تحصیل میں خدمت خلق کی نیت بلکہ اس پر عمل بھی ضروری ہے۔ باقی یہ درجہ کہ ایک انسان علوم دینیہ میں بھی ماہر ہو اور طب میں بھی اسکو کمال حاصل ہو اور دونوں سے بذریعہ مخلوق کی خدمت یکساں طور پر کر رہا ہو اس زمانہ میں بہت مشکل ہے اور اسکا مصداق یہ ہے کہ ؎

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

(ایک ہاتھ میں عشق کا سندان ہو اور ایک ہاتھ میں شریعت کا جام لئے ہو اور باہم دونوں سے اس طرح کھیلے کہ کسی کا نقصان نہ ہو یہ ہر ہوسناک کا کام نہیں ہے (ضرور چوک ہو جائیگی اور بالآخر شریعت کے جام ہی کو صدمہ پہونچے

بعض لوگ جمعہ کے دن مسجد میں سویرے آتے ہیں اور لوگوں کی عیب چینی کرتے ہیں کبھی کسی بزرگ کی کبھی کسی عالم کی یا قاضی کی یا محتسب کی پھر جماعت کے وقت تک اسی (جھگڑے) میں رہتے ہیں یہاں تک کہ انکا دل (ان بیہودہ باتوں کی ظلمت سے) مردہ ہو چکتا ہے اور مرے دل سے وہ نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو مسلمان ایسے نہیں ہوا کرتے۔ پس اے عزیز! ایسی باتوں سے بچو کیونکہ شیطان ان باتوں کی تاک میں رہتا ہے۔

عہد: تمام حکام کی صبح و شام حفاظت کیا کریں اور دل سے ان کا خیال رکھیں

(ہم سے عہد لیا گیا[ف] کہ ہم تمام حکام کی ان کے مرتبہ کے موافق صبح و شام انکی حفاظت کیا کریں اور دل سے انکا خیال رکھیں احادیث اور آیات میں اسکا امر وارد ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر غلط فیصلہ یا ظلم میں مبتلا ہو جانے کا ہر وقت اندیشہ ہے تو ہمیں دل سے انکی خبرگیری کرنی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ انکو اس سے بچائے رکھے اسی طرح ہمکو اپنے نفسوں کی اور تمام گنہگاران امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے حفاظت کرنی چاہیئے کہ کسی پر ایسی بلا نازل نہ ہو جو اسکا نشان ہی مٹا دے۔ اسی طرح دریاؤں کے بڑھنے کے زمانہ میں انکی خبرگیری کرنی چاہیئے کہ وہ اس حد تک پہونچ جائیں جس سے زمین بخوبی سیراب ہو سکے اور ٹیلوں کی نگہبانی کرنی چاہیئے کہ انکو بدمعاش

ف۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس مقام پر فرمایا کہ یہ اقطاب کی شان ہوتی ہے ان کو تمام مصالح عباد کے خیال رکھنے کا حکم ہوتا ہے اس پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایکبار مولانا محمد علی صاحب سے ریاست بھوپال کے کسی واقعہ کی نسبت دریافت فرمایا کہ اسکا کیا انجام ہوا یا کس طرح ہوا تو مولانا محمد علی صاحب نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر فرمائی اس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ ایک اسلامی ریاست ہے اسکا اہتمام

دریا کے اپنے اصلی حد تک پہونچنے سے پہلے نہ کاٹ دیں جس سے شہر تباہ و برباد اور کھیتی خراب ہو جائے ایسے ہی کھیتوں کی حشرات الارض سے اور سخت گرمی اور لُو سے اور چوہوں سے نگہبانی کرنی چاہیئے نیز میوہ جات اور ککڑی کھیرے وغیرہ کے پھولوں کی نگہداشت کرنی چاہیئے کہ وہ گرم ہواؤں سے گر نہ پڑیں (جسکا طریقہ یہ ہے کہ اہل ہمت توجہ اور دعار کریں اور اہل ظاہر دعار و تدبیر کریں) والحمد للہ رب العلمین

(عہد: مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو کر رہیں جبتک کہ وہ کسی بری بات کیطرف ہم کو نہ بلائیں۔ حدیث میں جہاں صف برابر کرنے کا امر ہے وہاں یہ بھی ارشاد ہے ولینوا فی ید اخوانکم کہ اپنے بھائیوں کے ہاتھ میں نرم ہو جاؤ (یعنی جب تمکو کوئی آگے یا پیچھے کرے تو اسکی اطاعت کرو ضد اور ہٹ نکرو)۔

اے عزیز! یہ بات بھی نرمی میں داخل ہے کہ جب تمھارا گذر ایسی جماعت پر ہو جو کہ اہل مغرب کے طریقہ پر یا اہل عجم کے یا صوفیہ مطاوعہ یا شناذیہ کے یا فرقہ رفاعیہ کے طریقہ پر ذکر الٰہی میں مشغول ہیں تو تم بھی انھیں کی طرح اسی آواز اور لہجہ میں ذکر کرو اور انکے خلاف طریقہ اختیار نہ کرو جس سے انکو تشویش ہو اور نہ خاموش رہو کہ تم سے ذکر کا ثواب فوت ہو جائے گا۔ اور نرمی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب تم کسی مجلس میں جاؤ اور قرائن سے یہ بات تمکو معلوم ہے کہ لوگ تم کو کسی معمولی جگہ پر نہیں بیٹھنے دینگے تو ادب اور سہولت کی بات یہ ہے کہ تم قصداً مختصر کر کے خود اس جگہ جا بیٹھو جہاں وہ تمکو تمھارے خیال میں) بٹھلا دینگے

۲م اسی طرح سب اسلامی ریاستوں کا) خیال رکھنا چاہیئے (خیال رکھنے سے مراد باطن سے توجہ اور دل سے دعار کرنا ہے)۔ اقطاب کے سپرد یہ خدمت ہوتی ہے اور عام مسلمانوں کو بھی ان سب باتوں کے لئے دعار کرنی چاہیئے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے قطب تھے۔ واللہ اعلم ۱۲ مترجم

ورنہ بعض دفعہ وہ تمکو کھینچیں گے اور تم رکو نگے پھر وہ تم کو گھسیٹیں گے تم انکو گھسیٹو گے جس سے لوگوں کے دل مشغول ہو جائینگے خصوصاً اگر مجلس علم کی یا حلقہ وظیفہ کا ہو تو بعض دفعہ مجلس میں ایسی گڑبڑ ہوگی کہ شیخ جس مسئلہ کی تقریر کر رہا تھا وہ تمھارے قصہ میں مشغول ہوکر اسے بھول جائے گا۔ چنانچہ عہود محمدیہ میں ہم نے اسکو بوضاحت بیان کر دیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(عہد ۶: ذکر سے فارغ ہو کر فوراً خلوت میں پہونچ جائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی شخص ہمارے میں سے ذکر کر کے فارغ ہو تو فوراً خلوت میں پہونچ جائے تاکہ وارد کو سکون ہو جائے کیونکہ اگر کبھی وارد کے سکون سے پہلے کوئی شخص ہم سے آکر بات چیت کرنے لگا تو اس پر ہم شور مچانے لگیں گے جس سے گونگے ہونے کا اور گٹھیا ہو جانے کا اندیشہ ہے چنانچہ سیدی تاج الدین ذاکر کو اپنی باندی کیساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور اسکو توضیح کے ساتھ ہم نے کتاب المنن والاخلاق میں بیان کیا ہے والحمد للہ رب العلمین

(عہد ۷: قرآن حفظ کرنیوالوں کو حکم کریں کہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے تمام قرآن حفظ کرنے والے بھائیوں کو یہ حکم کریں کہ وہ اپنی زبانوں کو جھوٹ اور غیبت سے بچائیں اور اپنے منھ کو حرام اور مکروہ کھانے سے گندہ نہ کیا کریں بوجہ تعظیم کلام خداوندی کے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ (سلم) کے کلام کا (بعد کلام اللہ کے) اور دیگر علماء صالحین کے کلام کا بھی (بعد کلام رسول اللہ کے) یہی ادب ہے (حضرت سیدتنا ام المومنین) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بعض لوگ حلال کھانا کھانے سے وضو کو ضروری سمجھتے ہیں اور حرام بات کہنے سے وضو نہیں کرتے (بعض صحابہؓ کا قول تھا کہ پکا ہوا کھانا کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض فقہائے نے بھی اسکو اختیار کیا ہے مگر حنفیہ وضو سے کلی مراد لیتے ہیں کیونکہ اکثر صحابہؓ نے وضو شرعی کو ایسی حالت میں واجب نہیں مانا) گویا حضرت عائشہؓ ان لوگوں کی اس حرکت پر انکار فرماتی

سمجھیں کہ حرام بات منہ سے نکالو منوں نہیں کرتے حالانکہ حلال کھانا کھانے سے بعض فقہا، وضو واجب کرتے ہیں) اور سیدی ابراہیم الدسوقی رحمہ اللہ تعالےٰ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے منھ کو تلاوت قرآن کے لئے پاک و صاف رکھا کرو کیونکہ اس شخص کی مثال جو اپنے منہ کو حرام بات یا حرام کھانے سے گندہ کرکے بدون توبہ کئے قرآن پڑھنے لگے ایسی ہے جیسے کوئی قرآن کو ناپاکی پر رکھے یا جیسے کوئی قرآن کو گندگی پر رکھدے اور ایسے آدمی کا جو حکم ہونا چاہیئے وہ سب کو معلوم ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ اہل اللہ بعض باطنی گندگیوں کو ظاہری گندگیوں سے (اپنے مشاہدہ میں) زیادہ پلید سمجھتے ہیں۔ پس اگر کسی کی زبان مسوڑھوں کے خون سے آلودہ ہو تو وہ اسکو قباحت میں اس سے کم سمجھتے ہیں کہ زبان غیبت یا چغلخوری سے آلودہ ہو۔ اسی طرح سب کو سمجھ لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم

عہد: جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی ہو اسکے ساتھ مناظرہ نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا کہ جس شخص کی عادت لڑنے جھگڑنے کی اور حق بات کا انکار کرنے اور علمیت جتلانے کی ہو ہم اس کے ساتھ مناظرہ و مباحثہ سے دلائل قائم کرنے کا برتاؤ نہ کریں مگر جب کہ اسکا نفس ٹھنڈا ہو جائے کیونکہ ایسے آدمی کا نفس جب جوش میں ہوتا ہے تو وہ حد سے بڑھنے لگتا ہے اور جو کوئی اسکی عقل و فہم کا مقابلہ کرسے اسکی آبرو چاک کرنا ہے چاہے اسکا شیخ ہی کیوں نہ ہو بلکہ ہمیں ایسے شخص کے ساتھ احسان اور تعظیم کا اور اسکے ہمعصروں میں اسکی خوبیاں پھیلانے کا برتاؤ کرنا چاہیئے یہاں تک کہ جب وہ ہماری طرف محبت کے ساتھ مائل ہو جائے اسکے بعد پوشیدہ طور پر بدون تعیین کے دوسروں کے حق میں مثالیں بیان کریں مثلاً یوں کہیں کہ جو شخص شریعت کا عالم ہوا سکے لئے دنیا پر اوندھے منہ ہو کر گر پڑنا اور جو کوئی اسکو محبت دنیا سے روکے اسکی آبرو کو پاش پاش کرنا دنیا کو جمع کرنے کی حرص کرنا اور خرچ میں بخیل بننا لوگوں کے وظائف اور تنخواہوں میں خلاف شرع بیجا کارروائی کرنا، اعمال میں ریا کرنا بہت نازیبا ہے لوگوں کا رخ اپنی طرف بزرگی اور تعظیم کے اعتقاد کے ساتھ پھیرنا چاہتا ہے، رات بھر سوتا ہے اور دن بھر خدا تعالےٰ

ے غافل رہتا ہے اور ایسی ہی باتیں (تعریض کے طور پر کہے) جن میں اسکے بعض صفات
ر اخلاق ناشائستہ کا تذکرہ بھی ہوجائے شاید کہ اس طرح وہ نصیحت یا خوف خدا اختیار کرے
ز جو کوئی ایسے شخص سے اس قسم کا برتاؤ کرے اسکو اتنی احتیاط کرنی چاہئیے کہ تمام
ایاں مخاطب ہی پر نہ ڈالے اور ظاہر ہونے نہ دے کہ مخاطب ہی مقصود بالکلام
ہے کیونکہ اس سے بعض دفعہ اسکے نفس کی آگ بھڑک جائیگی اور وہ اپنی طرف سے
اب دینے کی فکر کرے گا اور یوں کہیگا کہ بحمد اللہ میں تو ان باتوں سے پاک صاف ہوں
ر بعض دفعہ یہ بھی کہیگا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے اور روکنے سے پہلے اپنے نفسوں کو
پاک صاف کرو۔ برادرم شیخ افضل الدین جب کسی شخص کو برے کاموں کا مرتکب
یکھتے یا قصد کرنے والا پاتے تو پہلے ہی سے اسکی اس طرح روک تھام کرتے کہ اپنے
وں میں بیٹھکر اس شخص کی تعریف کرتے کہ مجھے تو بس فلاں شخص کی حالت بہت اچھی معلوم
تی ہے وہ بری باتوں سے کراہت کرتا ہے اور فلاں فلاں کام سے بچتا ہے اس درمیان
) وہ افعال بھی ذکر کر دیتے جن میں وہ شخص آلودہ ہوتا ہے یا قصد رکھتا ہے پس وہ شخص
ں برے کام پر پیش قدمی کرنے سے رک جاتا اور جو مبتلا ہوتا تو توبہ کر لیتا تھا یا کم از کم
رہ انکو کھلم کھلا کرتا ہوگا تو بعد اس نصیحت کے کھلم کھلا کرنا چھوڑ دیگا اور ایسی مصلحت
ے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اور سیدی ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا
تے تھے کہ جب تک حق تعالیٰ کسی کو ایسی حسن تدبیر اور سیاست عطا نفرمائیں جس سے
نصیحت کے لئے ایسی تمہید قائم کر سکے کہ دوسرا آدمی اپنی مصلحت اور خوبی سمجھکر خود اس
ں کام کے لئے سبقت کرنے لگے اسوقت تک کسی کو مسند نصیحت و وعظ پر بیٹھنا جائز
ں جس کو حسن سیاست سے حصہ نہیں عطا ہوا وہ اصلاح سے زیادہ فساد پیدا کرے گا
ا نے ایک بار حمام میں ایک شخص کو دیکھا کہ دونوں رانیں کھولے ہوئے تھا اسکو
ں عالم نے ڈانٹا کہ او کتے او یہودی اپنا ستر ڈھانک، او خدا سے نہ ڈرنے والے اپنا

اس سے آجکل کے واعظین سبق حاصل کریں گے دیہاتی ۔ اعتکاف میں دیہاتی ۔ ۔ ۔ قصے دیکھکر وعظ کہنے لگتے ہیں

بدن چھپا اس شخص کو غصہ آگیا اس نے وہ کپڑا بھی اتار کر پھینکدیا جو بیچ میں شرمگاہ
اوپر تھا اور ننگا بیٹھ گیا اور کہا کہ یہ تیرے منہ کے قابل ہے۔ اے فقیہ! اور اگر وہ عالم ا
طرح سے کہتے کہ صاحب اپنی ران ڈھانک لیجے کیونکہ آپ بڑے لوگوں میں سے اور مجھے غیر
آتی ہے کہ کوئی آپ کا ستر دیکھے۔ تو وہ ان سے یہی کہتا کہ خدا آپکو جزائے خیر دے آپ نے
اچھی بات فرمائی) اور ران کو چھپالیتا۔ اسے خوب سمجھ جاؤ۔

عہد ۹: مخالفین سے اپنا برتاؤ بھلائی کا قطع نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا) کہ جو شخص ہمارا مخالف یا درپے آبرو ہو ہم اس سے اپنا
احسان وسلوک اور بھلائی[۱] کا قطع نہ کریں بلکہ ہمیں حق تعالیٰ کے ساتھ اسکے بندوں
بارے میں ویسا ہی معاملہ کرنا چاہیئے جیسا کہ وہ ہمارے ساتھ فرماتے ہیں کیونکہ ہم ہمہ
دن رات گناہوں میں مشغول رہتے ہیں اور حق تعالیٰ ہم کو کھانا پانی برابر دیتے رہتے

ہ م کہ وعظ کہنا اور نصیحت کرنا ہر شخص کا کام نہیں عام خطاب کے ساتھ وعظ کہنے کے لیے علم شر
کافی طور پر ہونے کی ضرورت ہے تاکہ خدا ورسول کیطرف غلط مضمون منسوب نہ کر سکے اور خاص طور
نصیحت کرنے کیلئے حسن تدبیر اور ہوشیاری کیضرورت ہے نیز عام وعظ میں ایسا مضمون بیان نہ کرنا چا
جو کسی خاص آدمی کیطرف اشارہ کرتا ہو عام نصیحت کرنی چاہیئے جس سے ہر شخص اپنی حالت کا مواز
سبق حاصل کرے اور خاص خطاب میں وہ صورت اختیار کرنی چاہیئے جسکا مخاطب پر جلدی اثر ہو
سختی کرنا مناسب نہیں ہاں جن لوگوں پر اپنا زور ہے جیسے اولاد۔ شاگرد۔ مرید۔ ان پر گاہے سختی
مضائقہ نہیں یا زور تو نہیں مگر انداز سے معلوم ہو جائے کہ یہ شخص نرمی سے اثر پذیر نہ ہوگا تو وہاں ع
سے بھی سختی کرنے کا حرج نہیں بشرطیکہ اندیشہ ضرر کا نہ ہو۔ غرض جس شخص کو حق تعالیٰ فہم وسیاست
فرما دیتے ہیں وہ خود نرمی وسختی کا موقع سمجھ لیتا ہے اسکے بدون خاص نصیحت کی اجازت نہیں۔ ۱۲ منہ
ف میں نے اپنے مربی روحانی حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب دام مجدہم کو اس عہد
پوری طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے مخالفین کے ساتھ خوش خلقی اور مدارات اس طرح

اور اپنے سلوک و احسان کو ہم سے منقطع نہیں فرماتے اور بعض دفعہ ہم سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جسکی وجہ سے ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ ہم کو گھر کے اندر ہی زمین میں گاڑ دیا جائے یا دھنسا دیا جائے (مگر حق تعالیٰ اپنی رحمت سے پردہ پوشی فرماتے رہتے ہیں) مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ قسم خدا کی اگر لوگوں کو ہماری وہ باتیں معلوم ہو جائیں جنکو حق تعالیٰ شانہٗ چھپا لیتے ہیں تو وہ ہمیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر گناہوں میں بو ہوا کرتی تو میرے پاس بوجہ گناہوں کی سخت بدبو کے کوئی بھی نہ بیٹھ سکتا جب بزرگان تابعین کا اپنے نفس کو برائی کے ساتھ متہم سمجھنے میں یہ حال تھا تو ہمارا جو کہ پیٹ اور شرمگاہ کے غلام ہیں کیا حال ہونا چاہیئے؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہر اس شخص پر جو کہ اللہ کے راستے کی طرف بلانے والا ہو یہ بات واجب ہے کہ ادب و تمیز سے باہر ہونے والوں کا علاج سلوک و احسان سے کرے محروم کرنے اور سخت بات کہنے سے نہ کرے کیونکہ وہ راعی (یعنی نگہبان ہے) اور ہر راعی سے اسکی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا (البتہ جہاں سختی ہی نافع ہو وہاں مضائقہ نہیں) ایک مرتبہ مجھے ان ذاکرین سے جو میرے پاس رہتے تھے نفرت ہو گئی تھی اور میں نے انکو چھوڑ دینے کا قصد کیا تو اسی رات خواب میں سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ اپنے لوگوں کی صحبت پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے صبر کئے رہو اور اچھی نصیحت سے ہر وقت انکی خبر گیری کرتے رہو اور اس شخص کی طرح مت بنو جسکے بکریاں وشوار گذار زمین میں منتشر ہو گئیں اور وہ غصہ ہو کر انکو جنگل میں بھیڑیئے کے واسطے چھوڑ آیا تاکہ وہ انکو پھاڑ کھاوے۔

فرماتے ہیں کہ تھوڑے عرصہ میں انکے دلوں سے عداوت نکل جاتی اور محبت پیدا ہو جاتی ہے مخالفین کیطرف گذر فرماتے ہیں تو غایت اہتمام سے انکے ساتھ سلام و کلام فرماتے ہیں۔ سالکین کو سبق لینا چاہیئے اور مخالفین سے بھی برتاؤ کرنا چاہیئے۔ واللہ الموفق۔ ۱۲ مترجم۔

(عہد : اپنے حقیقی رتبہ کو عند اللہ ہر مؤمن کے رتبہ سے کم سمجھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے حقیقی مرتبہ کو اللہ کے نزدیک ہر مؤمن کے مرتبہ سے کم سمجھا کریں جس کی مثال محسوسات میں گویا مٹی ہے جس کو چلنے والوں کے قدم پامال کرتے ہیں اور کتے اسپر موتتے ہیں ۔ اور ہمیں اپنے نفسوں کو رات دن کی کسی گھڑی میں زمین سے اونچا نہ سمجھنا چاہیئے کیونکہ زمین ہماری ماں ہے اور کسی عاقل کو مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو اپنی ماں سے زیادہ سمجھے ۔ اور جو شخص اس مقام میں پختگی حاصل کرے گا اسکو خوشنودی خالق و خلق ہمیشہ حاصل رہیگی اور اس مقام میں پختہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ جس قدر عیوب تمام خلق میں متفرقاً موجود ہیں وہ اگر سب کے سب اسکی طرف منسوب کر دیئے جاویں تو ان میں اپنے مبتلا ہو کو مستبعد نہ سمجھے کیونکہ اگر ابھی تک ان میں مبتلا نہیں ہوا تو کیا عجب کہ آئندہ مبتلا ہو جائے یا ان کا کم از کم قصد ہی کرے اور کم از کم دل پر اسکا خطرہ ہی گذرے کیونکہ آخر معصوم نہیں ہے اور یہ عہد اس کتاب کے پہلے عہد کی گویا فرع ہے اور اس عہد پر عمل کرنے کے فوائد میں سے یہ ہے کہ اس پر عمل کرنیوالا اگر کبھی گر پڑے تو شرمندہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ہمیشہ زمین ہی پر بیٹھا رہتا ہے بخلاف اس شخص کے جو اپنے آپ کو زمین سے بلند سمجھتا ہے کیونکہ وہ جب کبھی گرتا ہے اکثر اتنا ہی شرمندہ ہوتا ہے جسقدر وہ اپنے آپ کو بلند سمجھتا ہے ۔ پس وائے افسوس اس شخص پر جو اپنے نفس کو اپنے ہمسروں سے بلند سمجھے کہ اسکی شرمندگی ہمیشہ ہی رہتی ہے ۔ نیز جو شخص اس عہد پر عمل کرتا ہے وہ اگر کبھی گرتا بھی ہے تو لوگ اسکا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں بخلاف اس شخص کے جو اپنے آپکو لوگوں سے بڑا سمجھتا ہے وہ کبھی گر پڑتا ہے تو اسکا ہاتھ کوئی نہیں پکڑتا بلکہ اسکے گرنے پر خوشی کرتے ہیں ۔ اور سیدی احمد بن رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اخیر وصیت مرض الموت میں یہ تھی کہ تم دم کی طرح پیچھے رہو سر کی طرح آگے نہ بڑھو کیونکہ مار سب سے پہلے سر ہی پر پڑتی ہے ۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک شب ایک مہمان آیا جب نماز عشاء سے فارغ ہوا تو اسوقت میرا کچھ لکھنے کا معمول تھا لکھنے لگا وہ مہمان میرے پاس بیٹھا رہا اتنے میں تیل کی کمی کی وجہ سے چراغ بجھنے لگا وہ مہمان بولا امیر المومنین اجازت ہو تو میں اٹھکر اسکی بتی بڑھا دوں اور تیل ڈالدوں تاکہ روشنی تیز ہو جائے۔ میں نے کہا کہ نہیں انسانی مروت اور اسکی شرافت کیخلاف یہ بات ہے کہ وہ اپنے مہمان سے کوئی کام لے۔ مہمان نے عرض کیا کہ اچھا تو غلام کو جگا دوں۔ فرمایا نہیں، اسے ابھی غریب کی پہلی نیند ہے (اسکو تکلیف ہوگی) یہ کہکر حضرت خود اٹھے اور بوتل سے چراغ میں تیل ڈالا، مہمان نے کہا کہ حضرت نے تکلیف فرمائی یہ تو بہت معمولی سا کام تھا کوئی دوسرا کر دیتا فرمایا تو پھر کیا ہوا؟ میں جب گیا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا اور تیل ڈالکر لوٹا تب بھی عمر بن عبد العزیز تھا۔ اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جو متواضع ہو (جس میں شان نہ ہو اور معمولی کام کرنے میں اسکو عار نہ ہو)۔

قیس ابن ابی حازمؒ سے مروی ہے کہ جب حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب شام تشریف لے گئے، تو وہاں کے علماء اور امراء نے آپ سے ملاقات کی آپ سے کہا گیا کہ آپ عمدہ گھوڑے پر سوار ہو لیجئے تاکہ لوگ دیکھیں (اور سمجھیں کہ ہاں یہ مسلمانوں کے بادشاہ ہیں) آپ نے فرمایا کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ عزت ان چیزوں میں ہے؟ ایسا نہیں ہے عزت اُدھر سے ملا کرتی ہے یہ کہتے ہوئے آپ نے آسمان کی جانب اشارہ فرمایا (یعنی خدا کی جانب سے ملتی ہے جسکو ملتی ہے، گھوڑے اور جوڑے کی وجہ سے نہیں ملا کرتی) ہٹو! تم لوگ میرا راستہ چھوڑو (مجھے ایسے ہی چلنے دو) ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے (سواری ایک ہی ہونے کی وجہ سے) اپنے اور اپنے غلام کے درمیان باری مقرر فرما رکھی تھی چنانچہ آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو غلام اسکی مہار پکڑکر ایک فرسخ چلتا پھر آپ اتر جاتے اور غلام اونٹ پر سوار ہوتا تو آپ اسکی مہار کو پکڑکر ایک فرسخ (تقریباً ۳ میل چلتے)۔ (اسی طرح باری باری

چلتے رہے یہانتک کہ جب ملک شام قریب آیا تو غلام کے سوار ہونے کی باری تھی چنانچہ وہ سوار ہوا اور حضرت عمرؓ نے اونٹ کی مہار پکڑی راستہ میں کچھ پانی پڑا تو حضرت عمرؓ اپنا جوتہ بغل میں دبائے اور ایک ہاتھ سے مہار پکڑے پانی میں گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح جو ان دنوں شام کے حاکم تھے استقبال کیلئے آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین شام کے بڑے بڑے لوگ آپ کے استقبال کو آئے ہوئے ہیں اسلئے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ وہ آپکو اس حال میں دیکھیں (لہٰذا کپڑے بھی بدل لیجئے اور اونٹ کے بجائے گھوڑے پر سوار ہو جائیے) اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اجی ہمکو اللہ تعالےٰ نے اسلام سے عزت بخشی ہے ہمکو لوگوں کے کہنے سننے کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ جو مدائن کے امیر تھے کہیں تشریف لیجا رہے تھے (سادے حال میں تھے) وہاں کے کسی رئیس نے کوئی چیز خریدی اسی وقت حضرت سلمان وہاں سے گذرے اس نے سمجھا کہ یہ کوئی مزدور ہے انکو آواز دی کہ ارے یہاں آؤ یہ سامان اٹھا کر لے چلو۔ حضرت سلمان نے اسکا سامان اٹھایا اور اسکے ساتھ ہو لئے جب بازار سے گذرے تو لوگوں نے سلام کرنا شروع کیا اور کہا کہ اصلح اللہ الامیر اللہ تعالیٰ امیر کو صحیح سالم رکھے حضرت لائیے یہ ہم پہونچا دیں آپ نے انکو دینے سے انکار کیا اس رئیس نے یہ منظر دیکھکر اپنے دل میں کہا کہ ارے ظالم امیر المؤمنین ہی کام لینے کے لئے رہ گئے تھے، اور حضرت سے معذرت کرنے لگا کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا گستاخی معاف فرمائی جائے آپ نے فرمایا کہ چلو چلو کوئی بات نہیں اور اسکا سامان اسکے گھر پہونچا دیا اور یہ فرمایا کہ آئندہ کسی دوسرے سے اس طرح سے زبردستی کام مت لینا۔ اپنے اس عمل سے حضرت نے اسکو تو کسی کو بیگار بنانے سے ہمیشہ کیلئے توبہ ہی کرادی۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کا واقعہ ہے کہ آپ کوفہ کے امیر تھے گھاس والے کی دوکان پر گئے اور اس سے گھاس کی ایک پوری ڈھیر خرید لی بیچنے والے نے اسکو باندھ دیا اور دوسری جانب حضرت عمارؓ نے پکڑا (حضرت نے چاہا کہ اس سے اٹھوا کر اپنے کندھے

پر رکھ لیں اور بائع اس چکر میں تھا کہ خود اپنے کاندھوں پر رکھکر حضرت عمارؓ کے گھر پہونچا آئے چنانچہ حضرت نے اپنی جانب کھینچا اور دوکاندار نے اپنی جانب یہاں تک کہ گٹھری کی آدھی گھاس حضرت عمار کے ہاتھ آئی اور آدھی دوکاندار کے ہاتھوں میں رہ گئی (جب اس نے دیکھا کہ حضرت نصف ہی گھاس اپنے کندھے پر رکھے چلے جا رہے ہیں) تو اسنے بڑھکر اسکو بھی انکے کندھے پر ڈال دیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ کو عمر بن الخطابؓ نے بحرین کا امیر بنا کر بھیجا آپ بحرین تشریف لے گئے اس حال میں کہ ایک گدھے پر سوار تھے اور بازار میں آواز دیتے جا رہے تھے کہ بھائیو اپنے امیرالمومنین کے لئے ذرا سا راستہ دے دو تھوڑا سا راستہ چھوڑ دو۔

دیکھو یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ان سب کا خُلق تواضع تھا اور یہ حضرات خَلق و خالق اور فرشتوں سب کے نزدیک عزیز تھے (دنیا میں بھی انکی عزت تھی اور آخرت میں بھی انکی عزت ہوگی)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا مال صدقہ کی وجہ سے کبھی کم نہیں ہوا اور کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے کسی کے ظلم کو معاف کر دیا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اسکی عزت اور نہ بڑھا دی ہو۔

مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے مکان میں تھے اور آپ کے آگے ایک طباق میں گوشت کے کچھ ٹکڑے رکھے ہوئے تھے آپؐ اپنے گھٹنے پر جھکے ہوئے نوش فرما رہے تھے اتنے میں ایک بازاری قسم کی عورت آئی جس کو نہ اسکی فکر کہ مرد سے دھکا لگ جائے یا کسی عورت سے لگ جائے اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے کھاتے ہوئے دیکھکر کہا کہ ارے انھیں دیکھو تو یہ کس طرح بیٹھے ہیں جیسے کوئی غلام بیٹھتا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں سچ کہتی ہو میں بھی ایک غلام ہی ہوں اور اسی طرح کھاتے رہے۔ یہ کہکر آپ نے اس سے فرمایا کہ آ تو بھی کھا۔ اس عورت نے کہا کہ یوں نہیں کھاؤں گی مگر یہ کہ آپ مجھے اپنے ہاتھ سے لقمہ کھلائیں تو کھاؤنگی

آپؐ نے اسکو لقمہ دینا چاہا تو کہا کیوں نہیں آپ اپنے منھ والا دیں گے تب کھاؤنگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منھ میں اسوقت ایک بوٹی تھی جس میں ہڈی لگی تھی آپؐ اسی کو چوس رہے تھے چنانچہ آپؐ نے اسے نکال کر اسکو دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے اسکو لیا اور چوسا چبایا تو جیسے ہی وہ اسکے پیٹ میں گئی اسکی بے شرمی اور بیحیائی دور ہوکر شرم لاحق ہوگئی یہاں تک کہ اسکے بعد سے اس نے کسی پر نظر نہیں اٹھائی اور اسکے بعد سے اس سے کوئی لغو اور شوخی کی حرکت بھی نہیں دیکھی گئی یہانتک کہ حق تعالےٰ سے جا ملی۔

حضرت حسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمام روئے زمین کی کنجیاں دی گئی تھیں کہ جو چاہے لے لوں یعنی عبد ہوکر نبی ہوجاؤں یا بادشاہ بن جاؤں اور امیر وکبیر بن جاؤں تو جبرئیل نے مجھے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار فرمائیے اور عبد ہی بنئے چنانچہ میں نے عبد ہوکر نبی ہونا پسند کیا بس مجھے یہ رتبہ مل گیا کہ قیامت میں بعثت کے لئے سب سے پہلے زمین میرے لئے پھٹے گی اور سب سے اول شافع محشر میں ہوں گا۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے خشوع وخضوع کے ساتھ تواضع اختیار کیا اللہ تعالیٰ اسکو قیامت کے دن رفعت عطا فرمائیں گے اور جس شخص نے اپنی تعظیم کرانے کی خاطر تکبر اختیار کیا اللہ اسکو قیامت میں پست اور ذلیل فرما دیں گے۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سے کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جبکی روح بدن سے جدا ہوئی یا جس نے دنیا چھوڑا اور وہ ان تین چیزوں سے بری ہے تو جنت میں داخل ہوجائے گا۔ کبر سے خیانت سے اور دَین (قرض) سے۔

ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحبؒ اپنی سند کیساتھ حضرت عبداللہ ابن ابی جعفرؒ سے روایت کرتے تھے کہ حضرت علی بن ابیطالب

کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ایک دفعہ بازار تشریف لے گئے اور چھ درہم میں سوتی دو قمیص خریدے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ اے اسود ان میں سے جو چاہو ایک تم لیلو غلام نے ان میں سے اچھا والا لے لیا اور حضرت علیؓ نے دوسرا والا خود پہنا جسکی آستین کچھ بڑی تھی آپ نے چھری سے اسکو کاٹ دیا اور پھر جمعہ کے دن اسکو پہن کر خطبہ دیا ہم لوگ آپ کی کلائی پر اسکا پھچڑا دیکھ رہے تھے (یعنی کپڑا اگر پھاڑ دیا جائے اور اسکو موڑ کر سی نہ دیا جائے تو کچھ دھاگے نکل پڑتے ہیں اسکو ہماری زبان میں پھچڑا کہتے ہیں) اور آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے کپڑے کو حد شرعی کے خلاف نیچے لٹکائے ہوئے ہے تو آپ نے فرمایا اے شخص اپنے کپڑے کو اوپر کر لے یہ تیرے کپڑے کے لئے صاف رہنے کا باعث بھی ہوگا اور تیرے قلب میں تقویٰ پیدا کرے گا اور تیرے پاس بہت دنوں تک رہے گا (مطلب یہ کہ زیادہ لٹکا ہوا کپڑا اکثر پھنس کر جلد پھٹ جاتا ہے اس سے محفوظ رہے گا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ عظمت اور بڑائی میری ازار ہے اور کبریائی میری چادر ہے پس جس شخص نے ان دونوں میں مجھ سے منازعت (جھگڑا) کیا (یعنی ان میں سے کسی کو اپنے لئے بھی ثابت کیا) تو میں اسکو دوزخ میں ڈالدوں گا۔

حضرت ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ عظمت کے ازار اور کبریائی کے چادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے العزیز الجبار المتکبر پس یہ دونوں ہی حق تعالیٰ کی صفات ہیں لہٰذا عبد ضعیف کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ تکبر کرے۔

(اکیسواں باب)

(احتکار (یعنی گراں فروشی کیلئے غلہ جمع کرنے) کی مذمت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث ثمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ عمر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ غلہ کو اگر اس فروشی کے لئے) نہیں جمع کرتا مگر خطاکار (یعنی یہ بُرا طریقہ ہے)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے چالیس دن غلہ کو (لوگوں کی حاجت کے باوجود) روکے رکھا تو وہ اللہ تعالیٰ سے بَری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوا۔

حضرت سعید بن مسیبؓ حضرت عمر بن الخطابؓ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جالب تو مرزوق ہے اور محتکر یعنی احتکار کرنے والا ملعون ہے آپؐ کی مراد جالب سے وہ شخص ہے جو غلہ خریدے فروخت کرنے ہی کے لئے لیکن اسکو دوسرے شہر میں لیجا کر فروخت کرے (جہاں اسکو کچھ زیادہ نفع ملتا ہو اس میں کچھ حرج نہیں اسکو آپؐ نے فرمایا کہ یہ مرزوق ہے یعنی جو نفع ملا یہ اسکو خدا کا رزق ملا کیونکہ لوگ اس سے منتفع ہونگے اور اسکو دعا دیں گے کہ گھر بیٹھے ہمکو غلہ مل رہا ہے تو اسکو مسلمانوں کی دعاء پہونچے گی) ۔ اور محتکر وہ شخص ہے جو پہلے ہی سے سب غلہ خود خرید لے تاکہ اوروں کو نہ ملنے پائے اور خوب گرانی کا منتظر رہے اس سے لوگوں کو ضرر ہوگا (اور انکو تکلیف پہونچے گی انکے منہ سے بددعا نکلے گی اسلئے یہ منع ہے)۔

حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے لڑکے کو کسی کاروبار میں لگانا چاہا اسکے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ چاہا (کہ یا حضرت اسکو کس کام میں لگاؤں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے گندم فروشی نکرانا اور نہ اس سے گوشت بکوانا ۔ اور نہ اسکو کفن فروش بنانا ۔ گندم فروش، اسلئے نہیں کہ انسان خدا تعالےٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ وہ زانی ہو یا شرابی ہو اس سے کہیں بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ دنیا میں اس نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے چالیس دن تک غلہ روک رکھا ہو (اور غلہ فروش کے لئے یہ ناگزیر ہے) اور قصاب، اسلئے نہیں

وہ جانور روز ذبح کرے گا اسکی وجہ سے اسکے قلب سے رحم ختم ہو جائے گا دل سخت ہو جائے گا۔ اور کفن فروش، اسلئے نہ بنانا کہ وہ میری امت کے مرنے ہی کی تمنا کرتا رہے گا (تاکہ کفن بکے) حالانکہ مجھکو پیدا ہونے والا اپنا ایک امتی بھی دنیا و مافیہا سے بڑھکر محبوب ہے۔

فقیہ ابوالليث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مکروہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہی شہر میں غلہ خریدے لیکن اسکو فروخت نکرے بلکہ روکے رہے حالانکہ لوگوں کو اسکی حاجت شدید ہے یہ تو ہے وہ احتکار جو منہی عنہ ہے اور ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ کھیت سے (گاؤں والے فروخت کرنے کے لئے) غلہ لائے یا یہ شخص خود جاکر غلہ کسی دوسرے شہر سے لے آیا (اور بازار میں غلہ مل بھی رہا ہے مگر یہ اس خیال سے رکا ہوا ہے کہ ذرا اور دام چڑھے تب فروخت کرونگا) تو یہ احتکار مذموم میں داخل نہیں ہے لیکن اگر لوگ اس غلہ کے محتاج ہوں تو بہتر یہی ہے کہ اسکو فروخت ہی کردے اور اب اسکو روکے رکھنے میں گنہگار ہوگا کیونکہ اسکی نیت بری ہے خود غرضی کر رہا ہے اور مسلمان کے حال پر اسکو ذرا شفقت نہیں ہے۔ اس صورت میں اسکو بیچنے پر مجبور کیا جائیگا۔ اگر اس پر نہ بیچے تو حاکم اسکو تنبیہ کرے اور سزا دے لیکن حاکم کوئی نرخ مقرر نہیں کرسکتا بس اس سے یہ کہہ سکتا ہے کہ جس نرخ پر سبلوگ فروخت کرتے ہیں تم بھی فروخت کرو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اشیاء کا نرخ مقرر کرنیوالا نہیں ہوں اسلئے کہ یہ منصب تو اللہ تعالیٰ کا ہے (کیونکہ دنیا میں تو جو کچھ ہے سبکا مالک خدا ہے۔ ع۔ درحقیقت مالک ہر شے خداست۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہنگائی اور سستائی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے دو لشکر ہیں ایک کا نام رغبۃ اور دوسرے کا نام رہبۃ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اشیاء کو سستا کرنا چاہتا ہے تو لوگوں کے قلوب میں رہبۃ یعنی ڈر اور خوف پیدا فرما دیتا ہے پس اشیاء کو ان کے ہاتھوں سے نکال لیتا ہے چنانچہ وہ سستی ہو جاتی ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ چیزوں کو گراں فرمانا چاہتا ہے تو ان کے قلوب میں رغبۃ یعنی ان چیزوں کی محبت پیدا کر دیتا ہے

چنانچہ لوگ اسکو اپنے ہی پاس روک لیتے ہیں اور گرانی پیدا ہو جاتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک عابد ریت کے ڈھیر کے پاس سے گذرا تو اسکے قلب میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش اگر یہ آٹے کا ڈھیر ہوتا تو کیا خوب ہوتا بنی اسرائیل جو اسوقت قحط کی وجہ سے بھوک میں مبتلا ہیں سب کے سب شکم سیر ہو جاتے میں یہ آٹا سب کو بانٹ دیتا۔ اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے نبی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ فلاں سے کہدو کہ اللہ تعالےٰ نے تمھارے لئے اسقدر اجر واجب کر دیا جتنا کہ اگر واقعی وہ ڈھیر آٹے کا ہوتا اور تمھارے سب اس جات پر اسکو تقسیم کرنے پر تمکو ملتا۔ مطلب یہ کہ جب اس نے ایک اچھی نیت کی تو اللہ تعالےٰ نے اسکو قبول فرماکر اسکو اسکی نیت کا کامل اجر عطا فرمایا اور اسے عام مسلمانوں پر شفقت اور رحمت کا پورا صلہ مل گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کو چاہیئے کہ وہ تمام مسلمانوں کے حق میں شفیق اور رحیم ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ میں تمکو چھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے انپر یقین قلبی رکھو۔ دوسرے یہ کہ فرائض کو اپنے وقت پر ادا کرو۔ تیسرے یہ کہ اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں ہر وقت سرشار رکھو۔ چوتھے یہ کہ شیطان کے ساتھ موافقت نہ رکھو وہ خلق خدا کا حاسد ہے پانچویں یہ کہ اپنی دنیا کی تعمیر میں نہ پڑو اسلئے کہ وہ تمھاری آخرت کی بربادی کا ذریعہ ہوگا۔ چھٹے یہ کہ ہمیشہ مسلمانوں کے خیرخواہ رہو۔

فقیہ ابوالیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے لائق ہے کہ دوسرے سب مسلمانوں کے لئے ناصح ہو اور ان پر شفیق اور رحیم ہو۔ اسلئے کہ یہ سعادت کی علامت ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ سعادت کی گیارہ علامتیں ہیں۔ ایک کہ انسان دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا طالب اور راغب ہو دوسرے یہ کہ اسکو عبادت اور تلاوت قرآن کی دھن لگی رہتی ہو تیسرے یہ کہ غیرضروری امور میں وہ قلیل الکلام ہو۔ چوتھے یہ کہ نماز پنجگانہ کا پابند ہو۔

(۲۶) برادرم مولوی صدیق احمد صاحب دام فیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ
آپکا خط آیا صحت مزاج آپکی اور حافظ محمود سے طمانیت ہوئی آپکی ہمت سے توقع ہے
کہ عزیز ممدوح کو علم نصیب ہوجاوے اور خود تو دعا کرتا ہی ہوں کہ اہل غرض ہوں
آپکی صفائی یادداشت موجب نعمت ہے اور شکر کا مقام ہے۔ ع تا یار کرا خواہد و
میلش بکدام است۔ کسی کے اختیاری نہیں سب واہب العطیات کیطرف سے ہے
مراقبہ صمدیہ وقت خطور خطرات کے بہت مناسب ہے یا عابدیہ یا اور کوئی جسمیں
طبع مشغول ہوجاوے ضرورت تعین شغل کی مبتدی کے واسطے ہوتی ہے منتہی اپنے
اختیار میں ہوتا ہے۔ جس امر سے مطلب برآمد ہو وہ ہی کرے۔ نہ اسکو قید ذکر زبانی
کی ہے کوئی ذکر ہو نہ کسی تصور خیال کی۔ غرض کام سے ہے اور بس۔ فقط۔ والسلام
مجھکو بھی دعاء میں یاد کرلیا کرو۔ آپکا حسن ظن اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ فقط ۱۳۰۲ھ
(۲۷) مولوی صدیق احمد صاحب دام فیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ آپکا
خط آیا موجب فرحت و سرور ہوا الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ آپکو اس ذات پاک نے اپنا بنایا
اور اپنی نسبت عطا فرمائی۔ ظاہر با خلق باطن با حق کیا۔ "کجا خود شکر ایں نعمت گذارم"
یہ سب عنایت پاک پروردگار تعالیٰ شانہٗ کی ہے۔ آپکا حال حضرت سلمہٗ کی خدمت
میں عرض کیا تھا وہاں سے حکم آیا کہ اجازت اخذ بیعت و تلقین دینا چاہیئے حسن ظن سے
اس ناکام کو بھی بامکام فرما دیوے۔ آمین۔ فقط۔ زیادہ کیا لکھوں۔ محمود کے حال سے
بھی طمانیت ہوئی آپکی توجہ سے اسکا بھی کام ہوجاوے۔ حق تعالیٰ آپکو ہر طرح ترقی
فرماوے۔ یہاں سب طرح عافیت ہے۔ مولوی فخر الحسن جاتے تھے انکو خط نہ دیسکا
طبع نے تحریر سے کاہلی کی۔ آج جمعہ کو لکھتا ہوں۔ ۱۳۰۲ھ
(۲۸) مولوی صدیق احمد صاحب۔ السلام علیکم آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ درباب
قاسم جو لکھا تھا تو اطلاع کرنا منظور تھا کہ اسکا خیال رہے۔ جب آپ خود خیال انکا رکھتے ہیں تو کچھ
ضرورت نہیں۔ محمود کے واسطے نسخہ مقوی دماغ لکھتا ہوں اسکو بنوا دینا۔ ابو محمد کے

---

[۱] قولہ محمود کیواسطے نسخہ مقوی دماغ لکھتا ہوں الخ — راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت مصلح الامۃ

باب بیت میں جو لکھا ہے تو اگر آپ اسکی تعلیم میں تکلیف نہ سمجھیں تو بلالو اور جو تمکو تکلیف ہووے تو مت بلاؤ۔ مجھکو یہ خیال ہے کہ مجمع طفلان سے آپکو تکلیف نہ ہووے ورنہ اور کوئی مانع نہیں اور تحریر دوستان سے اگر محمود تائب ہوا تو بندہ بھی راضی ہوگیا خدا تعالےٰ اسکو توفیق صلاح دیوے آمین۔ یہاں مرض بخار بہت ہے مجھکو چند دورہ آکر صحت ہوگئی والدہ محمود کو شروع ہے اور اوسکی بہن کو بھی صحت ہوگئی یعقوب کو آتا ہے حسنا فقط ابراہیم بھی بیمار ہیں۔ فقط مولوی محمد صدیق کے گھر تندرست ہیں۔ اونکو سلام مسنون فرما دیویں۔ پوست ہلیلہ زرد ۳ تولہ۔ پوست بہیڑہ ۳ تولہ۔ آملہ ۳ تولہ اسطوخودوس ۳ تولہ۔ ناگرموتھا ۱ تولہ۔ لونگ ۱ تولہ۔ دارچینی ۱ تولہ۔ مصطگی ۱ تولہ۔ کوفتہ در شہد۔ وشار پختہ آمیختہ دارند۔ چھ چھ ماشہ صبح وشام کھلا دیں۔ والدہ مسعود محمود کو دعا کہتی ہیں۔ پھر لکھتا ہوں کہ ابو محمد کو بلانا تمھاری رائے پر ہے اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو بلالو میری طرف سے کچھ انکار نہیں۔ فقط ۱۳۰۳ھ

سنا فرماتے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ طبیب روحانی (شیخ کامل و مکمل) تو تھے ہی ایکے ساتھ ساتھ حضرتؒ نے طب (جسمانی) بھی باقاعدہ حاصل کی تھی اور وجہ اسکی یہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہیؒ کو بسلسلہ معالجہ خود و متعلقین خود طبیب کے یہاں جانا پڑتا تھا تو کبھی کبھی کئی کئی گھنٹے اس میں صرف ہوجاتے تھے (کچھ حکیم صاحب کے انتظار میں کچھ نمبر آنے میں کچھ دوا ملنے میں) اسکو حضرت نے ضیاع وقت جانا اور اسی سے بچنے کے لئے طب کی کتابوں کا خود مطالعہ فرمایا۔ چنانچہ حضرتؒ کے مجربات بہت سے نسخے تذکرۃ الرشید وغیرہ میں درج ہیں منجملہ ان کے ایک یہ نسخہ بھی تھا جو حضرتؒ نے اپنے صاحبزادے محمود کے ضعف دماغ کے لئے تحریر فرمایا۔ آٹھ دوا جزکا نسخہ ہے۔ پوست ہلیلہ زرد۔ پوست بہیڑہ۔ آملہ اور اسطوخودوس تین تین تولہ۔ اور ناگرموتھا۔ لونگ دارچینی اور مصطگی ایک ایک تولہ۔ ان آٹھوں چیزوں کو کوٹ کر ڈیڑھ پاؤ (یکاؤ تولے) شہد میں ملاکر رکھدیں اور چھ چھ ماشہ صبح وشام استعمال کریں نوٹ: حضرت گنگوہیؒ محمود کے مزاج سے واقف تھے اسلئے ان کے مطابق یہ نسخہ تجویز فرمایا۔ دوسرا شخص اگر اسکو استعمال کرنا چاہے تو مناسب ہے کہ کسی طبیب حاذق سے مشورہ بھی لے لے شاید اسکے مزاج کے لئے کچھ ترمیم کی حاجت پڑے۔ واللہ اعلم۔

(۲۹) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - آپکا نامہ
یوبند میں ملا استقامۃ باطنی جو عطیۃ واہب العطایا ہے آپکو ملی ہے مستوجب شکر
بے نہایت کا ہے۔ بس زیادہ کیا لکھوں رزق ونفقہ انسان کا دنیا میں رفع ضرورت
وائج بشریہ کے واسطے ہے ورنہ انسان کو حامل اموال ومخزن مزبلہ نہیں بنایا۔

قولہ رزق ونفقہ انسان کا دنیا میں رفع ضرورت حوائج بشریہ کے واسطے ہے الخ - ایسا معلوم
ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے کہیں اور جانے میں مشورہ طلب کیا ہوگا اور
ایدمشاہرہ بھی وہاں یہاں سے کچھ زائد تھا اسپر حضرت گنگوہیؒ نے انھیں لکھا کہ یہاں رزق اور نفقہ تو انسان
اسکی دنیوی حوائج ضروریہ پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے - اللہ تعالےٰ نے مومن کو دنیا میں مال کا لادنےوالا
ورکوڑے خانہ کا انبار جمع کرنے والا نہیں بنایا ہے اور نہ یہ اس سے مطلوب ہے اور تم تو ماشاء اللہ
احب حال اور مقام ہو ایسے کیلئے تو یہی بس ہے کہ اسکو بقدر کفایت روزی مل جائے وہ کافی ہے
وراس سے زائد تو بس زائد ہی ہے (والزائد ولی بالحذف) دیکھو نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
عا فرمائی ہے کہ اللّٰھم اجعل قوت اٰل محمد کفافا (اے اللہ تو تمام مسلمانوں اور مؤمنین کو
زق بقدر کفایت ہی عطا فرما) اور دوسری بات یہ کہ یہاں دنیا کی طرف سے فی الجملہ اطمینان ہے
ردینی رو سے تشتت اور تغیر نہیں واقع ہوا تو پھر دوسری جانب کیوں نظر اٹھائی جائے اور اگر
ندمیں یہاں کچھ تغیر پیدا ہوگا تو اللہ تعالیٰ دوسرا در رزق کا کھولیں گے۔ بندہ تو بدست مولیٰ مثل
ردہ بدست غسال ہے۔ بس افوض امری الی اللہ ہم اور تم کیوں فکر میں پڑیں بالخصوص ایسے
عالم میں جبکا ضمان خود مولی العالمین فرما رہا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا
روئے زمین میں کوئی چلنے والا ایسا نہیں کہ اسکی روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ نہ لی ہو)
(راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ ایک مدرسہ میں مدرس تھے شاید کہیں دوسری جگہ
سے زائد تنخواہ پر بلایا گیا ہو لیکن حضرت گنگوہیؒ نے قناعت اور توکل کی کیسی تعلیم اپنے اس مسترشد رشید کو فرمائی - سبحان اللہ
مدینی مدارس کے مدرسین کے لئے جو اپنے اسلاف کے طریقہ پر رہنا چاہتے ہوں اسمیں بڑا سبق موجود ہے -
اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلائے)۔

پس صاحب حال و مقام کو یہی لیں ہے کہ قدر کفافت لے زائد تو بس زائد ہی ہے اللھم
اجعل قوت آل محمد کفافاً خود دعاء فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کی ہے پھر یہ وظیفہ جو ہے ہنوز
اسمیں کوئی تغیر تنکر پیدا نہیں ہوا جو یہاں سے قطع کرکے دوسری جا مشقت کو گوارا
کیا جاوے۔ بعد ازآں کہ حسب مقدر تغیر ہوا تو اسوقت دوسرا در رزق کھلا ہوا ہے
کوئی معین جگہ نہیں کہ اس پر حصر ہو جہاں حکم و مقدر ہووے گا وہاں ہو جاوے گا
بندہ بدست مولیٰ تعالیٰ شانہٗ مثل مردہ بدست غسال ہے افوض امری الی اللہ
پس ہمکو کیا فکر اس شے کا جسکا ضمان خود مولی العالمین فرماتا ہے وما من دابۃ
فی الارض الا علی اللہ رزقہا پس میرے عزیز ملک سلمانان میں کہ تم سے وہاں کے
لوگ مربوط ہیں مطمئن رہو جب تک حکم ہے جس وقت دل تنگی ہو اوسوقت جیسا حکم
دو قت ہوئیگا اور جہاں کا اشارہ استفت قلبك سے ہوئیگا جانا یا رہنا بس اسی پر
ہی مقیم رہو باقی عنایت علی خاں کا طلب کرنا سو بنا، قلب مضائقہ نہیں اگر اصرار کرے
اور وہاں جانے میں کچھ کلفت وانقباض طبع نہ ہووے لاباس والا لا۔ محمود کی
حالت سے مسرور ہوتا ہوں اور تمہارے فیض باطن کا ثمرہ جانتا ہوں اسکو بہت بہت
دعا و سلام فرما دیویں اور حافظ ابراہیم کو بھی مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فخرالحسن
صاحب اور فتح خاں اور جو صاحب عنایت فرما ہیں انکو میرا سلام مسنون فرما دیویں
جو اشخاص کہ آپکی تلقین سے بہرہ ور ہوئے انکو مشرف بیعت سے فرمائے
بندہ کی اس میں سربلندی اور فرحت کا موجب ہے۔ فقط۔ جمعہ تک قیام دیوبند کا
شنبہ کو سہارنپور کا قصد ہے وہاں چند روز قیام ہو کر براہ رامپور گنگوہ جاونگا
اگر مقدر ہے۔ فقط۔ سنہ ۱۳۰۲ھ۔

(۳۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا مدرسہ
کی صورت سے مسرور ہوا مولوی محمد صدیق کا وہاں جانا مناسب ہے مگر مدرسہ
انبیٹھہ کی خرابی کا خیال ہے اگر یہاں دوسرا تجویز ہو جاوے تو پھر کوئی خدشہ نہیں
اسوقت تک مجھ سے کچھ ذکر نہیں آیا اگر مشورہ ہوا تو یہی جواب دیا جاوے گا۔

سلطان الاذکار حقیقی کے بعد خطرات سو کی گنجائش نہیں رہتی ۔ ع ۔ ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را ـــــ مگر ہاں خیالی سلطان الاذکار ہو گا۔ اب اسکی تدبیر کثرت ذکر ہے کہ بسبب کثرت ذکر کے بیخ ذکر قائم ہو کر بیخ خطرات کو قطع کر دیوے خواہ بجہر خواہ خفی، شل میت کے ہو جانا فنا نہیں بلکہ ایک حالت ہے کہ نفس مطمئنہ وساکن ہر دو بند ہو جاتے ہیں اور قلب اوس حالت میں گرم وذاکر رہتا ہے اور یہ حالت پہلے بزرگانِ چشتیہ پر کہتے ہیں وارد ہوئی ہے اور فی الحقیقہ یہ سبب ہے کہ جب اس عالم شہادۃ سے چھوٹ کر عالم غیب سے آشنا ہوئے اور تجلی جبروت واقع روح و قلب سالک پر ہوتی ہے تو از خود رفتہ مثل مردہ ہو جاتا ہے کہ تحمل اس وارد کا نہیں رکھتا اور وارد نہایت شدۃ سے ہوتا ہے دفعۃً حالت مردہ جیسی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی حالت اپنے زمانہ میں کہیں نہیں دیکھی البتہ قدماء کے حالات میں لکھا ہے ۔ جواب امر ثالث یہ ہے کہ نیستی تام نہیں ہوئی اگر فنا تام ہو جائے تو اگلا راہ مفتوح ہو۔ بندہ

ﮧ قولہٗ سلطان الاذکار حقیقی ـــ راقم عرض کرتا ہے کہ اس خط کے دو مقامات پر حضرت مصلح الامۃ کا انتخابی نشان لگا ہوا ہے، ایک تو یہی کہ "سلطان الاذکار حقیقی کے بعد خطرات سو کی گنجائش نہیں رہتی ع ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را ۔ (یعنی قاعدہ ہے کہ جس مقام پہ شاہی خیمہ گڑ جاتا ہے تو پھر وہاں سے عوام کا شور وشغب ختم ہو جاتا ہے) مگر ہاں خیالی سلطان الاذکار ہو گا۔ اب اسکی تدبیر کثرت ذکر ہے بسبب کثرت ذکر کے بیخ ذکر قائم ہو کر بیخ خطرات کو قطع کر دیوے خواہ بجہر خواہ بخفی"۔

اور دوسرا مقام اسکے ذرا آگے ہے کہ :۔

"جواب امر ثالث یہ ہے کہ نیستی تام نہیں ہوئی اگر فنا تام ہو جاوے تو اگلا راہ مفتوح ہو بندہ کے نزدیک ابتدا میں نقصان رہا ہے ذکر نے قیام نہیں پایا۔ والغیب عند اللہ۔

کے نزدیک ابتدا میں نقصان رہا ہے ذکر نے قیام نہیں پایا والغیب عنداللہ۔ رات کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے فقط اسحاق نور الحسن کا پیغام مولوی مظہر حسین نے کہدیا ہے۔ فقط ۱۳۰۳ھ

(۳۱) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم۔ خط آیا آپ کے حالات رفیعہ و رجوع الی البدایہ موجب سرور ہوئے۔ رجوع کے معنے صحیح لکھے ہیں اور یہی حالات تجلیٔ ذاتی کے ہیں مگر ہنوز کمال اوسکا نہیں ہوا، انشاء اللہ تعالیٰ قریب کامل ہوتی ہے اور خوابیں جو ہیں وہ نشان آپ کے صراط مستقیم پر ہونے کے ہیں حق تعالیٰ ہر روز استقامت عطا فرمائے اور اس احقر کو اور سب دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو نصیب فرما دے۔ آمین۔ زیادہ والسلام۔ دعا کا امیدوار اپنے سب دوستوں سے ہوں۔ اور خود دعا سب کے لئے کرتا ہوں۔ رقیمہ بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ از گنگوہ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ

(۳۲) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکا خط موجب فرحت ہوا جو خطرہ کہ انتشار نہ دیوے وہ خطرہ ہی نہیں، خطرہ سے کون خالی ہوتا ہے اگر خطرہ نہ ہو تو تمام کاروبار بند ہو جاویں۔ بہرحال شکر کی جگہ ہے کہ پروردگار عالم اپنے کسی بندے کو اپنے ذکر سے منور فرما وے اور مقبول بنالیوے۔ عزائم اب بھی بلند ہیں مگر معتاد ہونے کی وجہ سے اور ملکہ پختہ ہونے کے سبب سے کمی معلوم ہوتی ہے ورنہ فی الواقع سب قوۃ اور نسبۃ میں زیادہ ہے یہ امر بعد ذکر کے معلوم ہوگا۔ مزار حضرت مجدد[۵] پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال رکھنا اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشان تام سلام عرض کر دینا۔ زیادہ کیا کہوں۔ منشی فتح محمد کو بعد سلام یا باسط کا التزام گیارہ سو بار بعد عشاء فرما دیں۔ مولوی عبدالصمد کو بھی سلام مسنون فرما دیویں۔ حافظ خیر الدین صاحب اگر ہوں سلام پہونچے اور مولوی پیرجی فخر الحسن کو بھی۔ فقط ۱۳۰۳ھ

---

[۵] قولہ مزار حضرت مجدد پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال رکھنا اور زبانی مزار مبارک بہ نشان تام سلام عرض کر دینا الخ ۔۔ راقم عرض کرتا ہے کہ مولوی صدیق احمد صاحبؒ نے حضرت مجد

(۴۳) مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم - السلام علیکم بندہ بخیریت ہے مطمئن رہیں آپکا خط آیا صحت بعد مرض سے فرحت و سرور ہوا حق تعالیٰ تندرست اور اپنی رضا میں رکھے۔ اجنٹ کے انتقال کی خبر پہلے سنی تھی حق تعالیٰ کسی مسلمان کو وہاں مقرر فرماوے۔ انگریز کا آنا بظاہر اچھا نہیں ۔ ام الصبیان کے واسطے یہ عمل کرو کہ ایک دھاگا خواہ کسی رنگ کا ہو سفید ہو یا سیاہ اور کوئی مقدار تاروں کی بھی نہیں مگر سات یا نو یا گیارہ ہوں تو بہتر ہے اسپر اکتالیس بار سورہٗ فاتحہ معہ تسمیہ پڑھکر ہر فاتحہ پر ایک گرہ لگاؤ جب اکتالیس فاتحہ اور اکتالیس گرہیں ہو جاویں پسر کے گلے میں ڈالدو حق تعالیٰ فضل فرماوے گا۔ زکواۃ کے

---

۴۴ سرہندیؒ کے مزار اقدس پر اپنی حاضری کا ارادہ ظاہر کیا ہوگا اس پر فقیہ العصر اور فرید الدہر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے یہ جواباً تحریر فرمایا کہ ہاں ہاں جاؤ اور جب حاضری ہو تو اس ناکارہ کا بھی دھیان رکھنا (یعنی وہاں جو دعا کرنا اس میں میرا بھی خیال رکھنا اور مزار مبارک پر نام لیکر میرا بھی سلام عرض کرنا ۔ انتہیٰ ۔

حیرت یہ ہوتی ہے کہ جن مہربانوں کی سمجھ میں بڑی کوششوں اور کاوشوں کے بعد یہ آیا کہ یہ دیوبندی لوگ نہ بزرگوں کے قائل ہیں نہ اولیاء اللہ کا ادب اور تعظیم کرتے ہیں آخر انکی نظر ان مقامات پر کیوں نہیں پڑی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مصلحتاً یا قصداً اس نوع کی تصریحات سے صرف نظر کی گئی ہو ـــ یہی حضرت مولانا گنگوہیؒ ہیں، حضرت مصلح الامتؒ سے سنا کہ کسی عامی شخص نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ حضرت! قبر سے فیض ہوتا ہے ؟ فرمایا کہ فیض لینے والا کون ہے ؟ اس نے کہدیا کہ جیسے میں ۔ فرمایا نہیں ہوتا ـــ ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ اگر وہ کہدیتا کہ جیسے آپ تو حضرت گنگوہیؒ یقیناً فرما دیتے کہ ہاں ہوتا ہے ۔چنانچہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ، صاحب باطن تھے ۔کشف قبور کے اہل رہے ہوں گے اسلئے حضرتؒ نے ان کے واسطے سے حضرت مجدد صاحب کیخدمت میں سلام کہلایا کہ جہاں تم اپنی جانب سے السلام علیکم یا اہل القبور کہنا تو میرا نام لیکر میری جانب سے بھی سلام عرض کردینا اب اگر وہ خود سن لیتے ہیں تو علی ہذا اور اگر فرشتے خدا کے ان تک پہونچا دیں تو فہو المراد۔

روپیہ سے کچھ خرید کر دینا درست معلوم ہوتا ہے حنفیہ کے نزدیک قیمت زکوٰۃ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے پس روپیہ زکوٰۃ سے اگر پارچہ، جوتا، طعام خرید کر دیا جاویگا بہ نیت زکوٰۃ تو زکوٰۃ ادا ہو جاویگی اور شوافع کے نزدیک عین شئے سے دینا لازم ہے لہٰذا خود روپیہ ہی دینا احوط و ابعد عن الخلاف ہے۔ نصاب میں آمدنی کے آمدنی کا حساب ہے اگر سال بھر کو قدر مایحتاج کافی ہو تو غنی ہے ورنہ فقیر۔ قیمت کا اعتبار نہیں اگرچہ شرح وقایہ نے قیمت کا اعتبار کیا ہے مگر فتویٰ آمدنی پر دیا گیا ہے۔ اور جس قدر صورتیں آپ نے لکھی ہیں ان سب صُور میں طلبہ فقیر ہیں انکو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ حاجت شرح کی نہیں۔ جو مالک قدر نصاب کا ہے مگر قادر نہیں وہ فقیر ہے۔ فقط۔ جو کچھ بزرگان نے لکھا ہے اپنے اپنے تحقیق و مشاہدہ کو لکھا ہے۔ اور ذات بحت خارج از بحث اور ورد ورا از حکم اور ورار معلوم ہونے کے ہے سوائے ہستیٔ مطلق کے کہ اطلاق سے بھی محض پاک و بری ہے اور کچھ کسی کو علم نہیں پس اس باب میں حضرت مجدّدؒ کو اپنا امام جاننا چاہیئے اور باقی سب کے کلام کو تاویل کرنا مناسب ہے۔ اور^[۵] حضرت مجدد جہاں اطلاق کو ثابت کرتے ہیں اس سے وہ اطلاق ہے کہ درجہ "لابشرط شئے" ہے کہ اطلاق سے بھی مبرا ہے۔ اور جہاں انکار کرتے ہیں انکار "بشرط شئے" اور "بشرط لاشئے" سے فرماتے ہیں۔ فقط۔

---

[۵] قولہٗ اور حضرت مجدّدؒ جہاں اطلاق کو ثابت کرتے ہیں اس سے وہ اطلاق ہے کہ درجہ "لابشرط شئی" ہے کہ اطلاق سے بھی مبرا ہے ــــ راقم عرض کرتا ہے کہ یہ "لابشرط شئی" اور "بشرط شئی" اور "بشرط لاشئی" منطق کی اصطلاحات ہیں جنکو یوں سمجھئے کہ جیسے آپ کسی سے یوں کہیں مجھے ایک بکری لادو اور کسی قسم کی کوئی قید نہ لگائیں کہ ایسی ہو یا ویسی نہ ہو یہی مراد ہے "درجہ لابشرط شئی" سے یعنی جس میں کسی قسم کی قید نہ ہو نہ وجودی نہ عدمی۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ آپ اس سے کہیں کہ میرے لئے ایک بکری خرید لاؤ جو کہ سفید ہو۔ یہ درجہ ہے "بشرط شئی" کا یعنی جو کسی وجودی شرط سے مقید ہو اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ آپ اس سے یوں کہیں کہ مجھے ایک ایسی بکری لادو جو کالی نہ ہو یہ درجہ کہلاتا ہے "بشرط لاشئی" کا یعنی جو عدمی شرط کے ساتھ مقید ہو ــــ پس حق تعالیٰ کو ذات مطلق کہا جاتا ہے اس سے وہ اطلاق مراد ہے جو کہ درجہ لابشرط شئی ہے یعنی قید اطلاق سے بھی مبرا۔

Regd. No.1 2/0/AD-111
April 1985

...nthly

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعہ تالیفات مصلح الامۃ

... 24/-

DR. ZAKIR ... JAMIA NAGAR ... M.I.N. DELHI

Re. 45/-

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہنامہ رسالہ

شمارہ ۵ مئی ۱۹۸۵ء جلد ۵

وصیۃ العلوم

الٰہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۲ دو روپئے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۵ | شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ مطابق مئی ۱۹۸۵ء | جلد ۵

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر نیر اسرار کری پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳- بخشی بازار- الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹریشن نمبر ۱۰۹-۱۵۱ ایس ۱۹۰

فرمایا کہ ـــــ ابتداء طریق میں تو اعمال کی ضرورت ہوتی ہے ا
اس پر زور دیا جاتا ہے مگر انتہا میں علوم کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی سے ترقی
ہوتی ہے اسلئے میں علم و فہم کی طرف زور دیتا ہوں جس کو جتنا علم و فہم ہوتا
اتنا ہی ترقی کرتا ہے۔

فرمایا کہ ـــــ آیت لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم
المخلصین (میں ضرور ان سب کو بہکاؤں گا سوا آپ کے مخلص بندوں کے ا
ان پر میرا بس نہ چل سکے گا) کی تفسیر یہ حدیث ہے لا تجمع امتی علی الضلالۃ
(میری امت (کے خواص) گمراہی پر متفق نہ ہوں گے) اور شیطان
کا اغوا سب پر چل نہیں سکتا۔

اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب
افلا تعقلون (تم اور لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے نفس کو بھلائے ہوئے ہو حالانکہ تم کتاب ا
پڑھتے ہو کیا اس (قول و فعل کے تخالف) کی برائی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی) اس آیت میں امر بالبر کے
نسیان النفس پر مذمت کی گئی ہے تو گویا مطلب یہ ہے امر بالبر کے ساتھ عمل
ہونا چاہیئے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ علم وصف اور خلق کے درجہ میں ہو
سو اس چیز میں ایک تیسری چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ علم حال کے درجہ
ہونا چاہیئے یا علم حال بن جائے اسلئے کہ حال ہی قول و فعل میں تطابق پیدا
ہے اور تخالف پر برابر نکیر کرتا رہتا ہے۔ تو جب تک قلب کا حال ٹھیک نہ ہوگا
و فعل میں ہرگز ہرگز مطابقت نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں تخالف ہی رہے گا۔ یہ با
منجانب اللہ سمجھ میں آئی۔ فالحمد للہ علی احسانہ

فرمایا کہ ـــــ اشراقیین نے نبی کو نہیں مانا۔
تھے کہ نبی تو جب ہے ایسوں کے لئے ہیں ہم لوگوں کے لئے نہیں ہیں ہم لوگ تو

...ہیں۔ فرمایا کہ انکی بات صحیح نہیں ہے۔ جب دوسروں کیلئے نبی مانتے ہیں
...بھی جانتے ہیں کہ نبی جھوٹ نہیں بولتے تو کیوں نہیں نبی ہی سے پوچھ لیتے کہ کیا
...ان اشراقیین کے لئے بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ دوسرے انکا یہ قول کہ ہم لوگ
...ہیں نادرست ہے۔ نبی کو نہیں مانا کبر کی وجہ سے تو جب کبر جیسا رذیلہ موجود
ہے تو اصلاح کہاں ہوئی۔

فرمایا کہ ——— مرتاض جوگیوں کو کشف ہو جاتا ہے لیکن آخرت کے
...رے میں کشف نہیں ہوتا انکا کشف ناسوتی ہوتا ہے ملکوتی نہیں۔
ایک صاحب کا واقعہ نقل کیا جو اسلام لے آئے تھے وہ اپنی آنتوں کو
...نکال کر روزانہ دھوتے تھے۔ بڑے مرتاض تھے اسلام لانے کے بعد تبلایا کہ
...کو کشف ہو جاتا تھا لیکن آخرت کا کشف نہیں ہوا، اسلام لانے کے بعد آخرت کا
...شف بھی ہونے لگا۔ انھوں نے اپنے گرو وغیرہ جوگیوں کو دیکھا کہ جہنم میں داخل تھے۔

فرمایا کہ ——— ارشاد الطالبین میں قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی
...س سرہٗ ارقام فرماتے ہیں کہ

"کشف وخرق عادات وتصرف در عالم کون وفساد از ریاضت
دست می دہد ولہذا حکماء اشراقیین وجوگیان ہند بداں متمتع می شدند
وایں کمالات از نظر اعتبار اہل اللہ ساقط اند بجز دمویز تھی نخرند
ودفع رذائل وتبدیل شیطان ووساوس بے طور سنت ممکن نیست
مپندار سعدی کہ راہ صفا ——— تواں رفت جز برپئے مصطفےٰ"

یعنی کشف وخرق عادت اور عالم کون وفساد میں تصرفات وغیرہ ریاضت ا...
...اہدہ سے بھی حاصل ہو جایا کرتے ہیں اسی لئے اشراقی حکماء اور ہند کے جوگی
...یرہ بھی اس سے متمتع ہوئے ہیں اور حقیقی صوفیہ اور اللہ والوں کے نزدیک سب

کمالات بالکل ساقط الاعتبار ہوئے ہیں انکی قیمت انکے نزدیک ایک اخروٹ اور ایک دانہ منقے کے برابر بھی نہیں ہے اور رذائل کو دور کرنا اور شیطان اور رسالہ کو قطع کرنا بدون طریقہ سنت کے ممکن نہیں ہے۔ ؎ سعدی یہ نہ سمجھنا کہ راہ صفا کا طے کرنا بدون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے ممکن ہوسکتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اس عبارت میں اہل اللہ و غیر اہل اللہ کے تصرف و سلوک میں فرق بیان فرمایا ہے اور وہ تمام اغلاط جو سلوک میں پیش آتے ہیں انکا قلع قمع فرمادیا ہے۔ کیونکہ اثنار سلوک میں جو اغلاط سالک کو پیش آتے ہیں جنکی وجہ سے سلوک تمام نہیں ہوتا وہ یہی سب چیزیں ہیں۔ یہ لوگ ان کمالات کو مقصود سمجھتے ہیں اور اہل اللہ انکو کچھ نہیں سمجھتے حتیٰ کہ ایک اخروٹ اور ایک دانہ انگور کی تو کچھ قیمت بھی ہوتی ہے لیکن تصرفات ان کی نظروں میں اتنی بھی قدر نہیں رکھتے اور یہ اسلئے کہ انکی نظر اعتبار میں کچھ اور ہی چیزیں ہوتی ہیں اور وہ توحید اور ذات و صفات کی سیر اور قرب و قبول عند اللہ ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کا مقصود یہ نہیں ہے انکو قاضی صاحبؒ نے اہل اللہ کے زمرہ ہی سے ساقط فرما دیا ہے۔

اور قاضی صاحبؒ نے جو یہ فرمایا کہ یہ کمالات نظر اہل اللہ سے ساقط ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے تمام اعمال کا مبنیٰ للّٰہیت ہوتی ہے نفسانیت کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ اہل اللہ کے کمالات قرب و قبول عند اللہ کا ثمرہ ہوتے ہیں اور ملکوتی ہوتے ہیں۔

باقی جوگیوں کو جو کمالات حاصل ہوتے ہیں تو اس میں انکی نفسانیت کو دخل ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ جو ریاضات و مجاہدات کرتے ہیں ان سے مقصود انھیں تصرفات وغیرہ کی تحصیل ہوتی ہے۔ بس ان کے کمالات انکی ریاضات و مجاہدات وغیرہ کا ثمرہ ہوتے ہیں اور یہ کمالات ناسوتی ہیں۔

سب سے بڑا اور اہم مضمون جو اس رسالہ میں قاضی صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے وہ یہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس کے اندر کل تصوف کو بیان فرما

ہے اور بلاشبہ یہ مضمون حق و باطل کا معیار ہے یعنی تصوف اور جوگ میں فارق ہے۔

قاضی صاحبؒ نے یہ جو فرمایا کہ " ایں کمالات از نظر اعتبار اہل اللہ ساقط اند بجوزہ مویز نمی خرند" مجھکو تو انکا یہ فرمانا بہت ہی لطف دے گیا۔ اسی مضمون کو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس شعر میں ادا کیا ہے ؎

ندارند چشم از خلائق پسند　　که ایشاں پسندیدۂ حق بس اند

چونکہ یہ حضرات اہل اللہ ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ انکو پسند فرماتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی پسندیدگی انکی نظر اعتبار سے ساقط ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی کتاب میں صرف یہی ایک شعر ہوتا جب بھی کافی تھا۔ سبحان اللہ نہایت ہی عمدہ مضمون بیان فرمایا ہے۔ تصوف کا حق ادا کر دیا ہے

فرمایا کہ ـــــ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ نے انسان کی پیدائش کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ اور کسی جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مٹی سے پیدا کیا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ نطفہ سے پیدا کیا یعنی عام انسانوں کو۔ اور مٹی سے پیدا کیا یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ـــ مگر قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہٗ جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ بیہقی وقت کہا کرتے تھے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی صاحب اگر کوئی حدیث بیان فرمادیں تو ان سے سند کا مطالبہ نہ کیا جاوے گا۔ فرماتے ہیں اور روایت نقل کی ہے کہ ہر آدمی نطفہ اور مٹی دونوں سے پیدا کیا گیا ہے۔ جب نطفہ رحم میں استقرار پاتا ہے تو فرشتہ اس جگہ کی مٹی لاکر رحم میں ڈالدیتا ہے جہاں اسکا دفن مقدر ہے اسی کو کہا جاتا ہے کہ جہاں کا خمیر ہوتا ہے آدمی وہاں ہی جاکر انتقال کرتا ہے اور دفن ہوتا ہے۔

فرمایا کہ ـــــ ایک مولوی صاحب کے پاس کہلایا کہ میں لوگوں کی اصلاح بالکل سنت کے موافق کرتا ہوں مداہنت ذرا بھی نہیں کرتا اور اصلاحی امور میں ذرا بھی چشم پوشی نہیں کرتا۔ اسی کے ساتھ ساتھ رفق ولین پورے طور پر رکھتا ہوں سختی بالکل نہیں کرتا اور یہی طریقہ سنت ہے۔ اگر کبھی بغرض اصلاح کسی شخص کو کوئی بات کہتا ہوں تو دوسرے وقت اسی سے دلجوئی اور ملاطفت کا برتاؤ کرتا ہوں۔

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر خفا ہوئے وہ شخص آپکی مجلس سے اٹھکر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ کسی صاحب نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں دودھ کا ہدیہ پیش کیا آپؐ نے فوراً ان صاحب کو کسی سے بلواکر فرمایا لو یہ دودھ پی لو۔ دیکھا آپ نے یہ ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت وشفقت اور یہ ہے اپنی امت سے محبت اور یہی طریقۂ اصلاح ہے۔

میرے کہلانے پر ان مولوی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت بالکل بجا فرماتے ہیں۔ حضرت والا کے اسی اتباع سنت اور رفق ولین ہی کا اثر ہے کہ لوگوں کو حضرت کی طرف بیحد جذب وکشش ہوتی ہے۔

میں نے ان مولوی صاحب سے یہ بھی دریافت کرایا تھا کہ مجھ سے باطنی کام کچھ ہوسکے گا آپ کو کچھ اسکی امید ہے؟ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ حضرت والا سے بہت کام ہوا ہے اور ہورہا ہے اور ان شاء اللہ بہت زیادہ کام ہوگا۔

حضرت والا جو کام فرما رہے ہیں یعنی اصلاحی اور مذہبی تو اس کے سلسلے میں عرض کررہا ہوں کہ میں گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے لئے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور کبھی کبھی اسکا اتفاق بھی نہیں ہوتا باوجود اسکے میں اپنے اندر بڑا اثر دیکھ رہا ہوں۔ اپنی باطنی حالت کو بدلا ہوا پاتا ہوں۔ جو لوگ کہ حضرت والا کی خدمت میں برابر رہتے ہیں اور دن رات حضرت والا کے انفاس طیبہ اور ملفوظات سے افادہ وبرکات حاصل کرتے رہتے ہیں انکا کیا حال ہوگا؟

آج بتاریخ ۱۹ ر رجب ۱۴۰۰ھ کو مولوی جامی صاحب نے حضرت والا کے حکم سے حضرات ذیل کو جن میں مولوی افتخار احمد صاحب۔ مولوی وصی الدین صاحب۔ مولوی رفیع الدین صاحب۔ مولوی عبدالمجید صاحب۔ مولوی فاروق صاحب۔ ڈاکٹر صلاح الدین صاحب۔ مفتی فخر الاسلام صاحب بلکے اور نیز اس احقر عبدالحلیم کو یکجا کر کے حضرت والا کا ارشاد سنایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کام کہاں سے بگڑا ہے اور کس وجہ سے دینی کام خراب ہوا ہے؟ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی استاد کے شاگردوں میں اور ایک ہی شیخ کے مریدین میں آپس میں الفت۔ محبت۔ ایثار اور ایک دوسرے کا احترام اور تائید نہیں ہوتی بلکہ اسکے بجائے نفرت عداوت۔ بغض اور ایک دوسرے کی غیبت و تذلیل اور مخالفت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کام کی روح نکل گئی اور کام ختم ہو گیا۔

دیوبند میں ایک عرصہ تک میں رہا ہوں، میں نے وہاں پڑھا ہے اور بہ نظر غائر وہاں کے حالات کو دیکھا ہے اسلئے اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کے بعد آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ کام یہاں سے بگڑا ہے اور تمام فسادات کی جڑ یہی تباغض اور تحاسد ہے۔ اسی نے ہمارے اداروں کو اور ہماری دینی جگہوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور انکی روح کو ہی ختم کر دیا ہے۔

جب کسی بندے کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا ہے تو مشائخ سے بھی تعلق ہو جاتا ہے اور پھر اسکے مریدین سے بھی تعلق ہو جاتا ہے اسی لئے یہ لوگ ایک دوسرے کے بھائی کہلاتے ہیں اور ان کو اخوان الطریق کہا جاتا ہے۔ جب آپس میں اخوت اور ہمدردی نہیں ہے تو اخوان کہاں ہوئے یہ تو اعدار ہوئے پھر ان کو اخوان الطریق کیسے کہا جاوے۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ طریق پر نہیں میں صرف رسم و نام باقی ہے۔ کیونکہ اگر طریق پر ہوتے تو اسکے لوازم و اثرات بھی پائے جاتے۔ جب لوازم غائب ہیں تو معلوم ہوا کہ ملزوم اور اصل ہی غائب ہے۔

فرمایا کہ ـــــ میں لوگوں میں فہم پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ اور اسی کی کوشش کرتا ہوں کہ فہم درست ہو جائے۔ جس شخص کی فہم درست ہو جاتی ہے وہ ترقی کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پاس شمع موجود ہے اسکی روشنی میں آگے بڑھتا ہی جائے گا۔ میرے پاس اسکے لئے سند موجود ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فرمایا کہ اے علی! اور لوگ تو اعمال اور طاعات مقربہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں تم اللہ تعالیٰ کا قرب عقل کے ذریعہ سے تلاش کرو۔

دیکھتا ہوں کہ بزرگوں سے فہیم آدمی کو جس قدر فائدہ پہونچتا ہے غیر فہیم کو فائدہ نہیں ہوتا۔ فہیم آدمی ہر چیز کی حقیقت کو سمجھتا ہے اور بزرگوں کے پاس رہنے کا فائدہ یہی ہے کہ انکی ہر ہر چیز کو دیکھا اور سمجھا جاوے اسی سے آدمی کی استعداد بڑھتی ہے۔ مربی کامل کی تربیت یہی ہے کہ طالبین میں اس طرح کی استعداد پیدا کر دے اور ناقص استعداد والوں کو کامل الاستعداد بنا دے۔ اگر خدانخواستہ مربی میں یہ سلیقہ نہ ہوگا تو وہ تربیت نہ کر سکے گا۔

بزرگان دین نیک نیت تو سبھی ہوئے ہیں مگر تعلیم و تربیت سبکا کام نہیں ہے۔ دین چونکہ بڑی چیز اور بڑی دولت ہے اس لئے اسکے لئے بڑی فہم و عقل کی ضرورت ہے تاکہ ہر بات کی حقیقت سمجھ سکے اور اسکا منشاء معلوم کر سکے ورنہ بے سمجھی سے نہ جانے کس قسم کی گمراہی کا شکار ہو جائے

(بیاض امانت علی صاحب)

فرمایا کہ ـــــ اکبر الٰہ آبادی کے اس شعر میں کہ ؎

مصرعہ۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا ـــ دین سے مراد تدین یعنی دین کے ساتھ اتصاف ہے ورنہ تو دین کا علم کتابوں سے بھی ہو جاتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۰۷)

حال: الحمدللہ بہ برکت توجہات آں سامی امن و سکون کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہوں حالات بفضلہ تعالیٰ بدستور ہیں معمولات ذوق و شوق سے ادا ہوجاتے ہیں خلوت میں خاص انس و حلاوت محسوس کرتا ہوں میل جول سے وحشت بڑھتی جارہی ہے شدید ضرورت سے کہیں آتا جاتا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت ہی کی توجہات اور گوناگوں الطاف و عنایات کی برکت سے بہت تھوڑی سمجھ ہوگئی ہے جسکی بدولت بڑی راحت ملتی ہے۔ حضرت ہی کی نگاہ کرم اور حکیمانہ تربیت کے صدقے میں اہل زمانہ کو اب کچھ پہچان لیتا ہوں۔ جسکی وجہ سے بہت سے اندرونی اور بیرونی فتنوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت نے مجھ جیسے بلید اور بے حس پتھر میں بھی اپنی حکیمانہ تدبیر سے حس پیدا ہی کردیا جس کے شکر سے زبان و قلم عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بھرپور اور کبھی ختم نہ ہونے والے خزانہ سے (حضرت والا) کو بےحد وحساب اجر عطا فرمائیں۔ اور سایۂ عاطفت آنمخدوم ہمارے سروں پر قائم رکھیں۔

تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۰۸)

حال: حضرت صاحب کی دعا سے راستہ میں بہت سہولت ہوئی معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ سفر کر رہا ہوں۔ ایسی راحت تو کوئی سفر میں نہیں ہوئی۔ الحمدللہ خدا کے فضل سے حضرت صاحب کی جوتیوں کے طفیل میں اصلاح کیطرف اپنے دل و جان سے لگا رہتا ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ کامل اصلاح و اخلاق اور اخلاص نصیب فرمائیں اور استقامت عطا کریں۔ تحقیق: آمین۔

حال : حضرت اقدس اس سفر میں بیحد فائدہ ہوا ۔ تحقیق : الحمد للہ۔
حال : ایک صاحب نے مجھ سے کچھ مباحثہ شروع کیا میں نے فوراً ان صاحب سے کہدیا کہ الحمد للہ میرے پاس جواب ہے مگر جواب نہ دینے سے میں معذور ہوں
تحقیق : خوب کیا ۔
حال : کچھ دیر کے بعد ان صاحب نے نرمی کی گفتگو میں نئی چلی بات شروع کی میں دل ہی دل میں سمجھ گیا کہ یہ جواب نہ دینے ہی کا اثر ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔
حال : دعاء فرماویں کہ حق تعالیٰ بحث و مباحثہ سے بچا دیں اور اپنے کام میں لگائے رہیں ۔ تحقیق : آمین
حال : بحث مباحثہ سے دل میں بڑی پریشانی ہو جاتی ہے کسی کام کی طرف دل نہیں لگتا ۔ تحقیق : بیشک ۔
حال : حضرت اقدس برابر ذکر و فکر کی طرف لگا رہتا ہوں ، بعض اوقات ذکر سے غافل ہو جاتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آسمان کیطرف سے کہنے والا دل میں کہتا ہے کہ تم کیوں غافل ہو بس فوراً ذکر کیطرف متوجہ ہو جاتا ہوں تحقیق : خوب
حال : ہاتھ جوڑ کر الحاح و زاری سے عرض کرتا ہوں کہ دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ برابر ذکر کی طرف لگائے رکھیں اور اپنی محبت کامل عطا کریں اور اسپر استقامت کامل عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین ۔
حال : حضرت اقدس جب ذکر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ قریب ہوتے جا رہے ہیں ۔ تحقیق : الحمد للہ علیٰ احسانہ ۔
حال : جیسے بچہ اپنے والد والدہ کو دیکھکر پکارتا ہے ویسے ہی دل سے سمجھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو دیکھکر یعنی قریب سمجھکر اللہ اللہ کرتا ہوں ۔ تحقیق : خوب ۔
حال : اور خوب مزہ آتا ہے بس یہ جی چاہتا ہے کہ برابر پکارتا ہی رہوں تحقیق : الحمد للہ
حال : حضرت اقدس اصلاح کے اصل معنی میں نے یہ سمجھا ہے کہ جس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اس حکم کو بجالایا جائے

اور جس کے بارے میں منع کیا ہے اس سے رکا جائے۔ اور نفس کو برائی سے رو کا جائے اور بھلائی کیطرف لگایا جائے۔ بس اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی حکم کی طرف نفس آجائے اور کوئی برائی چھوٹ جائے تو گویا اسکی اصلاح ہوگئی میں نے یہی سمجھا ہے اگر صحیح ہے تو اسکے لئے دعا فرما دیجئے۔

تحقیق: بالکل صحیح ہے۔ دعا کرتا ہوں۔

حال: اگر غلطی ہے تو اصلاح فرما دی جائے تاکہ سمجھکر کام کروں۔

تحقیق: کہاں [illegible]

حال: حضرت اقدس جتنا بھی کام کرتا ہوں دل میں یہی خیال رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ بس راضی ہو جائیں۔ مگر دل میں وسوسہ ہوتا رہتا ہے کہ یہ ریاکاری ہو رہی ہے۔

تحقیق: التفات نہ کیجئے۔

حال: بس یہ خیال کرتا ہوں کہ نیت تو لوگوں کو دکھانے، یا لوگ پڑھتے دیکھ کر تو میری عزت کریں اسکے لئے نہیں کیا ہوں، تو پھر یہ کیسے ریا یا جاہ ہو جائے گی بس یہ سوچکر کام میں لگا رہتا ہوں۔ تحقیق: ٹھیک ہے

حال: اللہ تعالیٰ جانیں میرا جو کام ہے میں کرتا جاتا ہوں، تحقیق: بیشک

حال: انجام حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اپنے فضل سے جتنا چاہیں دیں یا نہ دیں ہر حال میں انکا فضل ہی ہے ہر حال میں امیدوار ہی رہتا ہوں۔ ناامیدی کا خیال دل میں نہیں ہوتا، کیونکہ اس مالک حقیقی کا دربار ناامیدی کا نہیں ہے۔ بس جو بھلا یا برا ہوتا ہے کام کئے جاتا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔ کئے جائیے۔

حال: خدا تعالیٰ کے فضل کی امید پر کہ حق تعالیٰ اس روسیاہ و ناکارہ پر انشاء اللہ فضل و رحمت فرمائیں گے۔ تحقیق: آمین۔

حال: اور دنیا میں بھی حق تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے تب تو حق تعالیٰ نے توفیق عطا کی۔ تحقیق: بیشک۔

حال: حضرت اقدس ہاتھ جوڑ کر الحاح وزاری سے عرض کرتا ہوں کہ دعاء فرمائیے کہ حق تعالیٰ اپنا فضل ورحمت دنیا وآخرت دونوں جہاں میں فرمائیں
تحقیق: آمین۔
حال: اور بیڑا پار کریں تو بڑی کامیابی اور فضل ہے۔ تحقیق: بیشک۔
حال: حضرت اقدس یہ جو کچھ بھی ٹوٹی پھوٹی حضرت والا کے سامنے عرض کرچکا یہ حق تعالیٰ ہی کا فضل اور حضرت والا کی جوتیوں کی برکت ہے۔ ورنہ مجھ جیسے روسیاہ کی کیا حقیقت کہ عرض کرسکے۔ تحقیق: بیشک۔

(مکتوب نمبر ۴۰۹)

حال: حضرت والا کا والا نامہ موصول ہوا۔ الحمدللہ پڑھکر روح خوش ہوگئی ماشاء اللہ حضرت والا کا مضمون فی الحال ناکارہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ تحقیق: الحمدللہ۔
حال: اور امید ہے کہ آئندہ بھی انشاء اللہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔
تحقیق: خدا کرے۔
حال: حضرت والا دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مہلکات سے بچائیں۔
تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔
حال: حضرت والا کا خط دیکھکر قلب میں ایسا داعیہ پیدا ہوا کہ دوسرے ہی دن خط لکھنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا مگر ایک حالت پیش ہوگئی جس سے اطمینان اور سکون قلب نہ رہا۔ حالت یہ ہے کہ لگا ہے لگا ہے طبیعت میں ایک قسم کی وحشت اور حیرانی ہوجاتی ہے اور معاصی کا میلان بھی اسوقت زیادہ معلوم ہونے لگتا ہے خصوصاً ان برائیوں سے جو حضرت والا سے علاج کرتا ہوں ایک سے ہمت کرکے رکا دوسری موجود ہوجاتی ہے۔ پس یہ ناکارہ اُذْ ھٰذا کا مصداق بنا رہتا ہوں۔

تحقیق : یہ حالت قبض کہلاتی ہے ۔
سال : باوجود شدید داعیہ کے اللہ تعالیٰ اکثر گناہوں سے حفاظت فرمالیتے ہیں۔ تحقیق : الحمد للہ۔
سال : تاہم حیرانی پریشانی رہتی ہے ۔ یہ حالت کم از کم دو تین دن تک رہتی ہے ۔ پھر رفتہ رفتہ کم ہوتے ہوتے طبیعت ایسی ہشاش بشاش ہوجاتی ہے کہ شاید اسکے سامنے اگر ہزاروں اطمینان کے سامان موجود ہوں تو اتنی خوشی ہو نہیں سکتی ۔ ہر ہر حرکت میں لطف اور راحت معلوم ہونے لگتی ہے ۔
تحقیق : یہ حالت بسط کہی جاتی ہے
سال : اب حضرت والا سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی حالت میرے لئے مضر تو نہیں، اور دوسری حالت کہیں میرے لئے سد راہ تو نہیں بنے گی۔
تحقیق : یہ کیا کہہ رہے ہو
سال : یہ نفس کا کھیل تو نہیں ہے ۔ حضرت والا نے مضمون کے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ غور سے مطالعہ کرا ور تحریر کر کہ کیا سمجھا ہے ۔ ناقص الفہم اپنی حیثیت کے مطابق یہ سمجھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ اور کفار کی صفت جو قرآن و حدیث میں موثر عنوانات سے جبکا قبیح و شنیع ہونا بیان کیا گیا ہے صرف اسلئے نہیں کہ ہم جان لیں کہ یہ صفت ان میں بری تھی یا یہ اشخاص برے تھے بلکہ آج بھی جس کے اندر یہ صفت (تکبر) موجود ہو خواہ پیر ہو یا مرید مدرس ہو یا معلم انکا بھی یہی حال ہوگا ۔ جو ابلیس اور کفار کا ہوا اور ہوگا اس قصہ کو اہل اللہ یاد کر کے اپنی نیند اور چین کو اڑا لیتے ہیں کہ نہ معلوم ہمارے ساتھ آئندہ کیا معاملہ ہوگا اور آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیتے ہیں ۔ غرض یہاں ابلیس کی مردودیت کا جو سبب بنا وہ اسکا تکبر ہی تھا اور اسی کو حدیث میں ایمان کے مقابلہ میں لا یدخل الجنۃ فرمایا گیا ہے ۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ مومن اپنے وجود اور اسکے

توابع ولوازم کو دیکھتا ہے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستعار سمجھتا ہے جب چاہیں اللہ تعالیٰ رکھ سکتے ہیں جب چاہیں سلب کر سکتے ہیں یہاں تک کہ مومن اپنے کو کمالات سے عاری سمجھتا ہے۔ پس اپنے نفس کو بڑا سمجھکر جو کبر ستاال ہے بھول جاتا ہے تکبر ہی کرنے لگتا ہے۔ الخ

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "اس قسم کی باتیں ذرا دیر میں سمجھ میں آتی ہیں درسیات جلد سمجھ میں آجاتی ہے"۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ ان چیزوں کے سمجھنے کی اللہ تعالیٰ مجھے بصیرت عطا فرمائیں۔ مجھے توی امید ہے کہ یہ سب باتیں حضرت والا کی برکت سے انشاء اللہ جلد سمجھ میں آجائینگی۔ اللہ تعالیٰ ہی عقل سلیم اور فہم کامل عطا فرمائے۔ تحقیق: آمین۔

حال: حضرت والا کے مضمون سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صرف تکبر بری شئے ہے یا میرے اندر تکبر و پندار موجود ہے اسکے جاننے اور سمجھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک تو اسکے انجام کو نہ سوچے اور اسکا علاج کر کے اسکو ختم نہ کرے۔ حضرت والا کے موثر مضمون سے ذہنیت ایک حد تک بدل گئی۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: انشاء اللہ جہاں تک ممکن ہوگا اپنے کو مٹانے ہی کی کوشش کروں گا واقعی میں مٹے رہنے ہی میں سلامتی اور راحت معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ اس فتنہ کے زمانے میں اسکے بغیر کچھ حاصل کرنا ہو ہی نہیں سکتا۔ تحقیق: بیشک۔

(مکتوب نمبر: ۱۴۱)

حال: کل رجسٹری ملی۔ کل مسہل تھا اور پھر کل مسہل ہونے والا ہے۔ پرسوں اتوار ہو جاتا اسلئے آج ہی یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں۔ بھائی صاحب کا خط دیکھ میرا بھی کچھ اسی قسم کا خیال انکی طرف سے تھا۔ مگر میں اپنی حیثیت جانتا ہوں زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ گذشتہ حاضری . . . . . میں حضرت والا

خاص طور پر تاکید فرمایا تھا "کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیئے"۔

تحقیق: ہاں بھائی اپنا کیا اعتبار

سال: سچ تو یہ ہے کہ حضرت والا کے اخلاق حسنہ کی معرفت کی صلاحیت بھی ابھی ہم میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔

تحقیق: الحمد للہ کہ اتنی بات تو سمجھ میں آگئی

سال: مگر پھر بھی جب دیکھا حضرت والا کو اسقدر شفیق اور رحمت مجسم پایا یہ حضرت والا کی توجہ ہے کہ "گرہ کھلی" ورنہ باوجود اسکے کہ اعتقاد میں ہمیشہ صحیح و درست معلوم ہوئے اسکی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اسکو کھلوائیں، اس گرہ کو جو ان کے لئے یقیناً گھٹن ہونا چاہیئے تھا برداشت کرتے رہے خط بھی جو لکھا اس سے سب صاف ظاہر ہے حضرت والا نے جو جواب لکھا اسکو کئی مرتبہ پڑھا۔ واقعات اس میں جو ہیں انکو پڑھکر تو قلق تازہ ہوگیا۔ حضرت والا نے جس قدر غم سہا ہے حضرت کے متوسلین بھی اس غم میں شریک ہیں۔ تحقیق: بیشک

سال: اللہ اجر میں بھی شریک کرلیں اور حضرت والا کی معیت عطا فرمائیں تحقیق آمین

سال: حضرت والا نے جس اعلیٰ مقام سے جواب دیا ہے اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ظاہر ہوتا ہے اور بیاختہ زبان سے نکلتا ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر اور وللہ العزۃ ولرسولہ و للمؤمنین۔

حضرت والا یہ میں نے ڈرتے ڈرتے لکھدیا ہے ورنہ میرا کام تو حضرت کے کلام اور کردار سے سبق لینا اور اسکو اپنے ظرف میں سمونا ہے تحقیق الحمد للہ

ال: حضرت والا کی تحریر سے بہت اثر پڑا۔ مجھ سے انھوں نے خطوط کا ذکر تو کیا مگر دکھلایا نہیں اور نہ امید ہے کہ اب اپنے سے دکھلائیں۔ اب تو جب وہ خود ذکر کریں گے تو مانگ کر دیکھوں گا۔ اور پھر دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مفید بات کہلائیں۔ میں نے حضرت والا کو دیکھا ہے کہ جو لوگ چاہی گئ

کے مرتکب ہیں مثلاً داڑھی وغیرہ انکو بھی حضرت والا براہ راست مخاطب نہیں کرتے لہذا میرا یہ کہنا بھی حضرت والا کی توجہ اور دعا سے ہو سکے گا جائیں گے کہاں حضرت والا کے سامنے گرنا پڑے گا۔ اور انشاء اللہ اگر قسمت اچھی ہے تو ہم بھی ہو جائیگی۔ تحقیق: خدا کرے ہو جائے۔

حال: حضرت والا کا مزاج کیسا ہے تحریر فرمائیں۔ تحقیق: الحمد للہ بہت اچھا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۱۱۴)

حال: حضور والا کی دعاؤں کے بھروسہ دل کو اطمینان و قوت ہے کہ انشاء اللہ تمام پریشانیاں خادم کی دور ہو جائیں گی۔ تحقیق: خدا کرے دور ہو جائے۔

حال: بسا اوقات اپنے حالات پر غور کر کے (دینی و دنیاوی دونوں) طبیعت بہت مضطرب رہتی ہے جی گھبرانے لگتا ہے۔ بس ایسے وقت میں اگر جی ٹھہرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے پناہ رحمت کے خیال اور اپنی گریہ وزاری اور حضور کے تعلق کے سبب ہی سے۔ تحقیق: الحمد للہ، بارک اللہ

حال: نفس کمبخت بعض وقت نامحرموں کیطرف نظر اٹھانے کو اکساتا ہے تو حضور کا خیال کام آتا ہے اور دل سے پوچھتا ہوں کہ تم نے تعلق حضور سے جوڑا ہے۔ اور پھر حضور کا تصور کرتا ہوں۔ تحقیق: خوب مراقبہ ہے۔

حال: بفضلہ تعالیٰ طبیعت رک جاتی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اور غیرت آتی ہے کہ کتنے دن کچھ زندگی ہے۔ اپنی حالت پر بیحد افسوس
تحقیق: بیشک افسوس کی بات ہے۔

حال: بس حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ خادم کی دنیا و عاقبت کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی دعاؤں کے صدقہ میں میرے تمام کام سدھار دیں اور اللہ کے دربار میں روسیاہ نہ جاؤں۔ تحقیق: آمین

چودھری حبیب الرحمٰن صاحب (بمرولی) آپ کا ذکر پہلے بھی ضمناً آچکا ہے الٰہ آباد کے قیام میں ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ سے جن حضرات نے نمایاں فائدہ اٹھایا ان میں سے ایک چودھری صاحب مرحوم کی بھی ذات تھی اسی خصوصی تعلق کا یہ اثر ہوا کہ حضرت والا جب کبھی شہری زندگی سے اکتاتے تو تنہائی اور سکون کے خیال سے بمرولی بھی اکثر تشریف لیجاتے اور چودھری صاحب موصوف کے مکان پر قیام فرماتے یوں تو دو دو چار چار دن کا قیام متعدد بار فرمایا مگر ایک بار جبکہ حضرت والا کی دو صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوگیا اور گھر کے تقریباً سب ہی بچے وبائی چیچک کا شکار ہوئے تو اسوقت ان بچوں کی مصلحت نیز بقیہ دو صاحبزادیوں کی دلبستگی کے لئے بھی تبدیل مکان کی ضرورت ناگزیر تھی چنانچہ شہر کا قرب مرجح بنا کہ حضرت والا بمرولی قیام فرمائیں اس زمانہ میں ہوتا یہ تھا کہ جو لوگ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتے وہ کسی کے ہمراہ بمرولی پہونچا دیئے جاتے۔ ڈاک وغیرہ کے سلسلے میں تقریباً خانقاہ سے روزانہ یا دوسرے دن کوئی نہ کوئی ضرور جاتا تھا۔

آہستہ آہستہ جب قیام زیادہ ہوگیا تو حضرت اقدس سے پڑھنے والے سب طلبہ بھی وہیں پہونچ گئے اور اس میں شک نہیں کہ وہاں کے قیام سے جو مقصد تھا وہ علی وجہ الاتم پورا ہوا۔ اندر صاحبزادیوں سے ملنے گاؤں کی عورتیں آتی جاتی رہیں خود چودھری صاحب کے گھر میں اور انکی لڑکیوں نے اپنے معزز مہمان کی خوب خدمت اور خاطر کی اور باہر کے منظر کا کیا کہنا اطراف و جوانب سے لوگ زیارت وملاقات کے لئے حاضر ہونے لگے۔ قریب کے لوگ تو مجلس کے وقت آتے اور مجلس ختم ہوجانے پر واپس ہوجاتے اور دور دور کے لوگ ایک آدھ شب قیام بھی کرتے علاوہ ازیں چودھری صاحب کی مسجد کا محل وقوع ایسا پر بہار تھا کہ وہاں دل بستگی کے لئے کسی مجمع کی ضرورت ہی نہ تھی، دریائے گنگا کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر بنی ہوئی تھی، مسجد تو کچھ بڑی نہ تھی لیکن اسکے شمال میں دریا کی جانب ایک کھلا ہوا وسیع پختہ چبوترہ بنا ہوا تھا جہاں صبح و شام بیٹھکر ذکر و فکر میں ذاکرین ایک عجیب لطف و سرور محسوس فرماتے تھے بعد مغرب نیز بعد اشراق بھی حضرت

ذکریا ملتانیؒ کے کسی قریبی عزیز کی جنھوں نے یہاں کے رباط سے کسی زمانہ میں
بنا دیا تھا قبر ہے ان کے ساتھ اور بھی بہت سے حضرات اسی مقبرہ میں آرام فرما ہیں
علاوہ مقبرہ کے احاطۂ مسجد سے باہر بھی بہت سی قبریں ہیں ان خاموش اور سبزہ زار
ہمنشینوں کی وجہ سے وہاں کے قیام کا لطف دوبالا ہوگیا تھا۔ اسی چبوترہ پر
بعد العصر حضرت والا کی نشست رہتی مقامی و غیر مقامی حضرات اس سے مستفید
ہوتے صبح کی نشست چودھری صاحب کے مکان ہی پر ہوتی۔ گرمی کا زمانہ تھا
ہر کمرے میں فرشی پنکھا لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے سب کو بہت آرام ملا۔

انھیں چودھری حبیب الرحمٰن صاحب نے اپنے حضرت رحمۃ اللہ کے متعلق
ایک خواب بھی جناب قاری محمد مبین صاحب مدظلہ سے عرض کیا تھا جو کتاب ترجمہ
[illegible] کے مقدمہ میں طبع ہو چکا ہے دراصل یہ خواب اسی کتاب کے متعلق تھا
خواب یہ تھا لکھتے ہیں کہ۔

"احقر نے دیکھا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک سامنے
موجود ہے اور میں اور کئی اصحاب سامنے بیٹھے درود شریف پڑھ رہے
تھے اور فرط محبت و عقیدت سے کبھی کبھی جسم مبارک چوم بھی لیتے ہیں۔
تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے بستر وغیرہ بہت عمدہ
قسم کا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد حضور اقدس قریب ہی دوسرے بستر پہ
تشریف فرما ہو گئے اور یہ بستر شاید ہے اس بستر کے جس پر ہمارے
حضرت [illegible] کرتے تھے۔
[illegible] مصافحہ کا بیحد اشتیاق ہوا مگر ادب کی وجہ سے ہمت
نہیں پڑتی تھی کہ اتنے میں ایک صاحب نے مصافحہ کی ابتدا کی تب احقر
نے بھی مصافحہ کیا دست مبارک مثل ریشم کے نرم ہے۔ ایسا کبھی [illegible]
سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
میرے قریب تخت پر تشریف فرما ہیں اور دروازہ کے کمرہ میں جو تخت ہے

اسپر رونق افروز ہیں اس تخت پر ایک چھوٹی سی میز ہے جس پر میری کتابیں رکھی ہوئی ہیں ان کتابوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے ہیں اور مجھ سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا کہ تمھارے پاس "ترصیع"

ہے میں نے پوچھا "ترصیع الجواہر المکیہ"؟ فرمایا ہاں۔ اب میں یہ خیال کر کے کہ وہ میرے پاس ہے تمام اسکو ڈھونڈھنے لگا لیکن وہ کتاب مل ہی نہیں رہی ہے گھر میں بھی یہ سوچ کر کہ شاید وہاں ہو چنانچہ گھر سے میرا ایک بچہ چند کتابیں لایا کہ اسمیں دیکھ لیں اس میں تو نہیں ہے لیکن اسمیں بھی وہ کتاب نہیں ملی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس کتاب کو صرف اسلئے دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب پر "مولانا وصی اللہ" کا نام ہے یا نہیں؟ (مقدمہ ترجمہ)

راقم عرض کرتا ہے کہ ـــــ الحمد للہ اس خواب سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ کتاب بھی مقبول ہے اور اسکی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مصلح الامۃؒ کے سب ارشادات بھی مقبول ہیں اور حضرتؒ کا یہ حق ہے کہ حضرت کا نام اس کتاب کے سرورق پر لکھا جائے۔ اسی ارشاد نبوی کے پیش نظر اس کتاب کا نام ـــــ الافادات الوصیہ علی ترصیع الجواہر المکیہ تجویز ہوا ـــــ [illegible] کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے [illegible] کہ اس کے ترجمے میں [illegible] حضرت مرشدی مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہ نے افادہ کے عنوان سے کسی شیخ و مصلح کا کوئی طریقہ جو خلاف سنت معلوم ہوا تو حضرات مشائخ کا پورا احترام باقی رکھتے ہوئے انکے قول اور عمل کی مناسب توضیح فرما دی ہے اور غایت ادب سے انھیں کی برکت کی جانب منسوب کر کے اس موقع کے لئے مسنون طریقہ تعلیم فرما دیا اور کھلے لفظوں میں اسکا اعلان فرما دیا کہ ایمان تو بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور معصوم صرف انبیاء علیہم السلام ہیں باقی کوئی ولی یا بزرگ نہ تو معصوم ہے اور نہ کسی قاصر [illegible] ہے اسلئے [illegible] کہ خود اتباع سنت کریں

اور اپنے مریدین و متعلقین کو بھی اسی راستہ پر لگا ئیں ۔ چنانچہ یہی حضرتؒ کا وہ خصوصی کارنامہ ہے جس نے کتاب کی افادیت کو بھی بڑھا دیا اور عجیب نہیں کہ اسی چیز نے دربار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اسکی قدر بڑھا دی ہو اور اسکو مقبول بنا دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چودھری حبیب الرحمٰن صاحب نے حضرتؒ کی کرامت کے سلسلے کا ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک دن مجلس کے بعد حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ چودھری صاحب رکشہ لیلو چلو ذرا باہر چلیں ۔ لوگ حضرت اقدسؒ کے مزاج سے واقف تھے کہ جب کبھی مجمع سے علیحدہ ہونا چاہتے تھے تو سکون کی خاطر کبھی جمنا کے پل کیجانب اور کبھی کمپنی باغ کیطرف تشریف لیجاتے، چنانچہ یہ سفر شہر میں صبح و شام تو کبھی مولوی عبد المجید صاحب کی معیت میں ہوتا تھا اور کبھی ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کے ہمراہ لیکن مجلس کے بعد کا وقت چونکہ ان دونوں حضرات کے لئے مشغولی کا وقت ہوتا تھا کہ اول الذکر اپنے پریس کے کاموں میں لگ جاتے تھے اور ثانی الذکر مطب کا وقت ہوتا تھا اسلئے کبھی کبھی یہ شرف چودھری صاحب کے نصیب میں آ جاتا تھا۔ چنانچہ چودھری صاحب رکشا لے آئے اور حضرت کو کمپنی باغ کیطرف لے گئے اس سے قبل بھی حضرت متعدد بار وہاں جا چکے تھے۔ یہ باغ ہے تو شہر ہی کے اندر لیکن ایک بڑے رقبہ میں ہونے کی وجہ سے اسکے اندر داخل ہو کر انسان گویا شہر کی ہما ہمی سے یکسو ہو جاتا ہے اسکا ایک حصہ تو انواع و اقسام کے پھولوں کی وجہ سے اور سرسبز و شاداب لان اور ہر چہار طرف ہریالی کی وجہ سے واقعی سیر و سکون کے لائق ہے لیکن انسانوں سے یکسوئی یہاں بھی میسر نہ تھی اور حضرت والا باغ میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی جس کے آس پاس بڑے بڑے درخت اور گھنی جھاڑیاں تھیں اسی میں قیام فرماتے تھے جگہ پر سکون اور ہوا دار تھی گو پھولوں کی شادابی یہاں نہ تھی تاہم سبز درختوں کی ہریالی سے یہ جگہ خالی نہ تھی اسی لئے حضرت والا کو یہی جگہ پسند تھی، آج بھی یہیں تشریف لائے چودھری صاحب

کا بیان ہے کہ جب مصلیٰ بچھا کر حضرت والا کو مسجد میں بٹھا دیا تو حضرت نے فرمایا بابی چودھری صاحب! بھوک بہت زوروں کی لگی ہوئی ہے قریب کوئی چیز لے تو لاؤ۔ چودھری صاحب نے عرض کیا بہت اچھا اور باغ سے باہر آ گئے اور سیر دال موٹ اور چنے اور پھلیاں وغیرہ پتے میں رکھکر اپنے دونوں ہاتھوں پر لئے ہوئے باغ میں داخل ہوئے۔ ابھی مسجد کچھ فاصلہ پر تھی کہ درختوں سے اتر اتر کر چاروں طرف سے شور مچاتے ہوئے بندر انکی جانب لپکے۔ چودھری صاحب کہتے تھے کہ اگر ایک ہاتھ خالی ہوتا تو کچھ مدافعت کرتا ہاتھ تو میرے بالکل مقید تھے میں کھڑا ہو گیا بندر بھی رک گئے لیکن دور سے بھبکیاں دیتے رہے اور جب ذرا سا چلنے کا ارادہ کیا تو وہ سب کے سب پھر آگے بڑھنے لگے یہانتک کہ میں تو ابھی مسجد سے دور ہی تھا مگر وہ میرے بالکل قریب پہونچ گئے موٹے موٹے بندر تھے اب تو میں ذرا گھبرایا کہ یا اللہ کیا کروں سوچا کہ سیو کا پتہ انکے آگے پھینک کر اپنی جان بچاؤں مگر پھر خیال کیا کہ حضرت کو چلکر کیا جواب دوں گا اور اگر دوسرا لے آؤں تو انکے سامنے اپنی کامیابی کی نظیر موجود ہی تھی اسی ادھیڑبن میں تھا اور پھینکنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک دیکھا کہ سب بندر جہاں سے آئے تھے واپس جانے لگے۔ اب میرے اوسان درست ہوئے تو دیکھا کہ مسجد پر سے حضرت والا ہاتھ میں اپنا پاپوش لیکر بندروں کی جانب اشارہ فرما رہے ہیں کہ خبردار اگر آگے بڑھے تو خیر نہ ہوگی۔ حضرت کے اس فعل کو بندروں نے دیکھ لیا بس وہیں سے میرے لئے لائن کلیر کر دی۔ خیر جب حضرت والا کے پاس پہونچا تو فرمایا کہ بہت دیر کر دی چودھری کہاں رک گئے تھے۔ میں نے بندروں کے گھیر لینے کا واقعہ بیان کیا۔ سن کر حضرت بہت ہنسے۔ اور سب چیزوں کو بہت شوق سے نوش فرمایا۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھیرے پھر خانقاہ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت والا ستی کی چودھری صاحب بلکہ انکے پسند کرنے نے بہت محنت

ں جب حضرتؒ وہاں پہونچ جاتے تھے تو ان لوگوں کی گویا عید ہو جاتی تھی۔ علاوہ گھر والوں کے دیکھا جاتا تھا کہ ملازمین ہلوا ہے اور تن بھر سے سب ایک نشاط کے ساتھ کام کرتے تھے اس میں بڑا دخل چودھری صاحب کی خوشخوئی اور نرم مزاجی کو بھی تھا اور حضرت سے تعلق کے بعد تو اور بھی زیادہ خلیق ہو گئے تھے۔ لیکن حضرت کی وفات کے بعد زیادہ دن وہ بھی نہ رہے۔ اچانک ایک دن اطلاع آئی کہ چودھری حبن صاحب کا انتقال ہو گیا۔ حضرت قاری صاحب مدظلہٗ اور خانقاہ سے اور دوسرے لوگ جن میں یہ راقم بھی تھا بمرولی حاضر ہوئے اور تدفین میں شرکت کی حبیب الرحمٰن واقعی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

چودھری صاحب موصوف دیہات ہی میں رہتے تھے تقریباً ہر ہفتہ یا دو میاں میں بھی جب بھی کسی ضرورت سے شہر آنا ہوتا تو حضرتؒ سے دعاء وغیرہ کرانے کے سلسلے میں خانقاہ ضرور حاضر ہوتے ۷۔ ۷ میل کے فاصلے پر بمرولی نام کا ایک موضع دریائے گنگا کے کنارے پر آباد ہے یہی آپ کا آبائی وطن تھا والد صاحب موضع کے بڑے زمیندار تھے انکے بعد گھر کی کھیتی وغیرہ خود چودھری صاحب سنبھالے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کو خطوط کم لکھتے تھے لیکن جو تحریر دستیاب ہوئیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت والا سے بیعت ہونے کے بعد اصلاح کا کافی خیال پیدا ہو گیا تھا چنانچہ اپنے ایک عریضہ میں حضرت اقدس کو تحریر کرتے ہیں:۔

حال: معمولات سب بفضلہ تعالیٰ ادا ہو رہے ہیں تہجد کی رکعات دن میں پوری کر لیتا ہوں۔ آج سے کئی سال قبل میری حالت یہ تھی کہ جب کبھی دنیاوی مصائب پیش آتے تھے تو میرے دل میں یہ خطرہ گذرتا تھا کہ باوجود اسکے کہ میں احکام کی پابندی کرتا ہوں مگر سکون نصیب نہیں ہوتا اور ایک پریشانی کا سامنا رہتا ہے حضرت کی غلامی نصیب ہونے کے بعد چند باتیں سمجھ میں آئیں وہ یہ کہ ہر عبادت کے دو رخ ہوتے ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور ظاہری سے باطنی زیادہ

ضروری اور اہم ہے حتیٰ کہ ظاہری جسم اور باطنی اسکی روح - جس طرح سے کہ بغیر روح کے جسم چاہے کتنا ہی خوبصورت اور آراستہ ہو بیکار محض اور مردہ ہے - اسیطرح سے عبادات اگر صرف ظاہری صورت میں آراستہ ہیں اور ان میں روح نہیں ہے تو وہ بالکل غیر مفید بلکہ بعض حالات میں تو مضر ہوتی ہیں اور عبادات کا باطنی رخ قلب سے متعلق ہے لہٰذا اگر احکام کی ظاہری پابندی کے ساتھ دل کی بھی حالت ٹھیک ہے تو ایسی حالت میں اگر تھوڑی سی عبادت بھی کیجائے تو وہ اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے اور یقیناً سکون قلبی حاصل ہوتا ہے - اسوقت اگر مصائب کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے تو سکون قلب اور تعلق مع اللہ میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا لہٰذا میری حالت پہلے کی اسکے برعکس تھی کہ ظاہر میں احکام کی پابندی حتی الوسع کرتا تھا مگر دل اللہ تعالیٰ کا مطیع نہ تھا - دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اور سب سے بڑا ظلم یہ کہ اسکی خبر ہی نہیں کہ یہ حالت کسقدر خطرناک اور مضر ہے لہٰذا جب اپنے نقصان ہی کا علم نہیں تو اسکی اصلاح کی کیا فکر؟ حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی جاتی تھی لیکن جب سے حضرت کی غلامی کا شرف حاصل ہوا تو ہوش ہوا اور اب حالت یہ ہے کہ ذہن میں یہ امر راسخ ہو چکا ہے کہ چاہے ظاہر اچھا نہ ہو مگر دل کی حالت ٹھیک ہونی چاہئے اور جو کام کرنا چاہئے اسکو دل سے کرنا چاہئے - اب بفضلہ تعالیٰ فائدہ محسوس ہو رہا ہے جب کبھی نفس اپنی مرضی کے مطابق کام لینا چاہتا ہے تو فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ ظاہری میری حالت کیا ہے لہٰذا جیسا ظاہر ہے ایسا ہی باطن بھی ہو اگر ایسا نہ کروں گا اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا [illegible] کروں گا - چنانچہ اس سے بڑا فائدہ معلوم ہوتا ہے اور ایک روحانی لذت محسوس ہوتی ہے آجکل حالت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فضل و انعامات اور اپنی بداعمالیوں پر غور کرتا ہوں تو اللہ تبارک تعالیٰ سے محبت معلوم ہوتی ہے اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میں اس حالت کا سبب حضرت والا کی کرامت سمجھتا ہوں -

ایک روز عصر کے بعد والی مجلس میں حضرت والا نے اپنی مرحومی [illegible] میں یہ فرمایا

تھا کب تک نفس کی پرورش کرتے رہوگے، ایک دن اسکا بھی ساتھ چھوٹ جائیگا
اس جملہ سے طبیعت پر بڑی رقت ہوئی اور آجتک اسکا اثر ہے اب جس وقت
نفس کسی امر کا متقاضی ہوتا ہے تو فوراً اس جملہ کیجانب خیال کو متوجہ کرلیتا ہوں۔ اور
اللہ تعالےٰ کی مدد شامل ہوجاتی ہے۔
تحقیق: غنیمت ہے کہ ان باتوں کیطرف التفات ہوا خدا کرے سمجھ اور باطن کو درست کرد
حال: مجھے تو حضرت سے دین و دنیا دونوں کا بڑا فائدہ محسوس ہورہا ہے۔ اور حضرت
کی کھلی ہوئی کراماتوں کا مشاہدہ ہورہا ہے۔

جب حضرت کے پاس حاضر ہوتا ہوں بسا اوقات واپسی میں دیر ہوجاتی
ہے اور سواری بالخصوص اپنے گاؤں کا یکہ ملنے کی امید بالکل نہیں رہتی اور
طبیعت پریشان ہوجاتی ہے کہ یا اللہ! آج گھر کیسے پہونچوں گا مگر حضرت! میں
قسم کھاکر کہتا ہوں کہ کوئی موقع ایسا نہیں ہوا کہ مجھے گاؤں کا یکہ نہ ملا ہو۔ کتنی ہی
دیر ہوگئی ہو مگر جب اڈہ پر آیا تو گاؤں ہی کا یکہ مل گیا۔
تحقیق: الحمد للہ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ آپ نے خط ملاحظہ فرمایا۔ چودھری صاحب ایک
نوجوان انگریزی داں شخص تھے صرف حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانوی کی کتب
مطالعہ میں رہیں اور آخر میں حضرت اقدس کی صحبت ملی جس کا اثر مضمون خط
میں نمایاں ہے۔ سچ ہے ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد

(جو لوہا کہ پارس پتھر سے مَس ہوا فوراً سونے کی شکل میں تبدیل ہوگیا)

عہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ایک آن کی صحبت بھی خالی از نفع نہیں کبھی اسی وقت
میں ہدایت کی نسیم چلتی ہے اور انسان کا کام بنا دیتی ہے۔ ۱۲ جامع

پھر آپ نے ایک کھجور کیطرف اشارہ کیا اور حاضرین سے فرمایا اس کھجور کے درخت کو دیکھو جب یہ سینہ ابھار کر کھڑا ہوا تو حق تعالیٰ نے اسکے پھلوں کا سارا بوجھ اسپر ڈالدیا اب وہ جس قدر بھی بوجھ اٹھائے کوئی اسکی امداد نہیں کرتا بخلاف کدو کے درخت کے کہ اس نے اپنا رخسارہ زمین پر بچھا دیا تو حق تعالیٰ نے بھی اسکے پھلوں کا بوجھ دوسروں پر ڈالدیا اب وہ جسقدر بھی بھاری پھل لائے اسے خبر نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم۔

عہد: طالب کو جبتک پوری محبت نہو جائے اسوقت تک اس سے عہدِ بیعت نہ لیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کسی طالب سے اسوقت تک اپنی نیک تعلیم کے سننے اور تابعداری کرنے کا عہد نہ لیا کریں جب تک کہ اسکو ہمارے ساتھ ایسی محبت نہ ہوجائے کہ ہمارے اوپر بیوی بچوں میں سے کسی کو مقدم نہ کرے[۵] بوجہ نائب رسول سمجھنے کے مستقلاً نہیں۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جان نہ لیتے کہ محبت ناصح کو جلد ہدایت حاصل ہونے میں بہت زیادہ دخل ہے تو آپ یہ ارشاد نہ فرماتے کہ کوئی شخص اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسکے بیوی بچوں سے اور تمام آدمیوں سے زیادہ اسکو محبوب نہ ہوجاؤں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ اس امت میں جو لوگ اللہ کیطرف بلانے والے ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پس بوجہ وارث ہونے کے ان کے ساتھ بھی ادب اور محبت وہی ہونی چاہئیے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ضروری ہے تاکہ مرید میں عبدیت کامل ہوجائے اور اسکو اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد کرنا چاہیئے کہ وہ اسکے نفس سے زیادہ اس پر شفیق ہے جیساکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے

---

[۵] اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کو بیعت میں جلدی نہ کرنی چاہیئے بلکہ طالب کی عقیدت ومناسبت کا کافی امتحان کرنا چاہیئے کیونکہ بدون مناسبت کے کوئی نفع نہیں ہوسکتا حضرت حکیم الامۃ کا اسپر پورا عمل ہے۔ چنانچہ مشہور ہے ۱۲ (مترجم)

ساتھ ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق ہے خوب سمجھو اور جب شیخ کو مرید کیطرف سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے کو محبت میں اس پر مقدم کرتا ہے تو وہ ہاتھ جھاڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے[۱]

شیخ عارف باللہ عدی بن مسافر جو کہ اس طریق کے ایک رکن اعظم ہیں فرماتے ہیں کہ تم کسی شیخ سے ہرگز کچھ نفع نہیں حاصل کر سکتے جب تک تمہارا اعتقاد اسکے بلکہ اسکے ہمجنسوں کے بارے میں ہر اعتقاد سے بڑھا ہوا نہ ہو، اسوقت وہ تمہارے دل کو اپنے سامنے مجتمع اور اپنی غیبت میں محفوظ رکھے گا۔ اور تم کو اپنے اخلاق کے ساتھ مہذب بنا دیگا اور مراقبہ و توجہ سے تم کو ادب سکھلائیگا اور اپنے نور باطنی سے تمہارے باطن کو منور کر دیگا اور جب تمہارا اعتقاد اسکے بارے میں کمزور اور سست ہوگا تو تم ان باتوں میں سے اس میں ایک بھی نہ پاؤگے بلکہ خود تمہارے باطن کی ظلمت منعکس ہو کر تمکو مشاہدہ ہوگی کہ تم اپنی صفات کو شیخ کی صفات سمجھوگے پھر تمھیں اس سے کچھ بھی نفع نہ ہوگا اگرچہ وہ درجہ کے اعتبار سے بہت ہی بڑے اولیاء میں کیوں نہ ہو سیدی علی بن وفاؒ کے کلام میں ہے ان اردت تسمع قولی فرغ نقولی سمعك من كل ما قال غیری فی سائر الادوار (اگر چاہتا ہے سنے بات میری + تو غیروں کی باتوں سے کر کان خالی۔ نیز آپ نے اپنی کتاب "الوصایا" میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ بات جان لینی چاہیئے کہ اہل اللہ کے دل پہاڑوں کے مانند ہیں سو جس طرح پہاڑ کو

---

[۱] ۔ یہ مسئلہ صوفیہ کی اصطلاح میں وحدت مطلب کے نام سے مشہور ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ طلب میں قبل حصول نسبت بجز ایک شیخ کے کسی کی طرف رجوع نکرنا چاہیئے زمانۂ طلب میں دو شخصوں کیطرف رجوع کرنے سے مانع حصول نسبت دشوار ہے اور بعد حصول نسبت چند مشائخ سے استفادہ میں مضائقہ نہیں (یہ تحقیق حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کی فرمودہ ہے) مگر اس میں اتنی شرط اور بھی ہے کہ بعد حصول نسبت کے اگر چند مشائخ کیطرف رجوع کیا جائے تو اپنے اصلی شیخ کے ساتھ اعتقاد و محبت میں کمی نہ ہونے پائے ورنہ ترقی بند ہو جائیگی بلکہ دوسروں سے بھی جو فیض ہو اسکو اسی کا فیض مشاہدہ کرے ۱۲ مترجم۔

اے شرک باللہ کے کوئی چیز اسکی جگہ سے نہیں ہٹا سکتی چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے
تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا کہ پہاڑ ٹوٹ کر اس بات کی وجہ سے گر پڑتے ہیں کہ لوگوں
نے اللہ کے لئے اولاد بنالی ہے ۔ اسی طرح ولی کے دل کو اسکی جگہ سے کوئی چیز نہیں
ہٹاتی سوا اسکے کہ اسکا مرید اسکے ساتھ کسی کو محبت میں شریک کرے یہی بات اسکو اپنی جگہ
سے ہٹاتی ہے نہ کہ خدمت میں کوتاہی کرنا خوب سمجھ جاؤ ۔ پھر یہ بات اچھی طرح جان لینا
چاہیئے کہ مشائخ جو مرید سے اپنی تعظیم و تکریم کا اور ہر حکم پر راضی ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں
سب باتیں صرف مرید کے پختہ کرنے اور اسکی ترقی چاہنے کے لئے کرتے ہیں کیونکہ شیخ
ترقی کا زینہ ہے مرید اسکے ساتھ ادب کا برتاؤ کرکے حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ ادب کرنا
سیکھتا ہے ۔ پس جس نے اپنے شیخ کے ساتھ ادب کو پختہ نہیں کیا وہ حق تعالیٰ شانہٗ
کے ساتھ ادب کرنے کی بو بھی نہیں سونگھے گا ۔ جس وقت شیخ مرید کو دنیا کی ایسی چیز
سے روکدے جس کے حصول کی اسکو امید تھی سو اگر وہ اسوقت راضی رہے تو اس کی
بدولت اسکو رضاء بالحق کا مرتبہ حاصل ہو جائیگا (یعنی اگر حق تعالیٰ شانہٗ بھی اسکو کسی رزق
یا تنخواہ سے محروم فرمادیں یا اس پر کوئی بلا نازل فرمادیں یا اس سے سب نعمتیں چھین لیں
تو وہ ان حالات میں حق تعالیٰ سے بھی راضی رہے گا) اور اگر وہ شیخ کے اس فعل پر راضی
نہ ہوگا تو حق تعالیٰ کے ساتھ بھی اسکو رضاء حاصل نہ ہوگی جبکہ وہ کسی محبوب چیز سے اس کو
محروم فرمادیں ۔ اور اگر وہ اپنے شیخ کی ناراضی پر اسکے چھوڑ دینے پر صبر کرے گا اور
اسکے چھوٹ جانے پر مطمئن ہوکر بیٹھ جائے گا تو اگر کبھی خدا تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی یہ باتیں
پیش آئیں گی وہ ان پر بھی صبر کرے گا اور ان سب کو برداشت کرلیگا اور خدا کے چھوٹ جانے
سے بے چین نہ ہوگا ، خدا تعالیٰ ان سب باتوں سے سب کو پناہ میں رکھے ۔ اور اگر شیخ کا
ہمیشہ خدمت وغیرہ سے خیال رکھے گا اور اسکی طرف سے غافل نہ ہوگا تو حق تعالیٰ شانہٗ
کی عبادت سے بھی غافل نہ ہوگا اور دل سے ہمیشہ خدا کا بھی خیال رکھے گا اور اسی طرح
دوسری باتوں کو بھی خیال کرلو ۔

اے عزیز ! جس وقت تیرا نفس یہ دعویٰ کرے کہ وہ شیخ کے ہر حکم کا تابعدار ہے تو

اسکا امتحان کرنا چاہیئے ممکن ہے کہ جھوٹا دعویٰ ہو جیسا کہ اکثر مریدین کی زبان سے ایسے دعوے سرزد ہوتے ہیں کہ ہم شیخ کے سب سے پہلے تابعدار ہیں پھر جب مرشد ان میں سے کسی کو حکم دیتا ہے کہ اپنی فلاں بیوی کو جسکے بابت میں کہہ چکا ہوں کہ تجھکو خدا سے مشغول کرتی ہے اور حرام و مشتبہ مال کے لینے پر مضطر کرتی ہے طلاق دیدے تیرے واسطے بہتر ہوگا یا یوں کہے کہ اپنا آدھا مال لے آتا کہ تیرے ان غریب بھائیوں میں تقسیم کردوں، یا یوں کہے کہ تمام وظائف سے مثل امامت وخطبہ خوانی و درس و تدریس و روشنی و فراشی و اذان وغیرہ کے اپنا حق ساقط کردے تو اس پر وہ مرید راضی نہیں ہوتا اور اس کے چہرے پر ناگواری ظاہر ہو جاتی ہے یہاں تک کہ تمام حاضرین اسکا مشاہدہ کرلیتے ہیں اور وہ رسوا ہو جاتا ہے اور اگر وہ شیخ کے ارشاد کو قبول کرلیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ مشائخ کاملین انشاءاللہ خیانت نہیں کرینگے اور ہم نہیں جانتے کہ شیخ کی اطاعت کرنے میں مرید کا کون سا نقصان ہوتا ہے؟ جبکہ خود حق تعالیٰ شانہٗ سب چیزوں کے عوض اسکو ملتے ہیں اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس شخص کو کیا مل گیا جس نے بارگاہ خداوندی کی شرکت اور مجالست کو ایک کھال کے ٹکڑے کے بدلے بیچ دیا جو کہ خون اور پیشاب سے دباغت دیا گیا ہے اور اگر اسکو کاٹ کر بازار میں بیچا جائے تو ایک پیسہ کی برابر بھی نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ جس شخص کا اعتقاد اپنے شیخ کے بارے میں یہ نہ ہو کہ وہ اس پر اسکے نفس سے بھی زیادہ شفیق ہے اور یہ کہ وہ کسی چیز کے چھوڑنے کا حکم صرف اسی لئے کرتا ہے تاکہ اس سے زیادہ نفیس چیز اسکو دے تو ایسے شخص کا شیخ کی صحبت میں رہنا محض نفاق سے ہوگا اور ممکن نہیں کہ شیخ اسکو ان رازوں میں سے جن کے ساتھ وہ ترقی کرتا ہے ایک راز پر بھی مطلع کردے اور جو شخص فقراء کے اسرار معلوم کرنے کے بھی قابل نہیں اسکو گویا انکی صحبت ہی نصیب نہیں ہوئی اسلئے بعض لوگ شیخ کامل کے پاس تیس برس سے زیادہ تک رہتے ہیں اور انکو شیخ کے اخلاق سے کچھ بھی نفع حاصل نہیں ہوتا جسکی علامت یہ ہے کہ ایسے لوگ شیخ کی وفات کے بعد خانقاہ سے نکلکر مشائخ وقت کی آبرو ریزی کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ کو ایسی حالت میں نہیں چھوڑا کہ

اسکے بعد ہم کسی دوسرے کے محتاج ہوں اور یہی علامت ہے انہیں غضب الٰہی کے مستحکم ہو جانے کی اگر وہ غضب الٰہی سے سالم رہتا تو ہر صوفیانہ لباس پہننے والے کے سامنے پست ہو جاتا بوجہ خرقہ مشائخ کی تعظیم کے۔ شیخ عبدالرحیم قنادی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ایک کتا آپ کے سامنے آیا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے اسکی بابت آپ سے عرض کیا تو فرمایا کہ دیکھو اسکی گردن میں کیا ہے؟ دیکھا تو اس کی گردن میں کسی درویش کے جبہ کا ٹکڑا تھا۔

ایک بار سیدی ابوالسعود ابجارجی رحمہ اللہ سے لوگوں نے صوفیۂ کرام کے اسرار کی بابت سوال کیا (کہ کچھ بیان فرمائیں) آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے تمھارا ہوا نکالنے میں تو اعتبار نہیں پھر اہل طریق کے اسرار کی بابت میں تمھارا کیونکر اعتبار کر سکتا ہوں۔ اور اسی واسطے بعض مشائخ دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ کو تعلیم و تلقین فرماتے ہیں جنمیں سے ایک بھی کامیاب نہیں ہوتا کیونکہ لوگوں میں صدق و خلوص نہیں رہا۔ واللہ غنی الحمید

عہد ۱۲: دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت اور جھگڑا نہ کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم دنیا کی کسی چیز پر مزاحمت (اور جھگڑا) نہ کریں کیونکہ دنیا پر جھگڑنے سے دلوں میں دشمنی اور نفوس میں کدورت پیدا ہوتی ہے خصوصاً وہ چیزیں جنمیں شان ریاست ہے جیسے تعلیم و تدریس اور اپنے پاس رہنے والوں سے عہد لینا اور بیعت کرنا اور یہ بات اچھی طرح جان لو کہ جو چیز تمکو بواسطۂ نزاع اور جھگڑے کے حاصل ہو وہ دنیا ہے اس میں غور کر دیا ایسی سچی ترازو ہے جو ایک ذرہ پر بھی جھک جاتی کیونکہ آخرت کے جو کام خالص ہوں جنمیں دنیوی قصہ کوئی نہ ہو ان میں نزاع اور مزاحمت نہیں ہو سکتی مثلاً دن کو روزہ رکھنا رات کو تہجد پڑھنا اور مقروض کیطرف سے مال وزن کر کے ادا کر دینا ان کاموں میں ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ کسی سے جھگڑتا ہو یا اسکی شکایت حاکم یا غیر حاکم سے کرتا ہو (پس جن کاموں میں منازعت اور مزاحمت کی نوبت آتی ہے سمجھو کہ ان میں دنیا کی غرض آمیزش ہے خالص عمل آخرت ہوتا تو نزاع کا اس میں نام بھی نہ ہوتا۔)

اور اگر انسان کو یہ خواہش نہ ہو کہ اسکے شہر میں صرف اسی کی شہرت ہو تو وہ اس شخص سے کبھی پریشان نہ ہوتا جسکی طرف اسے چھوڑکر لوگ متوجہ ہو جائیں اور اسکی تعظیم کرنے لگیں۔ اور اگر وہ دنیا سے بے رغبت ہوتا تو اس شخص سے بہت خوش ہوتا جو اسکے شہر میں ایسا مشہور ہوگیا ہو کہ یہ اسکے سامنے گمنام ہوگیا ہو اور مشائخ کا قول ہے کہ صدیقین کے سروں میں سے سب سے پیچھے حُبِ ریاست نکلتی ہے کیونکہ مخلوق کسی درویش کی تابعدار مجاہدہ پورا کرنے کے بعد ہی ہوتی ہے اسوقت اسکو ریاست حاصل ہوسکتی ہے تو اس کے ذمہ واجب ہے کہ ریاست کی محبت اپنی طبیعت سے نکال دے اور سیدی الشیخ ابوالعباس عمری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ محبت ریاست طالب کے ظہور (یعنی ترقیٔ فیض) کو روکتی ہے۔

عہد ۱۳: عبادات شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم مسجد کی نگہبانی پر اور درس و تدریس پر اور خطبہ خوانی و امامت پر اور اذان و روشنی پر اور فرش بچھانے پر اور تجوید و قرارت سبعہ پر اور بچوں کو قرآن شریف پڑھانے پر اور جوان کے سوا عبادات شرعیہ ہیں کسی پر تنخواہ نہ لیا کریں مگر جبکہ اس کے سوا کوئی اور صورت ہماری آمدنی کی نہ ہو (تو لے لیا کریں) رہی یہ حدیث احق ما اخذ تم علیہ أجرکتاب اللہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جن چیزوں پر تم اُجرت لیتے ہو ان سب میں زیادہ مستحق اجر لینے کا قرآن ہے تو یہ اس عہد کے منافی نہیں کیونکہ حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ اجرت سے مراد ثواب آخرت ہو علاوہ ازیں یہ کہ اس حدیث سے اجرت لینا مستحب تو نہیں معلوم ہوتا (صرف جواز مفہوم ہوتا ہے) اور چند احادیث سے ان کاموں کو صرف ثواب سمجھکر کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کام درحقیقت رضاء الٰہی یا ثواب آخرت ہی حاصل کرنے کے لئے مشروع ہوئے ہیں اور طالب کے لئے تنخواہ لینے میں (طلب دنیا ہے) خلاصی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کام کو محض رضاء الٰہی و ثواب اخروی کی نیت سے کرے پھر وظیفہ مقررہ کو اللہ جل شانہٗ کیطرف سے

علیہ سمجھ کر لے لے اور اس طریق پر سچے طور سے کار بند ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر وقف
ی آمدنی پر کسی کا قبضہ ہو جائے (اور تمکو نہ ملے) جب بھی تم اپنے منصب کو اسی طرح ادا کرتے
ہو اور کام کو اوندھا نہ کردو اور اس میں کسی قسم کی گرانی تمہاری طبیعت پر آمدنی بند ہونے سے
نہ ہو اور ناظرِ وقف اور آمدنی وصول کرنے والوں کی ان باتوں میں کسی سے شکایت نہ کرو
یہاں تک اپنے دوستوں، شاگردوں سے بھی نہ کرو چہ جائیکہ حکام تک نوبت پہونچے
گر تم سے یہ باتیں سرزد ہوئیں تو جان لو کہ تم اس مقام کے لوگوں میں نہیں ہو شیخ ابو اسحٰق
ہرازی اور شیخ محی الدین نووی اور ایک جماعت مشائخ کی جنکا ہم نے طبقات میں ذکر
یا ہے اسی قدم پر تھے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ پھر یہ تو بہت ہی بیہودہ بات ہے
۔ (آجکل) امام اور خطیب اور مؤذن وغیرہ کرتے ہیں کہ تنخواہ بند ہو جانے پر اپنے کام کو
ندھا سیدھا کرنے لگتے ہیں (ڈھنگ سے نہیں کرتے) اس میں اسلامی شعار کے
طل اور ضایع ہونے کا اندیشہ ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

ف ۵۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس مقام پر فرمایا کہ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ایکمرتبہ درس وتدریس پر
تنخواہ لینے سے اپنی طبیعت کی الجھن میرے سامنے ظاہر فرمائی کہ اس سے طبیعت کو سخت نفرت اور پریشانی ہوتی ہے
نکہ یہ تو صاف دین فروشی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں تنخواہ لے لینی چاہیئے کیونکہ تنخواہ لے لینے
سے کام اچھی طرح ہوتا ہے اور اسکا بار طبیعت پر رہتا ہے اور بدون تنخواہ لئے کام کا بار نہیں ہوتا۔
کہنے لگے تنخواہ لینے میں یہ مصلحت تو ہوئی مگر اس ضرر کا کیا علاج کہ اس میں دین فروشی ہے؟ میں نے جواب دیا
اسکی ایک پہچان ہے وہ یہ کہ اگر کسی شخص کو ایک جگہ سے اتنی تنخواہ ملتی ہے کہ وہ اسکے گذارہ کے لئے
انی ہے پھر دوسری جگہ سے اس سے زیادہ تنخواہ آنے لگے اور جس جگہ گذارہ کے موافق تنخواہ ملتی ہے
ہاں دین کی خدمت بھی اسکے ہاتھ سے زیادہ ہو رہی ہے اور جہاں سے تنخواہ زیادہ آتی ہے وہاں دینی
خدمت بھی زیادہ نہیں ہے اس صورت میں اگر یہ شخص زیادہ تنخواہ کی جگہ پر چلا جائے تو یہ بیشک دین فروشی ہے
ور معلوم ہوگا کہ اسکو تنخواہ ہی مطلوب ہے خدمت دین مطلوب نہیں اور اگر وہ قلیل تنخواہ پر قناعت کئے
ہے تو یہ دین فروشی نہیں اسکو تنخواہ لینا حلال ہے اور مثل رزق قاضی وغیرہ کے ہے البتہ اگر قلیل تنخواہ

عہد ۱۴: کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا نہ قبول کیا کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ کفار اور ظالمین اور فاسقین کے ہدایا ہم نہ کھایا کریں (مگر جبکہ کوئی ایسی مصلحت ہو جو اسی کے مقتضی ہو) کیونکہ جب حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام سے پہلے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا تو حضور نے یہ فرماکر واپس فرمادیا تھا نحن لانقبل ھدایا المشرکین کہ ہم مشرکین کے ہدایا قبول نہیں کیا کرتے۔ نیز ان لوگوں کے ہدایا کھانے سے مجبوراً دلکو ان کی طرف میلان ہوگا۔ چنانچہ اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے جبلت القلوب علی حبّ من احسن الیھا کہ محسن کی محبت فطرتاً قلوب میں رکھی ہوئی ہے اور فطری بات کا قلوب سے نکلنا سخت دشوار ہے (اسلئے خواہ مخواہ میلان ہو ہی گا اور ایسے لوگوں کیطرف دل کا مائل ہونا انکے افعال کی کراہت کو کم کرکے کسیقدر انکے افعال کو خفیف سمجھنے کا سبب ہوگا اور یہ بہت ہی سخت بات ہے جو کہ بڑا وبال ہے) ہاں اگر قبول کرنے پر کوئی مصلحت (دینی) مرتب ہو تو قبول کرلینا چاہیئے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس شاہ اسکندریہ کا ہدیہ باوجود اسکے کفر کے قبول فرمالیا تھا اگرچہ (یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ) وہ اہل کتاب سے تھا۔ واللہ اعلم

عہد ۱۵: جب مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب ہم مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو شیطان سے پہلے سے زیادہ ڈرتے بچتے رہیں کیونکہ جب بندہ ترقی کرکے دربار خداوندی سے قرب حاصل کرتا ہے تو اسکی دشمنی بڑھ جاتی ہے اور وہ اسکے لیے لشکر زیادہ تیار کرتا ہے اور اس سے طالبین بہت کم خبردار ہیں وہ تو جب اپنے نفس کو دیکھتے ہیں کہ ترقی کرنے لگا یہ خیال کرتے ہیں کہ بس اب شیطان پیچھے لوٹ گیا اور یہ اس سے محفوظ ہوگیا (حالانکہ یہ خیال غلط ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسکے وسوسے اللہ کی طرف متوجہ ہونے والوں سے کبھی منقطع نہیں ہوتے

یہ کہ وہ نہ تھا ہو سرت زیادہ تنزاہ پر چلا جاتا دین جروشی یہاں عمل نہ ہوگا اس جواب کی تائید علاؔ کے قول سے بھی ہوتی ہو۔ فللہ درہ من حکیم (مترجم)

پانچویں یہ کہ حرام شے سے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ تقویٰ اختیار کرنیوالا ہو۔ چھٹے یہ کہ صالحین کے ساتھ اسکا بیٹھنا ہو۔ ساتویں یہ کہ وہ متواضع ہو متکبر نہ ہو۔ آٹھویں یہ کہ سخی اور کریم النفس ہو۔ نویں یہ کہ خلق خدا پر شفیق اور رحم کرنے والا ہو۔ دسویں کہ مخلوق کے حق میں نفع رساں ہو گیارھویں کہ اپنی موت کا ہر وقت استحضار رکھنے والا ہو۔

اسی طرح سے شقاوت کی بھی گیارہ علامات ہیں۔ اول یہ کہ انسان مال کے جمع کرنے پر حریص ہو۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ اپنی خواہشات نفس اور دنیوی لذات ہی کے پورا کرنے کے فکر میں رہتا ہو۔ تیسرے یہ کہ بات کرنے میں بہت زیادہ فحش گو ہو۔ چوتھے یہ کہ نمازوں میں سستی کرنے والا ہو۔ پانچویں یہ کہ اسکا کھانا پینا حرام اور مشتبہ مال سے ہو اور صحبت اسکی فساق و فجار سے رہا کرتی ہو۔ چھٹے یہ کہ بدخلق اور بدمزاج ہو۔ ساتویں یہ کہ متکبر ہو۔ غرور والا ہو اور گھمنڈ والا ہو۔ آٹھویں یہ کہ لاخیرا ہو یعنی اس سے کسیکو کچھ نفع نہ پہونچتا ہو۔ نویں یہ کہ مسلمانوں کے حق میں رحمدل نہ ہو۔ دسویں یہ کہ بخیل اور کنجوس ہو۔ گیارھویں کہ موت کو بالکل بھولا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ انسان جب اپنی موت کو یاد رکھتا ہے تو اپنے غلہ کو روک کر نہیں رکھتا بلکہ مسلمانوں پر رحم کرتے ہوئے انکی ضرورت پر فروخت کر دیتا ہے۔

بعض صالحین سے مروی ہے کہ ان کے پاس اپنے گھر میں بہت زیادہ غلہ موجود تھا اور لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو انکے پاس جو کچھ گیہوں تھا سب فروخت کر دیا پھر اپنی ضرورت کے لئے بازار سے خریدا۔ ان سے کہا گیا کہ حضرت بقدر اپنی ضرورت کے آپ نے اسکو روک کیوں نہ لیا؟ (تاکہ آج آپکو خریداری کی نوبت نہ آتی) انھوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ چاہا کہ سب لوگوں کے ساتھ میں بھی انکے غم میں شریک ہو جاؤں اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں اپنے کرم اور احسان سے۔

(احتکار کا بیان ختم ہوا)

(بائیسواں باب)
(ہنسی سے ممانعت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت سفیان بن عُیینہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریین سے فرمایا کہ اے لوگو جو زمین والوں کے لئے بمنزلہ نمک کے ہو اپنے آپ کو فاسد نہ کرو کیونکہ اور دوسری چیزیں جب خراب ہونے لگتی ہیں تو اسکی اصلاح نمک سے ہو جاتی ہے اور جب خود نمک ہی فاسد ہو جائے تو پھر وہ کسی چیز سے صلاح پذیر نہیں ہوا کرتا۔ اور فرمایا کہ اے حواریین کی جماعت جن لوگوں کو تم نے کچھ بھی دین کی تعلیم دی ہو تو ان سے اس پر اجرت مت لینا (اور اگر لینا تو بس اسی قدر لینا جتنا کہ مجھکو میرے تعلیم کرنے پر تم نے دیا ہے (مطلب یہ کہ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام تعلیم پر اجر کہاں لیا کرتے ہیں پس انھوں نے نہ تم سے لیا نہ تم نے دیا اسی طرح تم بھی دوسروں سے تعلیم دینی پر اجرت مت لو) اور یہ سمجھ لو کہ تمھارے اندر دو خصلتیں دو رجہالت کی موجود ہیں۔ ایک تو بلاوجہ کی ہنسی دوسرے رات کو (عبادت اور تہجد میں) جاگے بغیر صبح کے وقت سونا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے قول یا صلح الارض سے علماء کی جماعت ہے کیونکہ علماء ہی لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور انکو راہ آخرت دکھلاتے ہیں (اب اگر یہی لوگ خراب ہو جائیں تو پھر کون لوگوں کو طریق حق بتلا سکے اور جاہل اور ناواقف لوگ کسکی اقتدار کریں۔ اور یہ جو فرمایا کہ جن کو تم نے علم پڑھایا ہے ان سے اجرت مت لینا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں پس جس طرح انبیاء مخلوق کو بلا اجرت لئے ہوئے تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ نیز فرمایا ہے کہ ان اجری الا علی اللہ اسی طرح سے علماء کو چاہیئے کہ

ان حضرات کی اقتدار کریں یعنی تعلیم دینی پر اجرت نہ لیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ بلا وجہ کی ہنسی تو مراد اس سے آواز سے ہنسنا ہے یعنی قہقہہ لگا کر ہنسنا۔ یہ جاہلوں اور غافلوں کا طریقہ ہے اور مکروہ و منع ہے۔ اور بلا جاگے ہوئے صبح کو سونا تو مطلب اسکا یہ ہے کہ رات میں تو عبادت وغیرہ کے لئے اٹھے نہیں اور اول نہار میں سونے کے لئے تیار۔ یہ پوری حماقت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن کے اول حصہ میں سونا حمق ہے۔ اور اسکے وسط میں سونا اچھا خُلق ہے اور آخری حصہ میں یعنی شام کو سونا جہالت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:—

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد کیطرف تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک جماعت باہم باتیں کر رہی ہے اور خوب ہنس رہی ہے آپ وہیں ٹھیر گئے اور ان لوگوں کو سلام کیا اور فرمایا کہ اے لوگو! لذتوں کو توڑ دینے والی چیز کو یاد کرو۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ ہادم اللذات (لذتوں کو توڑنے والی) کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ موت۔ اسکے بعد پھر آپ ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ لوگ خوب ہنس رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم وہ باتیں جانتے جو میں جانتا ہوں (آخرت کے متعلق) تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ پھر آپ تیسری بار ادھر سے گذرے تو دیکھا کہ لوگ اسی طرح ہنس بول رہے ہیں آپ نے انھیں سلام کیا اور فرمایا کہ اسلام اجنبی ظاہر ہوا اور ایک زمانہ آئے گا کہ اجنبی ہی ہو جائے گا۔ پس قیامت میں خوشخبری ہو ان لوگوں کے لئے جو غرباء ہوں فرمایا کہ جو لوگ درست رہیں جبکہ عام لوگ فاسد ہو جائیں۔ غرباء سے یہی لوگ مراد ہیں۔

حضرت اسحٰق بن منصور فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو فرمایا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ موسیٰ دیکھو لوگوں سے جھگڑا نہ کرنا اور بلا ضرورت کہیں سفر نہ کرنا اور بلا کسی وجہ کے ہنسا مت کرنا اور کسی گنہگار پر اسکے گناہ کی وجہ سے تعجب نہ کرنا (کہ تم سے ایسا کام کیسے ہو گیا؟) بعض روایتوں میں یہ آیا ہے کہ گنہگاروں کو انکے گناہ و معصیت

پر عادت دلاتا اور آخیر میں فرمایا کہ) ابن عمران اپنی خطاؤں پر بہت زیادہ روتا۔

حضرت عوف بن عبداللہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زور سے (کھلکھلا کر) نہیں ہنستے تھے۔ آپؐ کی ہنسی بس تبسم تک ہوتی تھی یعنی مسکراہٹ اور آپ کسی جانب پورا چہرہ نہیں فرماتے تھے بس گوشۂ چشم سے ادھر رخ فرماتے تھے۔

تو دیکھو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تبسم مباح ہے اور قہقہہ لگا کر ہنسنا منع ہے۔ پس مومن عاقل کو چاہیئے کہ قہقہہ مار کر نہ ہنسے۔ اسلئے کہ جو شخص دنیا میں تھوڑا بھی قہقہہ لگائے گا وہ آخرت میں بہت روئے گا۔ اسی سے سمجھ لو کہ جو شخص بہت زیادہ قہقہہ مار کر ہنسے گا اسکا قیامت کے روز کیا حال ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیرًا (یعنی دنیا میں ہنسو کم اور روؤ زیادہ) حضرت ربیع بن خیثم فرماتے ہیں کہ دنیا کے ان چار دنوں میں ہنس لو پھر (اسکے عوض) آخرت کی طویل مدت بھر جہنم میں رونا پڑے گا اپنے اعمال بد کی وجہ سے

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں تعجب ہوتا ہے اس رونے والے پر جس کے آگے ابھی جہنم کا مرحلہ باقی ہے اور اس خوش ہونے والے پر جس کے سامنے موت موجود ہو۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؒ ایک جوان کے پاس سے گذرے جو بہت ہنس رہا تھا آپ نے اس سے پوچھا کہ صاحبزادے کیا تم پل صراط عبور کر چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں (ابھی یہاں دنیا میں پل صراط کہاں ؟) فرمایا کہ اچھا کیا تمھیں اسکا علم ہوگیا ہے کہ تم جنتی ہو یا دوزخی ہو؟ کہا نہیں ابھی کیا معلوم کہ کیا حشر ہوتا ہے! فرمایا کہ تو پھر یہ ہنسا کیسا؟ ناقل واقعہ بیان کرتے ہیں کہ پھر اسکے بعد سے اس جوان کو کبھی ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا یعنی حضرت حسنؒ کی نصیحت اسکے دل کو لگ گئی اور اس نے ہنسی سے توبہ ہی کرلی۔ عزیزمن! پہلے زمانے کے علماء ایسے ہی ہوا کرتے تھے کہ جب اور جنکو کوئی نصیحت کرتے تھے تو از دل خیزد بر دل ریزد وہ اسکے قلب پر

اثر کرتی تھی اور یہ اسلئے ہوتا تھا کہ وہ حضرات اپنے علم پر عمل کرتے تھے ان کے علم سے دوسروں کو بھی نفع پہونچتا تھا۔ اور اب ہمارے زمانے کے علماء خود ہی اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو دوسروں کو بھی انکے علم سے نفع نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہاں دنیا میں گناہ کر کے ہنسے گا وہ دوزخ میں داخل ہوکر روئے گا۔ کہا گیا ہے کہ جو شخص دنیا میں سب سے زیادہ ہنسنے والا ہوگا وہ آخرت میں سب سے زیادہ رونے والا ہوگا۔ اور جو شخص دنیا میں (خوف آخرت کی وجہ سے) سب سے زیادہ رونے والا ہوگا وہ جنت میں سب سے زیادہ ہنسنے والا ہوگا۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں کہ چار چیزیں ہیں جنہوں نے کہ مومن کے لئے (دنیا میں) ہنسنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا۔ ایک فکر آخرت۔ دوسرے مشغولیٔ معاش۔ تیسرے غم معصیت۔ اور چوتھے مصائب سے وابستگی۔ مطلب یہ کہ مومن کو دنیا میں انھیں چاروں امور میں لگنا چاہیئے تاکہ ان میں مشغولی اسکو (فضول اور تفریحی) ہنسی سے روک دے کیونکہ (یہ غفلت کی علامت ہے اور) مسلم کی شان سے بعید بات ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو انکی ہنسی پر عار دلایا ہے۔ فرماتے ہیں، افمن ھذا الحدیث تعجبون وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون۔ یعنی کیا یہ لوگ خوف کی ان آیتوں کو سنکر بھی تعجب کرتے ہیں اور ہنستے ہیں (جنکو سنکر رونا چاہیئے) اور روتے نہیں (تف ہے ان پر اور انکی اس بے موقع ہنسی پر) اور تم لوگ تکبر کرتے ہو۔ اور ایک جماعت کی ان کے رونے پر مدح فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ ویخرون للاذقان یبکون یعنی یہ لوگ قرآن کو سنکر منہ کے بل روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ زندوں کو پانچ غموں سے سابقہ پڑتا ہے لہٰذا ہر انسان کو اپنے اندر ان پانچوں کو پیدا کرنا چاہیئے ایک تو سابقہ معصیت کا غم یہ اسلئے کہ اسنے گناہ تو کیا اور اسکو یہ نہیں معلوم کہ معاف بھی ہوا یا نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اس نے

نیکیاں کیں اور یہ پتہ نہیں کہ وہ مقبول بھی ہوئیں یا نہیں یہ غم بھی اسکے لئے لازم ہے۔
تیسرا غم یہ ہونا چاہیئے کہ اسکی عمر گذشتہ تو جیسی تیسی گذری آئندہ کا حال اسکو معلوم
نہیں کہ اس سے بہتر گذرے گی یا بدتر اسکی فکر بھی کرنی چاہیئے۔ چوتھے یہ کہ وہ یہ تو
جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں ایک دار ہے (جسکو دار جنت کہا جاتا ہے اسطرح
ایک اور جگہ جہنم ہے) اب یہ نہیں معلوم کہ ان دونوں میں سے کون سے دار میں
اس کا ٹھکانا ہوگا۔ یہ شئے بھی غم و ہم کی ہے۔ پانچویں یہ کہ انسان کو دنیا میں
یقین کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہے یا ناراض
یہ کچھ کم غم کا محل ہے؟ اب ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا میں ان ہموم خمسہ میں مشغول
ومغموم رہے گا اسکو ہنسی کیا آئیگی اور اسکا موقع ہی کیا رہیگا۔

اور جس شخص کو دنیا میں یہ پانچوں غم نہ رہے بلکہ اس نے خود کو ان سے
آزاد رکھا تو آخرت میں اسکو اسکے عوض دوسرے پانچ غموں سے سابقہ پڑے گا
ایک تو وہ حسرت جو اسے اس مال کے ترک پر ہوگی جس کو اس نے حرام وحلال
ہر طریقہ سے بڑی محنت سے جمع کیا تھا اور اسکو اپنے بعد ان ورثہ کے لئے بطور ترکہ
کے چھوڑ آیا جس سے انکی مخالفت بھی تھی اسکا بڑا قلق ہوگا۔ دوسرے وہ ندامت
جو اسکو اعمال صالحہ میں ٹال مٹول پر ہوگی جبکہ اپنے اعمال نامہ میں بہت کم عمل
دیکھے گا اور حق تعالےٰ سے پھر دنیا میں واپسی کی اجازت چاہے گا تاکہ خوب عمل
کرے اور اسکو اجازت نہ دیجائیگی۔ تیسرے اپنے گناہوں پر ندامت ہوگی جبکہ
وہ اپنے گناہ زیادہ دیکھے گا اور واپسی کی اجازت بھی نہ ملے گی۔ چوتھے یہ کہ
خصوم اور اہل حقوق اسکو ہر طرف سے گھیرے ہونگے اور اسکے پاس اپنے بیے
سہے اعمال کو دیکر ان سے خلاصی حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہوگی (یعنی
تھوڑا بہت جو عمل ہوگا بھی وہ بھی نذر خصم ہو جائیگا اور خود خالی ہاتھ رہ جائیگا
اسوقت جو افسوس، شرمندگی اور ضیق ہوگی ظاہر ہے) پانچویں یہ کہ اللہ تعالےٰ
کو اپنے اوپر غضبناک پائیگا اور اسکو راضی کرنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ اور اگر تم کو ان باتوں کا علم ہوتا جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ میدانوں میں نکل جاتے (آبادی چھوڑ کر) اور وہاں اپنے رب سے توبہ و استغفار کرتے اور خوب خوب روتے۔ اور اگر تم لوگ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ اپنی عورتوں سے ملنے میں بھی کچھ انبساط نہ پاتے اور نہ بستر پر تمہیں قرار آتا۔ میں تمنا کرتا ہوں (انہیں باتوں کے پیش نظر) کہ کاش جبکہ خدا نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔

حضرت یونسؒ حضرت حسن بصریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بھائی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا ہوتا ہے وہ رنج و غم ہی کی حالت میں شام کرتا ہے اور اسی حال میں صبح کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری کا یہی حال تھا کہ تم نے انہیں جب دیکھا ہوگا تو زیادہ تر ایسی ہی حالت میں دیکھا ہوگا جیسے کوئی شخص ہو جس پر حالیہ کوئی مصیبت پڑی ہو۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ جب بھی دیکھے گئے تو اس حال میں گویا وہ ابھی ابھی اپنی ماں کو دفن کر کے واپس آرہے ہوں مطلب یہ کہ ایسے وقت میں ہر انسان پر رنج طاری رہتا ہے۔ نہ وہ ہنستا ہے نہ بولتا ہے بس حضرت حسنؒ اسی طرح ہر وقت ہی رہتے تھے۔

حضرت اوزاعیؒ سے اس آیت کی شرح میں کہ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاھا (یعنی اس اعمالنامے نے تو کوئی چھوٹا بڑا گناہ چھوڑا ہی نہیں جس کو نہ لکھا ہو) مروی ہے کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے اور کبیرہ سے مراد قہقہہ ہے۔ مطلب یہ کہ قہقہہ بھی گویا کبائر میں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ اگر تم لوگ جانتے وہ باتیں جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ ہنستے کم

اور رہ سے زیادہ۔ اور اگر تم لوگ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم میں کا ہر شخص سجدہ میں پڑ جاتا یہاں تک کہ اسکی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹنے لگتی (اتنا طویل سجدہ کرتا اور سجدہ سے سر ہی نہ اٹھاتا) اور اتنی اتنی زور سے چیخ مارتا کہ اسکی آواز بند ہو جاتی (اسکے بعد فرمایا کہ) اللہ تعالےٰ کے سامنے رویا کرو اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی سی شکل ہی بنا لیا کرو اور انکی مشابہت اختیار کر لیا کرو۔

حضرت سفیانؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی ــــ سوا تین آنکھوں کے۔ ایک تو وہ آنکھ جو خوف خدا سے (دنیا) میں روئی ہوگی اور دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ تعالےٰ کے حرام کئے ہوئے کیجانب سے چشم پوشی اختیار کی ہوگی اور تیسری وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یاد میں) راتوں کو جاگی ہوگی۔ اور یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعًا ثابت ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں ایک بار ہنس دیا تو اسکی وجہ سے مجھے سخت ندامت اٹھانی پڑی واقعہ یہ ہوا کہ عمرو بن عُبید قدری سے (یعنی جو کہ تقدیر کا منکر تھا) میرا مناظرہ ہوگیا (میں نے اسکو دلائل میں ایسا باندھا کہ وہ جواب سے عاجز ہوگیا) اور میں سمجھا کہ اب میں کامیاب ہوگیا تو اسکی پریشانی اور حیرانی پر مجھے ہنسی آگئی اور میں ہنس دیا۔ اس پر اس نے کہا کہ واہ جناب واہ! آپ ایک علمی بحث فرما رہے ہیں اس میں یہ ہنسی کیسی؟ میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور کبھی آپ سے گفتگو نہیں کروں گا۔ مجھے اس پر بیحد ندامت ہوئی کہ توبہ توبہ اگر میں ہنسا نہ ہوتا تو وہ قریب تھا اور قرین قیاس تھا کہ میرے مسلک پر آجاتا اور ایک بگڑا ہوا عالم درست ہو جاتا (لیکن میری ہنسی نے سارا کام بگاڑ دیا)

محمد بن عبد اللہ عابد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جس شخص نے فضول نظر ترک کی اسکو خشوع کی توفیق ہوگی اور جس نے تکبر کو ترک کیا وہ تواضع سے نوازا جائے گا۔ اور جس نے فضول اور لغو کلام ترک کیا وہ حکمت و فہم سے چمکتا رہے گا۔

آجکل سنن ابی داؤد ہوتی ہے جماعت بہت کم ذہن اور کم استعداد جمع ہوئی ہے جو بیت طلبہ قابل ہیں انکا بھی راہ بند ہو رہا ہے۔ مولوی ظہور احمد بھی شریک ہیں کچھ شغل بھی کرتے ہیں دو کام ہونے مشکل ہیں۔ عمدہ طریقہ پر ایک ہی کام ہوتا ہے۔ فقط۔ مظہر حسین مثل سابق ہیں نہ کوئی کام ہے نہ بظاہر کوئی شغل ہے۔ بندہ سے کچھ نہیں پوچھا نہ ابتک بیعت ہوئی۔ فقط افسوس کسی امر کے نہ حاصل ہونے کا عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ افسوس مقام افلاس میں ہوتا ہے اور طمانیت میں دعوے حصول ہے بندہ کے واسطے نیستی ہستی سے بہتر ہے کہ اصل عبد کی عدم ونیستی ہے۔ فقط۔ ہلاس آنکھ کی ڈلی کے مریض کو ہر وقت دلویں۔ ظہور دیدہ کی ضرورت نہیں۔ براہین قاطع صاف ہوکر طبع ہوکر مطبع ہاشمی میں بھیجی ہے

(۳۴) (حقر ان س بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون می رساند بفضلہ تعالے بعافیت ہوں آپ کے چار نامہ متوالی پہونچے آپ کے حالات رفیعہ پر مسرور ہوتا ہے اور دعا ترقی کرتا ہوں، اور اپنے اوپر افسوس ہوتا ہے کہ آپ کس حالات و خیالات میں اور یہ ناکارہ کیسی غفلۃ و حرمان میں۔ مگر شاید حسن ظن مخلصاں موجب مخلصی ہوجائے۔ مگر ما[ف] اس احقر کو نہ اتفاق مطالعہ کتب صوفیہ و اہل حقائق ہوا اور

ف حاشیہ قول مگر ما اس احقر کو الخ — راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے اس مکتوب گرامی میں پہلے تو مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے احوال رفیعہ پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا پھر تواضعًا افسوس فرمایا کہ مجھے یہ حالات نہیں حاصل ہوئے اور اسکے بعد لکھا کہ میں نے کبار صوفیہ اور اہل حقائق کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا اور نہ انکے مشرب کو جانا اور نہ انکے مقامات کی تحقیق کی بلکہ اپنے سے عالی مقامات غیر کی تحقیق جائز نہ سمجھکر اسکی جانب التفات بھی نہ کیا اور اسی طرح نہ مکتوبات مجددیہ کو دیکھا نہ کتب ابن عربی اور نہ انکے مسلک سے متنبہ ہوا۔ بلکہ یہ سمجھتا رہا کہ اصل الاصول اور اصل مقصود و مامور سلوک صحابہ ہے جس میں بحث بندگی سے ہے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہد ہو جانے سے ہے اور حسن اخلاق سے ہے جسکا مآل یہ ہے بندہ خود کو بندہ جانے

دگی ہے اسکی طرف خواہش ہوئی کیونکہ نہ اس مشرب سے واقف ہوا نہ یہ مقامات پلے
غیر کے مقامات کی تحقیق اپنے مقام سے عالی بحث و تحقیق کرنا جائز نہ جانا مکتوبات
مجددیہ کو کبھی دیکھا نہ کتب ابن عربیہ کو نہ انکے مسالک سے متنبہ ہوا نہ انکے مشارب میں
غور کیا اپنی بے استعدادی کو دیکھکر اور ناقابلیت کو یقین کرکے یہ تسلی کرتا رہا ہوں
کہ اصل الاصول اور اصل مقصد اور ماموِر سلوک صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
ہیں۔ اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہد ہو جانے سے اور
حسن اخلاق سے ہے جس کا مآل غیریۃ اور عبدیۃ اور معبودیۃ پر ہے۔ نہ وہاں کشف
حقائق تھا نہ وہاں بحث حقیقۃ الحقائق کی ملاحظہ کی۔ اور ربط خالق ومخلوق کی کیفیت
ادراک کی ہے جو اضمحلال سے کلام ہو یا اسکی تحقیق ہو پس یہ متاخرین کے کشف وانکـ

اور حق تعالیٰ شانہٗ کو معبود گردانے۔ باقی وہاں نہ کشف حقائق تھا نہ حقیقۃ الحقائق کی بحث تھی یہ سب
متاخرین کے کشف وانکشافات وہاں نہ تھے بلکہ انکو مضر تھے اسی خیال سے اپنے دل کو تسلی دی اور ربط
وبحث فن حدیث میں رہی۔

اور آپ نے جو احوال اپنے لکھے ہیں وہ کشف ومشاہدہ ہیں لہٰذا اس سلسلے میں اپنے امور وجدا
کو کیا لکھوں کیونکہ وجدان اگرچہ صحیح بھی ہو مگر کشف جو کہ مشاہدہ اور علم بدیہی ہے اس سے اسکا کیا مقابلہ۔ تا
آپ کو مجھ سے چونکہ حسن عقیدت ہے اور میری رائے کو پسند کرتے ہیں اسلئے کہتا ہوں کہ :۔

نفس رحمانی۔ وجود منبسط۔ حقیقۃ الحقائق۔ صادر اول۔ سب ایک شئے ہے اور یہ حادث
ہے اور ذات پاک ورا الوریٰ اس سے بھی عالی اور منزہ ہے۔ بے کیف وکم اور عقل وفہم سے اعلیٰ وبر
پس " غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست " اس سے زیادہ کچھ علم اسکا کسی کو کسی فرد بشر کو نہیں۔ جو
کسی ولی یا نبی کے ذہن میں عبور کرتا ہے وہ ذات پاک اسکی غیر ہے اور اعلیٰ۔ لا الٰہ الا اللہ خلاصہ سب
ہے۔ ذات پاک قید اطلاق سے بھی مطلق ہے " لا بشرط شئے " ہے اور اس شرط سے بھی مبرا ہے ا
تنزلات سے بھی پاک ہے۔

وہاں نہ تھے بلکہ وہ معتبر تھے۔ بس اپنے دل کی تسلی کی اور مطالعہ اور بحث فن حدیث
میں رہی اسکے بھی کچھ مسائل معلوم ہوئے تو اب اپنے امور وجدانیہ کو کیا لکھوں وجدان
اگرچہ صحیح ہو کشف کو جو مشاہدہ ہے اور علم بدیہی قطعی کس طرح مقابل ہو کر رد کر سکتا ہے
لہٰذا آپ کے سب مشاہدات کا جواب بندہ کے نزدیک اجمالی طور سے یہ ہے کہ حالات
رفیعہ ہیں حق تعالےٰ برکت فرما وئے اور ترقی عطا کرے اور آپ کے فیض سے
عالم کو منور فرما دے اور اس عاجز کو بھی آپ کے ذیل میں درج فرما دے۔ آمین
مگر چونکہ آپ کے حسن عقیدت نے مجھکو اس قدر عزت دی اور آپ میری رائے ناقص کو
پسند کرتے ہیں تو کچھ اپنا وجدان لکھتا ہوں، اگرچہ لائق تحریر نہیں۔ سید فتح محمد کو ذکر
اسم ذات بجہر مناسب ہے جو نہ ہو سکے تو وہی جبس کافی ہے مگر تھوڑا کریں اور توجہ فقط آپکے
پاس بیٹھنا کافی ہے اگرچہ بطور معمول لطائف کو بیدار کر کے لطائف طالب کی توجہ ہو
برکت صحبت اصل توجہ ہے اور ہمت شیخ امر دیگر ہے۔ پس اگر موقع ہو تو پاس
بٹھا کر اونکا خیال کر لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ فقط۔ توکل شاہ صاحب کے مرید
کا جو حال لکھا ہے اونکے خیال میں انفعال ہے قلب میں ذکر راسخ نہیں ہوا اونکو ذکر کرنا
لازم ہے۔ خطرات رفع نہیں ہوتے جب تک قلب میں ذکر نہ قائم ہوئے مخیلہ کا
تقصہ بے ثبات ہوتا ہے۔ فقط۔ اوپر لکھا ہے کہ بندہ کو اصطلاحات صوفیہ پر نظر نہیں
جیسا کہ اپنا مزعوم ہے وہ یہ ہے کہ نفس رحمانی اور وجود منبسط اور حقیقۃ الحقائق
اور صادر اول سب ایک شئے ہے اور یہ حادث ہے اور وحدۃ وجود اسی ہی موطن میں ہے
نفس رحمانی منزہ عن الالوات والاحداث ہے اور ذات پاک فداہ الورا اس سے
بھی عالی اور منزہ ہے۔ بے کیف وکم اور عقل وفہم سے اعلیٰ اور مبرا ہے۔ پس
"عنقا ازیں پیے نبرده اند کہ ہست" اس سے زیادہ کچھ علم اوسکا کسی کو کسی فرد بشر کو
نہیں۔ جو کچھ کسی نبی یا ولی کے ذہن میں عبور کرتا ہے وہ ذات پاک اوسکی غیر ہے
اور اعلیٰ لا الہ الا اللہ خلاصہ سب کا ہے۔ ذات پاک قید اطلاق سے بھی مطلق ہے
"لابشرط شئے" اور اس شرط سے بھی مبرا ہے اور تنزلات سے بھی پاک ہے

جیسا[1] عوام جاہل ذات سے بجز اسکے نہیں جانتے کہ ہے ایسا ہی خواص اخص الخواص کا علم کہ اس علم کو بجز جہل کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ مکشوف ہوتا ہے وہ سب خیال اور معلوم ہوتا ہے ذات پاک ان سے بھی برتر ہے سہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

شرح اس معاکی ہے ۔ اور یہ مسئلہ ربط حادث بالقدیم الخالق کا کہ کیا ربط ہے عینیہ ہے یا غیریہ جیسا اہل وجود و شہود کا نزاع مشہور ہے سو بندہ کے نزدیک اہل وجود کے کلام نفس رحمانی کی نسبۃ ہے اور اہل شہود کے اعلیٰ ذات و صفات کی نسبۃ ہے اور نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے یا شاید کشف کے اختلاف کی وجہ ہو۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ ۔ اور معیت و قرب اور احاطہ بھی کیفاً خارج از فہم البشر ہے حق ہے اور ایمان اوس پر فرض ۔ مگر کیفیت اوسکا مجہول ہے اور جو کچھ مخیل معلوم بشر ہے وہ سب تحت لاالہ داخل ہے ۔ اس باب میں نسبۃ یادداشت نقشبندیہ

---

[1] حاشیہ ؛ قولہ جیسا عوام جاہل ذات سے بجز اسکے نہیں جانتے کہ ہے ۔ ایسا ہی اخص الخواص کا علم ہے الخ ۔ مطلب یہ کہ در باب علم ذات باری عوام و خواص سب برابر ہیں یعنی انکو بھی بجز جہل کچھ حاصل نہیں کیونکہ جو کچھ انکا مکشوف ہے وہ سب انکا ہی خیال اور معلوم ہے ذات اس سے کہیں بلند و بالا تر ہے پس یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت شیرازی کا یہ شعر اس معا کی پوری شرح ہے ۔ فرماتے ہیں سہ

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

(ترجمہ) اے وہ ذات جو کہ ہمارے خیال و قیاس و گمان و وہم سے اور جو کچھ کہ لوگوں نے اس سلسلہ میں کہا ہے اور جو کچھ ہم نے سنا اور پڑھا ہے سب سے بلند و برتر ہے ؎

دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

(ترجمہ) کتابوں کے دفتر کے دفتر ختم کر ڈالے اور ساری عمر ختم کر دی لیکن ابھی تک تیرے وصف کے ابتدائی مدارج کے بیان میں پڑے ہوئے ہیں ۔

[illegible] ربط حادث بالقدیم کا مسئلہ کہ بندہ کو حق سے کیا نسبت ہے ایسا ہی ہے جیسے قطرہ کو دریا سے

اقرب الی التحقیق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ یا اللہ جل جلالک اگر اس تحریر میں خطا ہوئی ہو معاف فرمانا بندہ معذور ہے اور یہ جانتا ہے کہ ایمان باللہ اگرچہ بمشاہدۂ حقائق ہو ایمان بالغیب ہی ہے اور بس۔ اور جو توحید کہ انبیاء نے اس پر دعوت کی ہے وہ بالغیب ہی ہے اور نہایت عین بدایت ہے اندراج النہایہ فی البدایہ کے یہی معنی ہیں۔ عامی ابتدا انتہا غائب ہے اور خواص بعد مشاہدات و تفصیلات غائب ہو جاتے ہیں، علم غیریت عوام کو تقلیداً ہے اور خواص کو غیریت متحقق ہو جاتی ہے۔ فقط۔ والسلام۔ دوسرا خط رجسٹری آیا۔ ۵ فی الواقع وہ حالات غریبہ

ہوا کرتی ہے کہ دریا کا قطرہ بھی اس میں فنا ہو کر دراصل عین دریا ہو جاتا ہے (اور اسکو "وحدۃ الوجود" کہتے ہیں) یا ایسی ہے جیسے آفتاب نکلنے کے بعد سورج اور تاروں میں ہوتی ہے کہ موجود تو دن میں تارے بھی ہوتے ہیں مگر آفتاب کے سامنے وہ نظر نہیں آتے۔ نظر صرف آفتاب ہی آتا ہے اسی کو "وحدۃ الشہود" کہا جاتا ہے۔ سو یہ اہل وجود اور اہل شہود کا نزاع بندہ کے نزدیک نزاع لفظی معلوم ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ انکا منشاء کشف کا اختلاف ہو واللہ اعلم۔ رہی معیت خداوندی (وھو معکم اینما کنتم) اور قرب (ونحن اقرب الیہ من حبل الورید) اور احاطہ (وھو بکل شئی محیط) انکا علم کیف کے درجہ میں خارج از فہم بشر ہے لیکن یہ چیزیں سب حق ہیں اور انپر ایمان لانا فرض ہے کیفیت اسکی مجہول ہے اسکو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا چاہیئے اور اس سلسلہ میں بھی جو کچھ بشری معلومات و تخیلات ہیں سب لا الہ الا اللہ میں داخل ہیں۔ احباب میں نسبت یادداشت نقشبندیہ اقرب الی التحقیق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

انبیاء علیہم السلام نے جس توحید کی دعوت دی ہے وہ ایمان بالغیب ہے اور ایمان باللہ اگرچہ بمشاہدۂ حقائق ہی کیوں نہ ہو ایمان بالغیب ہی ہے اور نہایۃ عین بدایۃ ہے (النہایۃ ؟ العود الی البدایۃ) اور اندراج النہایہ فی البدایہ کے یہی معنی ہیں۔ عامی شخص ابتداءً اور انتہاءً غائب رہتا ہے اور خواص بعد مشاہدات و تفصیلات غائب ہو جاتے ہیں۔ غیریۃ کا علم عوام کو تقلیداً ہوتا ہے اور خواص کو غیریۃ محقق ہوتی ہے ۱۲

۵۔ حاشیہ قولہ دوسرا خط رجسٹری آیا۔۔۔ الخ۔ راقم عرض کرتا ہے کہ اسکے جواب کے سلسلے میں پہلے تو حضرت گنگوہیؒ نے مولانا صدیق احمد صاحبؒ کے حالات رفیعہ پر مسرت کا اظہار فرمایا ۱۲ م

سے معلوم ہے۔ اس طرح حالات تفصیلیہ کسی پر بندہ کے احباب و دوستاں میں وارد نہیں ہوئے اور خود اپنی کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان وقائع سے واقف نہیں البتہ وجدانی امور میں دلچسپی۔ اور آپ کو حسب درخواست آپ کے اجازت اسم ذات اور جملہ اشغال کی اور قرآن و حزب الاعظم وغیرہ کی از سر نو دیتا ہوں۔ فقط۔ اور بعض دیگر امور جو استفسار فرمائے ہیں اوپر کی تقریر سے معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ کلی واضح ہو جاتا ہے کہ بندہ کے نزدیک فنا رعلمی ہے فنا رحقیقی ذاتی نہیں، کیونکہ فنار ذاتی تبدل حقیقت کو چاہتی ہے اور عارف بعد وصول متبدل الذات نہیں ہو جاتا بلکہ علم فنا ہو جاتا ہے ذات بحال خود رہتی ہے جو ربط موجود بمعدوم قبل وصول ہے اور جو اتصال خالق بمخلوق قبل کشف ہے وہ اپنی حالت سے متغیر نہیں ہوا

ف اور یہ فرمایا کہ اسطرح سے حالات تفصیلی طور پر بندہ کے احباب میں سے کسی پر وارد نہیں ہوئے (وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) اور آپ نے فنار کی حقیقت جو دریافت کی ہے تو بندہ کے نزدیک صوفیہ جنکو فنا کہتے ہیں اسکی مراد فنار علمی ہے یعنی علم اس شے کا فنا ہو جائے۔ فنار حقیقی ذاتی نہیں کیونکہ فنار ذاتی میں تبدل حقیقت ہوا کرتی ہے۔ اور عارف جو فانی ہوتا ہے تو وہ بعد وصول کلی متبدل الذات نہیں ہوا کرتا بلکہ صرف اس علم کا فنا ہو جاتا ہے۔ ذات بحال خود باقی رہتی ہے (یعنی پہلے اپنے پر نظر تھی اپنے کو کچھ سمجھتا تھا اب سمجھتا ہے کہ لا فاعل الا اللہ لا موجود الا اللہ لا نافع الا اللہ لا ضار الا اللہ چنانچہ سالک کے نزدیک جو ربط موجود بمعدوم قبل وصول ہوتا ہے اور جو اتصال خالق بمخلوق قبل کشف ہوتا ہے وہ اپنی جگہ سے متغیر نہیں ہوتا۔ البتہ اسکا علمی انکشاف و ثبوت اور اپنا علمی اضمحلال اور فنار حاصل ہو جاتا ہے

اسی طرح سے حصول نسبت کے معنی یہ ہیں کہ جو نسبت بندہ کو اللہ تعالے سے واقعی حاصل ہے اب سے وہ متنبہ اور اسکا عارف ہو گیا ہے نہ یہ کہ کوئی نئی نسبت پیدا ہو گئی ہے۔

اسی طرح سے حضور سے مراد علم حضور ہے نہ کہ حضور کا ابتداع یعنی نئے سر سے ہونا ہے۔ ان امور میں حضرت مجدد صاحب کے قول پر معتمد ہوں۔ والغیب عند اللہ تعالے۔

البتہ علی الکشاف وثبوت اور علی اضمحلال وفنا حاصل ہوگیا ہے۔ علی ہذا نسبت کے حصول کے معنی یہ ہیں کہ جو نسبت بندہ کو حاصل واقعی ہے اس سے متنبہ اور عارف ہوگیا نہ یہ کہ کوئی نسبت پیدا ہوگئی۔ حضور علم حضور کا نام ہے نہ ابتداع حضور کا کما لا یخفیٰ حضرت مجددؒ کے قول پر معتمد ہوں والغیب عند اللہ تعالیٰ۔ فقط۔ والسلام بندہ کے واسطے دعا فرمادیں اور حق تعالے آپ کو بمدارج کمال پہونچاوے۔ فقط والسلام۔ حکیم صاحب گنگوہ میں سلام فرماتے ہیں۔ مولوی ظہور احمد بھی سلام کہتے ہیں فقط۔ رجب ۱۳۰۰ھ۔

(۵۳) گرامی قدر مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ مطالعہ فرمایند پہلے دو خط کا جواب روانہ کردیا۔ ایک کو ٹلہ دوسرا سرہند اب تیسرا خط بدست مولوی خدابخش صاحب پہونچا آپ کے رفتہ حال سے سرور ہوتا ہے کہ شاید اس محروم کو بھی وسیلہ بخشدیویں اور پھر آپ کا حسن ظن جو ہے اس سے بھی توقع خیر ہوتی ہے کہ مقبولوں کا ظن خالی نہیں جاتا اس عاجز کو صاحب استقامت جاننا اور اسکے قدم بقدم چلنا محض آپ کا حسن ظن ہے تعبیر خواب جو آپ سمجھے درست ہے آپ کو غنا عن الدنیا وما فیہا ہوگا فالحمد للہ علی ذلک آپکی اور مولوی ابراہیم صاحب کی تحریر سے رویت اچھی معلوم ہوتی ہے مگر تعجب یہ ہے کہ کہیں سے سراغ اسکا نہیں لگا حالانکہ مطلع صاف کہتے ہیں لہٰذا اس رویت میں شک ہوتا ہے اس رویت پر کار بند ہونا دل قبول نہیں کرتا آپ بھی احتیاط کی راہ چلیں۔ مولوی محمود حسن صاحب سے کہا گیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ مسودہ کو درست بعد رمضان کریں گے۔ اشغال کی بابت میں آپ نے لکھا ہے سو آپکو تمام طرق کے اشغال کی اجازت ہے جسکو جس طرح چاہو تلقین کردو چاہے کوئی شغل اپنی طرح وضع کرکے بتاؤ۔ کسی شیخ متبع سنت سے[۵] اجازت لینا مضائقہ نہیں عمدہ ہے مگر جس سے اجازت لیتا ہے اسکے ساتھ ایک اتحاد

---

۵ قولہ: کسی شیخ متبع سنت سے اجازت لینا مضائقہ نہیں عمدہ ہے مگر۔ الخ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے کسی دوسرے شیخ سے بھی اجازت حاصل کرنے کے سلسلہ میں کچھ عرض

پیدا ہوجاتا ہے سو اگر کسی مبتدع سے اجازت ہوویگی تو اندیشہ مکدر ہو لہٰذا اسکا خیال ہے
چند مشائخ سے ایک شغل کی اجازت ہوگی تو برکت زیادہ ہوگی بندہ کے خاص اشغال کوئی نہ
پہلے مشائخ کے ہی ہیں لہٰذا انکو جدا گانہ لکھنا ضرور نہیں ضیاء القلوب وغیرہ میں سب درج ہیں۔ یہ
آپ جسطرح جس شغل کو چاہیں لائق کو تلقین کردیا کریں۔ مولوی خدابخش کو شغل جہر نفی اثبات کا بتا دیا
انکی طبع اور خواہش سے یہ ذکر زیادہ مناسب جانتا ہوں چنانچہ ایک ہی روز کے کرنے میں اثر بتاتے تھے ا
مولوی محمد ابراہیم کو لکھدیا ہو کہ بندہ سے ملیں مگر تعجب کرتا ہوں کہ بندہ کیا ہے اور کون ہے اپنے آ
بالکل بے مناسبت اور خالی دیکھکر تاسف کرتا ہوں۔ فقط۔ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولا
محمود حسن صاحب اور حافظ مسعود و حافظ محمود کا سلام مسنون پہونچے۔

صوفی دریافت کیا تھا اسپر حضرت گنگوہیؒ نے انکو لکھا کہ ہاں دوسرا شیخ اگر متبع سنت ہو تو اس کا اجازت لینے میں مضائقہ
نہیں ہے مگر یہ سمجھ لو کہ جس سے اجازت لیتا ہے اسکے ساتھ ایک اتحاد پیدا ہوجاتا ہو چنانچہ اگر مبتدع سے اجازت ہوویگی تو اندیشہ تکدر ہو اسکا
راقم عرض کرتا ہے کہ اپنے شیخ کی اجازت کے بعد کسی دوسرے شیخ سے اجازت لینے کو حضرت گنگوہیؒ منع تو نہیں
ہیں اچھا فرمارہے ہیں لیکن اسمیں جو خطرہ ہوسکتا ہو یا ابناء زمانہ اپنے ضعف کے سبب پیدا کرلیتے ہیں اسکی جانب بھی اشا
فرمادیا کہ مگر جس سے اجازت لیتا ہے اسکے ساتھ (ایک مناسبت یگانگت الخ) اتحاد پیدا ہوجاتا ہو (چنانچہ جس درجہ ا
شیخ ثانی کی نسبت اعلیٰ یا ادنیٰ ہوگی اس سے بوجہ اتحاد اسکو بھی حصہ ملیگا) سو اگر کسی مبتدع سے اجازت ہوگی تو اند
تکدر ہو (یعنی شیخ اول سے جو کہ متبع سنت تھا حاصل شدہ نسبت میں آمیزش ابتداع کی پیدا ہوکر تکدر پیدا ہوجائیگا)
لہٰذا اسکا خیال رہے یعنی یہ دھیان رہے کہ یہ دوسری اجازت ایسی نہ ہو کہ شیخ اول کی اجازت اسکے آگے ماند ہی پڑجا
یا دونوں کا جمع کرنا اس سالک کیلئے مشکل ہوکر اسکے باطن کو مکدر کردے

حضرت گنگوہیؒ کی اس تنبیہ سے معلوم ہوا کہ حضرت اسکی جانب تشویق تو کیا دلاتے ہر شخص کیلئے اسکو پسند بھی نہ
تھے بلکہ ضعیف کے لئے تو مضر سمجھتے تھے اسلئے کہ اب اس زمانہ میں نہ تو ویسے مخلص طالب ہی رہے اور نہ طریق کا نفا
رہا پھر اگر کسی کو کوئی متبع سنت شیخ مل گیا تو اسکو دس بیس سے اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ بالکل
ظاہر بات ہے کہ اسکی وجہ سے وہ کسی بھی شیخ کی پوری ترجمانی کرنے سے قاصر رہ جائے گا اور سب کو لیکر
چلے گا تو اہل طریق اسکو کسی کی جانب بھی منسوب نہ سمجھیں گے اور نہ اس سے کسی شیخ کا کامل فیض جاری رہ سکیگا
اسی تکدر، غلطی اور نقصان سے بچانے کیلئے حضرت گنگوہیؒ نے تنبیہ فرمائی کہ اسکا خیال رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ونعوذ باللہ من الحور بعد
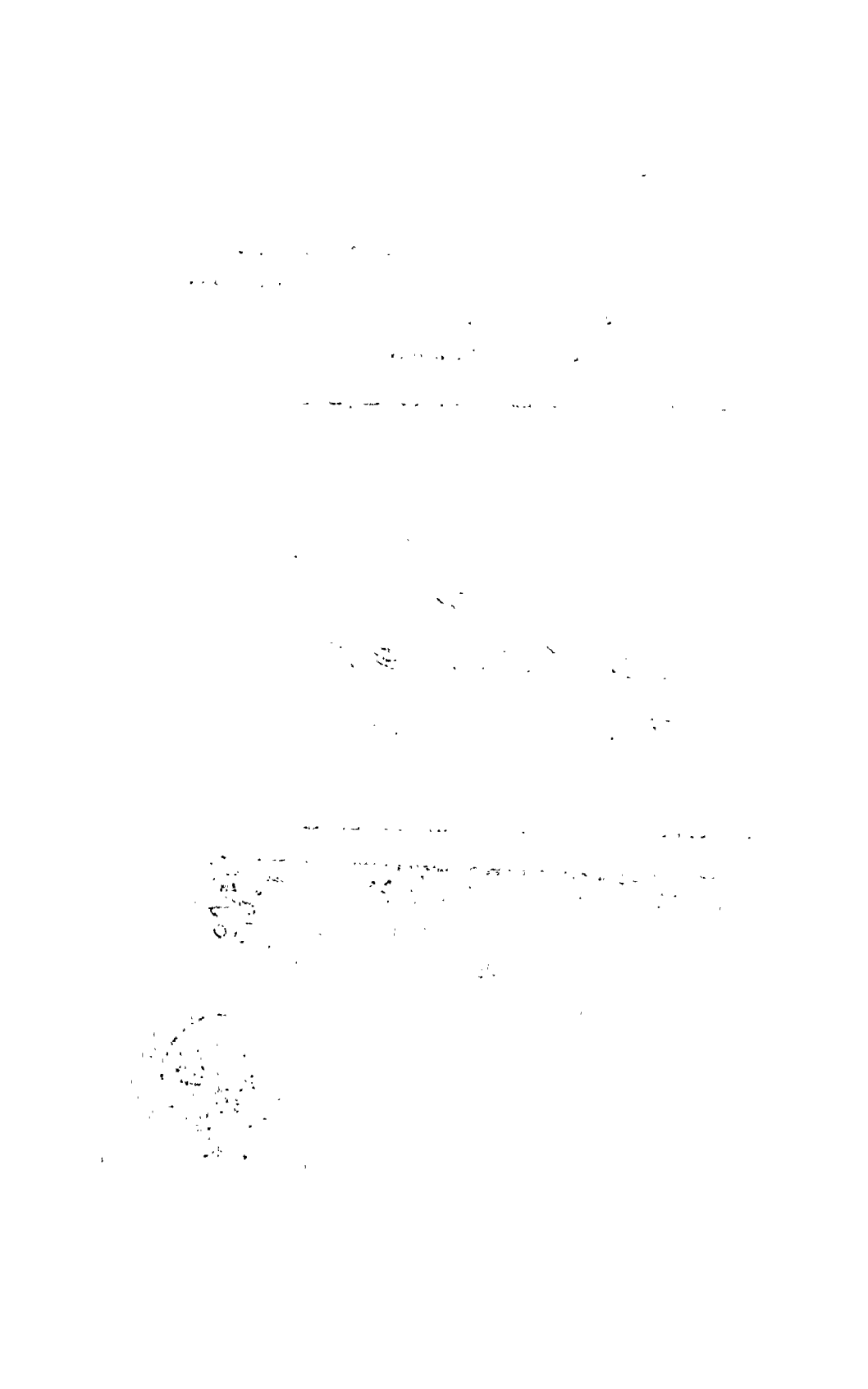
Regd. No.1 2/0/AD-111
May 1986
onthly

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

جموعۂ تالیفات مسیح الامۃ

. 24/-

Rs. 45/-

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۶ جون سنہ ۶۸ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار
الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ | دو روپیہ

شمارہ ۶ | رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ | جون ۱۹۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷ ڈی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ناظرین کی خدمت میں ماہ جون ۱۹۸۲ء کا شمارہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعام ہم سب ہی پر ہر آن بیشمار ہوتے رہتے ہیں جنکا شکر ہمارے اوپر لازم ہے مگر ہم اسکے ادا کرنے سے قاصر ہیں تاہم علماء نے لکھا ہے کہ انسان کا یہ خیال کر لینا کہ ہم ادائے شکر سے عاجز ہیں یہی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اور فی زمانہ کسی رسالہ کا وقت پر چھپ جانا بھی بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہی ہے۔ اتنے موانع اور ایسے عوائق اس راہ میں پیش آتے ہیں کہ ان سب کا دور ہو جانا اور اسباب کا فراہم رہنا بجز اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے اس دور میں تو قطعی ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندہ کو مقبول فرما لیا ہے اور اسکی گفتگو اور اسکا کلام مقبول عنداللہ ہو چکا ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی مدد برابر شامل حال رہتی ہے ورنہ تو حالات ہمت شکن اور عزم کش ہی نظر آتے ہیں۔ اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا جسقدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

اس گفتگو سے ہمارا مقصد ناظرین کے سامنے اپنی دشواریوں کو بیان کرنا ہے اور رسالہ کی وصولیابی کے سلسلہ میں انھیں جس صبر کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اسکی تسکین بھی منظور ہے۔ شاید اسی کی سزا ہمیں اپنے بعض ناظرین کی جانب سے یہ ملتی ہے کہ رسالہ جاتا رہتا ہے اور چندہ سے محرومی رہتی ہے چنانچہ امسال بھی تقریباً نصف سال گذر گیا پانچ شمارے وصول فرمانے کے بعد بھی بہت سے حضرات نے ابھی تک زر خرید کی خبر نہیں لی ہے جبکہ اُصول یہ تھا کہ چندہ پیشگی آجائے تاکہ دفتر کو اخراجات میں سہولت ہو۔ کاغذ بر وقت حسب منشا نہیں ملتا ایک بڑا خرچ اسکے سلسلے میں یہی ہے۔

امید کہ جن حضرات کے ذمہ ششماہی یا پورے سال کا چندہ باقی ہے وہ جلد توجہ فرمائینگے

اس شمارہ میں ناظرین کو دو اطلاع دینی ہے ایک تو یہ کہ ہمارے مخدوم محترم حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کو پتھری کی تکلیف ایک عرصہ سے ہے اطباء نے

ہرچند کوشش کی کہ وہ دوا کے ذریعہ ٹوٹ کر نکل جائے لیکن اس میں کامیابی نہ ہو سکی اسی لئے تکلیف زیادہ رہنے کی وجہ سے آپریشن کرانے کی ہمت فرمائی چنانچہ بمبئی میں گذشتہ ہفتہ (رمضان شریف سے ہفتہ عشرہ قبل) اسکا آپریشن ہو گیا۔ خط سے بھی اور ایک صاحب خود ملاقات کرکے آئے ہیں انکی زبانی معلوم ہوا کہ الحمد للہ آپریشن کامیاب رہا اور ابتداءً دو ایک دن تو تکلیف رہی مگر اب بحمد اللہ حالت رو بصحت ہے آپ سب حضرات سے قاری صاحب مدظلہ (جانشین حضرت مصلح الامتؒ) کے لئے صحت کاملہ عاجلہ حاصل ہونے کی دعاء کی درخواست ہے۔

دوسری چیز یہ کہ ہم نے پہلے کسی شمارے میں مسجد سے متصل زمین کی خریداری کا (جس میں مسجد کی توسیع نیز مدرسہ کے لئے مزید کمروں کی تعمیر پیش نظر تھی) ذکر کیا تھا چنانچہ الحمد للہ صحن مسجد میں توسیع ہو گئی ہے اور نیچے ایک دالان بن گئی ہے جس میں طلباء کو تعلیم بھی دیجا سکتی ہے اور بوقت ضرورت نماز کی صف بھی قائم کی جا سکتی ہے اور اوپر کے حصے میں نصف پر دالان ہے اور نصف پر دو تین کمرے بن گئے ہیں جس میں طلبہ کا قیام بھی رہیگا اور اوقات مدرسہ میں وہی درسگاہ بھی ہوگی لیکن سب دیواروں کا پلاسٹر اور فرش بننا باقی ہے نیز مسجد کے جدید پھاٹک پر بھی دوہرا کمرہ بنا ہے اسکے اوپر گنبد بنانے کا خیال ہے اور اس سے متصل ایک بلند مینارہ بن چکا ہے لیکن اسکے اوپر کلس کا لگنا اور سنگ مرمر کی تختیوں کا پورے مینارہ پر لگنا ابھی باقی ہے سنگ مرمر کی تختیوں کا آنا بھی ابھی باقی ہے۔ رمضان شریف میں کام بند کر دیا گیا ہے انشاء اللہ بعد رمضان ان سب امور کی تکمیل ہوگی۔ یہ تفصیل اسلئے لکھدی کہ اگر کوئی صاحب خیر اسمیں حصہ لینا چاہیں تو انکے لئے لاعلمی کا عذر باقی نہ رہے۔

امید ہے کہ جس طرح سے اللہ تعالے نے خریداری زمین اور اب تک کی تعمیر کے لئے اللہ کے بندوں کو متوجہ فرمایا ہے وہ آئندہ اسکی تکمیل کرنے والے بھی پیدا فرمادے گا۔ چنانچہ اسی خیال سے کہ لوگوں کے قلوب میں اللہ کے گھر کی عظمت قائم ہو اور نمازیوں کو ہر طرح کی راحت ملے اسکی تعمیر میں اہتمام کیا گیا ہے۔ تقریباً ہر سال اللہ تعالے جدید چٹائیوں کا بھی انتظام فرما دیتے ہیں، اللہ تعالے اہل بمبئی کو جزائے خیر عطا فرمائے اور بجلی کے پنکھے

بھی متعدد موجود ہیں اور الحمدللہ کہ یہاں کا نظم بھی نہایت درست اور مستحکم ہے اسی وجہ سے شہر کا اعلیٰ طبقہ جمعہ اور عیدین کی نماز اکثر یہیں ادا کرتا ہے۔ اور یہاں کا سکون تو لوگوں کی زبان پر ضرب المثل ہے۔ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی موجودگی میں انکی پر اثر اور سادہ قرأت نیز حضرت مصلح الامتؒ کی ابتدائی تعمیر کی برکت اور بوجہ اللہ امامت کی خدمت یہ تمام وہ امور ہیں جس کو اسکی زینت میں دخل ہے اللّٰھم زد فزد۔

ایک گذارش اور ہے وہ یہ کہ حضرت مصلح الامتؒ کی مستند سوانح عمری "حیات مصلح الامۃ" کے نام سے جو خانقاہ سے طبع ہوئی اسکے نسخے تھوڑے ہی رہ گئے ہیں اسلئے شائقین و طالبین حضرات جلد توجہ فرمائیں اور دوبارہ اتنی ضخیم کتاب شاید جلد طبع نہ ہوسکے۔ اسکے علاوہ ۸۰ء سے ۸۴ء تک کے متفرق رسالے بھی دفتر میں موجود ہیں جو دس روپیہ میں ۱۵ عدد (بلا ترتیب) دئیے جارہے ہیں اہل خیر حضرات انھیں حاصل کرکے طلبہ وغیرہ کو تقسیم بھی کرسکتے ہیں۔

اہل ادارہ آپ سے ان ایام مبارکہ میں اپنے لئے طالب دعا ہیں امید کہ آپ اپنے مخصوص اوقات میں اہل ادارہ کو فراموش نہ فرمائیں گے۔ ہم سب بھی آپ سب کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ماہ مبارک کی بیش از بیش برکات نصیب فرمائے آمین۔ والسلام۔

(ادارہ)

نوٹ: بعض حضرات طلب خیریت یا اطلاع حالات کیلئے حضرت قاری صاحب مدظلہ کا بمبئی کا پتہ دریافت کرتے ہیں، پتہ یہ ہے:-

مبین منزل - تیسرا مالا (3rd Floor) آگرہ روڈ - کرلا - بمبئی ۷۰

فرمایا کہ ــــــ خیارکم کل مفتن تواب (یعنی تم میں کا بہترین شخص وہ ہے جو فتنہ میں پڑ جانے کے بعد یعنی ارتکاب معاصی کے بعد کثرت سے توبہ کرے) ایسے شخص کو مفتون اسلئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ گناہوں کے ذریعہ اسکا امتحان لیتے ہیں اور بار بار لیتے ہیں۔ چنانچہ اس سے گناہ کا صدور ہوجاتا ہے اور وہ توبہ کرلیتا ہے۔ پھر گناہ سرزد ہوجاتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے اسی طرح ٹوٹتا پوٹتا راستہ طے کرتا چلا جاتا ہے۔ بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ امت کے خیار لوگ زلل اور لغزش سے محفوظ نہ ہونگے اور یہ کہ انکا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا انکو گناہوں سے باز نہ رکھ سکے گا اور یہ گناہ ان سے اسلئے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ کی جانب انابت اور توبہ سے رجوع کریں یہ انابت اور توبہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ اب چونکہ یہ معصیت پر موقوف ہے اسلئے ان حضرات سے بھی اسکا صدور ہوجاتا ہے۔ یہی مطلب ہے اس قول کا جو بزرگوں سے منقول ہے کہ رب ذنب یکون للمومن انفع من کثیر من الطاعات من وجلہ وانابتہ یعنی بعضے گناہ ایسے ہوتے ہیں جو مومن کے حق میں بہت سی طاعات سے بڑھکر نافع ہوتے ہیں اسلئے کہ وہ اسکے ارتکاب کے بعد اللہ تعالےٰ کے رحم کی صفت اپنے قلب میں لاتا ہے اور اسکی جانب انابت کرتا ہے اسوجہ سے کثرت سے توبہ کرنے والا ہوتا ہے اور حقیقی توبہ کے لئے وجل وانابت لازم ہے اسکی وجہ سے یہ شخص خیار محبوبین میں سے ہوجاتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کو پسند کرتے ہیں اور توبہ سے مراد یہاں وہ توبہ ہے جو قلب سے ہو نہ وہ کہ انسان صرف زبان سے تو استغفار کرے اور اسکا قلب معصیت پر مصر ہو، اسلئے کہ یہ استغفار خود محتاج استغفار ہے۔ ع۔ ہست استغفار ما محتاج استغفار ما۔

علامہ حرالیؒ کہتے ہیں کہ آدمی کے نفس کے وسوسے اور شیطان کے ایماء سے یہ بات ہے کہ وہ گنہگار سے کہتا ہے کہ جب تک یہ نہ معلوم ہوجائے کہ تم پھر اس گناہ کو نہ کروگے

توبہ کرنا بیکار ہے اس توبہ سے فائدہ؟ یہ شیطان کے مکائد میں سے ہے اور
ہوائے نفس کے قبیل سے ہے لہٰذا انسان کو توبہ کیجانب سبقت کرنی چاہیئے
پھر اگر توبہ ٹوٹ جائے تو مکرر توبہ کرلے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کا یہ حال
نہایت پسند ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے اپنی طاعت کا غرور ختم ہوجاتا ہے۔ اور
معصیت کو توبہ محو کردیتی ہے۔ بالآخر دونوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے نہ عجب ہی ہوتا
ہے نہ گناہ ہی باقی رہتا ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی تربیت ہے۔ اس طریقے سے
جب وہ پاک و صاف ہوجاتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ خیار المحبوبین تو ہو ہی جائیگا
اسی سے معلوم ہوا کہ انسان جب طاعات کرتا ہے تو اس کی وجہ سے ضرور کچھ عجب
پیدا ہوجاتا ہے جس سے اسکو نکالنا ضروری ہوتا ہے اور طاعت کا عجب
جاتا نہیں جب تک کہ انسان اپنے کو مبتلائے معصیت دیکھ نہیں لیتا۔ پس
اِس عیب سے تو اُس عیب کا خاتمہ ہوجاتا ہے اب رہ گئی معصیت تو اسکے
ازالہ کے لئے حق تعالےٰ نے توبہ کو مشروع فرمادیا ہے چنانچہ انسان جب توبہ
کرتا ہے اور اسکے قلب میں وجل وانابت کی صفت پیدا ہوجاتی ہے تو اس کا
گناہ بھی معاف ہوجاتا ہے اسی چیز نے اولیاء اللہ کی کمر توڑ دی ہے کہ یہ حضرات
یہ چاہتے ہیں کہ گناہ نہ ہو مگر اللہ تعالےٰ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی طاعت پر انکی نظر نہ ہو
اسلئے گناہ کا صدور ان سے بھی ہوجاتا ہے گو ان حضرات کو انابۃ الی اللہ تو
طاعت میں بھی نصیب رہتی ہے مگر اسمیں خوف نہیں ہوتا اسکی وجہ سے انسان
عجب وغیرہ میں مبتلا ہوجاتا ہے بخلاف اس انابۃ کے جو اہل معاصی کو ارتکاب
معصیت کے بعد پیدا ہوتی کہ اس میں خوف بھی ہوتا ہے۔ اسلئے یہ انابۃ اس انابۃ
سے بڑھ جاتی ہے اور واقعی انسان طاعت کرے اور یہ سمجھے کہ میں حق تعالیٰ کا حق ادا
کر رہا ہوں اور اسکی وجہ سے اسکے دل میں خوف پیدا ہو تو بہت مشکل کام ہے کیونکہ
طاعت کی وجہ سے اسکو ایک سرور اور کیف حاصل ہوتا ہے جسکا نتیجہ عجب الّا پندار
تو ہو سکتا ہے باقی خوف نہیں ہوسکتا۔ الا ماشاء اللہ۔ اسوجہ سے یہ عابد درجہ میں

اس گنہگار سے کم ہو جاتا ہے نہ اسوجہ سے کہ اس نے عبادت کی بلکہ اسوجہ سے کہ اس نے اسکے ساتھ رذائل کو شامل کرلیا اسی طرح سے جو گنہگار کہ وجل و انابت کے ساتھ متصف ہو وہ درجہ میں عابد سے بڑھ جاتا ہے نہ اسوجہ سے کہ اس نے معصیت کی بلکہ اسوجہ سے کہ اس نے اسکے بعد وجل اور انابۃ جیسی باطنی طاعت کی، اس نے اسکا درجہ بڑھا دیا۔

فرمایا کہ ـــــ آج ایمانی ترقی جو ہم کو نہیں ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے باطن سے غافل ہیں اور پہلے لوگوں نے جو ترقی کی تھی تو اسوجہ سے کہ انکی نظر باطنی اعمال پر بھی ہوتی تھی۔ اور باطنی عمل کا یہ حال ہوتا ہے کہ لوگ تو اس کو عمل سے عاری سمجھتے ہیں اور وہ اندر اندر کام کرتا رہتا ہے مثلاً یہی خوف و انابت ہی ہے کہ جس کے قلب میں جاگزیں ہو جائیگی تو اسکو چین نہ لینے دیگی۔ اللہ تعالےٰ کے خوف سے اسنے اپنے قلب و جگر کو خون کردیا ہوگا یہی ایمان ہے اور کسی دوسرے شخص کو اسکی اطلاع ہی نہ ہوگی۔ چنانچہ مومن کے قلب میں خوف و رجاء ہر وقت موجود رہتی ہے اور اسکی وجہ سے وہ اپنے دماغی توازن کو ٹھیک رکھتا ہے اگر طاعت سے عجب کا کچھ خیال ہوا تو خوف کو اپنے پیش نظر کرلیتا ہے اور اگر خوف و یاس کا غلبہ ہوا تو رجاء کو مدنظر کرلیتا ہے اسی لئے آپ نے یہ مقولہ سنا ہوگا کہ "الایمان بین الخوف والرجاء" یعنی ایمان نام ہی اسکا ہے کہ انسان امید و بیم کے درمیان رہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وعیدوں کا خوف ہو اور وعدہ کی رجاء ہو۔ اللہ تعالےٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور دوزخ کا ذکر کرکے وعید بھی سنائی ہے اسی لئے مومن کا ایمان دونوں ہی پر ہوتا ہے اور اسکے قلب میں یہ دونوں ہی حالتیں موجود ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب مونگیری جو زبردست عالم تھے اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ تھے ان سے کسی شخص نے دریافت

گیا کہ حضرت مزاج کیسا ہے؟ فرمایا کہ بھائی مومن کا مزاج کیا پوچھتے ہو؟ دنیا میں تو وہ بین الخوف والرجاء ہی رہتا ہے اور جو شخص خوف اور رجاء کے درمیان میں ہو اسکا مزاج ہی کیا مزاج کا حال تو اسوقت بیان کیا جا سکتا ہے جب دخولِ جنت کی بشارت سن لیں۔ سبحان اللہ! کیسا عالمانہ اور صوفیانہ جواب دیا علماء نے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ غرض مومن کے قلب میں بیم و رجاء دونوں ہی برابر موجود رہتی ہے اس سے خلو نہیں ہوتا۔

آج بمبئی سے ایک صاحب کا خط آیا یہاں سے جانے کے بعد اپنے تأثرات کو ایک شعر میں ادا کیا ہے وہ یہ ہے کہ ؎

بے رونقی، جمود، تعطل، سکوتِ مرگ ایسا ہے کائنات کا نقشہ ترے بغیر

یہ انھوں نے لکھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ بھائی جس قلب میں خوف و رجاء متعلق ہو اور باہم متلاطم ہو یعنی کبھی یہ غالب ہو اور کبھی وہ غالب ہو اسمیں بھلا سکوت و سکون کہاں؟ (بیاض امانت صاحب)

(راقم عرض کرتا ہے کہ یہ شمارہ غالباً رمضان المبارک کے تیسرے عشرہ میں (جو کہ عتق من النار کا عشرہ ہوتا ہے) آپ کے نظر نواز ہو سکے گا۔ حضرت والا کا پہلا ملفوظ جو تعلیمات میں طبع ہو رہا ہے ہم سب کو اسکو بار بار پڑھنے اور اپنے پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف قلب میں پیدا کریں اور انکی رحمت کے امیدوار بھی رہیں۔ مغفرت عن الذنوب کے ساتھ ساتھ دخول جنت کا بھی سوال کریں اور دوزخ سے رہائی کی بھی درخواست کریں نیز راقم کو بھی جو روحانی اور جسمانی ہر دو طرح سے مریض ہے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔)

(مکتوب نمبر ۲۱۴)

سال : حضرت والا کے قدموں میں چین کی زندگی گذار رہا ہوں۔ گھریلو الجھنیں بعض وقت ضرور پریشان کر دیتی ہیں مگر حضرت کے تشفی بخش کلمات سے قلب بالکل مطمئن ہو جاتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ تحقیق : الحمد للہ۔
سال : علم اور اہل علم کی قدر اپنے دل میں پہلے سے زیادہ پاتا ہوں۔ علم کی شان کتنی بلند ہے اور عقل و فہم انسان کے لئے نعم خداوندی میں سے کتنی بڑی نعمت ہیں اسکا کچھ اندازہ حضرت ہی کے قدموں میں آکر ہوا۔
تحقیق : الحمد للہ کہ اندازہ ہوا۔
سال : اپنی جہالت اور کج فہمی کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔ تحقیق : الحمد للہ
سال : یہ حال ! اور پھر اپنے کو کتابیں پڑھا ہوا سمجھنا کسقدر بے جوڑ بات بلکہ ظلم ہے۔ تحقیق : بیشک۔
سال : حضرت کی شفقتوں اور عنایتوں کا صحیح اندازہ کلی میرے بس سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ تحقیق : آمین۔

(مکتوب ۲۱۳)

سال : بعد ادب گذارش ہے کہ اسوقت بوجہ لوگوں سے ملنے جلنے کے جو حالت قلب کی تھی کہ اکثر اوقات قلب سے اللہ اللہ جاری تھا اور قلب میں اسکی فکر تھی، وہ اب نہیں ہے۔
تحقیق : بھائی اختلاط غیر جنس نہایت مضر ہوتا ہے
سال : میں کارخانہ جس وقت جاتا ہوں وہاں مجھکو ظلمت معلوم ہوتی ہے۔
تحقیق : یہ احساس شریف ہے اِسیکو بڑھاؤ جتنا یہ بڑھے گا ظلمت کا اثر کم ہوتا جائے گا۔

سال : لیکن اس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور وہاں رہ کر اپنے حالات کا قائم رکھنا بھی مشکل نظر آتا ہے۔
تحقیق : ہمت نہ ہارو اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔
سال : حضرت اسوقت کی مجلس میں روزانہ شریک نہیں ہوسکتا تحقیق: معلوم ہے
سال : اسکی وجہ یہ ہے کہ صبح ہی چلا جاتا ہوں کارخانے، اور مغرب کے وقت وہاں سے آتا ہوں جس دن چھٹی رہتی ہے اس دن شریک رہتا ہوں تحقیق: خیر
سال : اور مجلس کے وقت چھٹی نکالنے کی کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ ذرا بھی موقع ملا فوراً حاضر ہو جاتا ہوں۔ تحقیق : الحمدللہ۔
سال : لیکن پھر بھی کئی کئی دن ہو جاتے ہیں، کچھ وجہ تو یہ بھی حالات پر اثر ڈالنے کی محسوس ہوتی ہے اسلئے کہ حضرت والا میں وہ اوصاف رکھے ہیں کہ دیکھکر خدا یاد آجاتا ہے۔
تحقیق : یہ تمھارا خیال ہے۔
سال : حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس نا اہل کو اہل بنا دیں اور ضایع نہ ہونے دیں۔ تحقیق : آمین۔

(مکتوب نمبر ۱۴۱۴)

سال :— بھائی صاحب کئی روز پہلے سے کہنے لگے تھے کہ اب میں اپنے مستقل گھر جانے والا ہوں۔ یہ بھی کہا کہ خوش خوش جارہا ہوں۔ آخری رات کو خوب نمازیں پڑھیں۔ تسبیح پڑھی۔ آخری عشاء کی نماز دیر تک پڑھتے رہے
تحقیق : میرا دل چاہتا ہے کہ ابن یمین کی یہ رباعی آپ کے بھائی صاحب کی حالت پر لکھوں ؎

منگر کہ دل ابن یمیں پرخوں شد　　بنگر کہ ازیں سرائے فانی چوں شد
مصحف بکف و پا برہ و دیدہ بدوست　　با پیک اجل خندہ زناں بیروں شد

(مکتوب نمبر ۴۱۵)

سوال : میرے خط وکتابت میں دیر اسلئے ہوئی کہ میں مجبور و ناچار تھا اپنے فرض کے ادا کرنے پر اور وہ یہ ہے کہ اپنے والد بزرگوار کا حکم تھا کہ تم حضرت والا کے پاس خط دینا بند کرو جب تک کہ میرا حکم نہ پاؤ۔ آج کے خط سے حکم مل گیا خزاں میں جیسے بہار آئی اور دل پھولے نہ سمایا۔ تحقیق : الحمد للہ۔
سوال : حضرت والا ان کے خط بند کرنے کے حکم کی وجہ یہ ہے کہ میرے خلاف کچھ لوگوں نے ابا جان سے کہا ہے کہ وہ وہابی ہو گیا ہے اور وہابی مولوی سے مشورہ لیکر اسی پر عمل کرتا ہے۔ تحقیق : توبہ توبہ
سوال : اسلئے ڈر ازحد ہے کہ آپ خفا ہو جائیں گے۔ تحقیق : ہرگز نہیں۔
سوال : لیکن حضرت والا سے دلی استدعا ہے کہ اس ناچیز کے لئے دعا فرمائیں
تحقیق : دعا کرتا ہوں۔
سوال : کہ اس کے تمام دشمن جو کہ حیران کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں انکو اللہ تعالی نیک ہدایت دے اور راہ حق پر ہو جائیں۔ تحقیق : آمین۔
سوال : حضرت والا دعا کرتے رہیں کہ میں ان سبھوں سے محفوظ رہوں اور راہ حق پر چلتا رہوں۔ تحقیق : دعا کرتا ہوں۔
سوال : حضرت والا دعا فرمائیں کہ میں شرک و بدعت سے بچا رہوں۔ تحقیق : آمین

(مکتوب نمبر ۴۱۶)

سوال : حضرت والا خادم کا حال ادھر کچھ دنوں سے ایسا ہو گیا ہے کہ جسوقت نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اسوقت دنیا کے تفکرات سامنے آجاتے ہیں حالانکہ بہت چاہتا ہوں کہ خیال نہ آوے۔ حضرت والا علاج بتلا دیں۔
تحقیق : دیکھو بھائی سب اوقات تو دنیا کے لئے ہیں ہی نماز کو بھی دنیا ہی بنا دو گے

نصات کرو۔ نماز سے پہلے مراقبہ کیا کرو کہ میں اب خدا کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔
ال : اور دل سے دعا کریں کہ اللہ رب العزت دنیا کے تفکرات سے نجات
یں اور نفس کے مکائد سے اور شیطان کے دھوکے سے بچائیں تحقیق: دعا کرتا ہوں
ال : حضرت والا کی طبیعت کی ناسازی کے متعلق سنا تو دل بہت پریشان
ہوا اور خیال ہوا کہ کس طرح سے حضور کو دیکھ لوں مگر کچھ بس نہ چلا سوائے دعا کے
اللہ تعالیٰ حضرت کو تندرستی عطا فرمائے۔ تحقیق : آمین۔
ال : اور ہمیشہ ہمیشہ قائم و دائم رکھے کہ ہم ایسے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے
اور کچھ توفیق بھی ہو جاتی ہے۔ تحقیق : بیشک۔

(مکتوب نمبر ۱۴۱۷)

(بجواب ۔ ۔ ۔ صاحب)

نیق : آپ نے جو لکھا ہے کہ "دلی اطمینان کے لئے کوئی طریق کار تجویز فرمادیں"
تو سنئے :۔ جو کچھ ہم لوگ کر رہے ہیں وہ قلیل نہیں ہے۔ جس کو کچھ دین کا
خیال ہے اعمال کرتا ہی ہے کمی خلوص اور توجہ کی ہے حالانکہ افضل شے
عنداللہ یہی ہے۔ اور ہم لوگ ہیں کہ اسی کو یکسر نظرانداز کئے ہوئے ہیں۔ نماز و
روزہ کرتے ہیں تو وہ سرسری۔ کسی سے ملتے جلتے ہیں تو وہ ظاہری۔
باطن میں ذرا بھی تعلق نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس کسی شیخ سے تعلق رکھتے ہیں
حتیٰ کہ مرید تک ہو جاتے ہیں تو وہ بھی سرسری اور رسمی۔ تو آپ خود بتلائیے کہ
ہماری سب چیزیں جب خلوص سے خالی ہو جائیں اور محض لسانی اور ظاہری
رہ جائیں تو دین کی روح باقی رہی ہے؟ ۔۔۔ اور جب یہی نہیں تو پھر اطمینان
کیسے حاصل ہو؟ اس کو غور سے پڑھئے اور سمجھئے اور پھر کچھ تحریر فرمائیے۔

(مکتوب نمبر ۱۴۱۸)

ال : عرصۂ دراز سے حضور والا کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہیں کر سکا

سخت ندامت سے کئی بار ارادہ کیا نہیں لکھ سکا غلطی کی معافی چاہتا ہوں
تحقیق : آپ نے لکھا ہے "عرصہ دراز سے عریضہ ارسال نہ کر سکا" ۔ تو سنئے
یہ سب چیزیں ہوتی ہیں خلوص سے اور آپ لوگوں میں یہی چیز معدوم ہے
اسلئے مداومت ہو ہی نہیں سکتی معافی وافی سے کام نہیں چلے گا خلوص
پیدا کیجئے ــــ اور اب پہلے جیسا نہیں ہے اب میں نے طریقہ بدل دیا ہے
وہ یہ کہ کام کرنا ہوگا خلوص کے ساتھ اور اطمینان دلانا ہوگا ورنہ عرصہ دراز کیا
کبھی بھی خط نہ لکھئے مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۱۹)

بجواب - - - صاحب کراچی

تحقیق : مولانا عبدالغفار صاحب سے کچھ باتیں معلوم ہوئی ہی ہونگی
مزید بصیرت کے لئے کچھ اجمالاً لکھتا ہوں اسکی تفصیل جا بجا آپ کو میرے رسائل
میں ملے گی۔

وہ یہ کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ اعمال و اوراد جسقدر بھی کرے
خلوص اور توجہ سے کرے اللہ تعالیٰ کو یہی چیز پسند ہے اور اعمال کی روح یہی
اخلاص ہے بغیر اسکے اعمال بلا روح جسم مردہ کے مثل ہیں۔

دوسری بات یہ کہ محض اوراد و وظائف کافی نہیں ہیں بلکہ نفس کی
بداخلاقیوں کی اصلاح بہت ضروری ہے اس لئے کہ دیکھا جاتا ہے کہ وظائف
وغیرہ پر پابندی کے باوجود بھی بڑی بڑی بداخلاقیوں میں مبتلا رہتے ہیں بلکہ بتدی
کے لئے بسا اوقات مضر ثابت ہوتے ہیں اسی لئے میں زیادہ اوراد و وظائف
کی تلقین نہیں کرتا جب دیکھتا ہوں کہ کچھ راستہ پر لگ گیا تو کچھ پڑھنے کو بتلا دیتا ہوں

نیز اس بات کو بھی سمجھاتا ہوں کہ انھیں بداخلاقیوں کی وجہ سے گھر کا گھر
فاسد ہو گیا ہے نہ دین کے رہے نہ دنیا کے رہے۔ لہٰذا اس پر بہت زور دیتا ہوں

ور یہ کہا کرتا ہوں کہ ان رسمی آمد و رفت رکھنے والوں نے جب اپنے گھر کو
اسد کر لیا تو اتنے پر اکتفا نہیں کیا اور رہا نہیں گیا تو ایسی جگہوں کو بھی جہاں
ین کا کچھ کام ہو رہا ہے اسی طرح بزرگوں کے پاس جا کر ان جگہوں کو بھی
اسد کرنا چاہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۴۲۰

ال: عرض ہے کہ والا نامہ نے مشرف فرمایا۔ احقر نے حضرت والا سے بہت
ثر لیا اور بہت زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ میرے قلب میں جناب والا سے
یک خاص قسم کی محبت و عقیدت ہے۔ جو فوائد میں نے خدمت اقدس
یں حاصل کئے ہیں بخدا وہ ابتک کہیں حاصل نہیں ہوئے تھے میں نے
ج تک بفضلہ تعالیٰ کسی کو دھوکا نہیں دیا۔ پھر بھلا آنجناب کو اگر دھوکا دوں
دیہ میرا انتہائی کمینہ پن اور احسان "نا" فراموشی ہوگی۔ تحقیق: یہ "نا" کیسا؟
ال: اور خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوں گا۔ تحقیق: بیشک۔
ال: اللہ تعالیٰ مجھکو اسی پر قائم رکھے۔ تحقیق: کس پر؟
ال: اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ تحقیق: آمین۔
ال: ؎ جام جہاں نماہی شہنشاہ کا ضمیر سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے
یق: (پہلا مصرعہ) یہ مصرعہ میرے موافق ہے۔
(دوسرا مصرعہ) گواہ عمل اور اخلاص ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۲۱)

ال: الحمد للہ یہ ناکارہ حضرت والا کی دعا کی برکت سے بخیر ہے۔ امید کہ
ضرت والا بھی بخیریت ہونگے۔ تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں۔
ال: الحمد للہ کہ معمولات ہر حال میں پابندی کے ساتھ ادا ہو جاتے ہیں

حضرت والا کے ہر رسائل کا ہر ہر حرف اور ہر ہر جزا ور ہر تعلیم سے میری طبعیت عقلی اور طبعی دونوں طور سے مانوس ہوگئی ہے ۔ کسی چیز میں کسی قسم کا بھی ذرہ بھر شبہ کا وسوسہ تک نہیں گذرتا ہے ۔ حق است وحقے است چو ممتاز ز باطل ۔ کا مشاہدہ رہتا ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔

حال : میرا خیال ہے کہ یہ حضرت والا کے ساتھ مناسبت اور محبت کے طبعی ہوجانے کی علامت ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : اور اب تو یہ یہ حال ہے سہ اب تو میں ہوں اور شغلِ یادِ دوست + سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی تحقیق : خوب ۔

حال : حضرت والا اس ناکارہ کے لئے حق تعالیٰ کی کامل رضامندی حاصل ہونے اور خاتمہ کے وقت ایمان پر ہونے کی دعاء فرمائیں ۔ یہ باقیماندہ زندگی حق تعالیٰ کی مرضیات ہی میں صرف ہو ۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۲۲۴)

حال : عرض اینکہ الحمدللہ معمولات ادا ہو رہے ہیں ۔ بہت کوشش سے رذائل نفس دور کر رہا ہوں ۔ طلبہ کی اصلاح کا کام بھی ہو رہا ہے ۔ حضرت والا دعاء فرمائیں ۔ اصلاح کے سلسلہ میں کبھی کوئی بات اپنی طرف سے سنا دیتا ہوں پھر پریشانی رہتی ہے کہ یہ صحیح ہے یا غلط ، پھر حضرت والا کی کتابوں یا حضرت مولانا تھانویؒ کی کتابوں میں وہ بات نظر آجاتی ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسی چیز کو میں نے بعینہ نقل کر دیا ۔ اسطرح ہمیشہ ہوتا ہے ۔ اللہ کا فضل ہے کہ دوسرے تیسرے ہی دن وہ بات نظر آجاتی ہے اور طلبہ کو بھی دکھا دیتا ہوں ۔ اور کہدیتا ہوں کہ دیکھو بزرگوں ہی کا تبلایا ہوا طریقہ میں نے بتایا ہے تحقیق : الحمدللہ کہ معمولات ادا ہو رہے ہیں اور رذائل نفس بہت کوشش سے دور کر رہے ہیں ۔ طلبہ کی اصلاح کا کام بھی ہو رہا ہے ۔ مبارک ہو ۔ دعا

کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب میں برکت فرماویں۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ساری زندگی دینی خدمت میں ختم فرمادے۔ اور قبول فرمادے۔

(مکتوب نمبر ۴۲۳)

حال: مؤدبانہ خدمت اقدس میں عرض ہے کہ ایک عرصہ گذرا خادم نے بحالت خواب ایک بزرگ کو اپنے خاص مرید سے مشفقانہ لہجہ میں ارشاد فرماتے دیکھا جسکا مختصر مفہوم یہ تھا مرید صاحب پیر صاحب سے یہ اصرار کر رہے کہ ۔ ۔ ۔ فلاں کو اپنی خدمت میں ہی رکھکر اصلاح فرمائیے مگر وہ بزرگ فرما رہے ہیں کہ چاہتا تو میں بھی یہی ہوں مگر عوام کی آمد میرے پاس زیادہ رہنے کی وجہ سے مشغولیت زیادہ رہتی ہے اسلئے انکو فلاں صاحب کے پاس لیجاؤ وہاں انکی جلد روحانی تکمیل ہو جائیگی اور وہ نام نامی غالباً آپ ہی کا تھا۔ اسی وقت سے خدمت اقدس میں حاضری و چند منٹ تنہائی کی صحبت کا متمنی ہوں اسلئے جب تک حاضری کا موقعہ رب العالمین عطا فرماویں اسوقت تک بذریعہ خطوط ہی میری تربیت ہوتی رہے اور جو مناسب خیال عالی میں آئے اسکی تعلیم فرمائی جاوے تاکہ اسکے مطابق عمل کرتا رہوں اور اپنے حالات سے گاہے گاہے مطلع کرتا رہوں۔

تحقیق: الحمد للہ بخریت ہوں۔ آپنے جو خواب دیکھا یا آپ کو جو خواب دکھلایا گیا اب اسکے متعلق میں کیا کہوں اشارہ کیا اسمیں تو تصریح موجود ہے۔ آپ جب بھی تشریف لانا چاہیں شوق سے تشریف لائیں اجازت ہے۔ تنہائی میں بھی وقت دیدوں گا اصلاح و تربیت کے لئے دل سے حاضر ہوں۔ سب سے پہلے اس سلسلہ میں اگر دستیاب ہو جائیں تو میرے رسالے دیکھئے۔ غالباً خانقاہ تھانہ بھون سے بھی مل جائیں گے اور حالات کے خطوط آپ برابر لکھتے رہیئے جواب دیتا رہونگا

جناب شاکر حسین خانصاحب مرحوم ــــ الہ آباد کے محلہ محتشم گنج میں آپ کا مکان تھا حسن اتفاق کہ اسی محلہ میں حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی قدس سرہٗ کا بھی قیام تھا اسلئے خانصاحب موصوف حضرت الہ آبادی کی مجلس میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت اقدس مولانا تھانوی سے بھی خط وکتابت تھی اور شاید حضرت تھانویؒ سے بیعت بھی تھے (اسکا صحیح علم راقم کو نہیں ہے) لیکن اصلاحی تعلق بہرحال حضرت مولانا عیسیٰ صاحب الہ آبادی ہی سے تھا۔

خاں صاحب الہ آباد میں ایک قدیمی صحیح العقیدہ دیوبندی مسلک سے تعلق رکھنے والے تھانوی رنگ کے شخص تھے۔ گورنمنٹ پریس الہ آباد میں ملازم تھے۔ ذوق علمی پایا تھا اسلئے نہ صرف یہ کہ اپنے مسلک کے تمام ہی علماء کے وعظوں اور صحبتوں میں شریک ہوتے بلکہ ذوق سخن نے حضرت اصغر گونڈوی اور جگر مرادآبادی سے بھی خاصی رسم وملاقات پیدا کر دی تھی۔ یہاں تک کہ علماء کو مدعو کرنے میں اور شہر میں جلسہ وغیرہ ہوتا تو اس میں پیش پیش رہتے۔ اصلاح المسلمین الہ آباد کا جلسہ ایک قدیمی سالانہ جلسہ ہوتا تھا جس میں حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب لکھنوی مولانا مرتضیٰ حسین صاحب چاندپوری اور پھر مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہاں پوری اور مولانا معظم علی صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند اور مولانا عبدالسلام صاحب لکھنوی چوٹی کے علماء تشریف لاتے تھے اور منتظمین جلسہ میں ہمارے شاکر حسین خاں صاحب کو نمایاں مقام حاصل تھا

اصلاحی امور کے پیش نظر لوگوں سے اسقدر اختلاط رکھنا اور ملنا جلنا ظاہر ہے سالک کی یکسوئی کے لئے قطعی مخل اور اسکے کارخانہ باطن کو یکسر مکدر کر دینے والی شئے تھی اسلئے حضرت مصلح الامۃؒ کیجانب سے اس پر نکیر اور مواخذہ بھی ہوتا رہا مگر خانصاحب مرحوم کی طبعی مناسبت انکو اس سے باز بھی نہ رکھ سکی۔ حتیٰ کہ اہل الہ آباد کا مقدر جگا اور ہمارے حضرت مصلح الامۃ گورکھپور سے الہ آباد تشریف لائے خاں صاحب مرحوم

حضرت والا سے ملاقات تھی شناسا اور واقف تھے ہی حضرت کی مجلس میں آنے لگے اور علمار کی صحبت نیز حضرت تھانویؒ کی کتب کے مطالعہ کی برکت سے اور عامی انسانوں کی طرح نہ تھے بلکہ سخن فہم اور سخن سنج تھے موقع بموقع حضرت کے ارشادات پر بھی داد و تحسین فرماتے رہتے۔ حضرت اقدسؒ چونکہ ان کے مزاج سے واقف تھے اسلئے بہت ہی تلطف اور محبت کا برتاؤ ان سے رکھتے۔ چنانچہ حضرت والا کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ جسکو ذرا تیز و طرار دیکھتے اور سمجھتے کہ یہ آسانی سے طریق پر لگنے والا نہیں ہے اکثر اسکو دوسرے لوگوں کے معاملات میں واسطہ بنا دیتے اور اسی کے ذریعہ اس کو اصلاحی ہدایات دیتے اسکا ایک نفع یہ ہوتا کہ ان عیوب کی برائی خود صاحب واسطہ میں اگر موجود ہوتی تو اسکو غیرت آتی کہ میں دوسروں کو تو نصیحت کر رہا ہوں اور خود اپنا بھی یہی حال ہے۔ بس اسکے لئے یہی طریقۂ اصلاح تجویز ہوتا وہ چاہے یہی کیوں نہ سمجھے کہ میں حضرت کا بہت معتمد علیہ ہوں حضرت مجھے دوسرے لوگوں کے لئے واسطہ بناتے ہیں لیکن حضرت کا مقصود اس سے خود ان صاحب کو بھی شکار کرنا ہوتا تھا اور دیکھا گیا تھا کہ بعض نفوس اس سے متاثر بھی ہوتے تھے اور انکو اپنی اصلاح پر نظر ہو جاتی تھی

بہر حال خانصاحب مرحوم چونکہ سمجھدار شخص تھے اور ترجمانی کا سلیقہ بھی تھا اسلئے اکثر اہل الہ آباد کے معاملات میں حضرت والاؒ انھیں ہی واسطہ بناتے تھے اور جری ہونے کے سبب حضرت کا پیغام من وعن پہونچا دیتے تھے۔ اگر کبھی کچھ کسر رہ جاتی تو حضرت اقدسؒ اسکی اصلاح فرما دیتے تھے۔ چنانچہ خانصاحب مرحوم کا حسب ذیل خط اور حضرت کا جواب اس امر کا مظہر ہے۔ حضرت اقدس کو لکھا کہ:۔

سال، جمعرات کی مجلس میں جو خاص بات ارشاد فرمائی گئی تھی اسکو اپنے فہم ناقص میں جو کچھ آیا اپنے الفاظ میں عرض کر کے اصلاح کا خواستگار ہوں (دو فریق جو کہ حضرت والا ہی سے بیعت تھے انمیں آپس میں کچھ نزاع اور عداوت ہو گئی تھی اس سلسلہ میں حضرت والا نے فرمایا کہ ـــــ بارہا میں نے سمجھایا مگر یہ لوگ کسی طرح اس نزاع اور عداوت کے چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ اس پر فرمایا کہ ـــــ کل ایک صاحب کو میں نے

میں بقسم کہتا ہوں کہ تمہارا ایمان ناقص ہے اس میں کمی ہے۔ اسلئے کہ میں تو حدیث
ند صلی اللہ علیہ وسلم صاف صاف پیش کر رہا ہوں اور آپ اسکا کچھ خیال
تے اپنی عداوت پر قائم ہیں اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
، نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے اور یہ صریح ایمان کے خلاف ہے۔ اسکے
ـــ جب ایسا کہا تو اب بات کچھ سمجھ میں آئی۔
ں نے یہ کہا تھا کہ آپس کی عداوت اور پرخاش کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اسکے
رعی حکم جو بیان کیا جاتا ہے نفس اس سے گریز کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہم
ے کی خرابی کیوجہ سے اس سے نفرت کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں اپنا حکم
ن کرتا ہوں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتا ہوں یہ نہ سمجھو
ی (یعنی میری) بات نہیں مانتا' بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات
ن رہے ہو۔ یہ میرے ماننے میں نقصان نہیں ہے بلکہ عین ایمان بالرسول
مان ہے اور اسکو بقسم کہہ سکتا ہوں بلکہ قسم کے ساتھ کہتا ہوں۔ اندازہ
کہ شاید سمجھ گئے۔
م لوگوں کا حال ہے کہ بجائے اسکے کہ حضرت والا سے تربیت حاصل کریں
ں کے کید سے خلاصی حاصل کریں۔ باہمی عداوت اور شقاق کو ترک کریں
پنا کچھ مالی نقصان ہی ہو جائے یا کچھ ہیٹی ہی ہو جائے کیونکہ ایسا کرنے
ساری دنیا بھی خوشگوار ہوتی ہے اور دین بھی بنتا ہے
ہی نفس پروری سے چاہتے یہ ہیں کہ حضرت والا کو اپنے موافق کرلیں۔
ر کیا!
س کا حاصل یہ ہے کہ اپنی جگہ پر جہاں ہم ہیں حضرت والا کو لانا چاہتے ہیں۔
ں بھائی یہی چاہتے ہیں۔
: کتنے غضب کی بات ہے کہ دیانت والا جو دنیا کو اتباع سنت کی اور
ی تعلیم دے اسکو ہم اپنی جہالت سے یا جان بوجھکر اتباع ہوٰی اور

بددینی میں شریک کرنے کی جرأت کریں۔
تحقیق: دیکھئے کہاں تک فساد پہونچا ہوا ہے۔
سالک: یہ عقیدت کی کتنی بڑی خرابی ہے کہ شیخ سے ایسی توقع رکھی جائے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اعاذنا اللہ عنہ۔ اور اس فساد کی جڑ در اصل ایمان کا
نقص ہے۔ تحقیق: ضرور۔
سالک: کیونکہ بار بار صریح حدیث سننے کے باوجود مخالفت کیجائے اور عمل سے
روگردانی ہی رہے اور نفس حدیث رسول کی طرف نہ آنے دے تو اسکا
منشا عظمت رسول کی کمی ہے۔ چنانچہ حضرت والا کا قسم کھا کر اس مرض پر آگاہ فرمانا
اسی بنا پر ہے اور عین شفقت ہے۔ واقعی جو حضرت فرمایا کرتے تھے کہ
اپنا گھر فاسد کر کے اب ہمارا گھر فاسد کرنا چاہتے ہیں بالکل صحیح ہے۔
تحقیق: ہاں بالکل صحیح ہے۔
سالک: اور اب یہ ارشاد گرامی خوب سمجھ میں آرہا ہے۔ جب ہم نفس کے اتنے
پابند ہیں تو ایسی صورت میں واقعی مجلس سے بھی صبر کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ
وہ مجلس ہے اخلاص اور صدق اور اتباع سنت اور تنویر قلوب کی۔ وہاں ایسی
ظلمت کو داخل کرنا بہت بڑی بددینی اور سوء ادبی ہے۔
تحقیق: یہ تو ہے ہی علاوہ اسکے ان کے لئے یہ مجلس مضر ہے کہ انکا نفاق بڑھتا ہی
جائے گا۔
سالک: جب تک ہم اپنے کو آمادہ عمل ظاہر و باطن صدق دل سے نہ کرلیں اس مجلس
میں شرکت مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایسے مواقع
نفس کی پیروی سے محفوظ رہیں۔ تحقیق: آمین۔ ثم آمین۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے حضرت اقدس نے خاں صاحب مرحوم کے
واسطے سے ایک بات کہلائی اس سے استنباط کر کے خاں صاحب نے اسپر کیسی
ہی تفریع فرمائی اور باندازِ نصیحت بیان کر کے حضرت سے اسپر کیسے تحسینی کلمات

جواب میں حاصل کیے۔ آدمی جب فہیم ہوتا ہے تو اسی طرح سے اشارہ سے
منشار کو سمجھکر خوب خوب باتیں دوسروں سے کہہ لیتا ہے اور بات اسکو سمجھا دیتا
ہے اب ظاہر بات ہے کہ جب کوئی شخص اسطرح سے دوسروں کے امراض
سے اسکو نفرت دلائے گا اور نصیحت کرے گا تو اپنے کو کس طرح وہ بھول سکتا ہے
اسکا ضمیر خود اس پر نکیر کرے گا کہ دوسروں کو تو کہتے ہو اپنے کو بھی تو دیکھو! اسطرح
سے واسطہ بننا خود اسکے لئے بھی مفید ہو جاتا تھا

حضرت اقدس سے تعلق کے بعد اس میں شک نہیں کہ خود خانصاحب مرحوم
کے حالات بھی بہت بدلے چنانچہ کچھ باطنی ذکر و شغل کیا نیز بھی توجہ ہو گئی اپنے
ایک خط میں حضرت کو لکھتے ہیں کہ :-

حال : اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور آنجناب کی توجہ عالیہ کی برکت سے
اخیر شب میں تہجد اور ذکر بارہ تسبیح حسب معمول برابر ادا ہو رہے ہیں۔ ذکر و نماز
میں توجہ رہتی ہے کہ دل بھی شریک رہے صرف ذکر زبانی نہ ہو اور حالت ذکر
میں بھی غفلت نہ رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی حد تک اس میں کامیابی ہوئی ہے۔
تحقیق : الحمدللہ۔

حال : چلتے پھرتے اور خالی اوقات میں ذکر اسم ذات (یعنی اللہ اللہ) جاری
رکھتا ہوں۔ تحقیق : خوب۔

حال : پرسوں ذکر کے بارے میں جو آنجناب نے ارشاد فرمایا ہے اسکی وجہ سے اور
توجہ رکھتا ہوں کہ کوئی وقت ذکر سے خالی نہ رہے۔ جناب والا کی شفقت اور
توجہ خصوصی کا بدل ممنون ہوں۔ تحقیق : الحمدللہ۔

حال : ارشادات عالیہ سے جیسا کچھ نفع ہو رہا ہے وہ دل ہی جانتا ہے۔ اپنی طلب
کو دیکھتا ہوں تو تمامتر ناقص اور جناب کی توجہات اس احقر پر کامل۔ انشاء اللہ
جناب والا کے کرم اور توجہات سے کچھ احقر کو بھی مل جائے گا ؎

شعاع مہر خود بیتاب ہے جذب محبت سے
حقیقت ورنہ سب معلوم ہے پرواز شبنم کی

تحقیق: بیشک

حال: دعاء اور توجہ کا خواستگار ہوں۔ تحقیق: دعاء بھی کرتا ہوں اور توجہ بھی۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے انسان جب یکسوئی کے ساتھ کام پر لگے اور شرائط طریق پوری کرے تو نفع کیوں نہ ہو۔ ماشاء اللہ خانصاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ کام پر لگے ہوئے تھے۔

حضرت اقدس کے الٰہ آباد مستقل طور پر تشریف آوری سے پہلے ہی خانصاحب مرحوم حضرتؒ سے متعلق ہو چکے تھے اس درمیان میں جب حضرت اقدس عارضی طور پر الٰہ آباد تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتابگڈھی مدظلہ بھی جناب نجم احسن صاحب وکیل پرتابگڈھ مجاز صحبت حضرت حکیم الامتؒ کی معیت میں حضرت سے ملنے تشریف لائے اور چند مجلسوں میں شرکت فرمائی جس سے باہم دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ چنانچہ حضرت مصلح الامتؒ کی باوقار مجلس اور شان اصلاح سے مولانا پرتابگڈھی مدظلہ بھی بہت مسرور ہوئے اور اسی موقع پر حضرت والا کے پیر بھائی اور اور مولانا پرتابگڈھی کے رفیق عتیق حضرت نجم احسن صاحب احسنؒ نے یہ قطعہ بھی حضرتؒ کی شان میں فرمایا تھا ؎

دیکھ دیوانے، دیکھ اے احسنؔ — یہ بھی گلشن ہے اشرفی گلشن
مجلس حضرت وصی اللہ — ہے نمود بہار تھانہ بھون

اور حضرت مصلح الامۃ کو بھی مولانا پرتابگڈھی کا عارفانہ سکوت و خاموشی اور تواضع بہت پسند ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس اطراف میں اہل حق میں سے خانقاہی انداز پر مولانا ہی کچھ کام کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد عیسیٰ صاحبؒ کے بعد اب کبھی کبھی مولانا ہی تشریف لاتے ہیں اور چند روز قیام کر کے پھر پرتابگڈھ تشریف لے جاتے ہیں۔

جانبین کے اس تعارف کا اثر یہ ہوا کہ مولانا پرتابگڈھی چونکہ خانصاحب مرحوم کے بڑے بھائی صابر حسین صاحب مرحوم کے مکان صابری منزل ہی میں آکر ٹھیرتے وہیں مولانا کی نشست ہوتی تھی خانصاحب مرحوم بھی اکثر اس میں شریک ہوتے

اور حضرت مصلح الامۃ کا تذکرہ ہوتا رہتا۔ کبھی مولانا پرتاب گڈھی خانصاحب کے توسط سے حضرت مولانا کو سلام وغیرہ کہلاتے۔ حضرت مصلح الامۃ بھی اپنی غایت تواضع کی بنا پر اور قلب میں مشائخ کا حد درجہ تادب ہونے کی وجہ سے اسی انداز میں اسکا جواب عنایت فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خانصاحب مرحوم نے حضرت اقدس کو لکھا کہ:۔

سال: (مولانا پرتاب گڈھی مدظلہ) جناب والا کا ذکر بہت محبت اور عقیدت کے ساتھ فرماتے ہیں اور اعلیٰ حضرت حضرت تھانوی کا تو اس کثرت کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سے والہانہ تعلق ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کا ذکر بہت فرماتے رہتے ہیں۔ اس مرتبہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب (شیخ الہندؒ) قدس سرہٗ کے اس قصیدہ کا ذکر آگیا جو آپ نے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی شان میں کہا ہے۔ ایک دن ایک صاحب وہ قصیدہ لے آئے اسکے اشعار پڑھے گئے۔ مولانا مدظلہٗ (پرتاب گڈھی) پر زیادہ اثر ہوا (مولانا چونکہ خود بھی ذوق شاعری کے ساتھ متصف ہیں اسی بحر میں خود) مولانا نے بھی چند اشعار کہے وہ خوشنودیٔ خاطر عالی کی غرض سے ارسال خدمت اقدس کر رہا ہوں امید کہ جناب والا محظوظ و مسرور ہوں گے (اشعار خط سے علٰحدہ کاغذ پر تھے)۔ **تحقیق**: اولیاء اللہ کی مدح سے کون مسرور نہ ہوگا۔ وہ اشعار رکھ لئے۔

سال: مولانا (پرتاب گڈھی) صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بعد برسات انشاء اللہ تعالیٰ احقر کو ہمراہ لیکر جناب والا کی ملاقات کو خدمت عالی میں تشریف لائیں گے۔

تحقیق: بھائی میں اس قابل کہاں ہوں میں تو اگر سفر بند کئے نہ ہوتا تو ضرور مولانا محمد احمد صاحب کی خدمت میں خود حاضر ہوا کرتا اور ان سے فائدہ حاصل کرتا مگر اب تو بہ مصلحت سفر ترک کر دیا ہے مگر مولانا کو یہاں بلانے کی جرأت میرے حوصلہ اور ہمت سے بالاتر ہے اسکی تاب نہیں انکا ادب و احترام دل میں ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہے کہ حضرت اقدس کے قلب مبارک میں مشائخ کا ادب اور بزرگوں کی عظمت راسخ تھی اسلئے جن حضرات کے بارے میں حضرت کو

یہ علم ہو جاتا تھا کہ کسی سلسلہ سے تعلق ہے اور کسی کی جانب سے صاحب اجازت بھی ہیں تو ایسے حضرات سے خود ہی اپنے لئے دعا وغیرہ کے لئے فرما دیتے تھے چنانچہ حضرت مولانا پرتاب گڈھی مدظلہ کا یہ معاملہ بھی اسی نوع کا تھا کہ وہ خود مستقل شیخ تھے صاحب سلسلہ بزرگ سے تعلق تھا اور دین کا کام بھی ان سے ہو رہا تھا اسلئے حضرت مصلح الامۃ چاہتے تھے کہ لوگ کام کریں اس زمانہ میں اسکی زیادہ ضرورت ہے۔ اور جس طرح سے یکسوئی کے ساتھ سفر وغیرہ ترک کر کے خود اپنے لئے کام کو پسند فرمالیا تھا یہی دوسروں کے لئے بھی پسند فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک صاحب نے اسی طرح سے (حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ سے) حضرت والا اقدس کی شان اصلاح کا تذکرہ کر کے انکو آمادہ کیا کہ وہ حضرت سے ملاقات کریں انکو بھی حضرت نے اسی نوع کا جواب تحریر فرمایا۔ ان صاحب نے حضرت کو لکھا تھا کہ:-

" فلاں مولانا صاحب (یعنی قاری محمد طیب صاحبؒ) تشریف لائے تھے عاصی کے یہاں قیام کیا انکی خاطر مدارات میں کمی نہ ہوئی۔ حضرت والا کے مسلک پر برابر میں روشنی ڈالتا رہا میں نے یہ بھی سنایا کہ ؎ مجلس حضرت وصی اللہؒ ہے نمود بہار تھانہ بھون ــــ چونکہ مولانا صاحب ۔۔۔ کی معیت میں حضرت مولانا تھانویؒ کی مجلس میں بھی شرکت کر چکا تھا اسلئے بہت آسانی ہوئی وہ حضرت سے اپنی ملاقات کی مدت (اب سے) چالیس سال (قبل کی) بتلاتے تھے۔ حالات والا سنکر فرمایا اللہ تعالیٰ جس بندے سے اپنا کام لے لیں۔ اب وہ حضرت والا کے خود مشتاق ہیں۔ اور استفادہ کے لئے تیار ہیں۔

تحقیق: (حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ) تو یہ تو یہ یہ انکی بزرگی (اور تواضع) ہے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ دیکھئے حضرت اقدس کے اس ارشاد میں کہ" تو یہ تو یہ یہ انکی بزرگی ہے" ـــ اور اس میں کہ "بھائی میں اس قابل کہاں ہوں" کیا فرق ہے۔ بات وہی ہے کہ حضرت کے مزاج میں تواضع کا غلبہ تھا، بزرگوں کا اور مشائخ کا احترام و ادب بالخصوص انکے سلسلہ کی وجہ سے بہت فرماتے تھے۔

(باقی آئندہ)

بلکہ اسوقت ایسے دقیق اور باریک وساوس قلب میں ڈالتا ہے جن کو بجز اس شخص کے کہ خدا نے اسکو ہدایت دیدی ہو کوئی نہیں سمجھ سکتا اسکا بہت خیال رکھو۔ پس حصول نسبت کے بعد بھی سالک کو بے فکر نہ ہونا چاہیئے اور یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اب تو نسبت حاصل ہوگئی اب شیطان کیا کرسکتا ہے۔ یاد رکھو حصول نسبت کے بعد علاوہ معصیت کے بعض مباحات پر بھی مواخذہ ہوتا ہے (مقربان را بیش بود حیرانی)

(۱۶) عہد: جب تک ایثار نفس کامل نہ ہو جائے والدین و مشائخ کیساتھ ایک برتن میں نہ کھایا کرے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک ہمیں ایثار نفس کا مرتبہ کامل طور پر نہ حاصل ہو جائے اسوقت تک اپنے والدین اور مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں کھایا کریں البتہ اگر اس برتن میں کھانا سب ایک ہی قسم کا ہو جسکے سب حصے یکساں ہوں اور کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہ ہو تو خیر۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ہمارے ماں باپ یا بزرگ کی نگاہ کسی بوٹی پر پڑے یا وہ کوئی عمدہ دانہ چھوہارے یا انگور وغیرہ کا جو کہ بہت شیریں ہو اچھی طرح پک چکا ہو کھانے کا ارادہ کریں اور بے خبری میں ہم اسے کھالیں تو یہ ایک قسم کی خیانت ہے کیونکہ یہ بات کمال احسان کے خلاف ہے جس کا اس آیت میں حکم کیا گیا ہے وبالوالدین احسانا کہ والدین کے ساتھ پورا احسان کرو اور والدین کے حکم میں چچا بھی داخل ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے ان العم اب کہ چچا بھی باپ ہے ایسے ہی جن لوگوں کو آیت شریفہ میں والدین کے ساتھ عطف کرکے بیان کیا گیا ہے ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرنا چاہیئے۔ جیسے قرابت والے اور یتیم بچے اور مساکین وغیرہ کیونکہ احسان کا حکم ان کے ساتھ بھی وارد ہے۔ اور ہمکو خبر پہونچی ہے کہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے نفس کی نگہداشت شروع کی اسوقت سے کبھی اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھایا لوگوں نے سوال کیا تو فرمایا کہ مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کسی لقمہ پر میری والدہ کی نگاہ مجھ سے پہلے پڑ گئی ہو اور بے خبری میں میں اسے کھالوں (مصنف

رحمہ اللہ فرماتے ہیں) کہ اگر ماں باپ یا جو لوگ آیت میں ان کے ساتھ مذکور ہیں دیکھتے نہ ہوں مثلاً نابینا ہوں یا اندھیرا ہو رہا ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے انکا احساس زائل ہوگیا ہو یا یتیم بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ اسکو عمدہ اور نفیس کھانوں کی تمیز نہیں تو ایسے وقت میں ان کے ساتھ کھانے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ایثار کی پوری رعایت رکھیں اور یہ کھنے والا خود ہی جان لیگا اسکو سمجھو اور اس پر عمل کرو اسکی برکتیں نصیب ہوں گی اور اللہ تمھیں ہدایت کرے۔

(عہد ۱۷: علماء اسلام اور صوفیاء کرام کی طرف سے خوب جواب دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا کہ علماء اسلام اور صوفیاء کرام کیطرف سے اپنی طاقت اور کوشش کے موافق خوب جواب دیں اور جو لوگ ان پر طعن کرتے ہیں انکی بات پر ہرگز کان نہ دھریں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ان پر طعن اسی شخص نے کیا ہے جو انکے مراتب پہچاننے سے قاصر ہے۔ پھر یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص ایسے لوگوں پر طعن کرتا ہے اسکا نور (قلب) بجھ جاتا ہے اور اسکی تصانیف سے بالکل فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے ایسے لوگوں کی بے ادبی کی جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قیامت تک کیلئے اپنے بندوں کا پیشوا بنایا ہے بھلا ایک معمولی آدمی کے مرتبہ کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مرتبہ سے کیا نسبت جو وہ امام کے اقوال کی تردید پر جرأت کرے اور ابن جوزی کے مرتبہ کو معروف کرخیؒ اور جنیدؒ و شبلیؒ اور ابو یزید بسطامیؒ اور سہل بن عبداللہ تستریؒ اور جو ان کے مثل بزرگان طریق ہیں ان کے مرتبہ سے کیا نسبت جو وہ ان پر رد کرنے کو تیار ہوگئے اور اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں لکھ گئے کہ "میری جان کی قسم ان صوفیوں نے تو شریعت کے فرش کو بالکل طے کر کے رکھدیا کاش کہ یہ لوگ صوفی نہ بنتے"۔ اور اسی کتاب کے دوسرے موقعہ میں لکھتے ہیں کہ صوفی لوگ نو درجہ جنون سے بھی چند طبقے آگے بڑھ گئے۔ اس کتاب میں انھوں نے سیدنا ابو یزید بسطامی اور سہل بن عبداللہ تستری اور شبلی اور غزالی اور ایک جماعت کی

جماعت کی تکفیر صاف صاف لکھدی۔ اور یہ بہت ہی عجیب بات ہے کیونکہ یہی حضرات تو اولیاء کرام میں بڑے بڑے پیشوا اور امام ہیں جو کہ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں (یہ بھی کافر ہوں گے تو پھر مسلمان کون رہا) اور خود ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی تمام کتب رقائق کو (جن میں زہد و اخلاق کے عبرت آمیز مضامین ہیں) ان حضرات کے مناقب سے اور انکی حکایات سے آراستہ کیا ہے۔ پس شاید یہ خیال بدگمانی کا انکو ابتدائی حالت میں رہا ہو (پھر بعد میں رائے بدل گئی اور حسن ظن پیدا ہو گیا ہو) یا کہ یہ باتیں کسی دشمن نے انکی کتاب میں ملحق کر دی ہوں۔ اور اے عزیز خوب جان لو کہ ہم نے علماء باعمل میں سے کسی کو نہیں سنا کہ وہ ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی تردید کے درپے رہے ہیں بلکہ وہ تو انکی طرف سے کوشش کرکے اچھے اچھے جوابات بناتے تھے جیسا کہ شیخ عالم محقق جلال الدین محلی نے شرح منہاج نووی میں کیا ہے کہ مصنف کے کلام کو اچھے سے اچھے محل پر حمل کرتے ہیں اور کبھی مصنف پر اعتراض یا غصہ ظاہر نہیں کرتے بلکہ اچھی طرح انکی باتوں کو بناتے ہیں یہانتک کہ آجکل اکثر طلباء نووی رحمہ اللہ کی باتوں کا جواب نہیں جانتے (بلکہ شارح کی توجیہ کی وجہ سے ان کو صحیح اور پختہ سمجھتے ہیں) حق تعالیٰ ان اہل انصاف کو جزائے خیر دے) اور جنیدؒ و غزالیؒ کے بارے میں ائمہ طریق اور علماء اسلام شہادت دے چکے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں اب جو کوئی ان پر طعن کرتا ہے وہ آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتا ہے حالانکہ وہ صاف چمک رہا ہے کہ ذرا سی بدلی بھی اسکے سامنے حائل نہیں کیا وہ چھپکلی کی پھونک سے پہاڑوں کو ہلانا چاہتا ہے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ نے امام حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی رضی اللہ عنہ کی بابت شہادت دی ہے کہ وہ بڑے صدیقین میں سے ہیں۔ یہ شہادت اتنے بڑے شیخ کی زبان سے امام غزالی کی فضیلت کے لئے کافی دلیل ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ باوجود علوم ظاہرہ و باطنہ میں پورے متبحر تھے پھر بھی کتاب احیاء العلوم کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور اس سے مستفید ہوتے تھے اور انکی طرف سے اچھے اچھے جوابات دیا کرتے

تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شریعت میں اس درجہ پر پہونچ گئے
تھے کہ اپنے سب ہمعصروں پر سبقت لے گئے یہانتک کہ آپکا لقب حجۃ الاسلام پڑ گیا اور
آج مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ میں انکی کتابوں پر علماء رجوع کرتے ہیں اور انھیں سے
فتوے دیتے ہیں اور بعض عارفین نے (روحی فداہ) سیدنا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کو امام غزالیؒ کے ساتھ دیگر انبیاء علیہم السلام پر فخر و مباہات
فرماتے ہوئے دیکھا ہے کہ حضورؐ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ
کہ آپکی امت میں بھی کوئی عالم امام غزالی جیسا ہے؟ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے
فرمایا کہ نہیں۔ اور علماء مغرب میں سے ایک عالم کو امام غزالیؒ سے انکار تھا اور
انھوں نے کتاب احیاء العلوم جلادی تھی تو خواب میں اسی عالم نے حضور سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کو دیکھا کہ آپؐ ان سے چہرۂ مبارک پھیرے
ہوئے ہیں پھر حضورؐ نے کسی کو ان کے کپڑے اتارنے کا حکم دیا اور وہ عالم حضورؐ کے
سامنے کوڑوں سے مارے گئے پھر وہ عالم جب خواب سے بیدار ہوئے تو اپنے
پہلوؤں پر کوڑوں کے اثر پائے جو کہ مرتے دم تک باقی رہے پھر ان عالم صاحب
نے اس گستاخی سے توبہ کی اور کتاب احیاء العلوم کو سونے کے پانی سے لکھوایا
خدا تعالیٰ انکو جزائے خیر مرحمت فرمائیں۔ حسن بصریؒ[ع۵] رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ
جب تم کو کسی شخص کی نسبت یہ بات معلوم ہو کہ اس نے کسی مسئلہ میں غلطی کی تو اول اس
سے ملو اگر وہ غلطی کا انکار کرے تو اسکی تصدیق کرو اور اسکے اس غلطی کی نسبت
اسکی طرف کرنا جائز نہ ہوگی اور تم اس سے نہ مل سکو تو اسکے قول کو ستر طریقوں سے
بناؤ اور صحیح معنی پر حمل کرو اور اس پر بھی تمھارے نفس کو تسلی نہ ہو تو اسکو ملامت کرو اور کہو
کہ میرے بھائی کا کلام ستر صورتوں کا احتمال رکھتا ہے اور تو ان میں سے ایک
صورت پر بھی حمل نہیں کرتا۔ پس اس قول سے معلوم ہوا کہ ہمکو اپنے کسی ہمعصر کی

ع۵۔ آجکل کے علماء کو امام حسن بصری کے ارشاد میں غور کرنا چاہئے افسوس ہمنے اس طریقہ کو بالآخر چھوڑ دیا الا ماشاء اللہ (مترجم)

قیص محض اسکی نسبت کوئی بات سننے سے جائز نہیں ہوسکتی بلکہ ہمکو انتظار کے بعد
یق کرنی چاہیئے اور ان سے ملنا چاہیئے یا کم از کم خط وکتابت کرنا چاہیئے۔ پس
ز وہ اسباب کا اقرار کریں گے یا انکار کریں گے۔ اگر وہ اسباب کا اقرارلیں (جو کہ
کی نسبت ہمکو پہونچی تھی) تو ہمکو کوئی صورت اسکے مسلک کی صحیح اور صواب ہونے
) اپنے ذہن میں تلاش کرنی چاہیئے اور اسکو علماء کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اگر
ء اسکے مسلک کو کسی صورت سے صحیح تسلیم کرلیں تو ہمیں بھی اسکا قائل ہوجانا چاہیئے
ر اگر علماء اسکے مسلک کو کسی صورت سے نہ پسند کریں اور سب کے سب اس سے
نکار کریں تو ہمکو غور کرنا چاہیئے کہ وہ ہمعصر اسکے بعد کیا کرتا ہے اگر وہ اپنی غلطی
سے انکار کرے تو ہمکو بھی اس سے راضی ہوجانا چاہیئے کیونکہ اب وہ اپنے دین
طرف رجوع کرچکا اور اگر وہ اپنی اسی غلطی ہی پر جما رہے تو اس وقت ہمکو اسکی
ت کی اشاعت جائز ہوگی (اور یہ کہنا جائز ہوگا کہ فلاں شخص نے اس مسئلہ میں
لطی کی ہے مگر یہ اشاعت محض) اس شخص پر اور اسکے متبعین پر شفقت ظاہر
رنے کے لئے ہونی چاہیئے (کہ شاید اس طرح وہ اپنی غلطی سے رجوع کرے یا اگر
ں نے رجوع نہ کیا تو مسلمانوں کو اسکی غلطی کا علم ہوجائے گا تو وہ اس غلطی سے محفوظ
ہیں گے) بغض وعداوت اور شفاء غیظ کے طریقہ سے اسکی غلطی کا اظہار نہ کرنا چاہیئے۔
اور سمجھدار شخص دونوں طریقوں میں بخوبی امتیاز کرلے گا) اور اسباب کی آج کل
گوں میں بہت ہی کمی ہے کیونکہ آجکل ہمعصروں میں حسد اور کینے بہت زیادہ ہوگئے
ں۔ اگر کسی ہمعصر کی کوئی بات سنتے ہیں تو اسکی تحقیق کبھی نہیں کرتے (فوراً اس کے
درپئے ایذا ہوجاتے ہیں) اور تحقیق نہ کرنے کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ مبادا
یق کے بعد بات کہیں غلط نہ ثابت ہوجائے تو پھر وہ غرض نفسانی یعنی ایذا رسانی
اصل نہ ہوسکے گی اور آجکل لوگ جھوٹ باتیں کثرت سے سنتے ہیں کیونکہ لوگوں کی برد
ں پڑنے سے آجکل احتیاط بہت کم کیجاتی ہے۔ سیدی عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ
جب معلوم ہوتا کہ کسی نے انکی غیبت کی ہے تو اس سے شفقت کے ساتھ) فرمادیا

کرتے تھے کہ اے بھائی تو نے میرے گناہ اپنی پشت پر کیوں لادے تم کو وہی گناہ بہت تھے جو تم خود اپنی پشت پر پہلے سے لادے ہوئے ہو۔ میں کہتا ہوں کہ لوگوں کی آبرو میں پڑنیکا ادنیٰ نقصان یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اس غیبت کرنیوالے کے نیک اعمال میں پورے مختار ہوں گے اگر ان میں سے کوئی کہنے لگے کہ میں تو اس غیبت کے بدلے اس شخص کے سارے اعمال لونگا اور اس کے بغیر راضی نہ ہونگا تو اسکو غیبت کرنے والے کے سارے اعمال دلا دیئے جائیں گے پس جو شخص کہ ایک مفلس آدمی کو اپنے اعمال میں بااختیار بنا دے اس سے بڑھکر بیوقوف کون ہوگا؟ اور یاد رکھو بعض دفعہ عالم اپنی تصنیف میں کوئی بات لکھتا ہے یا پڑھاتے ہوئے کہتا ہے پھر اس سے بعد میں یا اسی مجلس میں رجوع کرلیتا ہے پس کسی دیندار کو ایسی بات کی نسبت اس عالم کیطرف اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ اس سے دوبارہ مراجعت نہ کرلے اور یہ نہ معلوم کرلے کہ اسوقت اسکی کیا رائے ہے اور اب اسکے علم میں اس مسئلہ کے متعلق کیا بات ہے اور اس بارہ میں بہت لوگ تباہ ہوگئے ہیں کہ بعض مصنفین کیطرف انھوں نے وہ باتیں شایع کردیں جن سے وہ رجوع کرچکے تھے اور تحریف کرکے انکی طرف وہ باتیں منسوب کردیں جن کے اعتقاد و عمل سے وہ بالکل بری تھے چنانچہ خود مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ چند مسائل میری طرف سے مصر میں مشہور ہوگئے جنکا مجھے علم شعور بھی نہ تھا ورنہ مجھے اس شہرت کا پتہ پہلے پہل چلا اور کسی نے بھی مجھ سے ان مسائل میں مراجعت نہیں کی۔ واللہ غفور رحیم۔

(عہد: بعبارت عربی جسکا مطلب سمجھ میں نہیں آیا علماء ملاحظہ کریں)

(اخذ علینا العہود) ان لا ناکل من المسا میح علی الوجہ الذی یعملہ الناس فیھا الیوم من الحیلۃ فانہ معدودٌ عند العارفین من جملۃ اکل اموال الناس بالباطل

عہ۔ اس عہد کا صحیح مطلب سمجھ میں نہیں آیا اسلئے بعینہ نقل کردیا گیا اہل علم اس میں غور فرمائیں گے

وذلک لان الدکان الذی یؤجر للجزار اوالمعصرة التی تؤجر للمعاصری کل
یوم بثلاثین نصفا مثلاً لولاتوفر ماکان یاخذہ صاحب حملة الوزر مااعطی
الجزار اوالمعاصری فی کراء الدکان اوالمعرة کل یوم ثلاثین نصفا ولوحبس
وضرب ان شککت فی قولی فجرب وکان صاحب المسموح یقول للجزار
عطنی ماکان اصحاب الوزر یاخذونه منک واجعلنی مکانهم ولکن
ن اراد الحل فلیشتر الذبیحة علی ذمته اوالسمسم بمال حلال لابما
جتمع عندہ من مال المسموح ثم یذبح علی ذمته ویعصر السمسم
علی ذمته واللہ علیم حکیم۔

(عہد[19] : مال وقف سے ضیافت قبول نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم اس زمانہ میں مال وقف سے ضیافت قبول
ریں کیونکہ پہلے زمانہ میں کاشتکار اپنے مشائخ واساتذہ کی خدمت میں زمین وقف سے

ا صحیح مطلب منکشف ہوجائے احقر کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں اسمیں علامہ نے اپنے زمانہ کی
ئی خاص صورت معاملہ کی ناجائز بتلائی ہے وہ صورت معاملہ سمجھ میں نہیں آئی کہ کس طرح ہوتی تھی
سلئے تکلف کر کے ترجمہ کی حاجت نہ سمجھی وماانا من المتکلفین۔

ا۔ اسکی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصر وغیرہ میں علماء کیلئے زمینیں وقف ہیں جو کاشتکاروں کو لگان
دیجاتی ہیں اور لگان وصول کر کے اسمیں سے علماء ومشائخ کی تنخواہیں دیجاتی ہیں تو ان زمینوں کے
شتکار کبھی ان علماء ومشائخ کی ضیافت بھی کیا کرتے تھے چونکہ یہ رواج عام ہوگیا تھا تو ایک زمانہ میں مثل
گان کے دعوت بھی کاشتکاروں کے ذمہ ضروری سمجھی جانے لگی۔ پہلے زمانہ کے علماء تو دعوت قبول کر کے
ن کے ساتھ احسان وسلوک بھی کر دیتے تھے علامہ کے زمانہ میں چونکہ اسکا رواج عام تھا اسلئے دعوت کو
شتکاروں کے ذمہ ضروری سمجھا جاتا تھا اور اسکا بدلہ احسان وسلوک سے کوئی نہ کرتا اور ظاہر ہے کہ رواج
جانے کے بعد خلوص نہیں رہا کرتا ضرور گرانی ہوتی ہے اسلئے اس سے بچنے کا عہد لیا گیا۔ آجکل بھی اسکی رسم

ضیافت و ہدایا اسلئے بھیجتے تھے کہ وہ مشائخ وغیرہ بھی انکے ساتھ احسان و سلوک
کرتے رہتے تھے کبھی انکو کپڑے دیدیتے کبھی اور کوئی چیز دیدیتے اور آجکل یہ بات
اسطرح مفقود ہوئی ہے گویا پہلے زمانہ میں اسکا وجود ہی نہ تھا۔ پس آجکل دیندار
عالم یا فقیر کو زمین وقف کے کاشتکاروں سے ضیافت قبول نہ کرنی چاہیئے مگر یہ کہ
سلف کی طرح خود بھی انکے ساتھ احسان کرتا رہتا ہو یا قیمت ادا کرکے پھر قبول کرے
اگر ایسا نہ کیا تو اس نے حرام مال کھایا اور جو گوشت کہ حرام مال سے نشوونما پائے
جہنم اسکے لئے زیادہ مناسب ہے۔ اور اس عہد پر عمل آجکل بہت ہی کم ہو گیا
اور دیکھنے والے مشتبہ مال کھانے میں ایک دوسرے کی تقلید کرنے لگے۔

عہد[۲۰] اگر چاندی سونے کے ڈھیروں پر گذر ہو تو اسمیں ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں

(ہم سے عہد کیا گیا ہے) کہ اگر ہم چاندی سونے کے ڈھیروں پر گذریں
جنکا نہ دنیا میں کوئی مطالبہ کرنے والا ہو نہ آخرت میں اسکا کوئی حساب ہو تب بھی
اس میں سے بجز اس دن کی خوراک کے زیادہ نہ لیں۔ اگر کوئی گدھا سونے سے
لدا ہوا ہمارے گھر میں گھس آئے تو ہمکو چاہیئے کہ اسکو نکال دیں اور گھر کا دروازہ
بند کرلیں اور اپنے لئے اسمیں سے کچھ نہ لیں البتہ کسی دوسرے کی نیت سے لے لیں
تو مضائقہ نہیں۔ سیدی ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا
ابلیس کی بیٹی ہے۔ پس جو کوئی ضرورت سے زیادہ دنیا لے گا وہ شیطان کا داماد
بن جائیگا اور اسکے پاس شیطان کی آمدورفت اپنی بیٹی کیوجہ سے زیادہ ہو گی۔
میں کہتا ہوں کہ لینے کی مثل دنیا کی آرزو کرنا ہے کیونکہ آرزو کرنا مثل پیغام بھیجنے کے ہے
اور پیغام بھیجنے کے بعد بھی داماد و خسر میں ملاقات اور آمدورفت عادۃً ہونے لگتی ہے۔

ایک نظیر موجود ہے بعض دیہات میں طلبہ کی دعوت رسا ول کے زمانے میں بالالتزام ہوتی ہے جسمیں سارا گاؤں
شریک ہو کر سامان کرتا ہے اول اول تو خلوص سے شروع ہوتی ہے پھر التزام کیوجہ سے ضرور گرانی ہوتی ہے
اسکا ضرور خیال کرنا چاہیئے۔ ۱۲ مترجم

جس نے فضول کھانا ترک کیا اسکو عبادت کی حلاوت دی جائیگی ۔ جس نے مذاق کرنا ترک کیا اسکے چہرہ پر رونق دی جائیگی ۔ اور جس شخص نے ہنسنا ترک کیا تو اسکو ایک ہیبت اور رعب عطا کیا جائیگا ۔ اور جس شخص نے رغبت کو ترک کیا اسکو محبت سے نوازا جائیگا یعنی جب لوگوں کے مال میں رغبت نکرے گا تو لوگ اس سے محبت کریں گے اور جو شخص تجسس (لوگوں کے عیب تلاش کرنا) ترک کرے گا تو اسکو اپنے عیوب کے اصلاح کی توفیق دی جائیگی ۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات میں توہم سے باز رہا تو اسکو شک اور نفاق سے نجات حاصل ہوگی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد وکان تحتہ کنز لھما یعنی اسکے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اسکے نیچے ایک سونے کی تختی تھی جسمیں پانچ سطریں لکھا تھا اول سطر میں لکھا تھا کہ حیرت ہے اس شخص پر جسکو موت کا یقین ہو وہ کیسے مطمئن اور خوش ہوتا ہے ۔ دوسری میں لکھا تھا کہ حیرت ہے اس شخص پر جسکو دوزخ کا یقین ہو کہ وہ کیسے ہنستا ہے ؟ تیسری میں مکتوب تھا اور تعجب ہے اس شخص پر جس کو تقدیر پر یقین ہو کہ وہ مغموم کیوں ہوتا ہے ۔ چوتھی میں یہ مضمون تھا کہ تعجب ہوتا ہے اس شخص پر جسکو دنیا کے زوال کا اور اہل زمانہ کے ساتھ تغیرات کا یقین ہو کہ وہ کیسے اسمیں اطمینان کر بیٹھتا ہے اور کیونکر اس سے دل لگاتا ہے اور پانچویں سطر میں یہ تحریر تھا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) ۔

حضرت ثابت بنانیؒ کہا کرتے تھے کہ مومن کی ہنسی غفلت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے یعنی آخرت سے غفلت کی وجہ سے ہی وہ ہنستا ہے اور اگر اسکو امر آخرت سے غفلت نہ ہو (بلکہ اسکا استحضار رہے) تو کبھی اسکو ہنسی نہ آئے ۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایسی خوشی کا طالب ہوں

جس میں حزن کی آمیزش نہ ہو اور ایسا غم چاہتا ہوں جس میں خوشی کی ملاوٹ نہ ہو۔ مطلب انکا یہ تھا کہ اگر جنت چاہتے ہو جہاں حزن کا نام نہوگا تو دنیا میں حزین ہو کر رہو، نہ ہنسو اور نہ کسی کی بات پر مسرور ہو تاکہ تمھیں جنت کی خوشی حاصل ہوجائے جو ایسی خوشی ہوگی کہ وہ رنج وغم سے خالی ہوگی۔

کہا گیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے قلب میں قساوت پیدا ہوتی ہے بلا کسی وجہ معقول کے ہنسا۔ بدون بھوک کے کھانا کھانا اور بلا ضرورت کے بات کرنا۔

بہز بن حکیمؒ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو محض دوسروں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتا ہو۔ ہلاکت ہو اسکے لئے۔ ہلاکت ہو اسکے لئے آپؐ نے تین بار فرمایا۔

حضرت ابراہیم بن نخعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کے ہنسانے کے لئے غلط بات کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی اس پر ناراضگی ہوتی ہے جسکا اثر اس کہنے والے پر بھی پڑتا ہے اور عام ہوکر سب سننے والے بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں اسکے برخلاف ایک شخص کوئی کلمہ منہ سے نکالتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے تو اللہ تعالےٰ اس سے بھی راضی ہوتے ہیں اور اپنی رحمت اس پر نازل فرماتے جو کہ اسکے پاس والوں کو بھی شامل ہوجاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ! تقویٰ اختیار کرو اعبد الناس ہوجاؤ گے۔ قناعت اختیار کرو اشکر الناس ہوجاؤ گے۔ اور لوگوں کے لئے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تم مومن ہوجاؤ گے۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تم مسلم ہوجاؤ گے۔ اور ہنسی میں کمی کرو اسلئے کہ زیادتی ہنسی قلب کے لئے موت ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ جسکی ہنسی زیادہ ہوجائیگی اسکی ہیبت کم ہوجائیگی۔ جو شخص دوسروں سے ہنسی مزاح کرے گا ان کے نزدیک

بے وقعت ہو جائیگا۔ اور جو شخص جو بات زیادہ کرے گا اسی کے ساتھ مشہور ہو جائیگا اور جو بات بہت زیادہ کرے اس سے لغزش زیادہ ہوگی اس میں حیاء کی قلت ہو جائیگی اور جس میں حیاء کم ہوگی اس میں تقویٰ ختم ہو جائے گا اور جس میں تقویٰ ختم ہو جائیگا اسکا قلب مردہ ہو جائے گا اور جسکا قلب مردہ ہوگیا تو اسکے لئے دوزخ زیادہ مناسب ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے کو قہقہہ مار کر ہنسنے سے بچاؤ اسلئے کہ اس میں آٹھ خرابیاں ہیں اوّل یہ کہ زمانہ کے علماء اور عقلاء تم کو برا سمجھیں گے دوسرے یہ کہ سفہاء اور جہال تم سے شوخ ہو جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ اگر تم جاہل ہو تو تمھاری جہالت میں اضافہ ہو جائے گا اور عالم ہو تو تمھارا علم کم ہو جائے گا۔ اسلئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ صالح جب زور سے ہنستا ہے تو گویا علم کی ایک کلی کر دیتا ہے یعنی اسکے علم سے کچھ حصہ کم ہو جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ اس میں اپنے گذشتہ گناہوں کا بھلا دینا ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اسکی وجہ سے آئندہ اسکو گناہ پر جرأت ہو جائیگی اسلئے کہ ہنسنے سے قلب میں قساوت پیدا ہو جاتی ہے اور وہی دراصل سبب بنتی ہے گناہ کا۔ چھٹے یہ کہ ہنسنے میں موت کا بھولنا ہوتا ہے اور امور آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے۔ ساتویں یہ کہ جو لوگ تمھاری ہنسی کیوجہ سے اور ہنسے ہیں ان سب کا وبال تمھارے ہی اوپر پڑے گا۔ آٹھویں یہ کہ تمھاری یہ ہنسی سبب بنے گی اسکا کہ آخرت میں اسکی وجہ سے تمھیں بہت زیادہ رونا پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرًا جزاء بما کانوا یکسبون یعنی کم ہنسو ورنہ آخرت میں اسکی پاداش میں بہت زیادہ رونا پڑے گا۔ مطلب یہ کہ دنیا تو چند روزہ ہے اسمیں جتنا چاہو ہنس لو جب خدا کے یہاں جاؤ گے تو بہت رونا پڑے گا کیونکہ وہ رونا کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہی مطلب ہے اسکا کہ ولیبکوا کثیرًا جزاء بما کانوا یکسبون یعنی اب اپنے کرتوت کی وجہ سے خوب زیادہ روؤ۔

تیئیسواں باب

(کظم غیظ یعنی غصہ ضبط کرنیکا بیان)

حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ تو آگ کا ایک انگارہ ہے جسکو غصہ آئے اسکو چاہیئے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آپ غصہ سے بچاؤ اسلئے کہ یہ انسان کے قلب کو جلا دیتا ہے، دیکھتے نہیں ہو غصہ کرنیو کو کہ اسکی آنکھیں کیسی سرخ ہو جاتی ہیں اور اسکی رگیں کس طرح پھول جاتی ہیں سو تم سے جب کسی کو غصہ آوے تو اسکو چاہیئے کہ زمین سے چمٹ جائے۔ اور فرمایا تم میں سے بعض لوگوں کو بہت جلد غصہ آجاتا ہے اور جلد ہی چلا بھی جاتا ہے چلو خیر ایک (خرابی) کا ازالہ دوسری (خوبی) سے ہوگیا۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکو دیر میں غصہ آتا اور دیر میں جاتا بھی ہے تو یہاں بھی ایک خرابی (یعنی دیر میں غصہ جانا) دوسری خوبی (یعنی دیر میں آنے) کا بدلہ ہوگئی۔ لیکن تم میں کا بہتر شخص وہ ہے جو کہ بطئی الغضب اور سریع الفئی ہو (یعنی جسکو غصہ دیر میں آئے اور جلدی ہی چلا بھی جائے) اور برا ہے وہ شخص جسکو غصہ جلدی آجائے اور بہت دیر تک باقی رہے (دیر میں جائے)۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے غصہ کو ضبط کرلیا حال یہ ہو کہ وہ اسکے جاری کرلینے پر بھی قادر تھا لیکن اس نے اسکے مقتضی پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے قلب کو اپنی رضا سے بھر دیں گے۔

کہا گیا ہے کہ انجیل میں لکھا ہے کہ اے ابن آدم! تو مجھے غصہ کیوقت یاد کر

تو میں تجھکو اپنے غصہ کے وقت یاد رکھوں گا۔ میری نصرت پر جو تیرے لئے ہو راضی رہ یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہے کہ تو خود اپنے نفس کی نصرت کرے (یعنی اسکی خواہش کو پوری کرے)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک ایسے شخص سے کہا جس نے انھیں ناراض کر لیا تھا کہ اگر تو مجھے غصہ نہ دلاتا تو میں (اس معاملہ میں) تجھے سزا دیتا انکی مراد اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تھا کہ فرمایا والکاظمین الغیظ یعنی صالحین کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ غصہ کو ضبط کر لیتے ہیں۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک نشہ والے شخص کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ اسکو پکڑیں اور سزا دیں پس اس بدمست نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو گالی دی آپ نے اسکو چھوڑ دیا۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت اس نے تو آپ کو گالی بھی دی (جرم دو گیا تھا) پھر آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا کہ اس کے گالی دینے کی وجہ سے مجھے غصہ آگیا تھا اب اگر میں اسکو سزا دیتا تو وہ اپنے نفس کا انتقام لینا ہوتا اور میں کسی مسلمان کو اپنی حمیت میں سزا نہیں دینا چاہتا

میمون بن مروان سے مروی ہے کہ انکی باندی گرم شوربے کا پیالہ لیکر (دسترخوان پر رکھنے کے لئے) آرہی تھی کہ اچانک اسکا پیر پھسلا اور سارا شوربہ میمون کے اوپر گر پڑا میمون نے چاہا کہ اسکی سرزنش کرے کہ اتنے میں وہ باندی بول اٹھی کہ اے میرے مولیٰ! اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل فرمایئے والکاظمین الغیظ میمون نے کہا اچھا جا میں نے اس پر عمل کر لیا (اور تجھکو سزا نہیں دیتا) اسنے کہا کہ اتنا ہی نہیں اس کے بعد والے ارشاد پر بھی عمل فرمایئے یعنی مجھے معاف بھی فرما دیجئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے والعافین عن الناس میمون نے کہا اچھا جا میں نے تجھے معاف بھی کر دیا۔ اس نے کہا اور اسکے بعد والے حصہ پر بھی عمل فرمایئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یحب المحسنین (یعنی اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتے ہیں) میمون نے کہا بہتر ہے میں نے تیرے ساتھ احسان بھی کیا جا تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص
اندر تین باتیں نہوں اس نے ایمان کا مزا نہیں پایا۔ ایک تو صفت حلم جس کی وجہ
جاہل کے جہل سے نپٹ سکے۔ دوسرے ورع اور تقویٰ جسکی وجہ سے وہ اللہ تعا
کے محارم سے بچ سکے۔ تیسرے حسن خلق جسکی وجہ سے مخلوق کیساتھ حسن سلوک کر
بعض متقدمین سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک گھوڑا تھا جو انھیں
ہی پسند تھا ایک دن وہ اسکے پاس گئے دیکھا کہ تین پیر پر کھڑا ہے اور چوتھے پ
چوٹ اور تکلیف کیوجہ سے اٹھائے ہوئے ہے اپنے ملازم سے دریافت کیا کہ گ
کا یہ حال کیسے ہوا؟ اس نے کہا حضور میں نے ایسا کر دیا ہے تاکہ آپ کو رنج اور تکلی
مالک نے کہا بلا شبہ میں بھی تیرے اس معاملہ کیوجہ سے شیطان کو رنج اور
پہونچاؤں گا اور اسکو مغموم کروں گا (یعنی اسکی مراد نہ پوری ہونے دونگا) جا تو آز
اور یہ گھوڑا بھی میں نے تجھے ہی دیدیا۔ (اب تو اور تیرا شیطان جس نے تجھے یہ سجھا
دونوں افسوس کرو اور رنج میں گھٹو کہ افسوس میں نے اسے کیوں لنگڑا کر دیا اب اسے
رکھوں، کھلاؤں پلاؤں اور کسی کام کا نہیں بوجہ لنگ کے)۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مسلمان کو چاہیئے کہ وہ حلیم ہو اور صبور ہ
کہ یہ سب متقین کی صفات و خصال ہیں اور اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں حلیم کی طرح فر
ہے فرمایا کہ وَ لَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ یعنی جس شخص نے ظلم پر صبر کیا اور ظالم سے درگذرا
اور اسکو معاف کیا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ یہ چیزیں ایسے حقائق امور میں
ہیں جن سے فاعل کو ثواب دیا جاتا ہے اور وہ اجر کا مستحق ہوتا ہے۔ اور ایک دو
آیت میں ارشاد فرمایا کہ ولا تستوی الحسنة ولا السیئة یعنی کلمہ حسنہ اچھی بات ا
کلمہ سیئہ یعنی کلمہ سوء بری بات یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ مومن کی یہ شان
ہے کہ وہ کلمہ احسن کا بدلہ کلمہ سوء سے دے۔ پھر فرمایا کہ ادفع بالتی ھی احسن مطلب یہ ک
کلمہ قبیحہ کا جواب کلمہ حسنہ سے دو فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم
نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص جو تمھارا دشمن ہوگا تمھارا دلی دوست ہوجائیگا اور ایسا ہوجا

جیسے کوئی قریبی رشتہ دار ہوا کرتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف بھی ان کے حلیم ہونے سے فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ان ابراھیم لحلیمٌ اواہٌ منیبٌ۔ پس حلیم کے معنی ہوئے درگذر کر جانے والے۔ اواہ کے معنی ہیں اپنے گناہوں کو یاد کرکے رونے والے۔ اور منیب کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طاعت کی جانب رجوع ہونے والے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور حلم کا حکم فرمایا ہے۔ اور آپ سے یہ فرمایا کہ پچھلے جتنے پیغمبر تشریف لائے سب میں یہی صفات تھیں۔ چنانچہ فرمایا کہ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل یعنی کفار کی تکذیب اور اور انکی ایذاؤں پر صبر کیجئے، جس طرح سے کہ آپ سے پہلے جو انبیاء آئے انھوں نے باوجود اسکے کہ انکو کفار سے قتال کی اجازت مل گئی تھی مگر انکی ایذا پر صبر ہی کیا اور اولوالعزم سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ صاحب عزم و جزم تھے اور اللہ کے اوامر پر جمنے والے اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے والے تھے۔ حضرت حسن اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلامًا میں سلامًا کی تفسیر حلمًا ہی سے فرمائی ہے اور یہ کہ اگر لوگ جہالت سے پیش آتے تو ان سے دوری اور احتیاط کی راہ چلتے تھے۔

حضرت وھب بن منبہؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا شیطان نے اسے بہکانا چاہا مگر کامیاب نہ ہوسکا ایک دن وہ عابد اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلا شیطان بھی اسکے پیچھے لگ گیا کہ شاید کوئی موقع اغوا کا ہاتھ لگے چنانچہ اسکے پاس شہوت اور غضب کی راہ سے آیا تب بھی قادر نہ ہوسکا، پھر ڈرانے اور دھمکانے کی راہ سے آیا چنانچہ پہاڑ کی ایک چٹان اسپر معلق کیا کہ میرا کہا مان ورنہ ابھی گراتا ہوں جب وہ اسکے پاس پہونچی اس نے اللہ کا ذکر کیا اور وہ دور ہٹ گئی۔ پھر شیر کی شکل میں آیا اور دوسرے درندوں کی صورت میں آیا مگر اس نے ذکر اللہ کیا اور اسکو خاطر میں بھی نہیں لایا پھر سانپ بن گیا وہ عابد نماز پڑھ رہا تھا تو اسکے پاؤں میں لپٹ گیا

اور چڑھتے چڑھتے سر تک پہونچا اور جب اس نے سجدہ کرنا چاہا تو اسکی پیشانی پر آلگا اور جب اس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھی تو اس نے اپنا منھ کھولا تا کہ اسکو کاٹ لے یا اسکے سر کو لقمہ بنالے یہ عابد اسکو ہاتھ سے ہٹانے لگا تاکہ سجدہ کرسکے جب نماز سے فارغ ہوا اور اپنی قیام گاہ پر لوٹ گیا تو اسکے پاس شیطان آیا اور کہا کہ یہ سب معاملات میں نے آپ کے ساتھ کئے تھے لیکن میں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اس لئے اب میں نے سوچا ہے کہ آپ کے ساتھ دوستی کرلوں اور آج کے بعد اب کبھی آپکو بھکانے اور گمراہ کرنے کا ارادہ بھی نہ کروں ۔ عابد نے جواب دیا کہ بحمداللہ مجھے نہ تو اسدن تیرے ڈرانے کا کچھ خوف ہوا جب تو نے ڈرایا تھا اور نہ آج ہی مجھے تیری دوستی کی کچھ حاجت ہے (جا اپنا کام کر) ابلیس نے کہا کہ مجھ سے آپ اپنے بال بچوں کا حال تو پوچھ لیجئے کہ آپ کے چلے آنے کے بعد انکا کیا حشر ہوا؟ عابد نے کہا میں ان لوگوں سے پہلے ہی دنیا سے چلا جاؤں گا ۔ ابلیس نے کہا اچھا آپ مجھ سے یہی دریافت کرلیجئے کہ میں بنی آدم کو کس طرح گمراہ کرتا ہوں ؟ عابد نے کہا ہاں یہ کام کی بات ہے ۔ بتلاؤ تمھاری گمراہی کے کون کون سے ہتھکنڈے ہیں ؟ اس نے کہا تین چیزیں ہیں جن سے میں ابن آدم کو گمراہ کرتا ہوں ۔ شح یعنی حرص، غضب اور اسکا نشہ کی حالت میں ہونا اسلئے کہ انسان جب حریص اور بخیل ہوتا ہے تو میں اسکی نگاہوں میں اسکے مال کو کم دکھلاتا ہوں لہٰذا وہ اسکے حقوق واجبہ کے ادا کرنے سے رک جاتا ہے اور لوگوں کے اموال میں اسکو رغبت دلاتا ہوں اور آدمی جب غصہ ور ہوتا ہے تو وہ ہمارے ہاتھوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے بچوں کے ہاتھوں میں گیند کہ وہ ادہر ادہر اسکو اچھالتے پھرتے ہیں چنانچہ اگر کوئی انسان مردہ بھی زندہ کرکے اسکو اپنی جانب بلائے تو وہ جانیوالا نہیں اسلئے کہ اسکا الٹ پھیر کرنا صرف ایک کلمہ کے ذریعہ میرے قبضہ میں ہوتا ہے ۔ اور جب وہ نشہ کی حالت میں ہوتا ہے تو ہر برائی سے قریب ہو جاتا ہے اور اسکی جانب اسطرح ہانکا جا سکتا ہے جیسے کان پکڑ کر بھیڑ لیجائی جاتی ہے ۔

(باقی آئندہ)

(بنام حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط[1] آپ کا موصول ہوکر کاشف مافیہ ہوا۔ اگر یہ خوف وحزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے بزرگوں اسی خوف سے بڑی شدت سے قبض واقع ہوا ہے حتیٰ کہ بعض نے جان بھی دی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت — کاسماں برفرق ایشاں خاک ریخت

---

[1] حاشیہ: خط آپ کا موصول ہوکر کاشف مافیہ ہوا الخ - یہ مکتوب حضرت گنگوہیؒ کا حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے عریضہ کا جواب ہے حضرت تھانوی رحؒ اپنے کسی باطنی عقبہ کا ذکر حضرت گنگوہی کی خدمت میں پیش کرکے طالب سکون ہوئے تو حضرت قدس سرہٗ نے بھی جواب سے پوری تسکین فرمادی۔ راقم عرض کرتا ہے کہ غالباً یہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے تعلق کے بعد ہی کا واقعہ ہے لیکن حضرت حاجی صاحبؒ چونکہ ہند سے بہت دور مقیم تھے اسلئے حضرت تھانویؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت لے لی ہوگی کہ اگر فوری طور پر کوئی بات طریق کی دریافت کرنی ہو تو حضرت گنگوہی کی خدمت میں پیش کرکے اطمینان کرلیا کروں۔ اور بات یہ ہے کہ حضرت تھانوی کو حضرت گنگوہی سے بہت مناسبت بھی تھی اور حضرت کا طریق پسند بھی تھا چنانچہ کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے اپنے زمانۂ طالبعلمی میں ایک بار حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں بیعت کی درخواست بھی کی تھی لیکن حضرت قدس سرہٗ نے یہ کہکر واپس فرمادیا کہ — "میں طالبعلموں کو بیعت نہیں کیا کرتا' دو کام ایک وقت میں کرنے سے نہ یہ ہوتا ہے نہ وہ ہوتا ہے" — اور یہ بھی دیکھا کہ حضرت گنگوہیؒ جب حج کو تشریف لیجانے لگے تو انھیں کے بدست حضرت تھانوی نے ایک عریضہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کیا اسمیں یہ بھی لکھا کہ میں نے حضرت گنگوہی سے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی حضرت نے طالبعلمی کے عذر سے انکار فرمادیا اگر حضرت اقدس حضرت مولانا سے سفارش فرمادینگے تو ہوسکتا ہے

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے تشکر ہے نہ جائے غم ؛ امام غزالیؒ اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء انکے علاج سے عاجز ہو گئے آخر ایک یہودی طبیب نے انکو دیکھا اور تشخیص کی کہ انکو کوئی حسی مرض نہیں ہے بلکہ خوف آخرت ہے اسکا کوئی علاج نہیں ہے۔ پس مژدہ ہو کہ حق تعالےٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت

کہ میری تمنا پوری ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے اسکے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ مولانا نے بیعت نہیں کیا تو خیر میں تمھیں بیعت کرتا ہوں اور کبھی موقع ملے تو کچھ دنوں کے لئے میرے پاس آ جانا چنانچہ حضرت تھانوی جب حج کو تشریف لے گئے تو چھ ماہ تک حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور وہیں راہ سلوک تمام فرمالیا۔ اور حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء میں سے جو مقام عز و شرف حضرت کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا وہ سب کو معلوم ہی ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

ص۸۱ کا حاشیہ : اگر یہ خوف و حزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے الخ ـــ ناقم عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانویؒ پر کسی وقت باطنی قبض کا غلبہ ہوا اور اسکی وجہ سے ظاہر ہے کہ اعمال سے لطف و لذت سب جاتا رہتا ہے ہر وقت ایک غم اور حزن طبیعت پر طاری رہتا ہے ایسا کہ بعض حضرات نے اسی میں جان تک دیدی ہے چنانچہ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بہت سے صدیقین کی اسی خیال سے جان تک نکل گئی ہے کہ آسمان نے اُنکے سروں پر خاک برسائی ہے (یعنی انکو ایسا معلوم ہوا کہ انکی تمام تر محنت اور اعمال سب اکارت ہو گئے اور ان کے حصے میں بس آسمان سے برسی ہوئی صرف خاک آئی ہے اسی رنج و غم میں انھوں نے خود کو ختم ہی کرڈالا)۔ اس خط میں حضرت تھانویؒ کے اسی حال پر حضرت گنگوہیؒ نے انکو تسلی دی ہے کہ میاں! کڑھنے اور گھٹنے کی کیا ضرورت ہے یہ دیکھو کہ خوف و حزن جو آپ پر طاری ہے کیوں ہے؟ اگر اسکا سبب امور آخرت ہے تب تو یہ مبارک حال ہے اور محمود ہے اور اگر کسی اور وجہ سے ہے تو بدون اس وجہ

کی موت شہادت کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اسکا جواب بدون دریافت حقیقت حال کے میں نہیں لکھ سکتا۔ اور یہاں آنے کے باب میں آپ جو استفسار فرماتے ہیں تو بقول ے ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند ۔ مگر معہذا اگر آپ تشریف لا دینگے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت صلحا جس قدر میسر آوے غنیمت ہے ۔ نقط ۔ والسلام ۔

(۳۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید ۔ بحمدہ تعالےٰ بخیریت ہے آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی ۔ میں آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں اور ہر سہ امور مستفسرہ کا جواب لکھواتا ہوں ۔ وسوسۂ مذکورہ میں اندیشہ سوء خاتمہ بھی منجملہ اوہام ہے اسکو حق الوسع دفع کرتے رہیں اور اجر و تکفیر بھی یقینی ہے انشاء اللہ تعالےٰ ۔ اور سفر حج جس طرح پر اور جس راستہ کو اور جس قسم سے چاہیں اللہ کے نام پر مصمم فرما دیں اور اسمیں حیلہ سے کچھ اندیشہ و باک نہ فرما دیں اور جب قصد مصمم ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرما دیں کہ بندہ بھی ایک عریضہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہے ۔ اور دوسری صورت میں کانپور ہی قیام مناسب ہے ۔ فقط ۔ والسلام ۔

۱۵/ شعبان ۱۳۱۶ھ

میرے معلوم کئے میں کیا جواب دے سکتا ہوں، وہ وجہ لکھے ۔

رہا یہ کہ آپ نے یہاں میرے پاس آنے کی جو اجازت لی ہے تو اسکے متعلق کہتا ہوں

ع ۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند (یہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طبعی تواضع ہے) ۔

اس بات کے سمجھنے کے بعد بھی اگر آپ تشریف لانا ہی چاہیں گے تو تشریف لائیے آپ کو نفع نہ پہونچا سکونگا تو کم از کم آپ ہی سے امید نفع رکھتا ہوں ۔ صحبت صلحا جس قدر میسر آوے غنیمت ہے

سبحان اللہ کیا بزرگ تھے اور کیسے انکے احوال تھے ۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کا آنکی زبان سے نکلے ہوئے کلمات میں موجود ہے کچھ حصہ ہم ناتوانوں کو بھی نصیب فرمائے آمین ۔

(بنام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہٗ)

اول ایک عرضداشت حضرت مولانا انبہٹوی کی ہدیۂ ناظرین ہے اسکے بعد وہ کرامت نامہ مخدوم العالم قدس سرہٗ کا درج کرتا ہوں جو جواباً صادر ہوا بعد ازاں بقیہ والا نامجات مسلسل ہدیۂ ناظرین ہیں ـــ عرضداشت یہ ہے :-

۱ (از مولانا خلیل احمد صاحب) ـ حضرت سیدی و مولائی وسیلہ یومی و غدی ادام اللہ ظلال برکاتکم ـ کمترین غلامان کہترین عتبہ بوسان ننگ خدام خلیل[عفی] تبلیغ تحیات و تسلیمات کے بعد ملتمس عرضداشت ہے عرصہ سے ارادہ ہوتا تھا کہ اپنا ناکارہ حال پر از حزن و ملال عرض کروں مگر جرأت گستاخی اور توسط وسایط کا خلجان وبال جان ہوکر مانع ہوتا رہا ہے ـ پہلے تو اس وجود منبسط کے ساتھ بطفیل توجہات وابستگی ہوکر ایک گونہ طفل تسلی ہوگئی تھی مگر ایام صیام مبارک سے اس گرداب حیرت میں مبتلا ہوں کہ کیا عرض کروں ؟ بجائے قرب دوصال بُعد و مہجوری، صرف فقد حال ہی نہیں بلکہ مضیق ہوگیا کہ نہ کوئی صورت قرب ہے نہ وصال ہے

عہ قولہ : کمترین غلامان کہترین عتبہ بوسان، ننگ خدام الخ ـ راقم عرض کرتا ہے کہ یہ عریضہ حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ سابق مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کا ہے ـ اس کے بعد ۱۱ خطوط حضرت گنگوہیؒ کے مولاناؒ ہی کے خطوط کے جوابات ہیں ـ اس خط میں مولانا خلیل احمد صاحب کی تواضع کہ اپنے شیخ کی خدمت میں خود کو کیا سمجھتے تھے نمایاں ہے القاب ہی میں فرماتے ہیں کہ حضرت کا کمترین غلام اور حضرت کی چوکھٹ کے بوسہ دینے والوں میں کا ایک ادنیٰ خادم اور حضرت کے جملہ مسترشدین کو کلی اپنی بدحالی سے بدنام کنندہ ذلیل خلیل سلام و تحیات مسنون پیش کرکے التماس کرتا ہے کہ ـــ عرصہ سے خیال ہوتا تھا کہ حضرت والا کی خدمت میں کچھ اپنا حال پیش کروں لیکن کچھ تو یہ خیال کہ کہیں یہ جرأت اور گستاخی نہ ہو اور یہ غیرت کہ اور دوسروں پر اپنا حال ظاہر کرنا باعث شرم و خلجان ہو رہا تھا

مشاہدہ ہے "مالی ولرب الارباب جل وعلیٰ شانہٗ" ابتدار سے اسوقت تک گو
کبھی اس ناکارہ سے کچھ نہ ہوسکا پر لطفِ خداوندی جل شانہٗ بطفیل توجہاتِ غریب نواز
شاملِ حال رہا ہمیشہ امتثالِ اوامر میں مقصر رہا پر حضرت غریب نواز نے اپنی ذرہ نوازی
کم نفرمائی اسی وجہ سے کچھ ہمت بندھی رہی اب اسوقت گر ہمت ٹوٹی جاتی ہے
بلکہ ٹوٹ گئی سچ ہے ماعرفناک حق معرفتک جو چیز خیال کیجاتی ہے غیر
نظر آتی ہے۔ انوار غیر ہیں۔ وجود غیر ہے۔ حیرت غیر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ
بے کیف ادراک ہو پر محال نظر آتا ہے بے کیف ادراک نہیں ہوتا اور جو ادراک
ہوتا ہے وہ مکیف۔ ع۔ ڈھونڈھنے تجھکو بتا جاؤں کہاں۔ غرض عجب اڈیٹرن

مانع ہوتا رہا "توسط وسائط" سے یہی مراد ہے۔ کیونکہ آخر عمر میں حضرت گنگوہیؒ کی بینائی
جاتی رہی تھی اور آنے والے خطوط کا سننا اور اسکا جواب لکھوانا کسی دوسرے کے واسطے
سے ہوا کرتا تھا تو مولانا کو یہ خیال اور خلجان ہوا کہ شیخ تو اپنا روحانی طبیب ہی ہوتا ہے اس سے
اپنا حال کیا چھپانا ع نتواں نہفت حال از طبیبان۔ لیکن دوسروں کو واقف کرنا کیا ضرور کہ بزرگوں
کا مقولہ ہے ع "با مدعی مگوئید اسرارِ عشق ومستی" اسلئے خلجان تھا کہ کیا کروں اور کس طرح
صرف حضرت کے گوش گذار کروں غیرہ اُسے ظاہر نکروں۔ واللہ اعلم۔
(اور حضرت مولاناؒ کا یہ خلجان صحیح بھی تھا اسلئے کہ کسی کے حالات جب شیخ کے
علاوہ دوسرے کو معلوم ہوجاتے ہیں تو بوجہ قلت دیانت وحفظ امانت وہ اس راز کو
اپنے ہی تک محدود نہیں رکھتا بلکہ دوسروں سے بھی تذکرہ اسکا کردیتا ہے پھر بہت سے
لوگ کم ہمت ہوتے ہیں خود ان مراتب تک پہونچنے کی انکو ہمت اور طاقت نہیں ہوتی لہٰذا
خود اس صاحب حال سے اولاً تو بدگمانی پھر اسکے احوال کا تجسس پھر غیبت وغیرہ رذائل
پیدا ہوکر آخر میں اس سے بغض وعداوت ہوجاتی ہے اور قلب میں کینہ تک پیدا ہوجاتا ہے
اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان رذائل سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

میں طبیعت بتلا رہتی ہے اور نظر لطف کی امیدواری - ابتدائے حال میں تو وجود کی چادر پارہ پارہ معلوم ہوتی تھی اب تلاش سے بھی کہیں پتہ نہیں ملتا کان لم یکن شیئاً مذکورا مگر اس حیرت کے ساتھ ایک تاریکی محسوس ہوتی ہے جو حوالیٔ قلب میں ایک جانب معلوم ہوتی باایںہمہ الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور قائم ہے اور باطن قلب میں انشراح ہے - زیادہ جرأت سمع خراشی گستاخی ہے اگر اسکے متعلق خادم کے لئے کوئی کلمہ مبارک لکھنا مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں کہ موجب طمانیت و تسلی ہو ؎

کر دو دیدہ و دل کے طبقے یہ روشن　　کہ ہو ایک رشکِ مہ چاردہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے　　منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو

عرضداشت کمترین غلاماں نظر لطف کا امیدوار

خلیل احمد عفی عنہ - سہارنپور - یوم جمعہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ نبوی

(۳۸) از بندہ رشید احمد عفی عنہ - بعد سلام مسنون آنکہ خط پہونچا حال معلوم ہوا جو کچھ آپ نے حیرت لکھی ہے وہ عین تقرب ہے " مقرباں را بیش بود حیرانی " بزرگان دین فرما گئے ہیں اور ذات حق تعالے ادراک سے مبرا ہے لا تدرکہ الابصار قلب و عقل بشر ادراک سے عاجز ہے ؎

دوربینانِ بارگاہ الست　　غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

وہ ذات ہستیٔ مطلق ہے کہ ہستی و اطلاق سے بھی بالاتر ہے - اطلاق کو بھی وہاں گنجائش نہیں اور جو کچھ کسی کے قلب میں یا عقل میں آیا ہے یا آتا ہے وہ سب غیر ہے ذات پاک اس سے مبرا ہے پس ایسی حالت میں کسی کیف کا ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے - محض حضور حظ بندہ کا ہے اور بس سو الحمدللہ آپکو اس کا حصہ حاصل ہے ان تعبد ربك كانك تراه (الحدیث) مقصود سب کار ہے اور یہی مدعا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے جسقدر اس سے کسی کو میسر ہوا وہ ہی صاحب نصیب ہے سوا اسکے جو کچھ حالات ہیں وہ کوئی مقصد

ع۔ مشہور یوں ہے " ان تعبد اللہ " ممکن ہے ۴۶ھ کسی روایت میں بجائے اللہ کے ربک " بھی آیا ہو

ہیں۔ پس بحکم لئن شکرتم لازیدنکم نسبت حضور ہیں کوشش کرتے رہو
ر کسی شے کے طالب مت ہو، لطف حق کے امیدوار رہو کہ۔ مصرع۔
رہ ساقی ما ریخت عین الطافست"۔ فقط۔ والسلام بندہ کے واسطے کلی دعاء
کریں۔ اور بندہ آپ کے لئے دعاء کرتا ہے۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
(۳۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ
ہے آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہے۔ آج آپ کا خط خلوت میں پڑھا گیا
تک اسکے سننے کی نوبت نہیں آئی تھی لہٰذا مختصراً جواب لکھتا ہوں کہ طالب
حال جو کچھ خلوت میں ہوتا ہے جلوت میں نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ کوئی شغلہ
س وتدریس کا ہو، سو کیفیت اعتکاف رمضان کی برابر اب کیسے ہوسکتی ہے
ہر مبتدی و منتہی پر قبض و بسط کا ورود دائمی ہوتا ہے لہٰذا کسی وقت میں
طر کا پاش پاش ہونا اور کسی وقت ہجوم خواطر ہونا ضروری ہے پس جس وقت
م خاطر ہو اسوقت استغفار اور اظہار عجز و نیاز کرنا چاہیئے اور بوقت رفع خواطر

۔ قولہ: "آج آپ کا خط خلوت میں پڑھا گیا" الخ ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ
نے اپنے عریضہ میں لکھا تھا کہ توسط وسائط کا خلجان وبال جان ہوکر مانع رہا ۔ اور اسکے
یہ لکھا تھا کہ ۔۔۔ مگر ایام صیام مبارک سے اس گرداب حیرت میں مبتلا ہوں الخ
نچہ خط ۳۸ میں اس حیرت کا جواب حضرتؒ نے مرحمت فرمایا اور مکتوب ۳۹
توسط وسائط کے خلجان کو زائل فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آپ کا خط خلوت
پڑھا گیا اور آگے مولانا کے اس حال کا جواب ہے کہ بجائے قرب و وصال کے
د و مہجوری ۔ اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ دونوں حالات قبض و بسط کے ہیں
کہ طریق میں ہونا سالک راہ مولی کے لئے ضروری ہے اسکا علاج یہ ہے کہ قبض
استغفار کرنا چاہیئے اور حالت بسط ہو یعنی وساوس رفع ہوجاویں تو شکر
کرنا ہے۔

حمد و شکر لازم ہے اور حدیث انہ لیغان قلبی کل یوم سبعین مرۃ شاہد اسکی ہے اور انوار لطیفہ حس باطنی سے کلی محسوس نہیں ہوتے اور وہ حجب نوریہ جنکا ذکر حدیث میں ہے وہ وجود منبسط کے غیر ہیں۔ فقط۔ باقی زبانی کہا جائے گا۔
والسلام۔ مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۱۵ھ۔

(۴۰) (از سفر حج) آپ کا نامہ آیا یاد الفت کو دلایا۔ تم کو ذخیرۂ خیرات جانتا ہوں۔ تم قابل فراموشی نہیں ہو۔ دعاء کا طالب ہوں۔ سہ شنبہ ۱۲ کو یہاں آیا تھا کرایہ ٹوتک فی ۵ تھا اب ساٹھ کو نوبت پہونچی آج ہماری چٹھی کلی ہوگئی مگر اسوقت تک یہ تحقیق نہیں ہوا کہ کسقدر میں ہوئی یہ مولوی عنایت اللہ صاحب کی عنایات سے چٹھی وصول ہوگئی۔ روپیہ پھر شام تک دیا جاوے گا۔ اسوقت سیٹھ اسی اور سو روپئے ٹوتک کے مانگتا ہے جمعہ ۶ اکتوبر کو روانگی جہاز ٹھیری ہے اگرچہ وقت تنگ ہے مگر مذاق تیز روی جہاز کے سب مقر ہیں اگر مرضی مالک تعالیٰ شانہ ہے تو قبل حج فائز مکہ ہوجاویں گے ورنہ جو کچھ رضا ہے اس پر رضا ہے۔ منشی تجمل حسین، عبداللہ، شاہ محمد یعقوب، امیر شاہ وغیرہم سب سلام علیک کہتے ہیں۔ تاریخ کا حال اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تحقیق کیا جاوے گا۔ فقط۔ جو میرے واقف ہوں انکو سلام علیک پہونچے۔

۵۔ قولہ: "تم کو ذخیرہ خیرات جانتا ہوں" الخ
راقم عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ حضرتؒ سے اپنے لئے دعاء کے طالب ہوئے تھے اسپر تحریر فرمایا کہ آپ کا خط آیا محبت کی یاد تازہ ہوئی آپ کو تو میں اپنے لئے ذخیرۂ خیرات جانتا ہوں آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔

Regd. No.I 2/9/AD-111
Monthly
June 1986
WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

Rs. 24/-

Rs. 45/-

شمارہ ۷ جولائی ۱۹۸۵ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۲، بخشی بازار الٰہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ

جلد ۲۸ | شمارہ ۷ | شوال المکرم ۱۴۰۵ھ مطابق جولائی ۱۹۸۵ء

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ منجملہ علامات قیامت کے ایک یہ بھی ہے کہ زمانہ یعنی وقت بہت تیزی کے ساتھ گذرتا ہوا معلوم ہوگا ایک دن اس طرح گذر جائیگا جیسے ایک ساعت گذر جائے اور ایک ہفتہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک دن گذر رہا ہے اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ اور ایک سال اس طرح گذر جائیگا جیسے ابھی ایک ہی مہینہ گذرا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی آج روز روشن کی طرح صادق نظر آرہی ہے۔ ابھی کتنی مدت گذری ہے کہ سال کے افتتاح کا اور زر تعاون کے اختتام کا اعلان کیا گیا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ جولائی کا مہینہ بھی آگیا اور رسالہ کی دوسری ششماہی بھی شروع ہوگئی جن حضرات نے ششماہی اول ہی کا چندہ دیا ہے ان کے ذمہ دوسری ششماہی کا مطالبہ عائد ہوگیا اور جن حضرات نے ابتک سال رواں کا چندہ ہی نہیں عنایت فرمایا ہے انکو مزید یاد دہانی کی ضرورت پیش آگئی۔ اسی طرح سے جن حضرات کے نام بنڈل رجسٹری جاتا ہے انکو بھی متوجہ کرنا ہے کہ سال رواں کا حساب جلد روانہ فرمائیں اور اب اس سلسلہ میں مزید تاخیر روا نہ فرمائیں۔

حضرت مصلح الامۃ کا قائم فرمودہ مدرسہ وصیۃ العلوم بخشی بازار۔ الہ آباد بھی اپنا ایک تعلیمی سال شوال ۱۴۰۴ھ لغایۃ شعبان ۱۴۰۵ھ پورا کر کے بند رہا اور اب انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ر شوال مطابق یکم جولائی ۸۵ء کو کھل بھی جائے گا۔ امسال جو طلبہ جلالین اور ہدایہ کے اسباق میں شریک رہے وہ اب یہاں کی تعلیم سے فارغ ہو کر دیو بند یا سہارنپور (مظاہر علوم) اپنی تکمیل کے لئے جائیں گے۔ مدرسۂ ہذا میں سردست درجۂ حفظ کے لئے دو حافظ۔ درجۂ تجوید کے لئے ایک قاری صاحب درجہ فارسی کے لئے ایک مدرس اور ابتدائی درجات کیلئے دو مدرسین کے علاوہ عربی درجات کیلئے سات حضرات (فارغین درس نظامیہ) موجود ہیں۔ نیز اس سال تقریباً ۶۵ طلبہ کو مطبخ سے کھانا جاری کیا گیا اور انکو امداد بھی دی گئی

اور جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ امسال تعمیر مدرسہ اور توسیع مسجد کا کام بھی نسبتہً زیادہ پیش آیا جو اب تک جاری ہے درمیان میں عید الفطر کے انتظامات کے سلسلہ میں چند دنوں کام بند رہا اب انشاء اللہ پھر جاری ہو جائے گا۔

اسباب و ذرائع تعمیر کے سلسلہ میں توکل کا نام لینا تو چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہوگا تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحمد اللہ اب تک اپنے اسلاف کے توکل کی نقل جاری ہے کہ یہاں نہ کوئی سفیر ہے نہ رسید ہے۔ لوگوں کے علم میں یہ آیا گیا کہ مسجد کی توسیع، مدرسہ اور پھاٹک کی تعمیر اور اس سے متصل ایک مینار بنانے کی تجویز ہے۔ اس کے بعد جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی انھوں نے شرکت کی اور کام شروع کر دیا گیا یہی سلسلہ اب تک جاری ہے چندہ کی نہ تو عمومی تحریک کی گئی جیسی کہ فی زمانہ رائج ہے اور نہ کسی سے بجبر کچھ حاصل کرنے کی کوشش رہی بس اپنی خوشی سے ضرورت کے علم و مشاہدے کے بعد جس نے جو کچھ پیش کر دیا اسکو قبول کر لیا گیا۔ باقی جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ جب کسی کا مکان بنتا ہے تو پڑوسی کے پیٹ میں درد ہوتا ہی ہے، ایسے بھی واقعات بعض مہربانوں کے سنے گئے۔ اب خدا کا گھر بنے اور کسی کے پیٹ میں درد ہو تو اسکا کیا علاج؟ تاہم عام طور سے بحمد اللہ اہل محلہ نے اہل شہر نے اور باہر کے حضرات نے کافی تعاون فرمایا ہم اسکے لئے ان سب حضرات کے شکر گذار ہیں جزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین احسن الجزاء۔ علاوہ مالی چندہ کے اہل محلہ نے تو جسمانی اور بدنی طور سے بھی بہت کام کیا خصوصاً بنیاد رکھنے کے بعد ایک دن رات میں جب بارش ہو گئی اور بنیاد میں پانی بھر گیا اسوقت جناب مخدومی قاری محمد مبین صاحب کے ابتدار فرمانے اور عملی تحریک پر نہ صرف مسجد کے تمام نمازی بلکہ سب طلبہ اور مہمانان خانقاہ اور اہل محلہ نے جس خلوص کا ثبوت دیا وہ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا مینارہ کی بنیاد جو اسوقت ایک کنوئیں کی گہرائی سے کم نہ تھی وہ بھی پانی سے لبریز ہو گئی عشاء کے بعد سے تقریباً رات کے دو بجے تک مسلسل لوگ لگے رہے اور سارا پانی نکال دیا۔

اللہ تعالیٰ جلد اسکی تکمیل فرما دے کیونکہ ابھی مینارہ پر سنگ مرمر کے چوکے بھی لگنے باقی ہیں نیز پھاٹک کی تکمیل باقی ہے اور مسجد کا اضافہ کیا ہوا فرش، اور مدرسہ کی ساری عمارت

کا پلاسٹر ہونا بھی باقی ہے یہ سب امور ہنوز اہل خیر حضرات کی توجہ چاہتے ہیں۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

گذشتہ شمارہ میں عرض کیا گیا تھا کہ حضرت مخدوم و محترم جناب قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کا ایک آپریشن قبل رمضان بمبئی میں ہوا تھا اور الحمد للہ کامیاب ہوا تھا اسی سلسلہ میں عرض کرنا ہے کہ قاری صاحب موصوف اب مکان پر یعنی کرلا (بمبئی) میں تشریف رکھتے ہیں رو بصحت ہیں تاہم ابھی بیٹھکر ہی نماز ادا فرماتے ہیں اور جھکنے میں ابھی آپریشن مقام پر کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جلد حضرت قاری صاحب کو صحت کاملہ مستقلہ عطا فرماکر الہ آباد واپس لائے۔ مدرسہ بھی کھلنے والا ہے اور مسجد کا کام بھی نامکمل رہ گیا ہے اور اہل الہ آباد کو حضرت قاری صاحب مدظلہ کی مجلس سے بھی طویل محرومی ہو رہی ہے۔

یوں الحمد للہ حضرت قاری صاحب مدظلہ کی عدم موجودگی میں مجلس ایک دن کے لئے بھی بند نہیں ہوئی حتیٰ کہ رمضان شریف میں بھی روزانہ ہوتی رہی اور مخلصین حضرات تشریف لاتے رہے اور نفع بھی محسوس کرتے رہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

گذارشات بالا کی روشنی میں ناظرین کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ الحمد للہ حضرت اقدسؒ کی ہر سہ امانت اور یادگار یعنی مسجد۔ مدرسہ اور خانقاہ سب اپنے اپنے مشاغل سے پُر ہیں۔ اور حسب استطاعت حق تعالیٰ حضرت قاری صاحب موصوف سے ہر صیغہ میں نمایاں کام لے رہے ہیں فللہ الحمد و الشکر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان یادگار ثلثہ کے ساتھ تعاون کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔

والسلام
(ادارہ)

قال اللہ تعالیٰ

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اور انکو جنت میں داخل کریگا جسکی انکو پہچان کرادیگا، اور فرمایا کہ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا

چوں آیۂ اولیٰ دال است بر ترغیب جنت و ثانیہ بر ترہیب از نار اولاً و بر ترغیب جنت ثانیاً

بناءً علیہ ۔ رسالۂ نافعہ برائے اہل ایمان

مسمّٰی بہ

اِیْقَاظُ الْاَفْکَارِ بِذِکْرِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

حصۂ دُوم

از افادات

مُرشدنا و مقتدانا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

حالا بقلم راقم جامی تبیض شدہ در رسالہ وصیۃ العرفان الہ آباد زیور طبع پوشید

شوال ۱۴۰۵ھ مطابق جولائی ۱۹۸۵ء

۷۸۶

مقدمہ

(از مرتب)

حضرت اقدس مصلح الامت نور اللہ مرقدہٗ کا اپنا مزاج تو یہ تھا کہ ابتداءً اپنے کسی ملفو
یا مضمون کو طبع کرانے کی اجازت ہی نہ مرحمت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس شخص کو
مضمون پسند ہو وہ میرے ان لوگوں سے جنھیں میں نے لکھنے پر مامور ہی کیا ہے اور
لکھکر مجھے دکھا بھی لیتے ہیں ان سے نقل کر لیا کرے۔ پھر اس سلسلہ میں اور بھی تعمیم ہو
اور بعض مضمون اس قابل ہو تا کہ ہر طالب و مسترشد کو اس سے واقف کر دیا جائے تو اس
نقل کر کر کے طالبین کے خطوط میں بھیجا جانے لگا۔ ظاہر ہے کہ یہ شکل دقت طلب تھ
اور پھر بعض اور دوسرے اسباب بھی پیدا ہو گئے جنکی بنار پر طباعت کی اجازت
مل گئی چنانچہ حضرت اقدس کے یہاں جن مضامین پر زور دیا جاتا تھا مثلاً اخلاص ا
نفاق کی بحث۔ فکر اصلاح اور اخلاق کی تحصیل۔ معمولات کی پابندی اور معاملا
کی درستگی۔ عظمت کتاب اللہ اور تلاوت کلام اللہ۔ طلب دین اور اعتقاد حق
کا اہتمام۔ انکار کی مذمت۔ فکر آخرت۔ شوق جنت۔ خوف دوزخ۔ مال اور د
کی حقیقت اور اسکی ضرورت۔ دعار کی حاجت اور اس سلسلہ میں حدیث شریف میں
آئی ہوئی دعاؤں کا ذکر اور انکی مختصر شرح بالخصوص طلب جنت اور نجات از دوز
کے عنوان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں وغیرہ وغیرہ

ان مضامین کو اکثر و بیشتر بیان فرماتے تھے جو بشکل ملفوظات ضبط تحریر میں لے آ
جاتے تھے۔ چنانچہ یہی سرمایہ تھا جو پہلے "معرفت حق" کے نام سے شائ
ہوتا رہا اور وہ بحمد اللہ چودہ پندرہ سال تک چلا لیکن اسکے بعد بعض حالا
کی بنا پر اسکی جگہ "وصیۃ العرفان" نے لے لی اور اب آٹھ سال سے اسک
صفحات میں ناظرین اسی ذخیرہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس
نفع عام و تام فرما دے۔

ان کے علاوہ بعض مضامین ایسے بھی جمع ہوگئے جو مستقل کتابی صورت
بھی شایع ہوئے اور متعدد بار طبع ہوئے۔ بالآخر حضرت اقدس کی ان سب
یفات کو یکجا شایع کرنا مناسب معلوم ہوا چنانچہ اب وہ سب " تالیفات
لح الامتؒ " کے نام سے پانچ حصوں میں منقسم کرکے ان میں سے چار حصے
یع کردیئے گئے ہیں۔ پانچواں ابھی شائع نہیں ہوسکا ہے۔ اس طرح سے
آج جو شخص حضرت مصلح الامتؒ کی تمام تصنیفات اور ملفوظات سے مستفید
ا چاہے تو رسالہ معرفت حق از دسمبر ۱۹۶۳ء تا جون ۱۹۶۸ء اور رسالہ وصیۃ العرفان
جولائی ۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۵ء (اور چونکہ یہ رسالہ آج بھی جاری ہے لہٰذا تا آخر)
تالیفات مصلح الامت کی سب جلدیں اپنے مطالعہ میں رکھے، انشاء اللہ
رتؒ کے علوم و معارف کے ایک معتد بہ حصہ سے واقف ہوجائے گا۔

پیش نظر مضمون " ایقاظ الافکار بذکر الجنۃ والنار " (یعنی جنت و دوزخ
ذکرہ سے فکر و احساسِ مومن کو ابھارنا اور بیدار کرنا) کے سبب تالیف کو بیان
نے سے پہلے اس بات کا بیان کردینا ضروری ہے کہ — حضرت اقدس
للہ مرقدہٗ کا کسی رسالہ کے جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کے متعلق کیا طریقہ تھا
یہ اس سلسلہ میں صرف ایک عالم (حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہٗ) سے
سے ایکبار دریافت فرمایا کہ حضرت کے روز و شب کے مشاغل اور معمولات ظاہری ہیں
و تشدد رکھنے والوں سے ملنا ملانا اور ہر ایک سے گفتگو کرنا اور عام مجلس نیز خصوصی ملاقاتوں میں
بھی کبھی ایک ایک دو دو گھنٹہ بیان فرماتے رہنا۔ نیز راحت کے اوقات میں خلوت
تنہائی کے ساتھ آرام فرمانا، پھر طلبہ کو متعدد کتابوں کا درس دینا یہ تمام تر اتنے مشاغل
لا انکے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا کام نہایت ہی مشکل ہے پھر یہ حضرت والا نے
نی بڑی ضخیم متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں وہ کب اور کیسے فرمائی ہیں؟ راقم نے عرض کیا
ضرت اقدس کا طریقہ تالیفِ کتب کے بارے میں عام تصنیفی طریقہ سے مختلف ہے وہ یہ کہ
رت والا نے مستقل طور پر بیٹھکر کوئی کتاب نہیں لکھی بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جس مضمون پر کچھ فرماتے

ہیں اور بوجہ اہمیت کے یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ وہ ایک مستقل کتاب بنجائے تو اسکو اہتمام کے ساتھ لکھواتے بھی ہیں اور بار بار ہر مجلس میں اور ہر آنے والے اہل علم کے سامنے اس مضمون کا اعادہ فرماتے رہتے ہیں اور کسی ایک کتاب کی عبارت سے متعلق جو شرح فرمانا چاہتے ہیں فرما دیتے ہیں پھر دوسری کتاب میں اسی مضمون کے متعلق کوئی عبارت ہوئی تو اسے بھی سنا دیا اور لکھوا دیا اسی طرح سے ایک مضمون کے تمام گوشے پورے فرماتے رہتے ہیں اور ہدایت فرماتے رہتے ہیں کہ فلاں عبارت کے بعد اور فلاں کتاب کے مضمون سے پہلے اس کو رکھا جائے پھر راقم سے (یا کبھی کسی اور سے بھی) فرماتے کہ سب کو مناسب ترتیب کے ساتھ جمع کرلو اور مجھے سناؤ چنانچہ مضمون کو مرتب اور مجتمع کرکے سنا دیا جاتا تھا پھر اس میں حضرت اقدس اپنے قلم سے اصلاح فرما دیتے تھے کبھی تقدیم و تاخیر کو تبدیل فرماتے کبھی کسی جز کو حذف فرماتے کسی کا اضافہ فرماتے پھر وہ مضمون اکثر مجلس میں سنواتے اس طرح سے جب وہ بن کر نکھر کر مکمل ہو جاتا تو فرماتے کہ ہاں اب اسکو شایع کرادو، یہ انداز ہوتا تھا حضرت کے تصنیف و تالیف کا۔

اب اس صورت میں کبھی ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ حضرت والا نے ایک مضمون سے متعلق چند باتیں لکھوائیں اور دوسرا اس سے اہم مضمون ذہن میں آگیا تو اسی درمیان میں وہ شروع ہوگیا اور پہلا رک گیا چنانچہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ اس پہلے طویل مضمون سے ایک مختصر حصہ انتخاب کرکے شایع کر دیا گیا اور طویل کو کسی دوسرے وقت فرصت کیلئے اٹھا رکھا گیا پھر کبھی یاد آگیا تو اسکی تکمیل فرما دی گئی —— اور کام کی کثرت کیوجہ سے اگر ذہن کو اس سے ذہول ہوا تو وہ پھر رہ ہی گیا۔

چنانچہ پیش نظر مضمون بھی اسی قبیل سے تھا کہ فتحپور تال نرجا کے قیام کے دوران حضرت اقدس نے ایک بار جنت و دوزخ پر کچھ بیان فرمایا اور فوری طور پر الفاظ الافکار کے نام سے شایع بھی ہوگیا لیکن حضرت اقدس کے ذوق کو اس اتنے سے تسلی نہیں ہوئی اسلئے راقم سے اور مولوی عبدالحلیم صاحب سے فرمایا کہ قرآن شریف میں سے ان آیات کو ایک جگہ جمع کرلو جن میں جنت اور نعماء جنت کا تذکرہ ہے۔ (باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۲۴۴)

ال : عنایات باری تعالیٰ شامل حال ہے ۔ دلجمعی حاصل ہے ۔ قلبی حالات وکیفیات
ں ترقی ہوتی جارہی ہے ۔ کبھی کبھی صبح ذکر یا تلاوت قرآن عظیم کے وقت قلب پر
رکی بارش ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
ال : جس کے برداشت کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا ہوں ۔
ق : اللہ تعالیٰ برداشت عطا فرمائیں ۔
ل : قرآن مجید میں لطف محسوس کرتا ہوں زیادتی کا طالب ہوں ۔
ق : اللہ تعالےٰ زیادہ دے ۔
ل : ایسے ایسے آیات دبینات ہیں کہ دل بے تحاشہ یہ کہدیتا ہے کہ یہ کلام ربانی ہے
ی تلاوت کا فیض ہے کہ معمولی معمولی چیزوں میں خداوند قدوس کی قدرت کا کمال
ر آتا ہے بے چون دچرا اسکی بندگی کا جی چاہتا ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
ل : مگر افسوس ہے کہ ہوائے نفسانی سنگ راہ ہوجاتی ہیں ۔ کیا کروں ایسا دل
اں سے لاؤں ؟ فکر میں ہوں ۔ حضرت والا ! میں اور میری فکر ہی کیا ۔ کچھ خدمت اقدس
ں لکھنا چاہتا ہوں اور ضرور لکھونگا ۔ حقیقت حال کو چھپانا میرا شیوہ نہیں ۔ "کل کے
ح تو آپ ہی ہیں " میں پہلے سے تھا قرآن کی تلاوت بھی کرتا تھا ، تفسیر جلالین اور
ناری شریف بھی بطور علم کے پڑھتا تھا مگر مجھے یہ حظ کبھی نصیب نہ ہوا ۔ اس علم
ں جلا ڈالنے والے آپ ہی تو ہیں ۔ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلنے والے
ب ہی تو ہیں ، تھوڑی بہت سوجھ بوجھ اور فکر جو ہوگئی ہے آپ ہی کی صحبت کا فیض
ہے ۔

نفس مع اپنے لواحق کے مغلوب ومقہور ہے مگر مع رذائل موجود ہے ۔ میں
ں روز متوگیا تھا وات کو وہیں مقیم رہا نماز تہجد ادا کرنے کے لئے ایک قریب کی مسجد
گیا پہلی ہی رکعت میں نفس نے خطاب کیا کہ تم بزرگ ہوگئے ہو ۔ مجھے یہ حرکت بہت

مشکل گذری۔ سخت تکلیف محسوس ہوئی دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد میں دیر تک بیٹھ گیا۔ بزرگی کی دلیل اس نے یہ دی کہ تم تنہا اس مسجد میں سفر کی حالت میں تہجد کی نماز ادا کر رہے ہو۔ حالانکہ آپ کے یہاں سے واپسی کے بعد ایسی حرکت پیش نہیں ہوئی تھی۔ یہ چکر اس نے اسلئے دیا کہ اس روز اسکو ایک کمزور سی دلیل مل گئی ورنہ میں تو برابر نماز تہجد ادا کرتا ہوں، فرق صرف اتنا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ہمارے علاوہ اور بزرگ تہجد کے وقت مسجد میں رہتے ہیں یہاں البتہ میں تنہا تھا جس کو نفس نے بزرگی کی دلیل بنایا، میں نے بڑی دیر تک اسکو سمجھایا اور یہ آیت تلاوت کی ان جھنم کانت مرصادا للطّٰغین مآبًا لّٰبثین فیھا احقابًا حضرت والا! میں اسکو وسوسہ نہیں سمجھا اسلئے کہ خطرات آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اور یہاں تو دعویٰ مع دلیل تھا اسلئے میرا گمان غالب یہی ہوا کہ یہ نفس ہے۔ حقیقت حال کو حضور بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

تحقیق: خوب سمجھایا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال: آپ کی تین باتیں برابر یاد رہتی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ برابر یاد رہینگی۔ دنیدار ایک روز کے لئے ہوا جاتا ہے یا ہمیشہ کے لئے؟ اگر آمدورفت میں دیر ہو جاتی ہے تو خط بھی نہیں روانہ کرتے۔ اور مکان پر جا کر کیا کروگے ـــ باتیں بہت ہی موثر ثابت ہوئیں ـــ تیسرے سوال کا جواب آج دے رہا ہوں کہ میں تو آپ کے تابع ہوں جو آنحضور کی مرضی ہوگی وہی کروں گا۔ تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ۔

(مکتوب ۴۲۵)

سوال: گذارش ہے کہ جب کوئی معصیت کرتا ہوں اور اس پر متنبہ ہوتا ہوں تو، توبہ کرتا ہوں، پھر وہی گناہ کر بیٹھتا ہوں

تحقیق: غلبۂ نفس سے اور گناہ کی اہمیت نہ ہونے سے کر بیٹھتے ہیں۔

سوال: جس سے قلب میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔

تحقیق: قلب کہاں نفس کی حکومت ہے۔

ال : کہ میری توبہ قبول نہیں ہوئی
تیق : یہ توبہ زبانی توبہ کہلاتی ہے دوبارہ جب اسکا موقع آوے اور ہمت کرے
جتناب کرے تو یہ اصلی توبہ کہلاتی ہے۔ ابھی تک آپ اسکو نہ سمجھے۔
ال : اور مایوسی طاری ہو جاتی ہے
ین : مایوسی میں مبتلا ہونا اس گناہ سے جس میں مبتلا ہیں بڑھکر ہے۔
ال : گویا توبہ پر استقامت نصیب نہیں ہوتی۔
تیق : توبہ ہو تو استقامت نصیب ہو، توبہ کہاں ہے ؟
ال : اور گناہ کے صدور کے وقت اگرچہ بڑا ہی گناہ ہو
بق : وہ بڑا گناہ کیا ہے ؟
ال : نفس کی تاویلات جیسے خدا کے غفور و درگذر وغیرہ کا شکار ہو جاتا ہوں۔
بق : اس تاویل کے بعد پھر کہاں توبہ کی توفیق ہو سکتی ہے۔
ال : پھر عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور گناہ کرتے وقت یہ ہوش بھی نہیں رہتا کہ کیا کر رہا ہوں۔
ق : غلبۂ نفس کیوجہ سے اور غلبہ بھی انتہادرجہ کا کہ عقل کی ممانعت اور ہوش بھی
تم ہو جاتا ہے۔
ال : اسکا تذکرہ اس سے پہلے خط میں بھی کر چکا ہوں۔ تحقیق : مگر میں اتنا نہیں سمجھتا تھا۔
ال : حضرت کے حسب ارشاد جتنا میری قدرت میں مفصل لکھنا تھا لکھ رہا ہوں۔ بدرگاہ
یزد تعالیٰ دعار فرمائیں کہ خداوند قدوس تمام معاصی کے ارتکاب سے محفوظ رکھکر
پنے قہر وعتاب سے پناہ دے۔ تحقیق : دعار کرتا ہوں۔
ل : یا حضرت سچ ہے اب میں نے سمجھا کہ خوامخواہ نفس امارہ اصلاح کے لئے
سب ہی ترکیب کا مطالبہ کر کے انسان کو دھوکے میں ڈالدیتا ہے۔
ق : نفس کی مخالفت کرو غلبہ کے وقت اگرچہ تکلیف ہی ہو۔
ال : میں عزم کرتا ہوں کہ حضرت کے ارشاد پر حتی الوسع عمل کروں گا امید کہ آپکی
عار اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ساتھ ہوگی۔ آمین۔ یا حضرت آجکل مدرسہ کی فضا

عجیب طرح کی ہو گئی ہے۔ لڑکوں میں آپس میں ہی منافرت و دشمنی کی آگ بھڑک رہی ہے لگتا ہے کہ میں بھی اسکی لپیٹ میں آجاتا ہوں۔ میں نے ضرر سے بچنے کے لئے کچھ لڑکوں سے مقاطعۂ کلام کرلیا ہے میں نے ارادہ کیا ہے کہ حتی الوسع انشاء اللہ کسی کے درپئے آزار نہ ہوں گا اور نہ کسی کو کسی کے جانی یا مالی نقصان کا مشورہ دونگا اگرچہ علم ہوتا ہے۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہملوگوں کے درمیان محبت و مؤدت عطا فرمائے اور فتنوں کے شر سے نجات دے۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۴۲۶)

حال: عرض خدمت یہ ہے کہ یہ عاجز عرصہ سے آپ سے بیعت ہونے کا از حد مشتاق ہے لیکن ملازمت کیوجہ سے ابتک طویل وقت مجھکو نہ مل سکا جو کہ آپ کی خدمت میں میں اپنے کو پیش کرتا پھر بھی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اس ناچیز کو آپ کے وعظ حسنہ میں گاہ بگاہ شرکت کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس دوران میں اکثر میں علماء کرام کی مجلسوں میں بھی جاکر شرکت کرتا رہا۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: لیکن یہ اپنی بدقسمتی تھی جو کہ میں آج تک کسی کے در کا غلام نہ بن سکا مگر ایک بات تھی جو کہ اس نے مجھکو کسی کے در کا غلام نہ بننے دیا وہ بات درحقیقت یہ تھی جو کہ کبھی کبھی میں آپ کے وعظ مقدس میں آکر شرکت کرتا تھا جو خلوص و برکات اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اسکے کرم کی بارشیں آپ کے وعظ و مجلس میں پاتا ہوں آج تک اور کسی مجلس میں نہ پا سکا۔ تحقیق: الحمد للہ بارک اللہ

حال: جو انوار و برکات آپ کے وعظ حسنہ میں ٹپکتے ہیں انکی تعریف میں اپنی اس گندی زبان سے بیان کرنے سے قاصر ہوں اور میرے قلم کو تاب نہیں جو کہ آپ کی مجلس کی تعریف قلمبند کر سکے فقط ایک آرزو ضرور اپنے دل میں رکھتا تھا اور اسوقت بھی یہی تمنا ہے کہ میں آپ سے مرید ہو جاؤں۔ اب دل کو قرار و اطمینان نہیں۔ بار بار میرے دل میں خیال آتا ہے کہ خدا جانے یہ روح میرے جسمانی اعضاء کو کب داغ مفارقت

دیگر آخرت کی منزل کو طے کرے اور میں اس کمترین دنیا کے لذات میں منہمک ہوکر آپ کے وعظ و حسنات کے فیض سے محروم ہوجاؤں اسلئے التماس ہے کہ آپ اس حقیر و کمتر کو اپنا غلام بناکر اپنی خدمت کا موقع عنایت فرمائیں۔ تحقیق: بہت بہتر۔
حال: چونکہ میں بہت ہی قلیل فرصت میں آیا تھا اور کل والدۂ محترمہ کیخدمت میں جارہا ہوں پھر واپسی انشاء اللہ ۲۹ر نومبر ۱۹۷۹ء تک ہوگی۔ ۳۰ر نومبر کو میں کلکتہ روانہ ہوجاؤنگا اسلئے میرے قلیل وقت کا خیال فرماتے ہوئے میری درخواست پر غور فرماکر اپنے نامہ حسنہ سے اس ناچیز کو مستفید فرماتے رہیں گے۔
تحقیق: ضرور۔ آپ کی خوش فہمی سے خوش ہوا۔ خوشی سے آپ کو بیعت اور سلسلہ میں داخل کرلوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(مکتوب نمبر ۲۷۴)

حال: آپ کے گورکھپور کے قیام کے دوران میں اکثر مجلس میں شریک ہوا دو ایکبار آپ سے ملنے کا شرف بھی حاصل ہوا مگر افسوس کہ باوجود خواہش کے خود کو آپکے حلقہ تعلیم و تربیت میں داخل نہ کرسکا۔
تحقیق: اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیت محضہ نہیں ہے وقت نہ آیا ہوگا کل امر مرھون باوقاتھا (ہر امر اپنے وقت ہی پر ہوا کرتا ہے)
حال: میں اپنے ماحول کے زیر اثر مکمل طور سے دنیا سے ملوث رہا ہوں اور ہر طرح کی برائیاں میرے اندر سرایت کرچکی ہیں مگر بار بار کوئی خواہش اندر سے ابھارتی ہے کہ اس گھناؤنی معاشرت کو چھوڑ کر خدا کی پسند کی ہوئی زندگی حاصل کروں۔
تحقیق: سبحان اللہ تبارک اللہ۔
حال: نفس نے دنیا میں پھنساکر طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کردیا ہے دل کا اطمینان رخصت ہوگیا ہے قرض کے بوجھ نے دنیا میں ذلیل و خوار کرکے رکھدیا ہے مگر اللہ کا وعدہ ہے کہ جو خلوص قلب سے توبہ کرکے برائیوں سے منہ موڑے تو وہ ضرور

ان مشکلات کو ختم کر دے گا۔ تحقیق: خوب بات سمجھ میں آئی۔
سوال: اور دنیا و آخرت میں سکون عطا فرمائے گا۔ تحقیق: بیشک۔
سوال: مجھے اس دلدل سے نکلنے کی کوئی اور صورت بجز اسکے دکھائی نہیں دیتی۔
تحقیق: یہ وہی رحمت ہے جسکا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔
سوال: کہ کسی اللہ کے بندے کی غلامی قبول کر لوں۔
تحقیق: یہ سب بندے وسائط ہیں اصل غلامی محبوب حقیقی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ نصیب فرمائے۔
سوال: خدارا میرے لئے دعاء فرمائیے کہ وہ میری خطاؤں کو معاف فرمائے اور مجھے سچی توبہ کی توفیق بخشدے۔ تحقیق: دل سے دعا کرتا ہوں
سوال: آپ مجھ پر جو پابندی عائد کرینگے انشاء اللہ اسکو پورا کرونگا۔
تحقیق: بہت بہتر لکھتا ہوں
سوال: مجھے امید ہے کہ آپ مجھے اپنا خادم بنالیں گے اور میری طرف توجہ فرمائیں گے
تحقیق: دل سے اصلاح کیخدمت قبول کرونگا۔

(یہ تحریر دیدی گئی)

سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ آپ جو پابندیاں مجھ پر عائد کرینگے انشاء اللہ اس کو پورا کرونگا" اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ آپ نے تحریر و کھیوڑہ میں مجلس میں مجھ سے کچھ باتیں تو سنی ہونگی۔ اس سے آپکو اندازہ ہوا ہوگا کہ میرا طریقہ کیا ہے اور میں اپنے احباب سے کیا چاہتا ہوں اور کس چیز پر لوگوں کو زیادہ زور دیتا ہوں۔ نیز یہ سب امور مفصلاً میری تصانیف میں بھی آپ کو ملیں گے جن میں سے وصیۃ الاخلاق، وصیۃ الاحسان، عاقبۃ الانکار، مضمون ذکر قابل دیدہیں۔

حاصل ان سب کا یہ ہے کہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ اعمال و اوراد جسقدر بھی کرے خلوص اور توجہ دلی کے ساتھ کرے اللہ تعالےٰ کو یہی چیز پسند ہے اور اعمال کی روح یہی اخلاص ہے۔ بلا اسکے اعمال بلا روح اور جسم مردہ کے

ہیں اسی اخلاص کی تحصیل کیلئے بزرگوں سے تعلق قائم کیا جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ محض اوراد و وظائف بھی طریق میں کافی نہیں ہیں بلکہ اصلاح نفس بھی بہت ضروری ہے اسلئے کہ دیکھا جاتا ہے وظائف وغیرہ پر پابندی کے باوجود بھی لوگ بڑی بڑی بداخلاقیوں میں مبتلا رہتے ہیں بلکہ ایک مبتدی کے لئے تو بسا اوقات یہ مضر ہی ثابت ہوتے ہیں اسلئے میں زیادہ اوراد و وظائف کی تلقین نہیں کرتا جب دیکھتا ہوں کہ کچھ رستہ پر لگ گیا ہے تو کچھ پڑھنے کو بتلا دیتا ہوں۔

اور میں تو اسی بات کو بصیرت کے ساتھ سمجھ چکا ہوں کہ آج ہمارے گھروں کے فساد کا واحد سبب یہی بداخلاقیاں ہیں جنکی وجہ سے لوگ نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔ چنانچہ میں لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ اب تو حالات نے بتلا دیا ہے اور تجربات نے بھی سمجھا دیا ہے کہ اب اس زمانہ میں دینی فلاح تو بجائے خود ہی فلاح دنیوی کا ذریعہ بھی شرعی اخلاق اختیار کرنا ہے اسلئے اسکی اصلاح منظور ہو تو کہیں آنا جانا معتبر ہے ورنہ بالکل بے سود اور رسمی ہے جسکی نہ عقل کے نزدیک کچھ وقعت ہے نہ شرع کے نزدیک۔

بس یہی اخلاص و اخلاق میری تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ اسکے متعلق آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ لوگوں سے اس زمانہ میں ان امور کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟ امید کہ اپنے خیال سے مطلع فرما دیں گے۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۴۲۸)

حال: عرض یہ ہے کہ آج حضرت والا نے احقر کو جس چیز کو لکھنے کا حکم فرمایا ہے وہ بڑی چیز ہے حضرت نے اتنی نوازشیں کی ہیں کہ وہ بے شمار ہیں تحقیق: سچ ہے

حال: حضرت اقدس مجھ سے بے حد محبت رکھتے تھے مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا لڑکا ہے میں اسکو بہت چاہتا ہوں۔

تحقیق: ہاں ہاں لڑکے سے بھی بڑھکر۔

ل : میں اسکو سکھارہا ہوں ۔ تحقیق : بیشک ۔
ل : حضرت نے اپنے کرم بھرے انداز میں اتنی نوازشیں کی ہیں کہ میں اگر کئی سال
نوازشوں کو ایک ایک کر کے گناؤں تو ایک کتاب ہو جائے ۔ تحقیق : بیشک ہو جائے ۔
ا : اسوقت احقر کے سامنے آپ کی عنایات سابقہ کے نقشے موجود ہیں جو احقر کو رُلا رہے
ل ——— حضرت والا سے جب سے احقر نے تعلق قائم کیا کبھی ایسا نہیں ہوا
ضرت احقر کو بھول گئے ہوں ۔ حضرت والا ہمیشہ احقر کو اپنا سمجھتے رہے ۔ تحقیق : اور کیا
ل : فرماتے رہے کہ میں تم لوگوں کے لئے الہ آباد آیا ہوں اور فرماتے رہے کہ تم لوگوں کو
آباد میں کچھ سمجھتا ہوں اور فرماتے رہے کہ میں تم دو کو دولتِ باطنی دینا چاہتا ہوں
ں تم دو ہو ۔ بس تم دو ہو ۔ تحقیق : ٹھیک لکھا ہے ۔
ل : اور حضرت اقدس ہمیشہ احقر سے خصوصیت کا اتنا برتاؤ کرتے رہے کہ میں اسکو
نہیں سکتا ۔ تحقیق : سچ ہے
ل : یہ سب باتیں ایک معمولی آدمی کے لئے کم نہیں ہیں ۔ بہت بڑی حقیقت رکھتی
ں ۔ تحقیق : بیشک، بیشک ۔
ل : حضرت والا ! اسکی حقیقت سمجھ میں آتی ہے میں خدا کے سہارے سچے دل سے
کا ہوتا ہوں ۔ تحقیق : اللہ تعالےٰ قبول فرمائے ۔
ل : آپ احقر سے اپنی عنایات سابقہ کے صدقے راضی ہو جائیں ۔ تحقیق : راضی ہوں
ل : اور احقر کو معاف فرمادیں ۔ تحقیق : معاف ہے ۔

(مکتوب نمبر ۴۲۹)

ل : حضرت والا کی خدمت اقدس کی برکت سے بندہ کے قلب میں تازگی آگئی صدق و
لاص کا سبق تازہ ہو گیا ذکر کی مداومت میں جو کمی آگئی تھی پھر پوری ہو گئی ۔ ایسا
علوم ہوتا ہے کہ قلب کی بجھتی ہوئی آگ کسی نے دھونک کر پھر جلا دی ۔ تحقیق : مبارک ہو
ل : یہ سب حضرت والا کی صحبت عظمیٰ کی برکت ہے ۔ تحقیق : میں کیا ہوں یہ تمھارا حسن ظن ہے
ل : اللہ اس نعمت کو قائم اور باقی رکھیں تاکہ ہم پیاسوں کی پیاس بجھتی رہے ۔ تحقیق : آمین

باقی خانصاحب مرحوم چونکہ حضرتؒ کے پیر بھائی تھے اسلئے ان سے تو مولانا پرتابگڈھی کی تشریف آوری ہی کے متعلق گفتگو پر کفایت کی ــــــ اور دوسرے صاحب سے چونکہ حضرت کا قدیمی تعلق تھا ان کو حضرت قاری صاحب کے اشتیاق ملاقات اور استفادہ کے جواب کے بعد یہ بھی تحریر فرمایا کہ :-

"آپ نے لکھا ہے کہ فلاں صاحب استفادہ کے لئے تیار ہیں اسکے متعلق کہتا ہوں کہ فلاں صاحب تو خیر بڑے لوگ ہیں وہ مجھ سے کیا استفادہ کر سکتے ہیں مجھ ہی کو استفادہ کرنا چاہیئے ۔ البتہ اگر آپ خود (اپنے) استفادہ کی فکر کریں گے تو وہ آپ کے لئے بھی نافع ہے اور میرے لئے بھی مفید ہے باقی کسی دوسرے کے استفادہ سے آپکو تو نفع ہوگا نہیں اسلئے آپ پہلے خود ہی توجہ فرمائیے اپنی تکمیل کیطرف ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؒ کسی کے خود اظہار مدعا کا دوسرا اثر لیتے تھے اور واسطے کے ساتھ کیکی درخواست کا حضرت کے یہاں وہ درجہ نہیں ہوتا تھا۔

خاں صاحب مرحوم کے طفیل اللہ تعالےٰ نے ایک علم سے ہمیں بھی نوازا کسی صاحب کا مقولہ خانصاحب نے ہمارے اقدس سے نقل کر دیا کہ ایک صاحب کہتے تھے کہ حضرت مولانا تھانویؒ کی جو اسقدر شہرت تھی تو وہ کچھ اسوجہ سے نہ تھی کہ مولانا کسی بڑی باطنی نسبت کے حامل تھے، یہ نہیں بلکہ حضرت مولانا تھانویؒ عالم زبردست تھے کہ اپنے وقت میں انکا کوئی ثانی نہیں تھا یہی سبب انکی زیادہ شہرت کا بنا۔

حضرت مصلح الامتؒ نے راقم ہی کے واسطے سے خانصاحب کے پاس کہلایا کہ جس طرح سے انکی بات آپ نے مجھ سے نقل کیا ہے اگر کوئی موقع ملجائے تو آپ ان صاحب تک میری یہ بات بھی پہونچا دیجئے گا کہ :-

"آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حضرت مولانا بڑے زبردست عالم اور بڑے زبردست صاحب نسبت تھے اور اپنے سینہ میں اتنا اتنا نور (دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے فرمایا) رکھتے تھے۔ یہ حضرت کا انتہائی خلوص تھا کہ اپنی اس باطنی نسبۃ کو علم کے پردہ میں مخلوق سے چھپالے گئے اور ساری عمر خود کو ایک طالب علم ہی فرماتے رہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسکو رفعت اور شہرت بخشتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۹

پروفیسر سید محمد احمد صاحب: آپ رہنے والے تو الٰہ آباد ہی کے ہیں لیکن ملازمت کا زیادہ حصہ باہر گذرا آخر آخر میں لکھنؤ کے کسی کالج میں پڑھاتے تھے اور وہیں سے پنشن ہوگئی۔ آپ سے راقم کی ملاقات یعنی دید و شنید تو عرصہ سے تھی دیکھتا تھا کہ حضرت اقدسؒ کے یہاں تشریف لاتے تو حضرت بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ان سے گفتگو فرماتے حالانکہ ظاہری حال ان محترم کا اسوقت کچھ ایسا نہ تھا جس سے ان کے جذبات دروں کا اندازہ کیا جاسکتا تاہم حضرت اقدس کی قدر افزائی سے ہم لوگ بھی متاثر ہوتے، آہستہ آہستہ ان کے خطوط بھی حضرت والا کبھی کبھی سنانے اور نقل کرنے کے لئے ہملوگوں کو مرحمت فرماتے تو ان کے محبت اور عقیدت بھرے الفاظ سنے ہم لوگوں کو بھی متاثر کیا اور قلب نے اعتراف کیا کہ کالج کے ماحول میں ظاہر گو درست نہیں ہوسکا تاہم باطن اس بندۂ خدا کا بڑا ہی پاک و صاف اور شفاف ہے اسکے بعد سے پروفیسر صاحب کا احترام اور انکی عظمت قلب میں قائم ہوگئی اور جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسان کا کلام اسکے قلب کی ترجمانی کرتا ہے آپ بھی ان کے خطوط ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے قلبی حالات کو حضرت مصلح الامتؒ نے پہلی ہی بار میں محسوس فرمالیا جو دوسروں کے سامنے عرصۂ دراز کے بعد ظاہر ہوا یعنی پنشن کے بعد پھر جو پروفیسر صاحب سے ملاقات ہوئی تو اول

دلہ میں پہچاننا دشوار تھا، ماشاء اللہ چہرے پر مُتشرع داڑھی نظر آئی اور تواضع
اور سکنت افعال میں نمایاں تھے۔ حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ کی خدمت
میں دیر تک بیٹھے رہے بخشی بازار کی مسجد کے لئے زمین وغیرہ خریدی جا رہی تھی
بفضلہٖ شیخ موصوف نے بھی اس میں بڑے ہی خلوص کے ساتھ حصہ لیا۔
آپ کا حضرت اقدسؒ سے ابتدائی تعلق کہاں اور کس طرح ہوا یہ تو
معلوم ہو سکا تاہم آپ کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اقدس جب
گورکھپور میں تھے اسوقت اپنے کسی دوست کے ہمراہ حضرت سے ملے اور پھر تو
حضرت ہی کے ہو گئے۔ زمانہ ۵۶ یا ۵۸ کا رہا ہوگا اسوقت آپ کا ایک عریضہ
حضرت والا کے پاس آیا۔ وہو ہذا۔
حال: میں اپنی کوتاہ قلمی کا معترف اور معذرت خواہ ہوں مجھے ندامت ہے کہ میں اپنی
... س بیجا تاخیر کے لئے عذر تو کیا عذر لنگ بھی نہیں کر سکتا آپ کو یاد کرنے کا خیال
مہینوں سے ہے لیکن ایک لمحۂ اطمینان کے انتظار میں معاملہ ٹلتا گیا حالانکہ اس
سے بڑی حماقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ شئے جو اس دنیائے دنی میں عنقا ہے
اسکی امید موہوم میں حصول فیض کو مہینوں کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔
تحقیق: آپ کی یادآوری کا ممنون ہوا۔ محبت اصل دل ہے ہوا کرتی ہے جب
دل میں یاد ہے محبت ہے اسی نے آپ کو عریضہ لکھنے پر مجبور کیا۔
حال: میں نے لفافہ پر پتہ لکھکر رکھ دیا تھا کہ پرسوں میرے کرم فرما اور آپ کے
خادم مکرمی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب گورکھپور میں میرے رفیق کار تھے
الہ آباد تشریف لائے ان سے میں نے آپکی خیریت دریافت کی انھوں نے سارے
واقعات تفصیل سے بتائے افسوس بھی ہوا اور تکلیف بھی کہ مسلمانوں کی آنکھیں
اب بھی بند ہیں اور وہ ہوا وہوس کا اس درجہ بندہ ہو گیا ہے کہ اس نے اپنے
مالک حقیقی کی بندگی کو پس پشت ڈال دیا ہے
تحقیق: انکی بند ہیں الحمد للہ آپ کی کھلی ہیں۔ اور بھی آپ جیسے لوگ ہوں گے

جنکی آنکھیں کھلی ہیں میرے لئے کافی ہے غم نہ فرمائیے۔

حال : میں اسے اپنی قوم بالخصوص ساکنان گورکھپور کی حرماں نصیبی پر محمول کرتا ہوں کہ وہ جو فیض و برکت حاصل کر رہے تھے اس سے خود کو محروم کر لیا، یہی تو اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ انسان کو اللہ پاک نے آنکھیں دیکھنے کو دی ہیں اور عقل سلیم حق و باطل کے امتیاز کے لئے ودیعت فرمائی ہے لیکن ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

(اگر دن میں چمگادڑ کو کچھ نظر نہ آئے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے)

ان لوگوں نے آپ کے خلاف جو یہ رویہ اختیار کیا ہے اس سے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے اس وجہ سے کہ میں بھی اسی قوم سے متعلق ہوں جس سے یہ تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن پاک کی کھلی ہوئی آیۃ ہے کہ ہم نے کچھ لوگوں کی آنکھوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اور دل پر مہر لگا رکھی ہے سورج کی روشنی سے اگر کوئی منکر ہو جائے تو اسکا کیا علاج ؟ یہ زوال آمادہ قوم نائب رسول کا مرتبہ نہیں جانتی۔ آنکھوں سے دیکھنا اور عقل سلیم سے پرکھنا یہ اصول ہونا چاہئیے۔ تحقیق : بیشک۔

حال : تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(جو لوگ قسمت کے ازلی محروم ہیں ان کو کسی رہبر کامل سے کیا فائدہ ؟ دیکھو خضر جیسے رہبر بھی چشمۂ آب حیواں سے سکندر کو پیاسا ہی واپس لائے)

ادھر عرصہ سے آپ کو یاد نہ کرنے کا انجام یہ ہوا کہ دل نہ جانے کیوں پراگندہ سا رہا اور ایک بے اطمینانی کی لہر کارفرما رہی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ چونکہ فیض و برکت کا یہ سلسلہ میں نے اپنی تساہلی اور ناسمجھی سے خود منقطع کر رکھا ہے اسلئے پریشانی اور انتشار سے نجات نہیں ملتی۔ دل آپ کی یاد سے برابر لبریز ہے اور جدائی ناقابل برداشت ہو رہی ہے فی الحال مصمم ارادہ ہے کہ دسہرہ کی تعطیل میں حاضر خدمت ہوں اور شرف ملاقات حاصل کروں۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق عطا فرمائیں۔ اور آپ بھی دعا فرمائیے کہ میری تمنا پوری ہو۔ تحقیق : آمین

جناب پروفیسر سید محمد احمد صاحب کا دوسرا عریضہ ملاحظہ فرمائیے
ذرا طویل ہے لیکن حضرت اقدسؒ نے اسکا جواب بھی اسی قدر مفصل مرحمت فرمایا ہے
وں نے لکھا کہ :-

ں : آج ہی نوازش نامہ نے شرف بخشا اور سکون کی متاع گم شدہ
پس ملی الحمد للہ علیٰ احسانہ آپکی خیر و عافیت معلوم کرکے بیحد مسرت ہوئی اور اطمینان ہوا
) آپکی نوازش و کرم اور بے پایاں محبت کے لئے ہمہ تن سپاس ہوں یہ آپکی انسانیت
نت اور اللہ پاک کا کرم ہے کہ آپ مجھ پر اس درجہ مہربان ہیں اپنی سیاہ کاریوں
ازہ لیتا ہوں اور پھر آپکی توجہ پر غور کرتا ہوں تو عقل کام نہیں کرتی ۔ یہ بھی خداوند کریم
نل ہے ۔ میں اکثر تنہائی اور فرصت کے لمحات میں توبہ و استغفار کرتا ہوں اپنی
عمالیوں کا مالک حقیقی کے سامنے اعتراف کرتا ہوں اور احساس ندامت و پشیمانی
پانی پانی ہوجاتا ہوں ۔ اسی سے توفیق عمل خیر چاہتا ہوں لیکن دل کا شیطان
کہ دوسرے لمحہ ورغلا کر دعوت گناہ دیتا ہے کشمکش کی جو حالت ہوتی ہے
ے کیا عرض کروں خیر و شر میں تصادم ہوتا ہے اور میں اللہ پاک سے پناہ
بنے لگتا ہوں ۔ خیالات پریشاں کا سلسلہ گھنٹوں قائم رہتا ہے اور اکثر خیالی
بکا یا کرتا ہوں بظاہر مایوسی کے بادل چھا جاتے ہیں لیکن فوراً خیال آتا ہے کہ
ن کی شان مایوس ہونا نہیں اور پھر امید کرم الٰہی سے باغ باغ ہوجاتا ہوں
دعا مانگنے لگتا ہوں کہ یا اللہ ! میرا خاتمہ بخیر ہو اور میری عاقبت نیک ہو
عا اکثر لبوں پر رہتی ہے ؎

یارب از جنس ما چہ خیر آمد   تو کرم کن کہ رب ارباب
غیب داں و لطیف و بیچوں   ستر پوش و کریم و تواب

ے میرے پالنے والے خدا ! میری جنس سے بھلا کیا خیر کی امید ہوسکتی ہے آپ ہی کرم فرمائیں
پ رب اور باب ہیں ۔ غیب کے جاننے والے ہیں ۔ مہربان ہیں اور بے مثل و بے مثال
گناہوں کے چھپانے والے ہیں ۔ کریم ہیں اور توبہ کے قبول کرنے والے ہیں ۔)

حضرت مولانا! میرے ایمان کی سلامتی کے لئے برابر دعا فرماتے رہئے کہ میں روز قیامت خالق عالم اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ نہ ہوں مجھے دنیا کی ناکامیابی قبول ہے لیکن میں عقبیٰ کی دولت کسی بھی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں خدا کرے کہ میری زندگی اللہ کی بندگی کے لئے وقف ہو جائے۔ دنیا بگڑ جائے اسکا غم نہیں یہاں کی مایوسیوں کا بدلہ بھی عقبیٰ ہی میں چاہوں گا۔

میں اکثر غور کرتا ہوں کہ میرا اور آپ کا معاملہ شاگرد اور استاد کا ہے جس طرح مسافر کی رہنمائی کے لئے ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے بجنسہٖ طریق دین کے راہ گیر کو ایک شیخ کامل کی ضرورت ہوتی ہے پھر غلط فہمی کی گنجائش کہاں پیدا ہوتی ہے چونکہ میں خود کارِ معلمی انجام دیتا ہوں اسلئے اس مسئلہ کو کچھ نہ کچھ تو سمجھتا ہوں پھر اس طریق کار کے مخالف کا جب نفسیاتی تجزیہ کرتا ہوں تو کسی نتیجہ پر پہونچنے میں خود کو قاصر پاتا ہوں نہ جانے ذہن کس سمت میں راہ نمائی کرتا ہے۔

آپ سے جو دلی تعلق ہے اسکا بہترین علم اللہ پاک کو ہے وہی دلوں کا حال جاننا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں کہ یہ تعلق اور استوار ہو جائے صحبت مرد خیر بمشکل میسر آتی ہے اور اگر حاصل ہو جائے تو خداوند کریم کا کرم خاص ہے وہ خود جسکی رہنمائی چاہتا ہے ایسے اسباب و علل پیدا کر دیتا ہے کہ اسکی زندگی سنور جاتی ہے۔

اس قصبہ میں بھی لوگ آپکی ذات سے واقف ہیں اور اکثر لوگ آپکا پتہ بھی دریافت کرتے ہیں واقعی آپ دین کی جو خدمت انجام دے رہے ہیں وہ قابل صد رشک ہے کاش مجھے بھی اسکا حصۂ وافر نہ سہی تو براہ قلیل ہی ملجائے میں اسے بڑی سعادت سمجھوں گا اللہ پاک کے دین کی تبلیغ ہی مصطفوی مشن کا مقصد ہے۔ مکرمی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھائی کا خط آتا ہے تو محبت و خلوص کا مجسمہ سامنے ہو جاتا ہے اور پھر اس لطف میں اضافہ آپ کی گرمی بیان کے ذکر سے ہو جاتا ہے۔ میں کئی بار اسے پڑھتا ہوں۔ رمضان المبارک میں آپ کی

جلس عام کا ذکر خاص طور پر ہوتا تھا۔ بڑے بھلے اور نیک آدمی ہیں انکا خط آتا ہے تو
ں تڑپ جاتا ہوں اور جی چاہتا ہے کہ پر لگ جائیں تو ان تک اڑ کر پہونچ جاؤں۔
خدا کرے وہاں کے لوگ عقل کے ناخن لیں اور آپ کے علم و فضل سے
یض حاصل کریں۔ سورج کی روشنی سے جو فیض نہ حاصل کرے وہ حرماں نصیب نہیں تو کیا۔
موسم اچھا پانی وافر مٹی بھی زرخیز جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان
مجھے دعائے خیر سے برابر یاد فرماتے رہیئے اور خاص اوقات میں میرا انجام بخیر ہونیکی
عا بارگاہ کبریا میں کرتے رہیئے۔ شاید یہ فاسق و فاجر بھی راہ راست پر آجائے۔
ج: الحمد للہ بخریت ہوں آپکا محبت نامہ آیا پڑھکر بہت مسرور ہوا آپ نے جس حب فی اللہ
ا اظہار فرمایا ہے اس سے قلب بہت متاثر ہے اللہ تعالےٰ آپکے فہم و علم میں یوماً فیوماً
ضافہ فرمائے۔ تنہائی میں توبہ و استغفار اور مالک حقیقی کے سامنے اظہار ندامت
پشمانی کی جو توفیق حاصل ہے بہت خوب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حال میں مزید ترقی
عطا فرمائے۔ یہی خیال عمل خیر اور وسواس شیطان کی کشمکش اور خیر اور شر کا
تصادم جہاد اکبر ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نفس پر اور خیر کو شر پر غلبہ عطا فرمائیں۔ خیال
مایوسی اور اسکے بعد امید کا جو نقشہ کھینچا ہے بالکل صحیح ہے رجا ہی کو یاس پر
غالب کرنا چاہیئے مومن کو مایوسی سے کیا کام؟ اللہ تعالےٰ آپکے باغ عمل کو امید
کی بارش سے سیراب فرمائے۔ آپ کو یوں بھی یاد رکھتا ہوں پھر ماسٹر صاحب
آپ کے مذکر تو یہاں موجود ہی ہیں اور جب آپکا خط آجاتا ہے اس وقت مزید
یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ خدا کرے میری زندگی اللہ تعالےٰ کی
بندگی کے لئے وقف ہوجائے نہایت مبارک تمنا ہے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی
کردے اور دین و دنیا کا جو مقابلہ کیا ہے نہایت ہی پاکیزہ جذبہ ہے۔ اللہ تعالےٰ
آپ کو دین و دنیا دونوں میں اعلیٰ کامیابیوں سے نوازے۔ آمین۔
شیخ اور مصلح کی ضرورت اور دینی رہبر کی حیثیت اور اسکی جو مثال آپ نے
لکھا ہے بالکل صحیح ہے اور حقیقت کی ترجمانی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دلوں کا حال

اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن محبت ایسی چیز نہیں جو چھپ سکے محبت کا طور ہی جدا ہوتا ہے۔ محبوب پر بھی اسکی محبت اسکے قول و فعل سے ظاہر ہی ہوجاتی ہے آپ کی معرفت سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ اسکے فوائد سے آپ کو بھی بہرہ ور فرمادیں۔

یہ لوگوں کا میرے ساتھ حسن ظن ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے دعا کیجئے کہ مجھ سے کچھ کام ہوجائے آپ بھی کام میں لگئے انشاءاللہ کچھ کام ہوگا یہاں بھی لوگ سمجھ رہے ہیں اور الحمدللہ متوجہ ہو رہے ہیں درمیان میں جو حالات ہوگئے تھے اب وہ فضا نہیں ہے الحمدللہ نفع دیکھ رہا ہوں آپ کے جملہ مقاصد کیلئے دل سے دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

تیسرا خط ملاحظہ فرمائیے :-

حال: مرشدی و مولائی۔ السلام علیکم۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی مرا با جان جاں ہمراز کردی

آپ کا مکتوب محبت مجھے دسہرہ کی تعطیل میں ملا خدا کا شکر ہے کہ میری تمام الجھنیں جو شریک حیات کی علالت کے باعث تھیں دور ہوگئیں اور اس سلسلہ میں جو سکون قلب اور اطمینان ذہنی نصیب ہوا وہ آپ کے کرم اور توجہ اور اللہ پاک کے نوازش خاص کا مرہون منت ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ میں ہر اصول کی پابندی کرونگا۔ اب آپریشن کا خیال بالکل ترک کردیا گیا ہے حالانکہ عورت ہی آپریشن کرتی بہرحال اب ہمیں کوئی انتشار نہیں ہے۔ جزاک اللہ۔

گذشتہ سنیچر کو بچی تولد ہوئی ہے۔ زچہ بچہ بخیریت ہیں آپ اگر نام تجویز فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تو میں اسے اپنی سعادت یا خوش بختی پر محمول کروں گا۔ خدا کرے کہ مولود مسعود کو حضرت فاطمہ زہرا رضی کی سیرت خولہ کی شجاعت اور آپکی بزرگی و شرافت سے بہرہ ور فرمائے۔

(باقی آئندہ)

۳۰
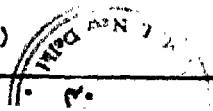
اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ابلیس کی بیٹی سے نہ نکاح کیا نہ اسکو پیغام بھیجا ابلیس اسکے پاس نہیں پہونچ سکتا چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے پاس شیطان نہیں پہونچ سکتا اور اس عہد پر عمل کرنے والوں میں فضیل ابن عیاض، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم تھے اور اس عہد سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ فقراء کاملین اور کیمیا بنانے اور مطالب و مقاصد بتلا کر روپیہ پیسہ لینے سے مستغنی ہوتے ہیں کیونکہ جب وہ بے محنت و مشقت ملنے والے سونے کے ڈھیروں کو چھوڑ دیتے ہیں اور انمیں سے کچھ نہیں لیتے تو انکی نسبت یہ کیونکر خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی جانوں کو کیمیا بنانے کے لئے جڑی بوٹیاں یا دھونکی دوائیں خریدنے کی یا مقاصد و مطالب کیلئے مٹی کھودنے کی مشقت میں ڈالیں گے تاکہ اسکے ذریعہ سے یہود و نصاریٰ کے گندے مال اور انکی خیرات وصول کریں جوکہ مطالب معلوم کرنے کے لئے الگ رکھتے ہیں اور اے عزیز! خوب سمجھ لے کہ اس عہد پر عمل کرنا درویشوں کے اخلاق میں سے ایک ادنیٰ بات ہے کیونکہ وہ آخرت کی محبت صحیح طور پر اسوقت تک نہیں کر سکتے جبتک کہ وہ دنیا سے بے رغبت نہ ہو جائیں جیسا کہ دنیا کی محبت کامل اسوقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسکے ماسوا سے بے رغبت نہ ہو جائیں اس بات کو سمجھ لو۔ اور اولیاء اللہ میں سے جو کوئی اس عہد کے ساتھ موصوف ہونے کا اظہار کرے اسکا ادب لازم سمجھو کیونکہ انشاء اللہ وہ سچا ہوگا اور اسکو اپنے اوپر قیاس نہ کرو کہ یہ قیاس تمھارا غلط ہوگا (کار پاکاں را قیاس از خود مگیر)

(عہد ۲۱: اپنے دل کو دنیا کی طرف متوجہ نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم اپنے دل کو دنیا کیطرف متوجہ نکریں اور اگر کسی کے ذمہ ہمارا دَین ہو تو اسکے مطالبہ کی فکر نکریں کیونکہ آخر وہ کسکا بندہ ہے اور کسکی امت میں سے ہے خدا اور اسکی عظمت کا خیال کرکے کسی مسلمان سے تقاضا نکرنا چاہیئے ہاں جو کوئی بدون مانگے ادا کر دے اس سے لے لینا چاہیئے اور خرچ

لینا چاہیئے اور جو ادا کرے اس سے دنیا اور آخرت میں مطالبہ نکرنا چاہیئے قبل نبوت حضور صلی علیہ وسلم اور آپ کے ایک رفیق، نبوت سے پہلے حضرت خدیجہ کے اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے اور وہ رفیق حضور صلی علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ ہماری اجرت کا مطالبہ خدیجہ سے کیجئے تو حضور فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو تو شرم آتی ہے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو چاہیئے کہ مدیون سے مطالبہ قرض کا اس نیت سے کرے کہ اچھا ہو یہ شخص مواخذہ آخرت سے چھوٹ جائے۔ اس نیت سے مطالبہ نکرے کہ میرے پاس واپس آئیں گے تو میں ان سے راحت پاؤں گا۔ اور اگر کسی کی اسقدر ہمت ہو کہ مدیون سے اس دین کو معاف کر سکے تو وہ مواخذۂ آخرت سے بچانے کی نیت سے کلی مطالبہ نہ کرے (بلکہ معاف ہی کردے) اور سیدی علی خواص جب انکا کسی پر ایک درہم بھی قرض ہوتا تو مطالبہ میں بہت سختی کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اسلئے کرتا ہوں تاکہ یہ شخص لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں سستی نہ کیا کرے اور فرمایا کرتے تھے کہ جب بندہ مقام عبدیت میں راسخ ہوجاتا ہے تو وہ اس بات کو ناگوار سمجھنے لگتا ہے کہ آخرت میں اللہ کے بندوں میں سے کسی پر بھی اسکا کوئی حق ہو۔ اور مقام عبدیت والا جب کسی وقف وغیرہ کا متولی ہو تو اسپر واجب ہے کہ اپنے حق تولیت کو ساقط کردے (یعنی اسکا معاوضہ کچھ نہ لے) یا اپنا کوئی نائب مقرر کرے جو مال وقف کو قاعدہ کے موافق وصول کرے مگر آمد و خرچ کی طرف خود اپنی توجہ صرف کرے تاکہ مصالح وقف ضایع نہ ہوں واللہ واسع علیم

(عہد ۲۲: دنیا اور اسکی لذات کیطرف رغبت سے نہ دیکھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ دنیا اور اسکی شہوات و لذات کی طرف بے رغبتی کی نگاہ سے دیکھا کریں رغبت کی نگاہ اسکی طرف نہ کیا کریں کیونکہ دنیا اس بوسیدہ ہڈی کی کی مانند ہے جس پر بہت سے کتے چھینا جھپٹی کر رہے ہوں جیسا کہ امام شافعیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرما گئے ہیں۔ پس جو کوئی دنیا میں رغبت کریگا ضرور بنجاست سے آلودہ ہوجاویگا اور اس کو کتے کاٹیں گے اور اپنے دانت نکالکر بھونکیں گے۔ پھر بڑی مصیبت جھیلنی پڑیگی اور حدیث

میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جب سے دنیا کو پیدا فرمایا ہے ایکبار بھی اسکی طرف نظر نہیں فرمائی یعنی دنیا اور طالبان دنیا کی طرف خوشی اور رضا کے ساتھ توجہ نہیں فرمائی یہ مراد نہیں کہ تدبیر و ارادہ کے طور پر بھی توجہ نہیں فرمائی کیونکہ مدبر و خالق تو دنیا کے بھی حق تعالیٰ شانہ ہی ہیں ۔ خوب سمجھو اور حدیث میں ہے کہ دنیا حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر نہیں ۔ پس عارف حق تعالےٰ کے اخلاق کے ساتھ موصوف ہونے اور انبیاء و اصفیاء کے اخلاق سے متصف ہونے کی وجہ سے دنیا کی طرف کبھی محبت کی نظر نہیں کیا کرتا ۔ وہ دنیا میں تصرف کرتا ہے اور تدبیر کے ساتھ خرچ وغیرہ کرتا ہے مگر دل اس سے خالی ہوتا ہے اور اے عزیز! جو شخص اس عہد پر پوری طرح عامل ہوگا وہ کبھی اپنی دی ہوئی چیز کو زیادہ نہیں سمجھے گا خواہ جس کو وہ چیز دی گئی ہے وہ اسکا مستحق ہویا نہو کیونکہ جو چیز مچھر کے پر سے بھی کم ہے جب اسکو تمام اہل زمین پر تقسیم کیا جائے بادشاہوں پر بھی اور غریبوں پر بھی تاجروں پر بھی اور بازاریوں پر بھی تو ہر شخص کو جو حصہ ملیگا اسکی مقدار ہی کیا ہوگی جو عارف کی نظر میں اسکی کچھ عظمت ہو کہ اس میں کچھ بخل کرے یا اسکو گھر میں اٹھا کر بند کرکے رکھے اسی طرح اس عہد پر پوری طرح عمل کرنے والا زہد کو کچھ بڑی چیز نہ سمجھے گا کیونکہ اس مچھر کے پر میں سے جسقدر اسکے حصہ میں آیا ہے وہ تو اتنا حقیر و قلیل جزو ہے کہ آنکھ سے نظر بھی نہیں آسکتا تو اسکا لینا اور چھوڑنا کیا ۔ پس گویا زاہد ایک معدوم چیز میں زہد کر رہا ہے اسکو خوب سمجھو ۔ واللہ غنیٌ حمید

(عہد ۲۳ : اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نکریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہمارے پاس کچھ زمین وغیرہ ہو تو ہم شاہی لگان کے برابر لگان نہ مقرر کریں بلکہ اپنے مرتبہ کے موافق اسے کم لیا کریں ۔ بادشاہ کے ادب کی وجہ سے ایسا ہی کرنا چاہئے) اور اس ادب کی رعایت کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا بجز شیخ افضل الدین رحمہ اللہ کے کہ اپنے کارندے کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ خراج شاہی سے ہماری زمین کا لگان کم لیا کرو ۔ ایک مرتبہ لوگوں نے انکو خراج شاہی کے برابر لگان

آپ نے زائد واپس فرما دیا اور کہا کہ فقیر کو اسبارہ میں بادشاہ کی برابری نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اسکو تو خدا نے بندوں کی گردنوں اور زمینوں کا مالک بنایا ہے فقیر کو تو نہیں بنایا اور حق تعالیٰ شانہ نے مجھے بھی اس عہد پر اپنی زمین کی آمدنی میں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اسکا بڑا احسان ہے۔ وللہ الحمد۔

(عہد ۲۴: اپنے نفس کیساتھ اسقدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ اسقدر کریں کہ ہمارا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے (کہ جیسے ہم ظاہر میں نیک اعمال کرتے ہیں اسی طرح دل کو بھی امراض باطنہ سے پاک و صاف رکھیں) اور اس میں ہرگز سستی نہ کریں (بلکہ ظاہر سے زیادہ باطن کو سنوارنے میں کوشش کریں) اور (اس عہد پر عمل کرنے کی زیادہ ضرورت اسلئے ہے تاکہ) ہم صفت نفاق سے پاک ہو جائیں (کیونکہ جو شخص ظاہر میں نیک اور باطن میں بد ہو وہ بھی ایک طرح کا منافق ہے) نیز اسکی اسلئے بھی ضرورت ہے (کہ اگر ہم ایسا نکریں گے تو گویا) ہم نے لوگوں سے تو شرم وحیا کی (ان سے اپنی برائیوں کو چھپایا) اور خدا سے شرم نہ کی (کہ دل میں برائیوں کو جگہ دی کیونکہ وہ تو دل کی حالت کو بھی ویسے ہی جانتے ہیں جیسے ظاہری حالت کو) پس اگر ہم کو حق تعالیٰ سے شرم وحیا ہوتی تو ہم ظاہر و باطن دونوں کو گناہوں سے پاک کرتے) خضر علیہ السلام نے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی کہ اس بات سے ہمیشہ بچو کہ تم ظاہر میں تو خدا کے دوست بنو اور باطن میں دشمن (اسکا مطلب یہی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ ظاہر میں اولیاء اللہ کے کام کرتے رہو اور دل میں تکبر اور حسد وغیرہ لئے بیٹھے رہو جو کہ دشمنان خدا کے کام ہیں) اس کو خوب سمجھ لو اور اس پر اچھی طرح عمل کرو خدا تعالیٰ تمکو ہدایت کرے۔

(عہد ۲۵: اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں اور جائز گفتگو میں شامل کر دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب دسویں صدی کا نصف ثانی داخل ہو اور ہمارا
ن باطنی جاری ہونے لگے (اور یہ بات علامہ کے مشائخ کو کشفی طور پر معلوم ہو گئی ہوگی
کہ فیض باطن فلاں وقت میں جاری ہوگا اسلئے عہد میں وقت کو بھی بیان فرمادیا)
م اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور ہر جائز گفتگو میں شامل کردیں
جو اللہ کا بندہ ہمارا کھانا کھائے یا پانی پیئے یا بات سنے اسپر ہماری توجہ کا اثر
طرح پڑجائے کہ وہ مجبور نہو جائے (کیونکہ ایسا تصرف جس سے مرید مجبور ہو جائے
ن سنت ہے انبیاء علیہم السلام کا یہ طریقہ نہ تھا اور حقیقت توجہ کی یہ ہے کہ دل سے
ر اور آرزو کرتا کہ فلاں شخص کی حالت درست ہو جائے یا اسکو نسبت مع اللہ حاصل
جائے اور اپنے دل کو اسکی طرف متوجہ کردیتا تاکہ شیخ کے دل کے انوار مرید کے دل
ں پہنچ جائیں کبھی اس توجہ قلبی کا اثر مشائخ کے کھانے پینے کی چیزوں میں اور
ی باتوں تک میں سرایت کر جاتا ہے کہ جو شخص انکو استعمال کرتا یا سنتا ہے اسکو نسبت
ع اللہ حاصل ہو جاتی ہے حضرت علامہ کی یہی شان معلوم ہوتی ہے) تو یہ چیزیں قائم
قام شیخ کے ہو جاتی ہیں (کیونکہ شیخ کی توجہ اور فیض ان میں رکھی ہوئی ہیں ان کے استعمال
ے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو خود شیخ کے متوجہ ہونے سے حاصل ہوتا) سیدی ابراہیم
ولی کا یہی طریقہ تھا جب کوئی شخص خانقاہ میں آتا اور دریافت کرتا کہ حضرت شیخ
یہاں ہیں تو آپ اسکو بٹھلاتے اور چوبدار کو حکم فرماتے کہ اسکے سامنے کھانا رکھو پھر فرماتے
شیخ یہ ہے اس سے بعض لوگوں کو گمان ہوتا کہ حضرت شیخ بطور مزاح کے ایسا فرمارہے
ں انکا گمان یہ ہے کہ خانقاہ میں اکثر لوگ صرف کھانے ہی کے واسطے آتے ہیں حالانکہ
ضرت شیخ بطور مذاق کے یہ بات نہ فرماتے تھے بلکہ وہ واقعی بات کہتے تھے کیونکہ مطلب
پ کا یہ تھا کہ شیخ سے مقصود کیا ہے توجہ اور فیض فقط یہ تو چیزیں شیخ نے کھانے پینے کی
یزوں میں رکھدی ہیں تو وہ کھانا پانی گویا کہ شیخ کی جسم و روح کی حقیقت کو اپنے اندر لئے ہوئے
ہے اسی واسطے سیدی ابراہیم متبولی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے (ما شیخ الا اللقیمۃ)
ہمارے یہاں تو شیخ ایک لقمہ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنا وعنہ۔ آمین۔

(عہد ۲۶: جب تک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اسوقت تک اپنی ذات کے لئے کوئی صدقہ و ہدیہ قبول نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم اپنی ذات کے لئے کوئی ہدیہ یا صدقہ ایسی حالت میں کسی سے قبول نہ کریں جبکہ ہم جانتے ہوں کہ ہماری بستی میں ہم سے بھی زیادہ کوئی اسکا محتاج ہے اسی طرح ہم ایسے شخص کا بھی ہدیہ قبول نہ کریں جو اپنے پاس پڑوس یا عزیز قریب کو چھوڑ کر ہمکو کچھ دینا چاہے باوجودیکہ ہمارا گھر اس سے دور ہے (اسلئے کہ ہم اسکے ہمسایہ بھی نہیں ہیں) اور اسکو ہم سے کوئی قرابت بھی نہیں ہے ہاں اگر ہم اسکے پڑوسیوں اور عزیزوں سے زیادہ محتاج ہوں (تو اسوقت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) غرض ہمکو کسی سے کوئی شے بدون سخت ضرورت کے نہ قبول کرنا چاہئے اسی طرح ہمکو چاہیئے کہ کسی سے کوئی چیز اپنے نفع کی نیت سے قبول نکریں بلکہ اس شخص کو ثواب آخرت پہونچانے کی نیت کرنا چاہیئے اور ان تینوں عہدوں پر کوئی عمل نہیں کرسکتا بجز اس شخص کے جو مقام زہد کو صحیح طور پر طے کرچکا ہو اور اسکی نظر میں دنیا سے دین زیادہ عزیز ہو۔ واللہ غنی حمید۔

عہد ۲۷: ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیشقدمی نکرنا چاہیئے

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کام ریاست اور سرداری کے ہیں (مثلاً مشیخت امامت اور تدریس وغیرہ) ان میں ہم کو اپنے بھائیوں کا تابع بننا چاہیئے ان کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی اور سبقت نکرنا چاہیئے مگر اس صورت میں کہ وہ خود ہی ہمکو آگے بڑھانا چاہیں یا ہماری پیش قدمی کرنے میں دوسروں کے اوپر سے بلا مشقت دفع ہوتی ہو یا ہماری وجہ سے لوگوں کو نیک کاموں کی طرف رغبت زیادہ ہوتی ہو تو اسوقت ہمکو پیش قدمی کرنا مناسب ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو (کہ ایسی نیت سے) نیک کاموں کی طرف سبقت کرتے ہیں۔ سیدی احمد بن الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرض موت میں ارشا

فرمایا تھا کہ تم ہمیشہ دُم بنکر رہو سر بنکر نہ رہو کیونکہ سب سے پہلے سر پہ مار
پڑا کرتی ہے (مطلب یہ کہ سردار پر سب سے پہلے حملے ہوتے ہیں ماتحت پر حملے
کم ہوتے ہیں) اگر کوئی شخص تمھارے سامنے مشیخت ظاہر کرے تم کو اسکا تابع
ہوجانا چاہیئے (یہ مراد نہیں کہ اس سے بیعت ہوجاؤ بلکہ مراد یہ ہے کہ تم اس کے
ہوتے ہوئے اپنا بازار مشیخت گرم نہ کرو اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ شیخ صاحب سنت
ہو صاحب بدعت نہ ہو) اگر وہ تمھارے سامنے بوسہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھائے
تو تم اسکے پیر چوم لو۔ اس بات کو سمجھ لو اور اس پر عمل کرو انشاء اللہ اسکی برکت
دیکھوگے اور خدا تعالے تم کو ہدایت دے۔

(عہد ۲۸: جس کو ہماری آبرو ریزی کیوجہ سے جسمانی تکلیف پہونچی ہو اس سے ملنا جلنا کم کردیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کو ہماری آبرو ریزی یا برا بھلا کہنے کیوجہ
سے تکلیف جسمانی پہونچی ہو ہم اسکی راحت کے خیال سے اس سے ملنا جلنا کم
کردیں اور اپنے آپکو ذلت سے بچانے کے لئے اس سے ملنا نہ چھوڑیں (کہ اس نے
ہم کو ذلیل کیا تھا اسلئے اس سے کیوں ملیں) تفصیل اسکی یہ ہے کہ جس شخص نے ہمکو
برا بھلا کہنے کی وجہ سے تکلیف جسمانی برداشت کی ہے وہ جب کبھی ہمکو دیکھے گا
تو اس تکلیف کے واقعہ کو یاد کرکے اسکے ذہن میں ایک بُری صورت قائم ہوگی
اور اگر وہ چاہے بھی کہ اُسکے ذہن میں کوئی بری صورت نہ آئے تب بھی وہ اسپر
قادر نہوگا اور یہ بات اکابر کے حق میں بہت سخت ہے (کہ انکی وجہ سے کسی کے ذہن
میں بُری بات یا بُری صورت پیدا ہو۔) تو چونکہ ایسے شخص سے کم ملنا (اسکی راحت کا
سبب ہے تو اس سے زیادہ ملنا اولی وانسب نہ ہوگا کیونکہ ہمارے ملنے سے
بری باتیں اسکے دل میں گذرینگی اور یہ اسکے ساتھ بدسلوکی ہوگی پس اے عزیز
اپنے دشمنوں سے ملنا جلنا اسی نیت سے کم کرنا چاہیئے نہ کسی اور نیت سے۔ واللہ
غفور رحیم۔

(عہد ۲۹: جملہ اقوال و افعال میں توحید خالص حاصل کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جملہ اقوال و اعمال و مملوکات میں توحید خالص حاصل کریں اور کبھی یوں نہ کہیں کہ فلاں چیز ہماری ہے یا ہمارے پاس سے ہاں بطریق مجاز یا بھولے سے زبان سے نکلجائے تو (مضائقہ نہیں) حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا کہ خدا کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اسکا شریک نہ بناؤ حق تعالیٰ شانہ نے شیئا ارشاد فرمایا ہے کسی خاص شے کو معین نہیں فرمایا بعض بزرگوں کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک دن دعا ر کی کہ یا اللہ میری مغفرت فرمایئے کیونکہ آپ کا وعدہ ہے کہ جو شخص آپ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے اسکی مغفرت کردی جائیگی اور آپکو معلوم ہے کہ میں نے آپ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کیا اچانک ہاتف نے آواز دی کہ دودھ کے دن کا قصہ یاد کرو اسپر وہ بزرگ شرمندہ ہوگئے اور یاد کیا کہ ایک دن ان کے سامنے دودھ پیش کیا گیا تھا کہ اسکو پی لیجئے تو انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ مجھکو اندیشہ ہے کہ یہ مجھکو ضرر نہ پہونچاسے۔ پس حق تعالےٰ نے ان پر اس کلمہ کی وجہ سے گرفت فرمائی کیونکہ انھوں نے ضرر پہونچانے کو دودھ کی طرف منسوب کیا خدا تعالیٰ کی طرف نہ کیا (غرض جو چیز ہے وہ خدا کی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے حق تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے) پھر باوجود اسکے ہر چیز حقیقۃً خدا کی ملک میں ہے اور ہم اسکے غلام ہیں شریعت نے جو لوگوں کی چیزوں کا ان کے قبضہ سے نکالنا بدون اجازت کے حرام کردیا ہے یہ اس عالم دنیا کے انتظام کے لئے ہے کیونکہ اگر یہ حدود و قواعد نہ ہوتے تو نظام عالم (بالکل) بگڑ جاتا اور قوی شخص کمزور کی چیزیں لے لیا کرتا (مگر یہ انتظام شریعت حقیقت کے خلاف کسی طرح نہیں کیونکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ) گویا حق تعالیٰ شانہ، حکم فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ میری کسی چیز پر میرے بندے نے بطریق شرعی قبضہ کرلیا ہے تو اب میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اسکو بدون اسکی اجازت کے ہرگز نہ لو۔

دیکھو! شیطان نے خود یہ بتایا کہ جب انسان غصہ والا ہوتا ہے تو وہ شیطان کے ہاتھ میں مانند گیند کے ہوتا ہے لہذا غصہ کرنے والے کو صبر کرنا چاہیئے تاکہ وہ شیطان نہ بننے پائے اور اسکے اعمال اکارت نہ ہونے پائیں۔

کہا گیا ہے کہ ایکبار ابلیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہی وہ ہیں نا، جنکو اللہ تعالےٰ نے منتخب فرمالیا ہے اپنی رسالت کے لئے؟ اور آپ وہی ہیں نا، جن سے اللہ تعالےٰ نے کلام فرمایا ہے؟ اور میں اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہوں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ سے توبہ کروں۔ آپ ذرا اس بارے میں اللہ تعالےٰ سے سفارش فرما دیجئے کہ میری توبہ قبول فرمالیں۔ موسیٰ علیہ السلام یہ سنکر بہت خوش ہوئے پانی منگوا کر وضو فرمایا، جسقدر خدا کو منظور ہوا نمازیں پڑھیں، پھر عرض کیا کہ یارب! ابلیس بھی آپ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے آپ سے توبہ کی درخواست کرتا ہے اسکی توبہ قبول فرمالیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی آئی کہ اے موسیٰ! اس سے کہو تو آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوا تھا اب وہ تو موجود نہیں ہیں لہذا ان کی قبر کو سجدہ کرے میں اسکی توبہ قبول کرلونگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خوشی خوشی اٹھے کہ کیا مشکل ہے اب تو توبہ اسکی قبول ہی ہوجائیگی) آکر اسکو خبر دی یہ سنتے ہی غصہ سے بھر گیا اور مارے تکبر کے اینٹھ گیا۔ اور کہا میں نے جس ذات کی زندگی میں اسے سجدہ نہیں کیا تو مرنے کے بعد اسکو کس طرح کرسکتا ہوں؟ پھر کہا کہ اے موسیٰ! تمہارا اپنے اوپر ایک حق ہوگیا ہے اسلئے تم کو تین وصیت کرتا ہوں انھیں یاد کرلو ایک تو یہ کہ جب تمھیں غصہ آئے تو مجھے یاد کرلیا کرو (یعنی یہ سمجھ لیا کرو کہ وہ میری جانب سے ہے اسلئے اسکے انجام سے پرہیز کیا کرو) اسلئے کہ میں غصہ کے وقت تمھارے اندر خون سے بھی زیادہ سرعت کے ساتھ جاری ہوتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ بوقت جہاد جب تم دشمن سے ملا کرو تو مجھے یاد کرو کیونکہ میں اس کا خیر کو بھی انسانی قلب میں ریا وغیرہ کا خیال جما کر تباہ کردیتا ہوں یعنی اس موقع میں اسکو بیوی، بچوں اور مال و اولاد کی یاد دلاتا ہوں۔ اور تیسری بات یہ کہ خبردار خبردار کبھی کسی نامحرم عورت

کے ساتھ تنہائی نہ اختیار کیجئے گا کیونکہ ایسے وقت میں، میں اُسکا قاصد ہوتا ہوں آپ کی طرف اور آپ کا قاصد ہوتا ہوں اسکی طرف یعنی ہر ایک کے دل میں دوسرے سے ملنے کا خیال ڈالتا ہوں (اور پھر اسکا جو انجام ہو سکتا ہے ظاہر ہے)

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت لقمان حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ تین چیزیں بدون تین چیزوں کے نہیں معلوم کیجا سکتیں۔ حلیم شخص بغیر موقع غضب کے نہیں پہچانا جاسکتا بہادر شخص بغیر موقع جنگ کے نہیں معلوم کیا جا سکتا اور اپنا دوست بدون وقت پڑنے کے نہیں ممتاز ہو سکتا۔

ذکر کیا گیا ہے کہ کسی تابعی کی کسی شخص نے منہ پر تعریف کی۔ انھوں نے فرمایا کہ کہ ارے اللہ کے بندے کیوں اسقدر میری تعریف کرتا ہے کیا تو نے غضب کے وقت میرا تجربہ کیا ہے؟ کہ مجھکو حلیم دیکھا اسلئے میری تعریف کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں کبھی ایسا اتفاق تو نہیں پڑا۔ فرمایا اچھا تو کیا میرا تیرا کبھی سفر میں ساتھ ہوا ہے کہ تو نے مجھے حسنُ الخلق پایا اور اسکی وجہ سے میری تعریف کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں ایسا بھی نہیں ہوا ہے۔ فرمایا کہ پھر کیا کبھی تو نے میرا امتحان کوئی امانت رکھکر کیا ہے کہ مجھے امانت دار پایا ہے؟ اسلئے میرا معتقد ہو گیا؟ اس نے کہا نہیں یہ بھی نہیں ہوا فرمایا کہ تم پر افسوس ہے۔ کسی شخص کے لئے کسی کی تعریف کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس میں ان تینوں باتوں کا تجربہ نہ کرلے۔ اور فرمایا کہ تین اخلاق اہل جنت کے خلق سے ہیں بجز کریم کے کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ ایک تو یہ کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کردے۔ دوسرے یہ کہ جو اسکو محروم کرے اسکو دے۔ اور تیسرے یہ کہ جو شخص اسکے ساتھ برائی کرے اسکے ساتھ یہ احسان کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين یعنی عفو و درگذر سے کام لو اور احسان کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آیۂ مذکورہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے دریافت فرمایا کہ اسکی تفسیر کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ

نے والے سے پوچھکر عرض کروں گا - چنانچہ تشریف لے گئے اور پھر آئے اور فرمایاکہ
ے محمد! اللہ تعالےٰ آپکو حکم دیتے ہیں کہ آپ اس شخص سے صلہ رحمی برتئے جو آپسے
طع رحمی سے پیش آئے - اور جو آپکو محروم کرے آپ اسکو عطا فرمائیے اور جو آپ پر
ظلم کرے آپ اسکو معاف فرمائیے -

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو گالی دی اور
سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی جگہ تشریف فرما تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش
ہے - حضرت صدیقؓ بھی خاموش رہے جب وہ شخص کہہ سنکر خاموش ہوا تو پھر حضرت
صدیق نے اسکا جواب ترکی بہ ترکی دیا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً وہاں سے اٹھکر
تشریف لے گئے - جب آپکو جاتے دیکھا تو ابوبکر بھی ساتھ ہولئے اور عرض کیاکہ یا رسول اللہ
ب اس نے مجھے گالی دی تب تو آپ نے سکوت اختیار فرمایا اور جب میں جواب میں کچھ کہنے لگا
ب اٹھکر تشریف لے آئے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایاکہ ہاں بات یہ تھی
ب اس نے گالی دی تھی اور تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ مقرر کردیا گیا تھا جو اسکو
ب دے رہا تھا اور جب تم خود بولنے لگے تو وہ فرشتہ تو وہاں سے چلاگیا اور اسکی
شیطان آکر بیٹھ رہا، پس میں نے یہ پسند نہیں کیاکہ ایسی مجلس میں بیٹھوں جہاں شیطان
موجود ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ تین چیزیں ہیں جو سب کی سب حق
ں - کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اسپر ظلم کیا گیا ہو اور اس نے محض اللہ تعالیٰ کی
نا، طلب کرنے کے لئے اسکو معاف کردیا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکی عزت اور بڑھا
تا ہے - اور نہیں ہے کوئی بندہ جس نے اپنے نفس پر سوال کا دروازہ کھولا ہو تاکہ
زمال حاصل کرے مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ مالداری میں اسکو اور کم کردیتا ہے اور نہیں
ہے کوئی بندہ کہ وہ کسی کو کوئی عطیہ دے محض خدا تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے مگر
کہ اللہ تعالےٰ اسکو اور بڑھا دیتا ہے -

ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل
ا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ ہر چیز کے لئے ایک شرف ہوتا ہے اور

نشست کا شرف یہ ہے کہ وہ قبلہ رو ہو اور یہ کہ تم لوگوں کی مجالس امانت والی ہونا (یعنی اسکے اندر کی کہی ہوئی بات دوسرے سے نہ کہنا چاہیئے کہ ہو سکتا ہے کہنے والا مجمع سے باہر اسکا کہا جانا پسند نہ ہو) رہی پند و نصیحت تو اس کو ذکر کر سکتا ہے اور کہ کونسی چیز قابل اشاعت ہے اور کونسی قابل امانت ادنیٰ فہم سے معلوم ہو سکتی۔ اسی طرح سے سونے والے انسان کے اور باہم گفتگو کرنے والے لوگوں کے پیچھے نماز نہ پڑھا کرو (ہو سکتا ہے وہ اٹھکر جانا چاہے اور تم نے اسے محبوس کر دیا ہے) سانپ اور بچھو کو دیکھا کرو تو مار دیا کرو اگرچہ تم نماز پڑھ رہے ہو۔ دیواروں پر پردہ مت لٹکایا کرو (اسلئے کہ ثیاب بدن کی زینت کے لیئے ہے نہ کہ دیوار کی زینت کے لیئے) اور جس شخص نے اپنے بھائی کے خط کو (بغیر اسکی اجازت کے) دیکھا تو گویا اس نے دوزخ میں دیکھا (یعنی یہ اتنی بری بات ہے کہ دوزخ کی سزا کے قابل ہے) اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ سب لوگوں سے زیادہ مالدار ہو جائے اسکو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں سے بڑھکر عزت والا ہو جائے تو اسکو اللہ تعالےٰ کا تقویٰ اختیار کرنا اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ مالداری میں سب سے بڑھ جائے تو اسکو اللہ تعالےٰ کے پاس جو ہے اس پر اعتماد زیادہ ہونا چاہیئے بہ نسبت اسکے جو لوگوں کے پاس ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمکو تم میں سے سب سے بڑھکر شرار کی خبر نہ دوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہے جو تنہا خور ہو اور نیچے کچے کو بھی دوسرے کو نہ دیتا ہو اور اپنے غلام کو بھی کوڑے سے مارتا ہو (یعنی وہ غریب تو اسکو آرام پہونچائے اور یہ اسکو تکلیف دے)۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمکو اس سے بھی برے شخص کی خبر نہ دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور فرمائیے۔ فرمایا کہ جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ بھی اس سے بغض رکھیں۔ پھر آپ نے فرمایا اور اس سے بھی بدتر کی خبر نہ دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور فرمائیے! فرمایا کہ جو اپنے بھائی کی کوئی لغزش نہ قبول کرے اور کوئی معذرت نہ سنے اور اسکی خطا معاف نہ کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تمکو اس سے بھی برے شخص کی خبر نہ دوں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ضرور

ضرور فرمائیے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ جس سے کسی قسم کی اچھی چیز کی توقع نہو اور جسکی جانب سے پیش آنیوالی برائی سے اطمینان نہ ہو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایکبار بنی اسرائیل کو وعظ فرمایا اس میں فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جاہلوں کے سامنے حکمت کی بات مت بیان کرنا وہ لوگ اس بات پر ظلم کریں گے (یعنی اسکی ناقدری کرینگے) اور جو لوگ اسکے اہل ہوں ان سے حکمت کی باتوں کو روکنا مت ورنہ تم ان پر ظلم کروگے یا یہ فرمایا کہ اس حکمت کی بات پر ظلم تم کروگے۔ اور کسی ظالم کے ظلم کا جواب ظلم سے مت دینا ورنہ تم اپنے رب کے پاس اپنے فضل کو ضایع کردوگے۔ اور فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! چیزیں تین قسم کی ہیں کچھ تو وہ ہیں جنکا رشد وہدایت ہونا بالکل ظاہر ہے انکا اتباع کرو اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی گمراہی واضح ہے ان سے اجتناب کرو اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ انکا رشد یا ضلال ہونا مشتبہ ہے انکا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑدو۔

بعض حکماء کا یہ کہنا ہے کہ دنیا سے زہد چار باتوں کیوجہ سے حاصل ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ان تمام چیزوں میں جو دنیا اور آخرت سے متعلق اس نے وعدہ فرمائی ہوں۔ دوسرے یہ کہ اسکے نزدیک مخلوق کی مدح اور ذم دونوں برابر ہوجائیں (نہ مدح پر خوشی ہو نہ قدح سے رنج) تیسرے یہ کہ اسکے عمل میں اخلاص پیدا ہوجائے اور چوتھے یہ کہ ظلم کو معاف کردیا جائے اور اپنے باندی غلام پر غصہ نہ ہو اور حلیم و صبور ہو۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ ان سے کسی شخص نے کہا کہ مجھے کچھ ایسی باتیں بتائیے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع بخشے۔ حضرت ابوالدرداء نے فرمایا بہتر ہے میں تمکو ایسی باتوں کی وصیت کرتا ہوں کہ جو شخص ان پر عمل کریگا تو اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں درجاتِ عالیہ کی شکل میں پائے گا۔ جب کھاؤ حلال شے کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے روز بروز (یعنی ہر ہر دن کی روزی) طلب کرو۔ اور خود کو مُردوں میں سے شمار کرو۔ اور اپنی عزت وآبرو کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردو یعنی اگر

کوئی شخص تمکو گالی دے یا ایذا پہونچائے تو اس سے کہدو کہ میں نے اپنی آبرو اللہ تعالے کے حوالہ کردی ہے اسلئے میں تم سے کچھ نہیں کہتا اور جب تم سے کچھ فساد ہوجائے تو فوراً اللہ تعالے کے آگے توبہ واستغفار کرو۔

مروی ہے کہ جب غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے تو حضرات صحابہؓ پر آپ کی یہ تکلیف بہت شاق گذری چنانچہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ دعا رکیوں نہیں فرما دیتے ان لوگوں پر جنھوں نے آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بناکر نہیں بھیجا گیا ہوں میں تو داعی اور رحمۃ بناکر بھیجا گیا ہوں اور فرمایا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ مجھے پہچانتے نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کی برائی سے اپنی زبان کو روکے گا تو اللہ تعالے قیامت کے روز اسکی لغزشوں کو معاف فرمائینگے اور جو شخص اپنے غصہ کو ضبط کرے گا تو اللہ تعالے قیامت کے دن اس سے اپنے غصہ کو روکے گا۔

حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو ایک بھاری پتھر کے اٹھانے میں زور آزمائی کر رہے تھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون زیادہ طاقتور ہے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ حضرت ایک وزنی پتھر ہے فرمایا کہ میں تمکو ایسی چیز نہ بتلاؤں جو اس سے بھی زیادہ سخت اور وزنی ہے۔ سب نے عرض کیا حضرت ارشاد فرمائیے فرمایا وہ شخص کہ جس کے اور اسکے بھائی کے درمیان کچھ رنجش ہو پس اسکا شیطان اور اسکے بھائی کا شیطان باہم مقابلہ کریں یعنی ہر ایک کو ابھاریں کہ باہم لڑ جائیں چنانچہ آپسمیں بات شروع ہوجائے۔ ایک دوسری روایت میں یوں آتا ہے کہ آپؐ ایک قوم کے پاس سے گذرے جو باری باری ایک وزنی پتھر اٹھاکر زور آزمائی کرتے تھے آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے پتھر کا وزن دیکھ لیا میں تمکو اس سے بڑھکر وزنی اد

دو رشدید چیزیں نہ بتاؤں ؟ سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ضرور فرما دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص جو (اپنے کسی بھائی پر) غصہ میں بھرا ہوا اور پھر صبر کرلے (یعنی غصہ ضبط کرجائے)۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے کسی ظالم پر بددعا کی اس نے انبیاء میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج پہونچایا اور کفار و شیاطین میں سے ابلیس لعین کو خوش کیا اور جس نے کسی ظالم کو معاف کردیا تو اس نے کفار و شیاطین میں سے اس لعین (یعنی ابلیس) کو غمگین کیا۔ اور انبیاء اور صالحین میں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کیا (مطلب یہی ابلیس انتشار فساد پیدا کرنا ہے اور حضرات انبیاء صلح چاہتے ہیں اسلئے پہلی صورت میں فتنہ بڑھا تو ابلیس خوش ہوگا اور دوسری صورت میں وہ خائب و خاسر ہو کر رہ جائے گا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ قیامت میں ایک منادی ندا دے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ کہ جن کا اجر اللہ تعالےٰ کے ذمہ ہے ؟ تو وہی لوگ کھڑے ہوں گے جو دوسروں کو معاف کردیا کرتے تھے اور جنت میں داخل ہوجائیں گے۔

احنف بن قیسؒ سے سوال کیا گیا کہ انسانیت کسے کہتے ہیں ؟ انھوں نے فرمایا کہ مالداری کے ساتھ تواضع ہو اور قدرت کے باوجود معاف کردیا کرے اور بدون احسان جتلائے ہوئے بخشش کرے۔

حضرت عطیہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومن ھین و لین ہوتا ہے یعنی نہایت نرم اور بھولا بھالا جیسے نکیل والا اونٹ کہ اگر مہار پکڑ کر چلو تو وہ بھی چلنے لگے اور اگر کسی چٹان پر بٹھادو تو بیٹھ جائے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ پس (اے مسلمانو!) غضب کے وقت صبر کو لازم پکڑو اور اس حالت میں خود کو جلد بازی سے بچاؤ کیونکہ جلد بازی میں تین نقصان ہیں اور صبر کرنے میں تین فوائد ہیں، بہرحال جلد بازی کے نقصانات سو یہ ہیں کہ خود کو

اپنے کئے پر پچھتاوا اور ندامت ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کیجانب سے ملامت ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس پر سزا ملیگی۔ اور صبر میں تین چیزیں ہیں اول خود کو اپنے نفس میں خوشی، لوگوں میں تعریف اور مدح اور اللہ تعالےٰ کے یہاں اجر و ثواب۔ اسلئے کہ حلم یعنی غصہ کا برداشت کرلینا شروع میں تو کڑوا معلوم ہوتا ہے لیکن آخر میں شیریں ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ
ے حلم کا مزا اولاً تو کڑوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اسکا آخر شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے

چوبیسواں باب

(حفظ لسان کی تاکید کے بیان میں)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اسلئے کہ یہ تمام بھلائیوں کا جامع ہے اور جہاد کو لازم پکڑو اسلئے کہ یہی مسلمانوں کی رہبانیت ہے (کیونکہ اسمیں بھی بال بچوں کو چھوڑ کر جنگل پہاڑ کا سفر کرنا ہوتا ہے اور کبھی کبھی وہیں قیام طویل بھی ہو جاتا ہے یہی کام پہلے زمانہ میں لوگ کیا کرتے تھے کہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر پہاڑ کی کھو میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے اب اسلام میں اسکی ممانعت ہوگئی اسی پر فرمایا کہ اگر کوئی رہبانیۃ جائز اور باقی ہے تو اب یہی جہاد ہے) اور فرمایا کہ اپنے اوپر ذکر اللہ تعالیٰ اور تلاوتِ قرآن کو لازم پکڑو اسلئے کہ یہ تمھارے لئے زمین میں نور اور آسمان میں سببِ شہرت بنے گا اور فرمایا کہ اپنی زبان کو بند رکھو اور کھولو تو خیر ہی کے لئے کھولو یعنی بولو تو اچھی بات ہی بولو۔ اسلئے کہ تم اسکی وجہ سے شیطان پر غالب رہوگے۔

(۱۴) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ گنگوہی۔ بعد سلام مطالعہ فرمایند آپکے دو خطوط پہونچے ہر دو خطوط کے مضمون سے نہایت سرور ہوا حق تعالیٰ ترقی فرمادے تلاوتِ قرآن میں ایسی حالت میں بیشک بدمزگی ہوتی ہے مگر جب یہ کیفیت راسخ ہوجاویگی تو اسوقت میں دلچسپی قرآن کے ساتھ بھی حاصل ہوجاویگی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کچھ تردد نفرماویں۔ فقط۔ والسلام۔ اس سے زیادہ کچھ جواب کی حاجت نہیں، مگر یہ بات محقق ہے کہ جو امر خلوت میں حاصل ہوتا ہے وہ مجمع میں اور مشغولیٔ دیگر شئے میں نہیں ہوتا فتبتل الیہ تبتیلا ان لک فی النہار سبحًا طویلا شاہد اسکا ہے۔ دربارہ محمد یوسف اسکو اطلاع کرکے جیسی اسکی مرضی ہوگی جواب لکھا جائے گا۔ فقط۔ والسلام۔

ہ قولہ: "مگر یہ بات محقق ہے" الخ" معلوم ہوتا ہے مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے اپنی مشاغل مختلفہ میں مشغولی یا لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے اپنے تلاوت قرآن میں بدمزگی کا حال لکھا تھا اسپر تحریر فرمایا کہ — بیشک ایسی حالت میں بدمزگی ہوتی ہے مگر جب یہ کیفیت راسخ ہوجاویگی تو وہ دور ہوجائیگی اور قرآن کے ساتھ دلچسپی قائم ہوجائیگی۔ اور اسکے بعد ایک قاعدہ کلیہ تحریر فرمایا کہ مگر یہ بات محقق ہے کہ جو امر خلوت میں حاصل ہوتا ہے وہ مجمع میں اور مشغولیٔ دیگر شئے میں نہیں ہوتا اور اسکے بعد اسبات کے ثبوت میں قرآن شریف کی آیۃ کی جانب اشارہ فرمایا کہ فتبتل الیہ تبتیلاً یعنی اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان ناشئۃ الیل ھی اشد وطأً واقوم قیلا ان لک فی النہار سبحًا طویلاً۔ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا کہ بیشک رات کے اٹھنے میں (دل و زبان کا) خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔ بیشک تم کو دن میں بہت کام ہوتا ہے (دنیوی بھی اور دینی بھی)۔ اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کرکے اسی کی طرف متوجہ رہو — اس میں ہدایت فرمائی ہے کہ ذکر رب کے لئے تنہائی کا وقت زیادہ موزوں ہے کہ وہ اور مشاغل اور موانع سے خالی ہوتا ہے۔ اسوقت کا ذکر مجمع کے ذکر سے زیادہ مزیدار اور پائیدار ہوتا ہے۔

(۴۲) مکرمی مولوی خلیل احمد صاحب مدبقا رکم السلام علیکم و رحمۃ اللہ
بجز بیت ہوں تا دام حیات آدمی مبتلائے بلیات و تشویشات سے جب رہا
اس عالم سے چلا جاوے فمن لی بہ سہ شنبہ ۲۵ شعبان کو قاضی امانۃ
لکھنوتی مرکوب رفقہ لکھنوتی فوت ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ یکشنبہ کو
عزیزم حاج علاء الدین پہونچے اور یہاں کے قصہ جات کسی کا مرنا کسی کا جینا
ہر روز یہی افسانہ ہے۔ تحریر تقدیر موجب تسکین تو ہے مگر طبعی امر ہجوم کار د
خلائق سے اپنا کام ہاتھ سے جاتا ہے آپ کے دو خط پہونچے فرصت جواب نہ
آج بوجہ بارش مریض نہیں آئے جواب لکھتا ہوں، فرصت مغتنم ہوئی پہلے اس
کرتہ حسب طلب روانہ کر چکا ہوں پہونچا ہوگا۔ یکفر بی کے ساتھ احاطۂ ذاتی غا
اس عاجز نے نہیں لکھا ہوگا بلکہ یوں لکھا ہے کہ ایک نور اسم ذات کے ساتھ
خارج ہو کر وہ نور محیط جسم ہو جاوے۔ سو نور کے احاطہ میں یہ وساوس جہت و تنا
کیوں ہونے چاہئیں نور بھی ایک شئی مخلوق ہے لہٰذا مفسرین اللہ نور السموٰت
میں منور السموات تفسیر کرتے ہیں مشائخ رضوان اللہ علیہم نے ترقیات مندرجہ رکھ

ف قولہ: تحریر تقدیر موجب تسکین تو ہے مگر طبعی امر، ہجوم کار، و دلداری خلائق سے ا
ہاتھ سے جاتا ہے" ـــ کسی قاضی صاحب کا وصال ہوا اور کوئی حاجی صاحب بیمار ہو
اسپر فرمایا کہ اس دنیا کے یہی سب قصے لگے ہوئے ہیں کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے، ہر روز ا
افسانہ ہے۔ احباب اس نوع کی خبریں دیدیتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ سوچ لینے سے ت
ہو جاتی ہے کہ تقدیر میں یہی لکھا تھا کیوں نہ پیش آتا تاہم ہر شخص کو ان واقعات سے کچھ
رنج وغم تو آخر ہوتا ہی ہے صاحب واقعہ کو تو ہوتا ہی ہے ہر سننے والے پر بھی اثر ہو
پھر اپنے متعلق کام بھی کثیر ہیں اب ان حالات میں ہر صاحب واقعہ کی دلداری کرنے
اسکو کچھ نہ کچھ فائدہ تو ہو جاتا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے کام (معمولات اور یکسوئی) ف
ہوتے ہیں یہ بھی ایک بڑا نقصان ہے۔ ۱۲

ہرگز ابتدا میں تلقین احاطہ ذاتی کی نہیں فرماتے۔ سو اگر آپکو یہ شبہ ہوا کہ نور اور ذات ایک شے ہے تو اسکو تعوذ دفع کردو۔ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء نور و ظلمت سے پاک ہے اور اگر سہواً بجائے نور کے ذات کو یاد کرلیا تو اب متنبہ ہونا چاہیئے اور اگر غفلت میری تحریر میں ہوئی تو اسکو منسوخ جانو۔ محض اسم کے ساتھ خروج نور ہوکر محیط جسد کرو۔ پہلی تحریر کو ترک کردو اور نور کو غیر ذات پہچانو۔ فقط۔ باقی کلمات جو میری نسبت تم لکھتے ہو سوائے اسکے کہ نادم ہوں اور کیا ہوتا ہے آپکا حسن ظن میرا رہبر ہو جاوے۔ آمین۔ قوت دماغ کے واسطے کچھ دوا کھانی بہ نیت نیک عبادت ہے اور کام اسقدر کرنا کہ تحمل اسکا ہوسکے ضرور ہے۔ حق تعالیٰ تمہارا معاون اور ناصر ہو۔ فقط۔ مولوی محمد مظہر صاحب لکھنوتی تشریف لکھتے ہیں اسقدر مبتلائے بخار ہیں کہ مضامین پاس حیاۃ فرماتے ہیں مولوی پیر محمد انکی خدمت میں حاضر ہیں۔ کسی وقت فارغ ہو بیٹھنا حاجت نہیں یہ ہی وقت ذکر معین از عصر تا مغرب از مغرب تا عشار کافی ہے اس شغل کو ہی توجہ تصور فرماؤ۔ جب علاقہ حُب کا ہوتا ہے تو کچھ بہت کذائی کی ضرورت نہیں ہوتی آخر تمام طرق میں غیر نقشبندیہ یہ طریق کوئی نہیں کرتا تو غیر ضروری ہی جانکر ترک کیا ہے۔ سو اسکی کوئی حاجت نہیں اور نہ شیخ ظاہر کچھ کر سکے۔ محل ظن کی راہ سے حق تعالے اپنے خزانۂ غیب سے حسب وسعت و مقدر عطا فرماتے ہیں وسایط کا نام ہوتا ہے لہٰذا خود وسایط کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ رنگ پوڑیا دیا ہی مشکوک ہے اخبار غالب نجاست کی ہیں۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب کو بعد سلام فرمادیں کہ یا باسط گیارہ سو بار بعد عشار ہر روز پڑھتے رہو کچھ مضائقہ نہیں اور سب امور کو مقدر جانو اپنے وقت پر ظہور ہوگا۔ داروغہ عبدالحق کو بعد سلام مسنون فرمادیں کہ جو امر حاصل شدہ جاتا ہے یا عدم اہتمام سے جاتا ہے کہ اسکی چنداں آدمی

ه قولہ: "جو امر حاصل شدہ جاتا ہے الخ" اس مقام پر بھی حضرت والاؒ کے دست مبارک کا لگایا ہوا + یہ نشان ہے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب داروغہ صاحب نے ۱۲

نگہداشت نہیں کرتا یا معصیت کی شامت سے فرو ہوتا ہے یا کھانے کے نشیب وفراز سے۔ سو تلاش کر کے اگر ثالث امر ہے تو احتیاط چاہیئے اور جو ثانی ہو تو استغفار و ترک ابتلاء اسکا ہو اور جو اول ہے تو مناجات اور اظہار عجز و انکسار بدرگاہ واہب العطیات ہو اور اپنی غفلت پر ملامت نفس کو، مجملاً علاج یہ ہے۔ بہرحال کثرت استغفار و ندامت ضروری ہے۔ مولوی الطاف الرحمٰن بعد چند روز انبالہ سے واپس آئے اور آپ کا خط انکو ملا۔ اب بخار موسم میں مبتلا ہیں چلتے پھرتے ہیں کسیوقت تکلیف زیادہ بھی ہو جاتی ہے سلام علیک کہتے ہیں۔ عبد اللہ شاہ اور سب طلباء اپنے اپنے وطن کو گئے ہوئے ہیں تحریر رسالہ کے باب میں نذیر احمد کو اجازت دے چکا ہوں بتدریج نقل ہو جاویگی۔ دوسری عرض شکایت آپ کی حال معلوم ہوا ع آنرا کہ حساب پاک از محاسبہ چہ باک اللہ معکم ھو مولاکم مولوی فخر الحسن صاحب کے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط۔

غالباً اپنے کسی حال کے ختم ہو جانے اور جاتے رہنے کا ذکر حضرتؒ سے کیا ہوگا اس پر فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو حال انسان کا باقی نہیں رہ جاتا چلا جاتا ہے اسکے چند اسباب ہیں کبھی کھانے پینے میں کچھ نشیب و فراز ہو جاتا ہے اسلئے چلا جاتا ہے تو اسکا علاج تو یہ ہے کہ اسمیں احتیاط برتی جائے اور کبھی اسکا سبب کوئی معصیت بنتی ہے پس اسکی شامت میں حال رخصت ہو جاتا ہے اس صورت کا علاج یہ ہے کہ اب اسکو ترک کرے اور گذشتہ کے لئے توبہ و استغفار کرے۔ اور ایک تیسرا سبب یہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنے اس حال کی جو کہ مہمان عزیز ہوتا ہے اہتمام اور قدر نہیں کرتا اس میں کچھ کوتاہی ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اگر یہ صورت ہے تو اسکا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے مناجات کرے ان کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار کرے اور واہب العطیات کی درگاہ میں انکسار کرے اور اپنی سابقہ غفلت پر ندامت کرے۔ مجملاً اسکا یہی علاج ہے۔ بہرحال کثرت ندامت اور استغفار ضروری ہے۔ ۱۲

(۳۴) مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ آپکا خط آیا حال معلوم ہوا واردات رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ اسکے لاکھوں جہاں مثل پر پشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و افتخار ہے کہ اگر خود ایسی عطیات سے محروم ہے بارے احباب کی عطا متواتر ہے ؂

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے　　تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

آمین ۔ مردہ پر اگر وقت مرگ کوتاہی کفن دیکھی جاوے تو یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ تکفین میں اولیاء نے کوتاہی کی اور غیر مشروع امر پیش آیا ۔ کوتاہی کفن میں مردہ کا کیا قصور اگرچہ باعتبار دیگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لباس عبارت تقویٰ سے ہے مگر ہر حال دعائے مغفرت ضرور ہے تلوث دنیا تو آخر لوگوں کے ساتھ سخت لگا ہوا ہے بندہ بھی دعا کرتا ہے زمین کے قرض میں کیا تردد ہے انشاء اللہ جلد قرض ادا ہو جاوے گا وہ صورت جو آپ نے لکھی ہے جواب اسکا یہ ہے کہ بنظر تقویٰ تو اجتناب نکاح سے مضائقہ نہیں مگر بوجہ فتویٰ حلال و درست ہے چنانچہ وہ قصہ حدیث بھی ایسا ہی ہوا کہ فتویٰ و قضاء فخر عالم علیہ السلام تو وہ ہی تھا الولد للفراش مگر بنظر احتیاط و تقویٰ حجاب سودہ کا ارشاد ہوا تھا بہر حال وہ ارشاد تقویٰ تھا اور فتویٰ وہ ہی تھا جو آپنے الولد للفراش فرمایا تو آپ بھی اس مسئلہ کو بنظر تقویٰ و احتیاط ہی فرما دیں نہ بطور فتویٰ ۔ فقط ۔ باقی سب امور بدستور ہیں ابو الطاہر پسر ابو القاسم کہ بعمر پچیس سال کے تھا انتقال کر گیا اسکے واسطے بھی دعاء مغفرۃ فرما دیں ۔ مولوی صدیق احمد دہلی سے آکر کوٹلہ کو گئے ماشاء اللہ تعالیٰ عمدہ حال میں ہیں ۔ فقط ۔ والسلام ۔ جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۔

؂ قولہ : "مولوی صدیق احمد صاحب دہلی سے آکر کوٹلہ گئے ماشاء اللہ عمدہ حال میں ہیں"۔ اسی خط کے شروع ہی میں حضرت گنگوہیؒ نے مولانا خلیل احمد صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا واردات رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں، حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ اسکے جہاں مثل پر پشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و

(۴۴) مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم آپ کا خط آیا ما فیہ دریافت ہوا آپکے حسن احوال سے دل کو سرور ہوا جسقدر ہوسکے اپنے شغل یادداشت میں مصروف رہیں حجاب سیاہ نے براسانہ ہوویں جب وقت آوے گا یہ حجاب خود معین کار ہو جاوے گا نور نفی بن جا نفی عبارت ہے اس سے کہ وسعت بے نہایت بھی ایک قید ہے اسکو رفع کرے

انتظار ہے کہ اگر خود ایسی عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطا متواتر ہے ــــــ

۵ درگور برم از سر گیسوئے تو تارے   تا سایہ کند بر سر من روز قیامت ۔ آمین

یعنی آپ کا حال معلوم ہوا اور حق تعالیٰ کی جانب رجوع ہونے کے سلسلہ میں اپنے جو وار لکھے ہیں وہ سبحان اللہ کیا کہنا ۔ بڑی خوشی کا مقام ہے اور اسپر شکر حق لازم ہے ۔ اس لئے کہ یہ ایک نعمت کبریٰ ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے آپکو عطا ہوئی ہے اور اتنی بڑی نعمت کہ اسکے مقابلہ میں سارا عالم ایک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا اور آپ کے اس حال سے الحمد للہ بندہ کو بھی بڑی مسرت ہوئی جو میرے لئے بھی شکر اور فخر کا مقام ہے اس طور پر کہ گو خود ان نوع عطیات سے خالی اور محروم ہی رہا تاہم اس پر فخر ہے کہ الحمد میرے احباب میں سے بہت سوں کو حق تعالےٰ نے ان سے نوازا ہے اسپر یہ شعر پڑھتا ہوں کہ ۵ تمھارے سر کے گیسو سے ایک تار اپنے ہمراہ قبر میں لیجاؤں گا ہو سکتا ہے کہ بروز وہ میرے سر پر سایہ کا سبب بن جائے ۔ آمین۔

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے یہی شعر اپنے ایک والا نا میں (خط ۲۰) میں مولانا صدیق احمد صاحبؒ کو بھی ان کے احوال سے خوش ہو کر بطور کے تحریر فرمایا تھا یہاں اسی مضمون کو مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو بھی تحریر فرمایا ان دونو مسترشدوں کے احوال اس میں شک نہیں کہ باعثِ رشک تھے کیا عجب کہ حضرت نے یہا اولاً تو انکی تعریف فرمائی پھر اس خیال سے کہ کہیں نفس عجب میں نہ مبتلا ہو جائے مولانا خلیل ا صاحب کو اپنے ایک دوسرے مسترشد کے حال سے بھی مطلع فرما دیا کہ مولوی صدیق احمد ماشاء اللہ عمدہ حال میں ہیں اسی طرح ایک لطیف تنبیہ بھی فرما دی کہ بس ہر حال میں ا

سو وہ اختیاری نہیں کیفما کان جسقدر ہوسکے مشغول رہو ؎

کار کن کار، بگذر از گفتار کاندریں راہ کار دارد کار

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع پاؤں کہ تم نے مجھ جن ظلمت دلیل بنایا ہے ورنہ اپنی شومی کیا کہوں اول تو کچھ حاصل نہ ہوا تھا اگر کچھ طفل تسلی کی تھی اب ضعف قوت و ہمت نے اسس سے بھی جواب دیا سو نجبر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ ل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ من دق باب الکریم انفتح حق تعالیٰ آپکو فتح باب

امور کو عطیۂ خداوندی سمجھو اور اسس پر شکر کرو اور یہ حالات رفیعہ کچھ تمہارے ہی ساتھ خاص نہیں ہیں الحمد للہ میرے احباب میں سے اللہ تعالیٰ نے اوروں کو بھی بخشے ہیں چنانچہ مولوی صدیق احمد سلمہٗ کے حالات بھی ماشاء اللہ بہت عمدہ ہیں لہٰذا ان پر توقف مت کرلینا بلکہ ہر آن ترقی کی فکر میں لگے رہو کہ و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون اور یہ امر بھی پیش نظر رکھنا کہ سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور ایک بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کو مولانا خلیل احمد صاحب پر پورا اعتماد تھا کہ اس لکھنے سے وہ اچھا ہی اثر لیں گے ورنہ تو اس زمانہ میں ہمارا یہ حال ہے کہ اگر شیخ اپنے کسی معاصر کی تعریف کردے تو ہمکو اس سے حسد ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے اور نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق ہوجاتا ہے۔ پہلے لوگ ایسے صاف طبیعت اور پاک نیت ہوتے تھے کہ باہم ایک دوسرے سے محبت ہی رکھتے تھے وہ سب لغویات جو اس زمانہ میں ہوگئی ہیں ان میں نہ تھیں۔ واللہ اعلم۔

۵۔ قولہ: "اب التفات بندہ کا آپکی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ " من دق باب الکریم انفتح" ــــ یہ بھی حضرت اقدس قدس سرہٗ کی تواضع سے ناشی ہے جس سے ایک جانب ...

نصیب فرما دے، دس روز سے بخار تو نہیں ہوا مگر شدت نزلہ و درد و حرکت دندان
ہے کہ بخار سے زیادہ از کار رفتہ ہوگیا ایک رباعی شاید دو چار روز میں ساقط
ہی ہو جاوے۔ ہزال و ضعف کثیر ہے اور عود بخار سے بھی امن نہیں ان سب
پر بجز رضا اور کیا چارہ ہے۔ اب تمنائے خیریت خاتمہ ہے اور بس۔ ماموں
عبدالغنی صاحب مرحوم ۱۷ محرم کو فوت ہوئے ڈپٹی سراج الدین سہارنپور
پنشن لینے گئے تھے وہاں سخت بیمار ہیں ایسا بیان آئندگاں ہے کہ زیست کی
توقع نہیں۔ تم صاحبوں کو یہاں سے لوگوں کا سلام پہونچے۔

۵۔ حق تعالےٰ نے حضرت والا کو عطا فرمایا تھا اس کا نمونہ پہلے بھی مولوی صدیق
احمد صاحبؒ کے مکتوبات کے جواب میں ظاہر ہو چکا ہے اس میں شک نہیں
کہ یہ حضرت گنگوہیؒ کی فنائیت کا ایک مظہر ہی تھا کہ اپنے مسترشدین سے
انکی تکمیل کے بعد ایسا معاملہ فرماتے تھے گویا وہ مرشد ہیں اور حضرت
مسترشد۔ چنانچہ مولانا صدیق احمد صاحبؒ کو ایک جگہ تو تحریر فرمایا کہ "اصل
یہ ہے کہ شیخ مرید کو لیجاتا ہے اور فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لیجاوے یہ ناکس
واسطہ واقع ہوا، گو خشک لب محروم ہے اب خود آپ سے التجائے دعا
کرتا ہوں کہ ہمت اور دعا سے مجھکو بھی یاد رکھیں" (خط ۱۶)
اور ایک دوسری جگہ لکھا کہ — "بعد اس سب کے اس روسیاہ
شرمندہ کے واسطے بھی کوشش اور سعی کر کے دستگیری کرنا لازم ہے الخ
— اسی طرح سے یہاں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو بھی لکھا کہ — سو خیر
دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپکی
طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ جو شخص کسی کریم کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ
کھل ہی جاتا ہے۔ حق تعالےٰ آپ کو فتح باب نصیب فرما دے۔

Dr. Zakir Husain ... Jamia M.I.

Regd. No.I 2/0/AD-111
...thly July 1986
WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

...24/-

Rs. 45/-

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی الٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی
۱۳ تیرہ روپے

چندہ سالانہ
۲۵ پچیس روپے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ — مدیر: عبد المجید عفی عنہ — دو روپے پچیس پیسے

شمارہ ۸ — ذیقعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق اگست ۱۹۸۵ء

Dr. Zakir Husain Library, Jamia Nagar, J.M.I. New Delhi

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر عظیم حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر [illegible] پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹریشن نمبر [illegible]

اسی طرح سے ان آیات کو بھی ایک جگہ لکھ لو جن میں دوزخ یا عذاب دوزخ کا
ذکر ہے اور تفاسیر سے ہر آیت کی تفسیر میں علماء نے جو روایات بیان کی ہوں انھیں ایک
کے ساتھ لکھ دو۔ چنانچہ تعمیل حکم میں ہم دونوں نے فوراً ہی یہ کام شروع کر دیا اور ایک ایک
آیت اور اسکی تفسیر میں جو احادیث آئی ہیں ان سب کو حضرت والا کو سنا دیا جاتا تھا
لیکن یہ کام چونکہ طویل الذیل تھا ادہر رفیق محترم مولوی عبد الحلیم صاحب بھی چند دنوں
قیام کرکے جونپور تشریف لے گئے اسلئے پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا اور حضرت اقدسؒ
کے منشاء کے مطابق بالاستیعاب ہی ہو سکا تاہم اس کے جو اوراق مل سکے وہ
ذخیرہ بھی کچھ کم نہیں ہے اسوقت انھیں کو پیش ناظرین کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ بھی
اسی پہلے سلسلہ کی چیز تھی اسلئے اسکا نام بھی "ایقاظ الافکار بذکر الجنۃ والنار" ہی
رکھنا مناسب معلوم ہوا سوا اسکے کہ اسکو اسکا حصہ دوم قرار دیدیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
سے دعاء ہے کہ وہ اس ناچیز سعی کو مقبول فرما دے، مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے
اور اسکا ثواب حضرت مصلح الامۃؒ کی روح کو پہونچے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔
نوٹ: حضرت مرشدی نور اللہ مرقدہٗ نے "ایقاظ الافکار بذکر الجنہ والنار" کا مقدمہ
جن لفظوں سے شروع فرمایا تھا اسی مضمون کو تفصیلی بیان میں بھی ذکر فرمایا اسلئے
ہم نے بھی یہاں اسے بعینہ باقی رکھا اور تکرار کا لحاظ کئے بغیر حصہ دوم کا جزء اسکو بنا دیا
درحقیقت یہ مضمون حضرت اقدسؒ کا ایک قدیمی اور الہامی مضمون، معروف بہ
اصلاحی مضمون ہے جو الگ کتابچہ کی صورت میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ آگے کتاب
کی تمہید اسی مضمون کو قرار دیا گیا ہے۔ والسلام

راقم عبد الرحمن جامی

شوال المکرم ۱۴۰۴ھ، ۲۷ جون ۱۹۸۴ء   خادم درگاہ وصی اللّٰہی

۲۲ - بخشی بازار — الٰہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمہید

دیکھا جاتا ہے کہ آج مدارس کی کمی نہیں ہے گاؤں گاؤں مدرسے کھلے ہوئے ہیں ہر ہر بستی میں اہل علم موجود ہیں اسکا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ علم عام ہوتا عمل عام ہوتا لوگوں کے دینی و دنیوی حالات درست ہوتے لیکن باوجود اسکے لوگوں میں دین کا نام نہیں ہے کوئی بستی ٹھیک نہیں ہے یہی نہیں کہ دین درست نہیں دنیا بھی برباد ہی ہے اور عام حالت یہی ہے اور یہ حالت روز بروز بڑھتی ہی چلی جارہی ہے آخر اسکی وجہ کیا ہے ؟

میری سمجھ میں اسکی وجہ یہ آتی ہے کہ اول تو ایسے مصلحین جو کتاب و سنت پر قوم کے حالات مطابق کرنے کی اہلیت اور فکر رکھتے ہوں نہیں ہیں اور جن میں یہ بات ہوتی ہے وہی جانتا ہے کہ قوم کتنی اپنے مرکز سے ہٹی ہوئی ہے اور انکو کتنا بعد اپنے مرکز سے ہوگیا ہے اور انکو کس طرح اپنے مرکز سے قریب کیا جاسکتا ہے اور یہ کام کتنا دشوار ہے اور اس میں کس قدر اہمیت ہے اور اس میں صرف علم کی ضرورت ہے یا عمل کی بھی اور اگر عمل کی بھی ضرورت ہے تو صرف ظاہری یا باطنی بھی اور اگر باطنی بھی درکار ہے تو ناقص یا کامل ؛ یہ چیزیں اہلیت ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں ورنہ صرف صوری نماز روزہ کو لوگ دین سمجھتے ہیں اور ہر ایک کے پاس دین کی ایک ناتمام حقیقت موجود ہوتی ہے جس کو وہ کل دین سمجھتا ہے بس اسکی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے اندھوں کے پاس کوئی ہاتھی آگیا تھا جسکی حقیقت بیان کرتے ہوئے سب نے اپنی اپنی تحقیق بگھاری جس کا ہاتھ اسکی دُم پر پڑا اس نے کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے مورچھل اور دوسرے نے اسکے کان کو ٹٹول کر کہا کہ نہیں ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے سوپ اور جس نے اسکی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اس نے کہا کہ نہیں ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے تخت

اور ایک نے اسکے پیر پکڑ پائے تو کہا کہ ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے کھمبا۔ تو دیکھئے اندھاپن بھی کتنی بری بلا ہے کہ اتنا بڑا صحیح و سالم ہاتھی کتنے تا تمام جزؤں میں تقسیم ہو گیا اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اشقیار را دیدۂ بینا نہ بود　　نیک و بد در دیدشاں یکساں نمود
ہمسری با انبیار برداشتند　　اولیار را ہمچو خود پنداشتند

(یعنی اشقیار کے لئے چشم بینا نہیں تھی اسلئے نیک و بد دونوں انکی نگاہ ہوئیں یکساں معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ انبیار علیہم السلام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے تھے اور اولیار کو اپنی ہی طرح سمجھتے تھے۔

پس جس طرح ان اندھوں نے ہاتھی کے صرف ایک ایک عضو کو لیا اور اسی پر کل کا حکم لگا دیا جو صحیح نہیں تھا اسی طرح آج دین کے بارے میں لوگوں کا حال ہے کہ اسکی حقیقت سے تو ہیں نا آشنا اور صرف بعض ظاہری چیزوں کو لیکر اسی کو کل دین سمجھتے ہیں اور جو اصلی دین کی راہ دکھاتے ہیں انکی نہیں سنتے بلکہ ان سے مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اسکا سبب انکا اصلی راہ کو چھوڑ دینا ہوتا ہے۔ اور اپنی بداعمالیوں اور قلبی امراض میں ابتلا دانہماک سبب بنتا ہے اصلی راہ کے چھوڑنے کا۔ اور جب اصلی راہ کو چھوڑ چکے ہیں تو پھر صحیح راہ پر لگنا اور حقیقی دین اختیار کرنا ان کے لئے نہایت دشوار ہوتا ہے اور صرف یہی نہیں کہ اس پر آنا نہیں چاہتے بلکہ جو لوگ ان کے سامنے اصلی دین پیش کرتے ہیں ان سے انھیں نفرت اور انکی باتوں سے وحشت ہونے لگتی ہے اور یہ اسکے مصداق ہو جاتے ہیں ؎

ناصحا مت کر نصیحت دل مرا گھبرائے ہے　　میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

اصلی راہ دکھانے والے چونکہ کم ہیں اسلئے یہ گمراہی بڑھتی جارہی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کہیں کوئی اللہ کا بندہ راہ دکھانے والا بھی ہوا تو عوام کا انکا جہل اسکے تعلیم کے اثر کے قبول کرنے سے مانع ہوتا ہے یہ اپنے جہل کو مرض ہی نہیں

سمجھتے اور اسکو دور کرنا ہی نہیں چاہتے جیسے عالم علم کو کمال سمجھتا ہے یہ جہل کو کمال
سمجھتے ہیں اور اپنے جہل میں عناد کی حد تک پہونچ جاتے ہیں اور ارباب جہل دعنا
تقلید نظرت کو فاسد کردیتی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی اہل علم کے
کہنے کے مطابق راستہ نہیں چلتا تو قوم کے جو سردار ہوتے ہیں جو اپنی ہوائے نفسانی
پیروی کرتے ہیں اور احکام الہٰی کی بالکل پرواہ نہیں کرتے انکے چھوٹے انکی تقلید
کرتے ہیں اور چھوٹے اور بڑے دونوں فاسد الاخلاق اور فاسد الطبیعۃ ہوجاتے ہیں
اس حالت پر پہونچکر علماء کا کہنا کیسے سن سکتے ہیں۔ اصلاح بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ اس
کے نتائج اور ثمرات میں سے یہ ہے کہ آج جاہلوں میں کبر۔ استکبار اور عار وغیرہ
تمام امراض پیدا ہوگئے ہیں جو کسی زمانہ میں کفار کے اندر موجود تھے اور جس طرح
انہوں نے اپنی انھیں بداخلاقیوں کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ اور انکا
انکار کیا اسی طرح جہلا بھی ان صفات بد کی وجہ سے عالم دین اور عالم شریعت کا
مقابلہ کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اور
یہ سمجھتے بھی نہیں کہ ہم یہانتک پہونچ گئے ہیں۔ کیا اس حالت میں ایمان سالم ہے؟
میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ غلط ہے؟ کیا آج مسلمان عوام میں یہ چیزیں موجود
نہیں ہیں؟ اور کیا یہ بات ٹھکرا دینے کی ہے اور اس آواز کی طرف التفات نہ کرنا
امانت و دیانت ہے؟

میں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ اسکا سبب انکا اصلی راہ کو چھوڑ دینا ہوتا ہے۔
اپنی بداعمالیاں اور قلبی امراض میں سے حب دنیا کا استیلاء قلوب پر اسقدر
ہے کہ اسمیں دوسرے کی گنجائش ہی باقی نہ رہے یہ بھی داخل ہے محبت کی
خاصیت ہے کہ اس میں محبوب کے علاوہ دوسرے کی گنجائش باقی نہیں رہجاتی
جس کو نور البصیرت سے حصہ ملا ہے وہ ان کے حالات میں غور کرکے یہ سمجھ سکتا ہے
اسی حب دنیا کے استیلاء نے انکو آخرت سے بالکل بیگانہ کردیا ہے کہ انکے
قلوب میں گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ ان میں یہ ہمت نہیں رہ گئی کہ دنیا کے

ساتھ آخرت کا تعلق باقی رکھ سکیں اسقدر دنی الہمۃ اور پست حوصلہ ہو گئے ہیں
یہ علو ہمتی کی بات ہے کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا تعلق بھی قائم و باقی رکھا جائے۔
اور اسکے حقوق میں کسی قسم کی کمی نہ ہونے دی جائے کہ عظیم کے سامنے حقیر کی
حیثیت ہی کیا ہے اسکا مقتضیٰ یہ تھا کہ دنیا کا گذر ہی ان کے دل میں نہ ہوتا کہ آخرت
کریم ہے اور دنیا لئیم۔ آخرت اس دل میں آنا نہیں چاہتی جس دل میں دنیا ہو
کیونکہ یہ کریم ہے اور کریم لئیم کے یہاں نہیں جاتا یہ بزرگوں کا ارشاد ہے۔

آخرت باقی اور دائم ہے اور دنیا فانی اور زائل ہے۔ فانی اور باقی
میں نسبت ہی کیا ہے ان میں تو ایسی نسبت بھی نہیں کہ دریا میں سوئی ڈالنے
سے اس میں پانی کا جو قطرہ لگ جائے اسکو جو نسبت دریا کے ساتھ ہے
دنیا کو آخرت کے ساتھ یہ نسبت بھی نہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی
اور قطرہ و سمندر دونوں فانی ہیں اور فانی کو فانی کے ساتھ تو کچھ نسبت
ہوتی بھی ہے اور یہاں ایک فانی ہے دوسری باقی، اسلئے یہاں تو وہ نسبت
بھی نہیں اور جب یہ نسبت نہیں تو یہ کہا جائیگا کہ یہاں موجود اور معدوم کی نسبت
ہے یعنی ایک موجود ہے اور دوسری معدوم اب کس قدر افسوس کی بات
ہے کہ اس نسبت کو نہ سمجھا جائے۔

ایک تو دنیا قلیل پھر اسکے مقابلہ میں آدمی کی عمر اقل قلیل لہٰذا اس کے
تمتعات بھی اس دنیا میں جو ہیں وہ بھی اقل قلیل ہیں اس تمتع پر نظر کر کے تمتعاتِ
آخرت کو نظر انداز کر دینا کس قدر ضعف ایمان ہے۔

فکر آخرت جو مومن کے دل میں ہوتی ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے
عصائے موسیٰ علیہ السلام کہ اس نے ساحرین کے سب عصا کو یکدم نگل لیا تھا اور اسکے
آگے سب فنا ہو گئے تھے اسی طرح مومن کے قلب میں جب فکر آخرت پیدا ہو جاتی
ہے تو دنیا کے سب ہموم و غموم اسکے قلب کے آس پاس بھی نہیں آنے پاتے
اور اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ

آپکے غیر مرے خانۂ دل میں کیسے   کہ خیال رخ دلدار رہے وہاں اپنا
کا لازم ایمان سے ہے اب خیال فرمایئے کہ ایسا شخص کیسے دنیا میں منہمک
ہو سکتا ہے اور کیسے اسکے شہوات ولذات کو ترجیح دے سکتا ہے اب جو
ترجیح ہورہی ہے تو اسکی وجہ یہی ہے کہ فکر آخرت دل میں نہیں ہے اور دنیا اسکو
پیدا کرنا چاہتے ہیں اسی وجہ سے کسی کام کے نہیں رہ گئے۔ خدا کے نظر اعتبار
سے ساقط ہو گئے دنیا بھی چاہتے ہیں تو وہ بھی نہیں ملتی کیونکہ انھوں نے اپنے
خدا کو ناراض کر لیا ہے جسکے قبضہ میں دنیا اور آخرت دونوں ہے اور مومن جب
آخرت کو چھوڑتا ہے تو اسکی دنیا بھی چلی جاتی ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ
کا مصداق ہو جاتا ہے۔

بس اب اسی پر کلام کو ختم کرتا ہوں کہ آخرت باقی ہے اسکا بیان کما حقہٗ
وہی ذات کر سکتی ہے جو باقی ہے فانی سے اسکا کیا ذکر ہو سکے۔

آخرت کا جب ذکر آگیا تو قرآن و حدیث سے ترغیب و ترہیب یعنی جنت
و دوزخ نیز اہل جنت اور اہل دوزخ کا بیان کلی کر دینا ضروری معلوم ہوا لہذا
استیعاب اور استقصا کے ساتھ اسکا بیان اپنی فہم کے مطابق کیا جاتا ہے اس
لئے اسکا کیقدر بیان بلالحاظ ترتیب آیات اور تقدیم وتاخیر لکھ چکا ہوں جسکو مجی مولوی
نورالحسن صاحب کسولوی کیخدمت میں پیش کر چکا ہوں جو عنقریب ناظرین کیخدمت
میں پیش ہوگا۔ اسوقت یہ استیعاب پیش نظر نہ تھا اسلئے ایک عجالہ نافعہ ترغیب
و ترہیب کے لئے پیش کر دیا گیا بعد میں ذہن میں آیا کہ چونکہ اردو میں جنت و دوزخ
کے بیان میں کوئی رسالہ نہیں ہے اسلئے استیعاب کر دیا جائے تو بہتر ہے اسلئے
اس رسالہ میں ترتیب آیات و تقدیم وتاخیر کا لحاظ ہے اور روایات بھی آیات کے
ساتھ ہی ساتھ درج ہیں مجملات پہلے و غیرہ کے کہ اس میں روایات احادیث بعد
آیات کے ہیں، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی الگ الگ کتاب کر دیجائے
یعنی اس پہلے کو مختصر اور اسکو مطول تاکہ جو شخص مختصر چاہتا ہو وہ اسکو دیکھے اور جو

مطول دیکھنا چاہتا ہو اسکو دیکھے۔

قرآن عظیم میں حسب تصریح اکابر علماء جو پنجگانہ علوم عظیم الشان بیان ہوئے ہیں منجملہ انکے موت اور ما بعد الموت، حشر و نشر، حساب و میزان، جنت و نار بھی ہے اور یہ سب غیب اور اسپر ایمان بالغیب ہے اور ایمان بالغیب اس دارِ دنیا میں مومن کا کمال ہے اسلئے مومن کو اسکا علم اور علم ہی نہیں بلکہ استحضار اور استحضار ہی نہیں بلکہ اسکا ایقان علم الیقین عین الیقین، حق الیقین ضروری ہے اور اسی ایقان اور اذعان کے تفاوت سے مومن کے مراتب و درجات میں تفاوت ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا یقین اور (اسی لئے انکا درجہ) سب سے اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے۔ اسکے بعد حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا۔ ان کے بعد حضرات تابعینؒ کا علیٰ ہذا القیاس۔

اس ضرورت پر نظر کر کے ہم جنت و دوزخ کے متعلق جو قرآن و حدیث میں ترغیب و ترہیب وارد ہوئی ہیں بیان کرتے ہیں تاکہ جنت کا شوق بلکہ اسکا عشق دل میں پیدا ہو جائے۔ خوف تو کسی چیز سے بدون دیکھے ہی محض اخبار ہی سے پیدا ہو سکتا ہے اور عشق اکثر دیکھنے سے کسی چیز کے ہوتا ہے مگر احیاناً بدون دیکھے محض اسکی خبریں سننے سے بھی پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ع۔

الاذن تعشق قبل العین احیاناً۔ (کان کبھی آنکھ سے پہلے ہی عاشق ہو جاتا ہے)

اشتاقه قبل رؤيته كما　　　تهوى الجنان بطيب الاخبار

(میں اسکا مشتاق ہو جاتا ہوں اسکے دیکھنے سے قبل ہی جیسے قلوب عاشق ہو جایا کرتے ہیں عمدہ خبروں کو محض سنکر)

اللہ تعالیٰ نے جنت کی ایسی تعریف فرمائی ہے کہ اہل ایمان کو اسکا مشتاق بنا دیا ہے یہانتک کہ اسکی طلب میں وہ ان اعمال کو کرنے لگے جو اس تک پہونچا دیں۔ چنانچہ اس آیت ویدخلھم الجنة عرفھا لھم میں عرفھا کی تفسیر اسی سے بعض نے کی ہے۔ لہٰذا ان آیات اور احادیث کو بیان کرتے ہیں تاکہ ایمان میں تازگی پیدا ہو کر دوزخ سے خوف اور جنت کا شوق پیدا ہو۔ گوش ہوش سے سنیئے:-

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۴۳)

ال : حضرت والا کی عافیت کاملہ دوامًا مطلوب ہے

ق : آپکی عنایت ہے۔

ال : حضرت کا مبارک مکتوب بغیر کسی زیادہ انتظار کے دستیاب ہوا اور حضرت
ی خیریت کا مسرت بخش پیغام لایا۔ جس سے الحمدللہ خوشی ہوئی۔ تحقیق : الحمدللہ

ال : اور اس سے زیادہ خوشی ہوئی کہ میرے لئے دعاء فرماتے ہیں نیز یہ کہ حضرت والا
اہل کے لئے بھی دعاء فرماتے ہیں۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں۔

ال : یہ حضرت کی غایت شفقت اور عین ذرہ نوازی ہے۔ اور دعاء کے لئے
یاد لازم ہے تو حضرت یاد بھی فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ حضرت کا یاد فرمانا اور کسی
کے لئے دعاء فرمانا یہ کوئی کم خوشی کی چیز ہے۔ بلا مبالغہ بعض مرتبہ تو یہ جی چاہتا ہے
کہ حضرت پر نثار ہو جاؤں جس طرح پروانے شمع پر نثار ہوتے ہیں۔ اسوقت جب دیکھتا
ہوں کہ میں کیا تھا اور حضرت کی دعاء سے اور حضرت کی توجہ کی برکت سے کیا ہو گیا
تو میرا عجیب حال ہوتا ہے اور کہتا ہوں کہ اہل اللہ کی صحبت میں یہ برکت ہے
یہ تاثیر ہے۔ اللہ اکبر! مردے کو زندہ کر دیتے۔ ایک دوست نے زمانۂ قیام
میں مجھ سے پوچھا تھا کہ حضرت مولانا کی کوئی کرامت آپ نے دیکھی ہے؟ میں نے
کہا جی ہاں دیکھی ہے۔ کہا کیا؟ میں نے کہا حضرت کا سراپا وجود کرامت ہے
حضرت سراپا کرامت ہیں اور میں بچپن سے حضرت کی یہ کرامت دیکھ رہا ہوں اور حضرت
کی اس کرامت کے بعد کسی دوسری کرامت کی حاجت نہیں، اور اس سے
بڑی اور کوئی کرامت ہو بھی نہیں سکتی کہ اس تاثیر کی برکت سے مردہ قلوب کو
زندہ کر دیتے ہیں، جب حضرت خود ہی کرامت ہیں اور یہ تاثیر اللہ تعالےٰ نے
حضرت کی ذات گرامی میں ودیعت فرمائی ہے تو پھر دوسری کرامت دیکھنے کی ضرورت
کیا ہے جب میں نے یہ کہا تو بس سارا سوال انکا ختم ہو گیا اور انھوں نے بھی تسلیم

کرلیا کہ بیشک حضرت کی مبارک ذات کرامت ہے ؟ جب حضرت کی معیت اور صحبت کی یہ برکت ہے تو یہ چھوٹی کرامت ہے ؟ میرے نزدیک یہ کھلی کرامت ہے اور سب سے بڑی کرامت ہے ۔ جس نے حضرت کی یہ کرامت دیکھی ہے وہ کسی دوسرے کرامت کا متلاشی ہے تو آسکی حماقت ہے اور اس نے یقیناً حضرت کی ناقدری کی ہمیں حضرت کی معرفت تو کیا ہوگی مگر الحمدللہ حضرت کی جتنی معرفت حاصل ہوئی ہے وہ بھی غنیمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ اس نے حضرت کی کچھ پہچان عطا فرمادی ہے ——— حضرت کے دیکھنے سے حضرت کی مبارک خدمت میں بیٹھنے سے سیری نہیں ہوتی ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : جی یوں چاہتا ہے کہ ہر وقت حضرت کے پاس بیٹھا رہے اور حضرت کی میٹھی میٹھی باتیں سنا کرے ۔ تحقیق : خوب

حال : مجھے تو حضرت کے یہاں رہ کر ایک یکجہتی سی رہتی ہے ۔ حضرت کو نہیں دیکھتا ہوں تو قریب ہی میں رہنے کی کوشش کرتا ہوں کہ قرب بھی باعث سکون و تسکین ہوتا ہے تسلی رہتی ہے طمانینت اور دلجمعی نصیب ہوتی ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : ان سب باتوں سے میں سمجھ رہا ہوں کہ حضرت کیا ہیں اور حضرت کا وجود کتنی بڑی کرامت ہے ۔ پھر خیال ہوتا ہے کہ جب چند روزہ معیت کا یہ حال ہے تو جن حضرات کو حضرت کی معیت میں دوام نصیب ہے انکا کیا حال ہوگا ؟ اور ان کے اندرونی حالات کیسے کچھ روشن ہوں گے فللہ الحمد فجزاکم اللہ احسن الجزاء

حضرت بات میں بات بڑھ گئی اور حضرت کو کچھ لکھ نہ سکا ۔

تحقیق : بہت کچھ لکھا ۔

حال : انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ کچھ لکھوں گا ۔ تحقیق : بہتر ہے ۔

حال : اب تو حضرت سے دعا رہی مانگنے کو جی چاہتا ہے کہ رخصت اسی پر ہو ۔ اور اپنے اہل کے لئے بھی ۔

تحقیق : دعا کرتا ہوں ۔

(مکتوب نمبر ۱۳۱۴)

: آپ کی صحبت میں اس نالائق نے ۱۴ دن گذارے وہ دن ایسے گذرے
یسے یہاں رمضان میں گذرتے ہیں، زیادہ وقت تلاوت قرآن، ذکر، نوافل اور
؛ وزاری اور دعا ریں مسجد میں گذرا۔ نفس وشیطان گویا مقید تھے تحقیق الحمدللہ
: اس طویل مدت میں حیرت ہے کہ مجھکو ایک بار بھی غسل کی حاجت نہیں ہوئی
رے لئے ایک سخت مشکل امر ہوتا۔ تہجد کے وقت آنکھ کھلتی تھی۔ مجلس میں
آپ کی نظر مجھ پر رہتی تھی کئی بار میرا نام لیکر آپ نے مخاطب فرمایا۔ کئی بار گلے
ے لگایا بڑی بڑی ہمدردیاں کیں۔ میں ہر لحظہ امید وبیم میں رہتا کہ معلوم نہیں
تعالیٰ راضی ہیں یا نہیں۔ آپ اکثر یہ فرماکر" تم محروم نہ جاؤگے۔ میں تم سے ناخوش
ہوں۔ تم کامیاب جاؤگے" ان جملوں سے مجھکو سنبھالتے رہے۔
: بیشک۔
: آپ کا کیا شکر ادا کروں۔ مولانا تھانویؒ نے مکتوبات یعقوبی میں مولینا
وبؒ صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ "اللہ اکبر شیخ جو کہ مستحق ناز ہے طالب کے ساتھ
نیاز سے پیش آئے اس سے بڑھکر انکسار وحسن اخلاق کیا ہوگا"۔ یہ کیفیت
نے عملاً آپکی ذات میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ میں آپ کی محبت واخلاق
رویدہ ہوں ۔ تحقیق : الحمدللہ۔
: جنکی باطنی آنکھیں تو باطنی آنکھیں ظاہری آنکھیں بھی پھوٹی ہوئی ہوں اسکو
کیا نظر آسکے گا۔ تحقیق : بیشک
ل : میں اپنی اس کورباطنی پر جتنا افسوس کروں کم ہے مجلس کی اکثر باتیں یاد
ہیں۔ تحقیق : الحمدللہ۔
ل : اندنوں میرے آنے کے قبل سے چند اشرار نے پھر شرارتیں شروع کیں
سنے اہلیہ اور بچوں کو سمجھا دیا کہ مولانا نے قرآن شریف کے بذریعہ کشافت

بتلا دیا کہ دشمن کا مقابلہ تقویٰ اور صبر سے کیا جائے اس سے اللہ تعالیٰ دشمن کا بیشتر ختم فرما دیتے ہیں ۔ چلتے وقت آپ نے بشارت دی تھی کہ تم کامیاب جا رہے ہو دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کا مجھکو انکشاف فرمادیں تاکہ زیادہ مستعدی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤں ۔ تحقیق : آمین ۔

حال : مولائی میں وہاں آیا تھا کہ قلب ذاکر ہو جائے اور حب عشقی حاصل ہو جائے اور رذائل دور ہوں ۔ یہ تینوں امور صرف شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اب معلوم نہیں مجھکو کس حد تک کامیابی اس میں حاصل ہوئی تسلی دیکر میرے بیقرار دل کو قرار عطا فرمایئے ۔ آپ نے وہاں کے قیام میں تحریر فرمایا کہ تمکو فنا حاصل ہے اور جذب بھی تو کیا اس شعر کا جو آپ نے تحریر فرمایا تھا میں حامل ہوں ؎

بے فنائے خویش و بے جذب توی ؎ کے حریم وصل را محرم شوی

اپنے جواب باصواب سے میری کوڑ مغزی کو دور فرما دیجئے ۔ مولائی ! ادباً معروض ہوں کہ اس احقر کو اسکا بے حد رنج ہے کہ اتنے دنوں کے قیام میں آپ جو سمجھانا چاہتے تھے نہیں سمجھایا ۔ چند بار آپ نے بلایا اور چند بار میں خود آیا لیکن تنہائی میں ہمکلامی کا شرف حاصل نہ ہوا ۔ میرا نفس اسکو حیلہ بناکر بہت بُرے بُرے وسوسے ڈالتا رہا لیکن چونکہ ہر وسوسہ میں کراہیت تھی اسکو ناقابل التفات سمجھتا رہا بالآخر یہ نتیجہ نکالا کہ یا تو آپکو بیحد مصروفیت تھی ، وقت نہ ملا ۔

تحقیق : یہ بات نہیں بلکہ ضرورت نہیں تھی ، مجلس میں سب آپ ہی کو کہتا رہا ۔

حال : یا یہ احقر اتنا کوڑ مغز ، بد استعداد ، بد فہم تھا کہ زبانی گفتگو میں کچھ غلطی کر بیٹھتا ۔ اس کا جواب بھی عطا ہو تو قلب پریشانی سے محفوظ ہو جائے ۔

تحقیق : نہیں بھائی ، بہت کچھ بتایا ، وسوسہ نہ لایئے ۔

حال : مولائی ! مناجات مقبول کریمی میں جو سات عنوانات اخلاق ، خوش خلقی وغیرہ کے ہیں انکو لکھ لیا ہے وہاں بھی اکثر انکو پڑھا کرتا تھا تقریباً اچھی طرح یاد ہیں اب تلاوت ذکر و نماز کو دلچسپی سے ادا کرتا ہوں ۔ قرآن شریف ایک پارہ پڑھتا ہوں

پ کے بتلائے ہوئے طریقوں سے دعائیں کرتا ہوں۔ آنکھوں سے لگاتا ہوں۔
سینے سے لگاتا ہوں اور کلام پاک کے ذریعہ دعائیں کرتا ہوں۔ مولائی! اس گنہگار کو
دور ہے دل سے قریب رکھئے۔ تحقیق: ضرور
ال: آپ کی پدرانہ شفقتوں سے امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔
قیق: ہاں ہاں، ایسا ہی ہوگا۔

(مکتوب نمبر ۴۳۲)

ال: خط کا جواب مل گیا۔ آپکی اس نظر عنایت کا جس قدر بھی شکر ادا کروں کم ہے
اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں دین کو مضبوطی سے پکڑے رہوں کیونکہ ترقی کا
راستہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کرو اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو خط وکتابت
کے ذریعے سے قرب حاصل کرو۔ اور یہی میرے لئے قرب کا ایک ذریعہ ہے۔
قیق: بیشک
ال: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے بھی مومن بنا دے۔ آپ میرے لئے دعا
رتے رہیں۔ تحقیق: آمین
ال: میرے اندر اب کسی چیز کا شوق نہیں رہا یعنی جو مل گیا کھا لیا، کپڑا بھی معمولی
پہنتا ہوں اور سگریٹ وغیرہ تو کبھی زندگی بھر نہیں پیا یہ اللہ کا بڑا کرم ہے تحقیق: بیشک
ال: سادہ زندگی بہترین ہوتی ہے۔ آپ میرے لئے دعا کرتے رہیں کہ تمام
برائی میرے دل سے نکل جائے۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔
ال: آجکل دل میں یہ شوق ہے کہ بڑے حضرتؒ کے ملفوظات پڑھتا ہوں۔
بہت ہی عمدہ عمدہ باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں میں نے تو خرید لیا ہے۔
قیق: اچھا کیا۔
ال: دوسرے اولیاء اللہ اور صالحین کا ذکر کرنا گناہوں کا کفارہ ہے تحقیق: بیشک
ال: میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل کی ہر برائی اچھائی آپ پر ظاہر کرتا رہوں تاکہ

میری اصلاح ہو جائے اور یہی مقصد ہے۔
تحقیق :- جی ہاں یہی مقصد ہونا چاہیئے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۴)

سوال : سیدی سندی مرشدی و مولائی، مرجع ارباب ہدایت۔ مرکز دائرۂ ولایت، دلیلِ سبیل فلاح و رشاد، رہنمائے طریق استقامت و سداد، مظہر انوار نبوی، منبع آثار مصطفوی، لازال اللہ تعالیٰ شموس فیوضکم بازغۃ ومتعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتکم مبارکہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب عافیت مزاج سامی ہوں۔
تحقیق : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بخیریت ہوں۔
سوال : الحمد للہ بعافیت ہوں اور کام بھی آسانی سے ہو رہا ہے۔ تحقیق : الحمد للہ
سوال : ادھر دو ہفتہ قبل منجھلا لڑکا سخت بخار میں مبتلا ہو گیا تھا، ٹھیک ہفتہ بعد بخار نہیں اترا۔ ہر بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا الگ الگ معاملہ ہے اور مہد سے لیکر لحد تک خالق و مخلوق کے مابین اسرار ہیں انکا اور دل سے اظہار کسی طرح مناسب نہیں۔ تحقیق : بیشک۔
سوال : بعض حالات میں اللہ تعالیٰ نے دل میں اتنی پختگی دی کہ تصور غیر نہ رہا اور زبان پر یہی رہا ہے

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

تحقیق : الحمد للہ۔
سوال : یگانے دنیا میں عنقا ہیں، بیگانے ہی بیگانے نظر آتے ہیں۔ کتنے اظہار یگانگت کرتے ہیں مگر وجدان کم باور کرتا ہے۔ ادعا کے خلاف بات ظہور میں آتی ہے۔ اکثر محبت کے مدعی اور تحسین کرنے والے کچے پائے گئے۔ معلوم نہیں کیوں اس سے چڑھ ہو گئی ہے کہ کوئی زبان سے تعریف کرے۔ دل سے دل ملے تو یگانگت کا

لطف آئے مگر اصل بات سے دوری ہے ؎

حال: ہر کسے از ظن خود شد یار من　　از درون من نجست اسرار من

آدمی چاہتا ہے کہ ہر خیال صاف صاف ظاہر کیا جائے اور جی یہ چاہتا ہے کہ مجھ سے کام لیا جائے اور بعض اوقات بڑی ضیق ہوتی ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے محض فضل ربانی ہے تحقیق بیشک

حال: اپنا کچھ نہیں نہ ارادہ نہ ہمت دہی کبھی آگے سے کھینچتے ہیں اور کبھی پیچھے سے ڈھکیلتے ہیں۔ تحقیق: بیشک

حال: چاہتا ہوں کہ علی الدوام حضرت والا کے چشمۂ فیض پر نظر رہے ادھر سے نگاہ نہ ہٹے آمین اتنی بڑی برکت ہے کہ ہر نامناسب چیز اس طرح سے چھوٹ جاتی ہے جیسے آفتاب کی گرمی سے شبنم۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کچھ سمجھا دیا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: بس میرا سرمایہ وہی ہے یعنی در مشائخ پر ایسی ہی نگاہ رہے جیسے گداگر کی سخی پر۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں کہ انکے کوچہ کی خاک بیزی کروں اور اسے آنکھوں سے لگاؤں اور اسی حوصلہ میں اضافہ ہو۔ تحقیق: آمین

حال: ؎ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئاً للہ از جمال روئے تو

(ہم تیرے در پر مفلس ہو کر آئے ہیں خدا کے لئے کوئی شے اپنے چہرہ کے جمال سے عطا ہو)

دست بکشا جانب زنبیل ما　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

(آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے (دینے کیلئے) میری زنبیل کی جانب اللہ تعالیٰ آپکے دست و بازو میں برکت عطا فرمائے)

حضرت والا کی ذات میرے لئے مامن ہے جب اطلاع احوال کی توفیق ہو جاتی ہے تو چین آجاتا ہے چاہے پہاڑ کے ہموزن مصیبت ہو فالحمدللہ علی ذالک تحقیق: الحمدللہ

حال: چند ماہ قبل "مثنوی شریف" سے انس ہو رہا تھا اور اسے عرض بھی کر دیا تھا۔ کئی ماہ قبل "بوادر النوادر" مطالعہ میں رہی پھر "الخیر الکثیر" کا شوق ہوا مگر ہوا یہ کہ مہینوں سے کتاب سرہانے ہے مگر ہمت نہیں ہوتی کہ اٹھا لوں۔

نہ کوئی شوق ہی ہے ۔ یہی کیا ۔ ع ۔ ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی تحقیق : الحمد للہ

حال : دو مہینہ کی بات ہے خواب دیکھا کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں اور جائے قیام عارضی ہے اصل خانقاہ خاص دہلی میں ہے ۔ خانقاہ کے ایک رفیق نے مجھ سے کہا کہ دہلی جا رہا ہوں چلو گے ۔ میں نے حضرت سے اجازت چاہی یہ بات حضرت کو ناپسند آئی ۔ فوراً عرض کیا کہ غلطی ہوئی معاف فرما دیا جائے ۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اب سمجھے ۔ خواب میں حضرت والا کے کام کی ہمہ گیری اور وسعت وجدان میں رہی اور بیداری کے بعد بھی یہی باور ہوا کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کا کام بہت پھیلے گا ۔ تحقیق : خدا کرے ۔

حال : معمولات پابندی سے ادا ہو رہے ہیں ۔ تحقیق : الحمد للہ ۔

حال : اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین ۔

(مکتوب نمبر ۴۳۴)

حال : کچھ عرصہ سے گاہ گاہ مجھکو وسوسہ ہوتا ہے کہ خدا کوئی چیز نہیں اور مابعد الموت کچھ نہ ہوگا ۔ یہ وسوسہ طبیعت پر بہت شاق گزرتا ہے ۔ میں اسکی طرف متوجہ نہیں ہوتا جو کام در پیش ہوتا ہے اسمیں لگا رہتا ہوں باوجود اسکے دیر تک رہتا ہے اور طبیعت میں دلائل وجود کا مطالبہ رہتا ہے ۔ پریشانی محض اس امر کی ہے کہ یہ ترقی کرتا جاتا ہے اور قوت پیدا ہوتی جاتی ہے جسکو میں مہلک سمجھتا ہوں اس نجات کے لئے حضرت والا جو فرمائیں گے اسکے لئے کمربستہ ہوں ۔

تحقیق : آپ نے وسوسہ کے علاج کے بارے میں تحریر فرمایا ہے — آدمی اپنے فعل کا مکلف اور ذمہ دار ہوتا ہے ۔ وسوسہ فعل شیطانی ہے ، جس طرح اس کا آنا غیر اختیاری اسکا دفع بھی غیر اختیاری ہے ۔ اور اس میں قوت جو آتی ہے وہ دلائل پیش کرنے سے آتی ہے ۔ بس اسکی طرف التفات نہ کیجئے ، صرف یہی اسکا علاج ہے ۔

(حال) میں سمجھتا ہوں کہ آپ سے دوری کا نتیجہ ہے کہ دل کا شیطان اکثر بے باکی (ک)رتا ہے اور دعوت گناہ دیتا ہے۔ ایک مبتدی جب استاد کامل کی رہبری اور (ف)یض سے محروم ہو جاتا ہے تو اسکے گمراہ ہونے اور بھٹکنے کے بڑے امکانات (ہ)وتے ہیں۔ بالکل یہی حال میرا ہے۔ میرا ذہن اکثر تعیش کی دنیا میں مجھے گھمایا کرتا ہے اور جب چونکتا ہوں تو لاحول پڑھ لیتا ہے لیکن کچھ وقت گزرنے پر پھر وہی (ذ)ہنی عیاشی ہوتی ہے اور میں ہوتا ہوں اپنا تجزیہ کرتا ہوں تو اپنی حماقت پر افسوس کرتا ہوں لیکن پھر خود پر قابو نہیں پاتا حالانکہ گناہ کی عملی جسارت اپنے میں بالکل مفقود پاتا ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ خیالی دنیا سے کیونکر نجات حاصل کروں؟ اور پھر ایسے عالم میں آپ کی مفارقت شدت سے محسوس کرتا ہوں بیساختہ یہ شعر نوک زبان پر ہوتا ہے ؎

مری طرف سے صبا کہیو میرے یوسف سے — نکل چلی ہے بہت پیرہن سے بو تیری

اسکے بعد آپ کے دربار میں حاضری لازمی اور ضروری معلوم ہوتی ہے لیکن حالات ناساعد اور ناموافق ہیں اسلئے جرأت رندانہ کام نہیں کرتی لیکن اپنے رب سے توفیق کا طالب ہوتا ہوں اور اسکے کرم سے مایوس نہیں ہوتا۔

نہ ہو نومید نومیدی زوال علم و عرفاں ہے — امید مرد مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ شرف ملاقات کی کوئی سبیل پیدا فرما دیں انھیں تو ہر بات پر قدرت حاصل ہے .... بھائی کے خطوط برابر آیا کرتے ہیں اور انسے آپ کی خیریت مفصل معلوم ہوتی رہتی ہے کبھی کبھی تو آپکی گرمی گفتار کا بھی ذکر خیر ہوتا ہے اور میں تڑپ جاتا ہوں الہ آباد میں بعض حضرات آپ کی خیریت دریافت کیا کرتے ہیں اور محبت سے کہتے ہیں کہ آپ کو الہ آباد بھی بلوائیے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے وہی راہ نکال سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی عدم موجودگی میں اسکا ذکر خیر اسکی نیکی اور بڑائی کی بین دلیل ہے اور عزت و ذلت تو صرف اللہ پاک ہی دینے والے ہیں یہ بات تو انسان کی قدرت سے باہر ہے حالانکہ وہ خود کو بھی

ت و ذلت دینے والا اپنی نادانی سے سمجھنے لگتا ہے ۔
قرآن پاک کی تلاوت با ترجمہ ایک عجیب انبساط کا باعث ہے اسکی
عت اور ہمہ گیری پر غور کرتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے اور اللہ کی حکمت کا اندازہ
نا ہے زندگی کا کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں جس پر کما حقہ روشنی نہ پڑتی ہو۔ جزئیات
سے لیکر بڑے سے بڑے مسائل سب موجود ہیں اور انسان کی غفلت تو دیکھئے
یہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا واقعی یہ روشن کتاب ہے جو حکمت سے پُر ہے
خیر و شر کا تصادم اب بھی جاری ہے میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں لیکن
ھی نفس امارہ پر قابو نہیں پاتا ۔ سونے سے قبل دن بھر کے کاموں کا احتساب کرتا
ں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھی نیک کام نہیں کر سکا اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ
سے سیاہ تر ہوتا جا رہا ہے ۔ میں اللہ سے کار نیک کی توفیق چاہتا ہوں آپ
ھی دعا فرمائیے ۔
ن : الحمد للہ بخیریت ہوں ۔ الحمد للہ کہ خط آپکو مل گیا اور اہلیہ کی علالت کے سلسلہ
ں تمام الجھنیں آپکی دور ہوگئیں اور سکون قلبی نصیب ہوا ۔ اللّٰہم زد فزد نہ بچی کے
لد ہونے کی خبر سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ عمر دراز فرمائے اور اسے دیندار
ائے ۔ بچی کا نام خدیجہ رکھئے ۔
یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ نے نفس کا چور پکڑ لیا ' بیشک شیخ سے
ب بہت ساری برائیوں کے لئے دافع ہوتا ہے ۔ اب اگر اس سے جسمانی بُعد
جائے تو اس کے مکافات کی یہی صورت ہے کہ اس سے رابطہ اور تعلق اسدرجہ
ھالیا جائے کہ یہی تعلق سالک کی حفاظت کرے کیونکہ جب کسی اللہ کے
ی سے انسان اس قسم کا رشتہ جوڑ لیتا ہے تو اسکا یہ تعلق گویا اللہ تعالیٰ سے
لق ہوتا ہے جس کی وجہ سے خود حق تعالیٰ اپنے اس طالب کی حفاظت فرماتے
ں اور اس سلسلہ میں آپ نے جن ذہنی خیالات کا اظہار کیا ہے میں یہ سمجھتا ہوں
قلبی فراغت کا نتیجہ ہے اگر اسکو ذکر میں مشغول کر دیا جائے تو اس قسم کے خیال

دوساس سے نجات ہوسکتی ہے اور ایک ذکر دوسری ذکر کی جگہ لے سکتا ہے باقی یہاں کی حاضری کی جو ضرورت محسوس فرمارہے ہیں وہ بالکل صحیح احساس ہے اللہ تعالیٰ حالات ناساعد اور ناموافق کو ساعد اور موافق فرمادے اور ملاقات کی غیب سے کوئی سبیل فرمادے

احباب کی یاد فرمائی کا ممنون ہوں لیکن انکی محبت اور تعلق کچھ میرے وہاں ہی جانے پر تو موقوف نہیں اللہ تعالیٰ ان حضرات کی محبت کو بارآور اور مثمر بنادے قرآن شریف کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے عین ایمان کی بات ہے بیشک قرآن شریف جیسی چیز کے ہوتے ہوئے پھر گمراہی حیرت اور افسوس کا مقام ہے بلاشبہ یہ حق تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ اور خود ہماری اپنی بداخلاقیوں کے ملاحظہ کا آئینہ ہے ؎

چیست قرآں اے کلام حق شناس　　رونمائے رب ناس آمد بہ ناس

(اے حق شناس! جانتا ہے تو کہ قرآن کیا چیز ہے بس یوں سمجھ لے کہ وہ رب ناس کا رونما بنکر لوگوں کے پاس آیا ہے)

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل　　ہرکہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

(اے مخفی ہیں اپنے کلام میں اس طرح سے موجود ہوں جیسے پھول کی خوشبو پھول میں چھپی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص مجھکو دیکھنا چاہتا ہو وہ میرے کلام میں مجھکو دیکھ لے)

یہ تصادم تو تمام عمر جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلا دے۔ سوتے قت کا احتساب بہت خوب ہے اللہ تعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے۔ والسلام۔

ایک اور خط میں حضرتؒ کو لکھا کہ :-

حال : الحمدللہ علیٰ احسانہ آپکی یاد برابر آیا کرتی ہے۔ اپنے ایک کرم فرما ہے آپ کی علمیت اور بزرگی کے بارے میں اکثر گفتگو ہوا کرتی ہے جو واقعی باعث طمانیت ہوتی ہے۔ تحقیق۔ الحمدللہ۔

حال : کالج کی خواتین کو شاید میری طرف سے مایوسی ہوئی ہے انھیں اس بار شدید احساس ہے کہ میں نہ تو دوران تقریر میں انکی طرف نظر اٹھاکر دیکھتا اور نہ ان سے تخاطب کرتا ہوں، جب کبھی خلوت میں مخصوص طور سے خواتین

درس وتدریس کا سوال اٹھا تو میں اسے حسن وخوبی سے ٹال گیا۔ مجھے جو کچھ بتایا
ہے عام طور سے درجہ ہی میں کہدیتا ہوں۔ حضرت والا! اب انھیں کون سمجھائے
میں کسی غرور وتمکنت کے باعث ایسا نہیں کرتا بلکہ شریعت کے حکم کی پابندی مجھ
کرتی ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: یہ مغربی تعلیم وتہذیب اسلامی معاشرت کے لئے کتنی زہر ہلاہل ہے
اندازہ یہ خواتین کیا کر پائیں گی جبکہ مردوں کے سمجھ میں یہ بات نہیں آتی جب تک
میں رہتا ہوں آنکھوں کا گناہ دعوت نظر دیا کرتا ہے میں توبہ استغفار کیا کرتا ہو
تحقیق: ضروری ہے۔

حال: دعاء فرمایئے کہ خداوندکریم مجھے اس عذاب دنیوی سے نجات دے اور
پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: رمضان المبارک کا مہینہ قریب آگیا ہے۔ گذشتہ سال میں نے وہ کیف
حضرت والا کی دیکھی ہے جو باعث رشک ومسرت انسانی ہے۔ پھر اس حقیقی سرور
اہل مجلس بھی کچھ نہ کچھ فیضیاب ضرور ہوجاتے تھے۔ امسال یہ میری بدقسمتی ہوگی اگر
آپ سے دور اور اس سعادت سے محروم رہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائیں تحقیق

حال: اصول وقواعد کی پابندی کے سلسلے میں آپ نے جو تقریر فرمائی تھی وہ دا
نچوڑ تھی میں نے مغربی حکماء کے تو اقوال دیکھے تھے لیکن آپ کی بصیرت افزا تقریر
میری آنکھیں کھولدیں۔ نماز، روزہ، حج ان سب میں اصول ہی کی پابندی
تھی ٹھیک اور اول وقت پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔
غور کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آج ہماری زندگی میں اصول وضبط کا نام
مولانا جامی نے ایک روز پٹنہ کے ایک وکیل صاحب اور حضرت مولانا تھانویؒ کی
کا قصہ سنایا تھا وکیل صاحب کی رائے بالکل درست تھی کہ حضرت تھانویؒ ایک
انسان تھے اور ہم بے اصول ٹھیرے اسلئے انکی باتیں نہ تو ہمارے سمجھ میں آئینگ
اور نہ ہمیں خوشگوار محسوس ہونگی۔ تحقیق: بیشک۔

حال: حسب الحکم انشاء اللہ میرے پائے استقامت کو لغزش نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا کرم شامل حال رہے اور آپ کی پر خلوص دعائیں ہیں تو میں انشاء اللہ اس طوفان سے بچ جاؤں گا ؎

دیکھا نہ آنکھ اٹھا کے کبھی اہل درد نے　　دنیا گذر گئی غم دنیا لئے ہوئے

تحقیق: الحمد للہ

حال: آپ کے چند محبت آمیز لفظوں سے بڑا سکون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق قلب کو اور استوار کریں۔ تحقیق: آمین

ایک خط میں حضرت کو لکھا کہ:۔

حال: رمضان المبارک کا مہینہ اب قریب الاختتام ہے۔ آپ کی یاد اس ماہ میں اور زیادہ آئی۔ فرصت کے لمحات میں آپکی مجلس کا تصور رہا۔ لیکن وہ کیف ومستی جو خاص طور سے آپ پر اس ماہ میں طاری ہوتی ہے اور جس کا لطف سامعین محسوس کرتے ہیں میری قسمت میں نہ تھا اسکا افسوس ہے اور یہ تمنا تمنا ہی رہی۔

تحقیق: آپ کے محبت وتعلق سے سرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی کامل محبت اور الفت عطا فرمائے ؎

مستی کے لئے بوئے مئے تند ہے کافی　　میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

حال: رقص مستی دیکھتے جوش تمنا دیکھتے　　سامنے لاکر تجھے اپنا تماشا دیکھتے

اسطرح کچھ رنگ بھر جاتا نگاہ شوق میں　　جلوہ خود بیتاب ہو جاتا وہ پردا دیکھتے

تحقیق: یہ آپ نے دوری جسمانی کیوجہ سے لکھا ہے ورنہ روحانی قرب تو آپ کو ہر وقت حاصل ہے۔

حال: اور یہ محض آپکی نظر کرم کا نتیجہ ہے کہ میری عقل زمان ومکاں کی بھول بھلیاں میں پھنس کر نہ رہ گئی ؎

صد زماں و صد مکاں این جہاں آں جہاں　　تم نہ آجاتے تو ہم وحشت میں کیا کیا دیکھتے

تحقیق: اللہ تعالیٰ آخرت کا معاملہ آسان فرما دے۔

سال ، بہر حال آپکی یاد سے تقویت ملتی رہی اور تصور نے ہمہ تن نشاط رکھا اور یہ امید بڑی حوصلہ افزا رہی کہ انشاء اللہ جلد آپ کا در اور میرا سر ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ اس تعلق قلبی کو اور استوار فرما دیں ۔ آمین ۔

اس ماہ میں رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ حدیث برابر یاد آرہی ہے اور تڑپا رہی ہے کہ جسے دو چیزیں میسر ہو جائیں وہ جنت نہ حاصل کرلے تو وہ بڑا بدبخت ہے ، بوڑھے والدین اور روزے کا مہینہ اپنے والدین کو یاد کرتا ہوں انکے لئے ایصال ثواب کرتا ہوں لیکن خدمت کی تمنا پوری نہیں ہوتی ۔ رہا اپنے روزے تو وہ کریم حقیقی اپنے کرم سے قبول کرلے تو اسکا کرم ہے ورنہ وہ قابل قبول ہیں نہ میں سزاوار بخشائش ۔

اب ہر وقت اپنی موت پر نظر ہے اور اللہ کے حکم کا منتظر ہوں اپنا حساب گندہ ہے بقول سعدیؒ " گندے کپڑے پتھر پر دھوبی پٹکتے ہیں " میرا بھی یہی حشر ہوگا اگر اسکا دریائے کرم جوش پر نہ آئے ۔ دعا فرمائیں کہ یہ ساری منزلیں اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں ۔ شریک حیات اور بچے سلام لکھاتے ہیں اور دعا کے متمنی اور ملتجی ہیں ۔
نیز ، گھر میں اور بچوں کو سلام کہئے ۔ دعا ان کے لئے کرتا ہوں ۔

ملاحظہ فرمایا آپنے پروفیسر صاحب موصوف کے خطوط کسقدر عقیدت ومحبت سے پر ہیں ؟
اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اسمیں آنے اور چلنے کے لئے کچھ مولوی اور عالم ہونا ہی شرط نہیں ہے بلکہ یہ تو خلاص کا راستہ ہے اللہ تعالیٰ کسی عالم کو اسپر لگا دے تو یہ اسکے لئے سونے پر سہاگے کا کام کر دیگا اور کسی اسٹر یا پروفیسر کو توفیق بخشدے تو یہ اسکے لئے خدا کی نیک توفیق ہوگی باقی اس دولت کے حصول کا ذریعہ ہے بزرگان دین کی صحبت ہی ۔

مشاہدہ ہے کہ کوئی شخص کسی اللہ والے کے یہاں پہونچ گیا ہے تو دنیوی کیسی ہی کشمکش میں کیوں نہ گھرا ہو اللہ تعالیٰ اسکو سنبھال ہی لیتے ہیں اور بزرگوں کا انکار یا انکی صحبت میں جانے سے عار ہو تو بعض اوقات صرف دینی علم بھی اسکے لئے کافی نہیں ہوتا بلکہ الٹے حجاب ہی ہو جاتا ہے اور اسکو طلب جاہ وشہرت وغیرہ کیجانب سا تارہتا ہے ؎ بے عنایات حق وخاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

ڈاکٹر حافظ صلاح الدین احمد صاحب صدیقی: آپ قصبہ بھیتری ضلع غازیپور
کے رہنے والے ہیں آپ کے والد ماجد جناب داروغہ نجم الدین احمد صاحب صدیقی محکمہ پولیس
(سی۔آئی۔ڈی) میں ملازم تھے حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی سے بیعت تھے۔ ڈاکٹر صاحب
موصوف نے طبیہ کالج الٰہ آباد سے سند فراغت حاصل کی اور الٰہ آباد ہی میں مطب کرتے
رہے۔ جن دنوں حضرت اقدس کا قیام گورکھپور تھا جناب ڈاکٹر صاحب اپنے والد صاحب
کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ والد صاحب کے تعلق سے حضرت والا نہایت
لطف سے پیش آئے اسی وقت سے آپ کا تعلق حضرت اقدس سے ہو گیا پھر اس کے
بعد جب حضرت والا الٰہ آباد تشریف لائے تو خدمت والا میں ڈاکٹر صاحب کو کافی حاضری
کا موقع ملا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب طب یونانی سے کافی واقف تھے اور حضرت اپنے پاس
کسی نہ کسی طبیب کو ہر وقت رکھتے ہی تھے چنانچہ فتحپور میں مولوی حکیم بشیر الدین صاحب
اور مولوی شاہ احمد صاحب مرحوم اکثر ساتھ رہے اور گورکھپور میں حکیم ابوالکلام صاحب اور
حکیم وصی الدین صاحب نے اس خدمت کو انجام دیا بالآخر الٰہ آباد میں یہی منصب
ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کو ملا انکا مکان حضرت والا کے دولت خانہ سے قریب
تھا اسلئے جس وقت ضرورت ہوتی طلب فرما لیتے اور اس کے علاوہ صبح و شام کی
تفریح میں رکشہ میں اپنے ہمراہ ڈاکٹر صاحب ہی کو اکثر لیجاتے۔ حضرت والا کو نزلہ و زکام
اکثر رہتا تھا اسلئے جب ذرا چھینک آئی یا ناک سے ریزش شروع ہوئی فوراً ڈاکٹر صاحب
سے فرمایا کہ مجھے کچھ پلا دو وہ فوراً کوئی دوا پیش کرتے اور حضرت والا نوش فرما لیتے
اسی سلسلہ سے حضرت والا کے ہمراہ " سفر علی گڈھ" میں بھی ڈاکٹر صاحب موصوف
رہے اور روزنامچہ ترتیب دیتے رہے " سفرنامہ علی گڈھ " کے نام سے ایک کتابچہ
تحریر فرمایا جس میں راستے کے حالات اور خود علی گڈھ میں رؤسا کی ملاقات اور ان کے
تاثرات کا ذکر ہے۔

حضرت اقدسؒ کی حیات ہی میں خانقاہ محلہ بخشی بازار سے جانب جنوب
تقریباً ایک میل کے فاصلے پر "وصی آباد" کے نام سے ایک مختصر سی کالونی بسانے کی تجویز

یشن کی حضرت والا نے ہم چند خدام کیلئے بھی اپنے عزیزہ سے وہاں زمین خرید فرمادی چنانچہ اسکیم کامیاب ہوئی اور اب وہاں لوگوں کے مکانات بن گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی یک بڑا پلاٹ حاصل کیا اور اس پر مکان تعمیر کرکے اب وہیں منتقل ہو گئے ہیں اور وہیں مطب بھی فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ہی کی تحریک پر وصی آباد میں ایک مسجد تعمیر ہو چکی ہے جس کے سبب الحمد للہ وہاں کے مسلمانوں کے لئے نماز با جماعت کا انتظام ہو گیا ہے اللہ تعالےٰ ان سب لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی مساعی اس سلسلہ میں کار فرما ہیں لیکن مدرسہ وصیۃ العلوم اور حضرت اقدسؒ کی خانقاہ بدستور اپنی جگہ محلہ بخشی بازار ہی میں قائم ہے۔

مولوی عبد المجید صاحب مالک اسرار کریمی پریس الہ آباد: آپ الہ آباد ہی کے رہنے والے ہیں یہاں کا مشہور پریس "اسرار کریمی" آپ ہی کے زیر انتظام چل رہا ہے آپکے سب سے بڑے بھائی حاجی عبد الحکیم صاحب مرحوم کا تعلق حضرت اقدس سے پہلے ہوا چنانچہ تال نرجا (فتحپور) کا بھی سفر کیا لیکن حضرت والاؒ کے الہ آباد تشریف لانے پر چاروں بھائیوں کا تعلق حضرت سے ہو گیا یعنی عبد الحمید صاحب عبد الوحید صاحب کا بھی تاہم سب سے زیادہ قریب ان میں سے مولوی عبد المجید صاحب ہی ہوئے تقریباً روزانہ آمد و رفت رکھی اور صبح کی تفریح میں اکثر ہمراہ جاتے اور معاملات میں بھی تبدیلی کی ظاہری شکل و صورت وضع قطع ماشاء اللہ بالکل مولویانہ تھی سلئے حضرت والا انھیں مولوی عبد المجید کہکر پکارتے تھے پھر ہم سب لوگ بھی مولوی صاحب مولوی صاحب کہنے لگے جو کہ انکی دینداری کیوجہ سے تھا ورنہ تھے مولوی صاحب ایک انگریزی داں شخص مگر ایسے کہ بقول حضرت والا کہ "تم تو مولوی عبد المجید بالکل شیخ المشائخ معلوم ہوتے ہو" بھائی صاحب حاجی عبد الحکیم صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد پریس کا نظم و نسق بھی آپ ہی کے ہاتھ میں ہو گیا لیکن بایں مشغولی بھی خانقاہ کے تعلق کو ختم کیا یعنی کم بھی نہونے دیا۔ حضرت والا نے کچھ بد نظمی ملاحظہ فرما کر رسالہ معرفت حق کا نظم بھی آپکے حوالہ فرما دیا تھا اور بلاشبہ یہ حضرت اقدس کی مردم شناسی تھی کہ آج بھی رسالہ (پہلے معرفت حق کے نام سے پھر وصیۃ العرفان کے نام سے) جاری ہے اور اسمیں شک نہیں کہ اسکی طباعت میں مولوی عبد المجید صاحب کی سعی و توجہ کو خاص دخل ہے ہم سب متعلقین و منتسبین حضرت اقدسؒ کیجانب سے مولوی صاحب شکریہ کے مستحق ہیں کہ انکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح الامۃ کے فیوض کے جاری اور باقی رہنے کا بندوبست فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر

اگر بدون اجازت کے لو گے تو میں تم کو اس حرکت پر سزا دوں گا۔ پس جو کوئی اس چیز کو قاعدہ شریعت کے خلاف اس بندے سے لیتا ہے وہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تو اس سے مواخذہ فقط اس وجہ سے ہوگا کہ اس نے خدا تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی نہ اس وجہ سے کہ وہ بندہ بھی خدا تعالیٰ کی طرح اس چیز کا مالک ہو گیا تھا۔ خوب سمجھ لو۔ واللہ علیم حکیم۔

(عہد ۳۰): اپنے شیخ میں جو بات نقصان و عیب کی نظر آئے اسکو اپنا عیب سمجھیں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کو اپنے شیخ میں جو بات بھی نقصان کی نظر آئے ہم اسکو اپنا نقصان اور عیب سمجھیں کیونکہ شیخ ہماری حالت کا آئینہ ہے (پس اسکے تمام نقائص کو اپنی طرف منسوب کر کے سمجھنا چاہیے کہ) یہ حا شیخ کی نہیں بلکہ اسکے لئے حقیقت میں کوئی دوسری حالت کمال کی ہے جو ہم نہ جانتے۔ ہاں اگر ہمارا آئینہ (دل) صاف و شفاف ہو جاتا تو ہم بھی اسکو جان سـ اسی طرح اگر (اذکار و اشغال کرنے کے بعد) ہمارے (پردۂ دل کے) کھلنے میں تو یا دیر ہو تو ہم کو جائز نہیں کہ اسکا سبب شیخ کی ناواقفیت قرار دیں بلکہ اس توقف سبب اپنی کم ہمتی اور سستی کو سمجھیں۔ کتب طب میں ہے کہ برودت رحم حمل نہ پانے کا سبب ہے تو جب تک کہ مرید کا نفس (خواہشوں اور لذات سے) سرد نہ اور آئیں بجائے خواہشات حرام کی تپش کے، طلب و اشتیاق محبوب کی سوزش اسوقت تک شیخ سے اسکو کچھ فیض نہ ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہوا بلکہ خواہشیں بجھ گئیں ا موجود رہیں، تو اسکی مثال گیلی لکڑی کی طرح ہوگی کہ اسمیں چنگاری لگانے دھواں ہی دھواں اٹھے گا یعنی جھوٹے دعوے اور رعونت اور تکبر کی با پیدا ہونگی جو کہ آجکل جہال صوفیہ میں شایع ہو رہی ہیں سیدی علی بن وفا فر تھے کہ شیخ کے حکم کا اتباع مرید پر کبھی دشوار نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ اچھی طرح اول سے قبول نکرے اور بجا آوری میں ہمہ تن تیار نہ ہو۔ نیز یہ بھی فرمایا کرتے

کہ تم اسی حالت پر پہونچ گئے جس حالت پر اپنے شیخ کو سمجھتے ہو پس اب جو چاہو سمجھو پھر دیکھو کیا نظر آتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (مطلب یہ کہ اگر کوئی مرید اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد کرے کہ اس میں تواضع نہیں ہے تو مرید کو بھی مقام تواضع اور عبدیت حاصل نہ ہوگا۔ اور اگر یہ اعتقاد کرے کہ میرا شیخ جملہ مقامات عالیہ پر پہونچا ہوا ہے تو مرید کو بھی جملہ مقامات عالیہ سے حصہ حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ یہ عجیب مضمون ہے سالکین کو اس سے کام لینا چاہئیے واللہ یهدی من یشاء الی صراط المستقیم)

(عہد ۱۴: اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔ خواہ محبت مال کی ہو یا اولاد کی یا محبت ازواج و متاع یا کسی ذات کی یا کسی مرغوب شے کی (کسی کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہئیے) کیونکہ حق تعالیٰ بڑے صاحب غیرت ہیں وہ اپنے بندۂ مومن کے دل میں غیروں کی محبت دیکھنا پسند نہیں کرتے ہاں جن لوگوں کی محبت کا خود حق تعالیٰ شانہ نے حکم فرمایا ہے جیسے کہ انبیاءؑ و ملائکہؑ صحابہؓ و تابعینؒ اور تمام علماء و صالحین و اولیاء کرامؒ تو ان لوگوں کے ساتھ حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے محبت کرنی چاہئیے (یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذکر نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ میں جو مشائخ طریق تعلیم فرماتے ہیں کہ لفظ لَا کے ساتھ یہ تصور کرنا چاہیئے کہ ماسوائے خدا کی محبت دل سے نکل رہی ہے اس سے مراد وہی محبت ہے جس کا حق تعالےٰ نے ہم کو حکم نہیں فرمایا) انبیاء و مشائخ کی محبت کا نکالنا اس سے مراد نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کو شبہ ہوا کرتا ہے کیونکہ انبیاء و اولیاء کی محبت وہ تو بعینہٖ محبت حضرت حق جل مجدہٗ ہے اسلئے کہ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں محبت غیر سے مراد وہ محبت ہے جسکو وصول الی اللہ میں دخل نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام اور اپنے شیخ اور جملہ اولیاء کرام

ت تو حق تعالیٰ کی طرف پہونچانے والی ہے وہ تو گویا حضرت حق ہی کی محبت
غرض ہمکو نقصان اسی محبت سے پہونچتا ہے جس کا ہم کو حق تعالیٰ شانہ نے
یں فرمایا (البتہ ازواج واولاد کے ساتھ اسقدر تعلق ومحبت شرعاً ضروری ہے
ذریعہ سے انکے حقوق اداکرنے میں سہولت وآسانی ہو، اتنی محبت انکے
مضر نہیں البتہ جب انکی محبت کی وجہ سے احکام الہٰی میں سستی اور فتور ہونے
تو اس سے ضرر پہونچے گا) سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ
اوقات تمھارے بیوی بچوں کو حق تعالےٰ اسلئے مصیبت میں مبتلا کردیتے
تمھارے دل میں انکی محبت جم گئی ہوتی ہے (اسوقت حق تعالیٰ کو تم پر
آتی ہے کہ خدا کو چھوڑکر دوسرے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے) اور کبھی ان
کی (زیادہ) محبت کی وجہ سے جنکی محبت کا حکم بھی فرمایا گیا ہے (خود
اب فرماتے ہیں۔ پس درویش کبھی بچتا رہے اور اسکا چاہنے والا بھی بچتا
ے (واللہ علیمٌ خبیر)

کتاب اللہ وحدیث نبویؐ کی حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں۔

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر کتاب اللہ اور حدیث نبویؐ کا کوئی مطلب
ل کے خلاف ہماری سمجھ میں آئے تو ہم حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے معنی
صر نہ کریں تاکہ دوسروں کے لئے دروازۂ فہم کھلا رہے (اس میں تنگی نہ کرنی
ہے) کیونکہ جب اپنے جیسے ایک انسان کے کلام میں بہت سی باتیں ہماری
سے باہر رہ جاتی ہیں تو کلام رب العالمین کا کیا حال ہوگا (اسکی بابت کیونکر
ی کیا جاسکتا ہے کہ ہم اسکی حقیقی مراد تک پہونچ گئے ہیں) سیدی علی خواص
للہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم عارفین کے کلام کی تفسیر کرنے بیٹھو تو یوں
کہو کہ انکی مراد یہ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ میں اسکا مطلب یہی سمجھا ہوں
ر کوئی شخص معرفت الہٰی میں ایسے مرتبہ پر پہونچ گیا ہو کہ اسکو مردانِ کامل کے

مراتب ومدارج کی اطلاع (بطریق الہام کے) ہوتی رہتی ہو (وہ اگر یہ دعوی کرے کہ فلاں بزرگ کی اس کلام سے یہ مراد ہے تو اسکو حق ہے اور اسکے لئے یہ بات زیبا ہے) اس مضمون کو اچھی طرح جان لو خدا تعالیٰ تم کو ہدایت کرے۔

(عہد ۲۳: جسقدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں سب پر نظر کرتے رہیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس قدر حقوق اللہ وحقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں ہمیشہ ان میں نظر کرتے رہیں تاکہ یہ بات معلوم ہوتی رہے کہ ان حقوق کو ہم نے پورا بھی کیا یا نہیں اور اپنے ذاتی حقوق پر کبھی نظر نہ کریں مگر شکر الہی بجالانے کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں اور اسکی ضرورت اسلئے ہے تاکہ ہم ہمیشہ اقرار کرتے رہیں کہ حجت الہی ہم پر قائم ہے تو جس قدر گناہ ہم سے صادر ہوئے ہوں گے ان سے توبہ واستغفار کرنے کی ہم کو توفیق ہوگی اور یاد رکھو عارف کی پہچان یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بہت ڈرتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم سب سے زیادہ خدا کو پہچانتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں (معلوم ہوا کہ جس قدر معرفت الہی بڑھتی جائیگی اسی قدر خوف خدا بھی زیادہ ہوگا) پس عارف ہمیشہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ عفو ومغفرت نہ فرمائیں تو وہ زمین میں دھنسا دیئے جانے کے قابل ہے۔ ایک مرتبہ فقراء کی ایک جماعت نے سیدی شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ کوئی کرامت ظاہر فرمائیے جس سے ہمارا اعتقاد پختہ ہو جائے اور آپ سے طریق سلوک حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو آپ ذرا خاموش ہوئے پھر فرمایا کہ میرے عزیزو! کیا ہم جیسوں کے لئے روئے زمین پر اس سے بھی زیادہ کوئی کرامت رہ گئی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو زمین کے اوپر صحیح سالم رکھ چھوڑا ہے اندر نہیں دھنسا دیا حالانکہ ہم سالہا سال سے زمین میں گاڑ دینے کے قابل ہو رہے ہیں۔ پھر فرمایا خدا کی قسم میں جب زمین پر چلتا ہوں اور ایک قدم ڈالکر دوسرا اٹھاتا ہوں اور زمین کو اپنے

پیر کے نیچے بدستور قائم پاتا ہوں تو ہر قدم پر حق تعالیٰ سے شرماتا ہوں کہ اس نے مجھکو کسقدر مہلت دے رکھی ہے۔ پھر فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں سے سوختہ جگر کی بو آیا کرتی تھی (کیونکہ خوف الٰہی سے انکا جگر پک گیا) تو ہمارا کیا حال ہونا چاہیئے؟۔ میں کہتا ہوں کہ خوف الٰہی کے بارے میں سلف صالحین کے حالات ان کے مناقب میں بکثرت مشہور ہیں۔ واللہ واسعٌ علیم

(عہد ۳۴: اگر مالدار لوگ کھلم کھلا زکوٰۃ نہ نکالتے ہوں تو انسے بدگمان نہ ہوں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہم مالدار لوگوں کو کھلم کھلا زکوٰۃ نکالتے ہوئے نہ دیکھیں تو ان سے بدگمان نہ ہوں بلکہ انکے ساتھ نیک گمان رکھنے کی کوشش کریں خصوصاً علماء و صلحاء کے ساتھ (تو ہرگز بدگمانی نہ کریں) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مال ان کے پاس ہے انکے اعتقاد میں حلال نہیں ہے اور جس کو انسان حلال نہیں سمجھتا وہ اسکی ملک میں داخل نہیں ہوتا اور جو چیز ملک ہی میں داخل نہیں اس میں زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ وہ تو گم شدہ مال کی مثل ہے ایسے مال والے کو علماء سے دریافت کر کے ان کے فتوے کے بموجب اس مال حرام میں عمل درآمد کرنا چاہیئے اسکو خوب سمجھ لو (اور بالخصوص) کسی عالم کی شان میں زبان درازی کرنے سے ہمیشہ بچتے رہو (کیونکہ غیبت کرنا گوشت کھانا ہے) اور علماء کا گوشت زہر ہے۔ واللہ غنی حمید۔

(عہد ۳۵: دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں تاکہ ہر ایک کے ساتھ مناسب برتاؤ کر سکیں اور دوست دشمن کا امتیاز یہ ہے کہ جو شخص تمھاری ان صفاتِ حمیدہ کو مٹانا اور بجھانا چاہے جو لوگوں میں تمھاری شہرت کا سبب بن چکی ہیں مثل علم و عمل اور زہد وغیرہ یا ان میں کسی قسم کا خدشہ نکالے اور تمھاری نیت کیخلاف بدل بدل کر انکو بیان کرے (مثلاً یہ کہے فلاں شخص اسواسطے زاہد بنا ہوا ہے تاکہ لوگ

اسکی طرف رجوع ہوں حالانکہ تم اس ارادہ سے پاک ہو) نیز وہ یہ چاہتا ہے کہ باوجود ان اوصاف کے لوگ تم سے کراہت ہی کرتے رہیں وہ تمھارا دشمن ہے اور جو ایسا ہو وہ تمھارا دوست ہے۔

(عہد ۳۶: اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کیساتھ زیادہ میل جول کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دوست احباب اور ملنے جلنے والوں سے پہلے زیادہ میل جول اور دوستی و محبت کے ساتھ ہدیہ بھیجنے وغیرہ کا برتاؤ ان لوگوں کے ساتھ کیا کریں جو ہم سے کراہت کرتے ہیں اور ہماری تنقیص کے درپے ہیں کیونکہ اس میں جس قدر مجاہدۂ نفس ہے ظاہر ہے۔ نیز اس صورت سے اس تنقیص کرنے والے کی کراہت اور عداوت بھی کم ہو جائیگی اگرچہ کچھ عرصہ کے بعد ہی سہی تو ہم اسکے شر سے محفوظ ہو جائیں گے اور وہ ہماری آبرو ریزی کے گناہ سے بچ جائیگا ؎

(شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا — دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود ایں مقام — کہ با دوستانت خلافست و جنگ)

اور جو لوگ ہم سے محبت کرنے والے ہیں انکو مدارات وغیرہ کی چنداں حاجت نہیں کیونکہ انکی محبت تو پختہ ہو چکی ہے۔ (مترجم عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ یہ نسخہ حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد فرمودہ ہے ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم یعنی بدی کو بھلائی کے ساتھ دفع کرو تو شخص کہ اسمیں اور تمھارے میں عداوت ہو (ایسا ہو جائیگا گویا کہ بڑا اپکا دوست ہے) والحمد للہ رب العالمین۔

(عہد ۳۷: گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کریں)

ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ تمام اہل معاصی کے ساتھ نرمی سے بات کیا کریں

اور اپنے بازوؤں کو ان کے لئے جھکا دیں مثلاً ظلم کرنے والے حکام، شرابخور نشہ باز، جواری، چونگی لینے والے، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنے والے (ان سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں) کیونکہ اس طرح وہ جلد ہمارے مطیع ومتقاد ہو جائینگے اور انکی کجی کے سیدھا کرنے اور توبہ کی طرف مائل کرنے کا یہ سہل طریقہ ہے۔ جب حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے نفس کو گنہگاروں کے پاس بیٹھنے سے نفرت پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے داؤد جنکی حالت درست ہے انکو تو آپ کی ضرورت نہیں اور جنکی حالت خراب ہے انکی کجی دور کرنے سے آپ اعراض کرتے ہیں تو پھر آپ کو پیغمبر کس لئے بنایا گیا پھر حق تعالےٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک گناہ میں مبتلا کردیا جس پر انکو تنبہ ہوا اور حق تعالےٰ سے مغفرت اور معافی مانگی اسکے بعد وہ اسطرح دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ گنہگاروں کو بخشدے تاکہ ان کے ساتھ داؤد کی بھی مغفرت ہو جائے اور اس سے پیشتر وہ یوں دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ نافرمانوں پر جلدی عذاب بھیج دیجئے۔ ابن عطاء اللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جس معصیت سے ذلت وانکسار (دل میں) پیدا ہو وہ اس طاعت سے بہتر ہے جو عزت وتکبر پیدا کرے پس اے عزیز گنہگاروں پر دل سے مہربان ہو جاؤ انکو نرمی کے ساتھ نصیحت کرتے رہو تم اپنے زمانہ میں حکیم وقت ہو جاؤ گے اور اگر تم اپنے دل اتنی قوت پاؤ کہ ان کے ساتھ میل جول کر کے دین پر ثابت قدم رہ سکو تو ایسے لوگوں سے ملتے جلتے بھی رہو اور اگر وہ تم سے نفرت کریں تو تم ان کے پیچھے پڑے رہو (مگر آجکل علماء کو مالداروں کے پیچھے اس طرح نہ پڑنا چاہیئے کہ انکو خیال ہو جائے کہ انکو ہم سے کچھ لالچ ہے کہ اس سے لوگوں کی نگاہ میں علم کی ذلت پیدا ہوتی ہے اور بجائے نفع کے ضرر ہوتا ہے امراء کے ساتھ ایسے اعتدال کے ساتھ برتاؤ رکھنا چاہیئے کہ دین کی عزت ان کے قلب میں بیٹھ جائے) پھر آہستہ آہستہ چپکے چپکے گناہوں کی محبت ان کے دل سے اسطرح نکالتے رہو کہ انکو خبر بھی نہ ہو۔ یہاں تک کہ انشاء اللہ

انکی کجی دور ہو جائیگی۔ اگر تم نے اہل معاصی کو چھوڑ دیا اور ان سے نفرت اختیار کی
اور ان کے پیچھے نہ پڑے تو انکی کجی کو کون درست کریگا اور گناہوں کی نفرت ا
دل میں کون بٹھلائے گا۔ بزرگان دین کا مقولہ ہے کہ تمہارے بھائی کو سب سے
زیادہ تمہاری حاجت اسوقت ہوتی ہے جب کہ گھوڑا ٹھوکر کھا کے اسے گرا
(پس ایسے وقت میں بھی اگر تم کام نہ آئے تو تم کیسے بھائی ہو) اس سے معلوم ہ
کہ خدا کی طرف بلانے کے لئے گنہگار لوگ مثل گم شدہ قیمتی چیز کے ہیں کہ انکی تلا
میں علماء دین کو لگا رہنا چاہیئے اگر علماء انکی فکر چھوڑ دیں اور یہ لوگ گمراہی
بڑھتے رہیں تو اندیشہ ہے کہ علماء سے قیامت کے دن حق تعالیٰ اسپر مواخذہ نفرما
اسکو خوب سمجھ لو۔ خدا تم کو ہدایت کرے۔

(عہد ۳۰) سفر میں اپنے ساتھیوں کو لیکر ایسے شخص کے گھر نہ اترین جو مہمان نوازی میں مشہور

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم دیہات (یا شہروں کا) سفر کریں تو اپنے سا
کو لیکر کسی ایسے شخص کے گھر نہ اتریں جو مہمان نوازی میں اسوقت مشہور ہو بلکہ ا
شخص کے گھر اتریں جو اپنی صفت کے ساتھ مشہور نہو اور اسکو بھی جانوروں کے چارہ
تکلیف نہ دینا چاہیئے بلکہ یا تو سواری ساتھ ہی نہ لیں اور اگر لیں تو اسکا انتظام خود کریں
خصوصًا اگر وہ مشہور مہمان نواز کسی ہمارے ہمعصر درویش کے اعتقاد یا بیعت
جکڑا ہوا ہو (تب تو ہرگز ہمکو اسکے یہاں نہ قیام کرنا چاہیئے) تاکہ اسکے اوپر
بوجھ ہلکا رہے کیونکہ مشہور لوگوں کے یہاں بہت لوگ قیام کرتے ہیں (تو ہمکو ا
مشقت کا خیال کرکے اپنا بار اس پر نہ ڈالنا چاہیئے۔ دوسری مصلحت ایسے شخص
پاس قیام نہ کرنے میں یہ ہے کہ) مبادا ہماری صفات رذیلہ میں سے کوئی بات ا
خواہش و مرضی کے موافق اسکو نظر آئے اور اسوجہ سے وہ اپنے شیخ سے بد لجا۔
(یہ بہت نامناسب بات ہے) ہمکو اپنے بھائی کے مرتبہ کا اسکے خاص مرید ہو
کرنا چاہیئے (اور ایسی کوئی بات نکرنا چاہیئے جسکی وجہ سے اسکے مرید ہمارا لحاظ نکریں اور اپنے شیخ سے بدلیں)

فقیہ ابو اللیث ثمرقندی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو تو اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع کر دیا ہے ان سے بچو اور جن امور کے کرنے کا حکم دیا ہے انھیں کرو۔ جب انسان یہ سب کر لیگا تو وہ تمام خیرات کا جمع کرنے والا تو ہو ہی جائے گا۔ اور آپ کا فرمانا کہ زبان کو بند رکھو بجز خیر کے، مطلب یہ کہ اچھی ہی بات زبان سے نکالو تاکہ تمام نیکیاں جمع کر لو یا خاموش ہی رہو کہ گناہ سے بچے رہو اسلئے کہ سلامتی بس سکوت میں ہے من سکت نجا۔ اور یہ سمجھو کہ انسان بجز خاموش رہنے کے اور کسی طرح سے شیطان پر غالب نہیں آسکتا۔ پس مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنی زبان کا محافظ ہو تاکہ شیطان سے بچاؤ میں ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اسکے عیوب کو اسپر ڈھانک رکھیں۔

حضرت ہشام حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے غلام کو طمانچہ مارا تو اسکا کفارہ تو یہ ہے کہ اسکو آزاد کر دے۔ اور جس شخص نے اپنی زبان کی حفاظت رکھی تو اللہ تعالیٰ اسکے عیب کو پوشیدہ فرمائیں گے اور جس نے اپنے غصہ کو پی لیا اللہ تعالیٰ اسکو اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں گے اور جس نے اپنے رب سے توبہ و معذرت کی اللہ تعالیٰ اسکی معذرت کو قبول فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ اپنے پڑوسی اور مہمان کا اکرام کرے اور جب بولے تو بھلی ہی بات بولے یا خاموش رہے۔

مولفؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضل نے سند کے ساتھ بیان کیا کہ محمد بن سوقہ زاہد نے کہا کہ میں تم سے ایک حدیث نہ بیان کروں شاید تمکو بھی اس سے نفع پہونچ جائے کیونکہ مجھے تو اس سے نفع پہونچا ہے۔ مجھ سے عطا بن رباح نے فرمایا کہ بھتیجے تم سے پہلے کے لوگ فضول کلام کو ناپسند کرتے تھے اور وہ لوگ سب کلام ہی کو فضول سمجھتے تھے سوا اسکے کہ یا تو کوئی شخص کتاب اللہ کی تلاوت کرے یا امر بالمعروف

کرے یا نہی عن المنکر کرے یا اپنی معیشت سے متعلق ضروری گفتگو کسی سے کرے۔
پھر فرمایا کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی اور پسند نہیں ہے کہ فرمایا کہ تمھارے
اوپر محافظ فرشتے مقرر ہیں یعنی کراماً کاتبین، اور یہ ارشاد کہ داہنے بائیں بیٹھے ہوئے
اور کوئی قول یا بات زبان سے باہر نہیں نکلتی مگر یہ کہ اسکے لئے نگراں موجود رہتے ہیں
اور پھر فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو شرم نہیں آتی کہ اسکا اعمال نامہ نشر کر دیا جائے جکو
سارے دن اسکے سینے نے فرشتوں کو لکھوایا ہے جسمیں کہ اکثر حصّہ اسکے دین کے لئے
نافع تھا نہ دنیوی لحاظ ہی سے کام کا تھا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت
انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
چار اوصاف ہیں جو صرف مومن کے اندر ہی ہوا کرتے ہیں۔ ایک تو خاموشی اور یہ اول
عبادت ہے۔ دوسری تواضع۔ تیسری ذکر اللہ۔ اور شر کی کمی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ
علیہ السلام سے بھی انھیں لفظوں میں منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ انسان کے اسلام کی خوبی سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی امور اور فضول چیزوں
سے اجتناب کرے۔

حضرت حکیم لقمان سے منقول ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ جس مرتبہ
پر پہونچے ہیں کس چیز کی وجہ سے پہونچے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ سچ بولنے
امانت کی ادائیگی۔ اور لغو و لاطائل باتوں کے ترک کرنے کی وجہ سے۔

حضرت ابی بکر ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ چار ملکوں کے بادشاہوں نے
ایک ہی بات کہی جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی کمان سے چار تیر نکلے ہوئے ہوں
کسریٰ شاہ ایران نے یہ کہا کہ میں کبھی ایسی بات پر شرمندہ نہیں ہوا جس کو
میں نے زبان سے نہیں نکالا، اور کہی ہوئی بات پر بارہا نادم ہونا پڑا۔ چین کے
بادشاہ نے یہ کہا کہ جب تک میں کسی کلمہ کو زبان سے نہیں نکالتا تو میں اس پر پوری طرح

یافتہ ہوتا ہوں اور جب اسکو کہہ دیتا ہوں تو میں اسکا محکوم اور وہ میرا حاکم جاتا ہے۔ قیصر شاہ روم نے کہا کہ میں جس بات کو نہیں کہے ہوتا اس کی پسی پر زیادہ قادر ہوتا ہوں بہ نسبت اس بات کی واپسی کے جس کو منہ سے نکال ہوتا ہوں۔ ہند کے بادشاہ نے کہا تعجب ہے اس شخص پر جو ایسی بات ان سے نکالے کہ اگر وہ شائع ہو جائے تو اسکے لئے نقصان دہ ہو اور اگر کی شہرت نہ ہو تو اسکو فائدہ پہونچے۔

حضرت ربیع بن خیثم رضؓ سے مروی ہے کہ وہ جب صبح کرتے تھے تو قلم دوات س رکھ لیتے تھے اور جو بات کسی سے کہنی ہوتی تھی لکھکر اسکو دکھا دیتے تھے اسطرح زبان کی حفاظت کرتے تھے اور جب شام ہوتی تو اپنے دن بھر کے معاملات کا اسبہ فرماتے تھے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ یہی عمل پہلے زمانہ میں زاہدوں کا تھا کہ وہ زبان کی حفاظت کی خاطر منہ سے بولتے ہی نہیں تھے اور اپنے نفوس کا دنیا میں محاسبہ فرماتے تھے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اسی طرح سے دنیا میں آج ہی اپنا محاسبہ کرلے قبل اسکے کہ آخرت میں اس سے حساب لیا جائے اسلئے کہ دنیا کا معاملہ اور حساب تو آسان ہے اور آخرت کا مشکل ہے اور دنیا میں زبان کی حفاظت کرلینا آسان ہے آخرت کی ندامت سے۔

ابراہیم تیمیؒ نقل کرتے ہیں ایسے لوگوں سے جو کہ بیس سال ربیع بن خیثمؒ کی صحبت میں رہ چکے تھے کہ انھوں نے ان سے ایسا کوئی کلمہ کبھی نہیں سنا جسکی وجہ سے انکو عیب لگایا جاسکے۔ اور موسیٰ بن سعید نے کہا کہ جب حضرت حسینؓ شہید ہوئے ہیں تو اصحاب ربیع میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت ربیع اگر بولیں گے تو آج ضرور بولیں گے یہ خیال کر کے انکے پاس آیا دروازہ کھولا اور انکو اطلاع دی کہ حضرت حسینؓ شہید ہو گئے ہیں یہ سنکر انھوں نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک

فیما کانوا فیہ یختلفون یعنی اسے آسمان و زمین کو بدون نمونہ کے پیدا کرنے والے اسے عالم الغیب والشہادۃ آپ ہی اپنے بندوں کے ما بین فیصلہ فرمانے والے ہیں جن چیزوں میں وہ اختلاف کرتے تھے بس اس سے زیادہ کچھ نہیں فرمایا۔

حکماء میں سے ایک حکیم نے فرمایا کہ چھ خصلتیں ہیں جن سے جاہل شخص پہچانا جاتا ہے ایک تو بلا وجہ غصہ کرنا مطلب یہ کہ وہ کبھی انسانوں پر اور کبھی حیوانوں پر اور کبھی ہر ایسی چیز پر جس سے اسکو تکلیف پہونچ جائے غصہ کرتا ہے تو یہ اسکی جہالت کی علامت ہے۔ دوسرے بلا فائدہ اور نفع کے باتیں کہنا۔ لہٰذا عاقل کو چاہیئے کہ ایسی کوئی بات منھ سے نہ نکالے جس میں اسکا کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ ایسی بات کہے جس میں اسکا دنیوی یا دینی نفع ہو۔ تیسرے یہ کہ عطیہ دیتا ہو اور بخشش کرتا ہو یعنی ایسے موقع پر اپنا مال خرچ کرتا ہے جس پر اسکو اجر نہیں ملتا یہ بھی جہالت کی علامت ہے۔ چوتھے یہ کہ راز اور بھید کی باتیں ہر ایک کے سامنے زبان سے نکالدینا۔ پانچویں یہ کہ ہر ایک آدمی پر بھروسہ اور اعتبار کرلینا چھٹے یہ کہ اسکو دوست و دشمن کی تمیز نہ ہو یعنی انسان کو لازم ہے کہ اپنے دوست اور خیرخواہ کو پہچانے اور اسکو دے اور اپنے دشمن کو جانے اور سمجھے تاکہ اسپر اپنا مال نہ صرف کرے۔ چنانچہ اسکا سب سے پہلا دشمن شیطان ہے لہٰذا اسکو چاہیئے کہ جن امور کو وہ کہے اس میں اسکی اطاعت نہ کرے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام سے مروی ہے کہ ذکر اللہ کے علاوہ جتنی باتیں ہیں سب لغو ہیں اور ہر وہ سکوت جو تفکر سے خالی ہو غفلت ہے اور ہر وہ نظر جو خالی از عبرت ہو لہو ہے۔ پس خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جسکا کلام ذکر اللہ ہو۔ جسکا سکوت تفکر ہو اور جسکی نظر عبرت ہو

حضرت امام اوزاعیؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مومن کا کلام کم اور عمل زیادہ ہوتا ہے اور منافق کا عمل کم اور بات بہت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ منافق میں

پانچ چیزیں نہیں ہوتیں ۔ تفقہ فی الدین (دین کا فہم)۔ زبان کا تقویٰ ۔ چہرہ پہ مسکراہٹ (یعنی ہنس مکھ ہونا)۔ قلب میں نور اور مسلمانوں سے محبت اور تعلق

حضرت یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ کسی انسان کی زبان درست نہیں ہوتی مگر یہ کہ اسکا اثر اسکے تمام اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اسی طرح کسی انسان کی زبان فاسد اور خراب نہیں ہوتی مگر یہ کہ اسکا اثر سارے اعمال میں نمایاں ہوتا ہے

حضرت لقمان حکیم سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹے سنو! جو شخص بروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ خود برائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا اور جو شخص بری جگہوں میں جائیگا اسکو اس جگہ کے افعال کے ساتھ متہم سمجھا جائیگا اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے گا اسکو بالآخر شرمندہ ہونا پڑے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جس نے اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھا اور جس کو اسکے گھر نے جگہ دی یعنی بس اپنے ہی گھر میں رہا کیا اِدھر اُدھر نہیں بیٹھا اور اپنی خطاؤں پر روتا رہا۔

مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ حکیم اور عقلمند شخص کی زبان اسکے قلب کے پیچھے ہوتی ہے جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے اپنے قلب سے رجوع کرتا ہے اگر مفید بات معلوم ہوتی ہے تو زبان سے نکالتا ہے ورنہ خاموشی اختیار کرتا ہے اور جاہل کا قلب اسکی زبان کے کنار ہی پر ہوتا ہے لہٰذا قلب سے وہ رجوع بھی نہیں کرتا بس جو زبان پر آتا ہے بک دیتا ہے۔

نیز فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت فرمایا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول

صحف ابراہیم میں کیا لکھا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اسمیں امثال اور عبرتیں تھیں۔ پس
عقلمند کو چاہیئے کہ جب تک اسکے ہوش وحواس باقی رہیں اپنی زبان کی حفاظت
کرے اپنے زمانہ کے لوگوں کو پہچانے اور اپنی حیثیت کا لحاظ کرنے والا ہو کیونکہ
جو شخص اپنے کلام کا اور عمل کا محاسبہ کرے گا تو وہ کم بولے گا اور صرف ضرورت
کے مواقع ہی پر کلام کرے گا۔

مولفؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے فقیہ ابو جعفرؒ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا
ابی اسحق مدائنی سے وہ حارث سے اور وہ علی بن طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے
آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے عاقل
کو چاہیئے کہ وہ کسی چیز پر نظر نہ کرے سوا تین چیزوں کے ایک تو اپنی معیشت درست
رکھنے کی فکر کرے، دوسرے اپنی آخرت کے لئے ذرا خلوت اور تنہائی کا اہتمام
رکھے اور تیسرے جائز لذات کا بندوبست کرے جو شرعاً حرام نہ ہوں۔

نیز فرمایا کہ عاقل کو چاہیئے کہ اس کے لئے دن میں سے چار اوقات ہوں
ایک گھڑی اللہ تعالیٰ سے مناجات کے لئے مقرر کرے، ایک وقت اپنے
نفس کا محاسبہ کرنے کے لئے مقرر کرے، ایک وقت ایسا رکھے کہ اسمیں اپنے
زمانے کے اہل علم حضرات کی صحبت میں بیٹھے جو کہ اسکو دین و دنیا کی باتیں کر کے
اس سے باخبر کریں، ایک وقت میں اپنے نفس کے لئے جائز لذات و تفریح کا
سامان کرے اور اسمیں اعتدال رکھے حد سے تجاوز نہ کرے۔

اور فرمایا کہ عاقل کو چاہیئے کہ اپنی حیثیت کو پہچانے، اپنے اہل زمانہ کی
معرفت حاصل کرے اور اپنی شرمگاہ اور زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرے
فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلمات مذکورہ آل داؤد علیہ السلام
کی حکمت میں بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے لقمان حکیم حضرت داؤد علیہ السلام
کے پاس تشریف لے گئے حضرت زرع (تار کا کرتا) بُن رہے تھے انھیں دیکھکر

بہت تعجب ہوا چاہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے اسکے متعلق سوال کریں لیکن انکی حکمت اسکے متعلق سوال کرنے سے مانع ہوئی لہذا ٹھیر گئے اور سوال نہیں کیا جب حضرت داؤد علیہ السلام فارغ ہوئے تو اسکو پہنکر فرمایا سبحان اللہ! جہاد کے لئے کیا عمدہ لباس ہے اور کیا ہی اچھا ہے اسکا بنانے والا۔ اس پر حضرت لقمان نے فرمایا کہ واقعی خاموشی حکمت کے قبیل سے ہے مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں کسی کہنے والے نے خوب کہا ہے کہ ؎ "علم زینت ہے اور سکوت میں سلامتی ہے لہذا جب تم بولو تو اسکا لحاظ رکھو کہ بہت زیادہ نہ بولا کرو (بس بقدر ضرورت کلام کیا کرو) میں خاموش رہنے پر ایک مرتبہ بھی شرمندہ نہیں ہوا لیکن بول پڑنے پر بارہا مجھے نادم ہونا پڑا۔"

ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ حضرت لقمان حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک سال تک جاتے آتے رہے اور برابر ارادہ کرتے رہے کہ ان سے دریافت کریں لیکن جب حضرت زرہ بناکر فارغ ہوئے تو اسکو پہنکر فرمایا سبحان اللہ زرہ جنگ کے موقع کے لئے کیا ہی عمدہ بچاؤ ہے اس پر حضرت لقمان نے فرمایا کہ واقعی خاموش رہنا بھی حکمت کی بات ہے (دیکھو آخر مجھے اسکا مصرف بدون پوچھے معلوم ہی ہو گیا) مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔ یہ تو کتاب تنبیہ الغافلین کا مضمون تھا ــــ باقی اگلے اشعار وہ مولف کی کتاب کے نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض نے کہا ہے کہ ؎ "کبھی انسان اپنی زبان کی لغزش کیوجہ سے موت تک سے دوچار ہو جایا کرتا ہے حالانکہ بعض مرتبہ تو کیا اکثر پاؤں کے پھسلنے کیوجہ سے چوٹ تو کھا جاتا ہے مرا نہیں کرتا" ــــ ایک دوسرے کا شعر ہے کہ ؎ "جس بات کو تم برا سمجھو اسکو زبان سے مت نکالو اسلئے کہ بسا اوقات زبان ایک واقعہ کو بیان کرتی ہے اور ویسا ہی وقوع بھی ہو جاتا ہے" ــــ اور حمید بن عباس کہتے ہیں کہ ؎

۱۔ تمھاری جان کی قسم جن باتوں کو تم جانتے ہو ان میں سے کوئی شے جیل خانے جانے کیلئے تم کو ایسا مستحق نہیں بناتی جتنا کہ لغزش کھا جانے والی زبان بنا دیتی ہے،

(مطلب یہ کہ زبان کی بے احتیاطی کبھی انسان کو قید تک کرا دیتی ہے اور چیزیں ایسی نہیں ہوتیں)

۲۔ جس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت نہ ہو تو اسکے لئے اپنے منہ پر ایک مضبوط قفل لگا کر منہ کو بند کر دو تاکہ کہیں رہو اسکو نہ بیان کر سکو۔

۳۔ اسلئے کہ بسا ایسے کلام جو کسی مذاق کرنے والے کی زبان سے نکلے ہیں جنھوں نے اس کہنے والے کی جانب فوراً موت کا تیر چلا دیا ہے۔

۴۔ اور البتہ خاموشی ہی بہتر ہے لغو اور مذاقیہ کلام سے لہذا خاموش رہو سلامتی کے ساتھ رہو گے اور اگر کچھ کہنا چاہو تو اعتدال کے ساتھ کہو۔

۵۔ دوستوں میں بیٹھکر حد سے زیادہ متجاوز باتیں نہ کیا کرو اور اگر کسی بر سے شخص پر غصہ بھی ہوتا ہو تو اسکے ساتھ مناسب ہی معاملہ کرو

۶۔ اسلئے کہ تم نہیں جانتے کہ کب تم اپنے کسی دوست کے مخالف ہو جاؤ اور کب تمھیں اپنے کسی دشمن سے محبت ہو جائے۔

بعض حکمار نے فرمایا ہے کہ خاموشی میں سات ہزار خیر موجود ہیں اور وہ تمام سات جلوؤں میں جمع ہیں یعنی ہر ایک میں ایک ہزار خیر ہے۔ اول یہ کہ خاموشی ایک عبادت ہے بغیر مشقت کے۔ دوسرے یہ کہ وہ ایک زینت اور سجاوٹ ہے بدون زیور کے۔ تیسرے یہ کہ ایک رعب اور وقار ہے بلا شاہی اور سلطنت کے۔ چوتھے یہ کہ وہ ایک قلعہ ہے بدون چہار دیواری کے۔ پانچویں کہ بدون معذرت کے لوگوں سے استغنا ہے چھٹے یہ کہ کراماً کاتبین کے لئے راحت کا سامان ہے (کہ نہ کچھ بولیگا نہ انکو لکھنا پڑے گا) ساتویں یہ کہ خود اس شخص کے لئے اپنے عیب چھپے رہنے کا ایک ذریعہ ہے ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

چنانچہ کہا گیا ہے کہ صمت یعنی خاموشی عالم کے لئے زینت اور وقار کا ذریعہ اور جاہل کے لئے ستر عیوب کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ شعر میں کہا گیا ہے کہ — جب تک انسان زبان نہیں کھولتا اسکے عیب و ہنر پوشیدہ رہتے ہیں۔

(۴۵) عزیزم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم ۔ السلام علیکم آپ کا خط آیا اور حال معلوم ہوا اولاً آپ بغور ملاحظہ فرمادیں اگرچہ واقف ہو مگر دوسرے کے قول کو آدمی خوب سمجھ لیتا ہے کہ نسبت لغت میں دو شے کے ارتباط کا نام ہے جو طرفین میں علاقہ ہے وہ نسبت ہے اور وجود نیا میں مخلوق ہے اسکو اسپنے خالق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ربط ہے اور وہ ربط کہ جسکی کوئی انتہا نہیں ۔ جسقدر اسما، صفات اور نزول رحمت ہے اسی قدر نسبات ہیں مثلاً خالق ۔ مخلوق میں نسبت خلق ہے ۔ رازق مرزوق میں نسبت رزق ہے ۔ رحیم مرحوم میں نسبت رحمت ہے علیٰ ہذا پس نسبت سے واقع اور نفس الامر میں کوئی خالی نہیں خالی کیونکر ہوسکے کہ خلو محال ہے اور اسکا علم سرسری جس کو نفس علم کہہ سکیں سب ذی عقول کو حاصل ہے ورنہ ایمان ہی نہ رہے ۔ وہ کون مومن عامی ہوویگا کہ حق تعالےٰ کو خالق رازق موجود نہ جانے گا ۔ بلکہ کفار کو بھی علم ناتمام غیر معتبر اس امر کا حاصل ہے کہ اصل فطرت ہے ۔ پس[1] اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شے کا نام نسبت رکھا اُس ہی شے کو وہ نسبت کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے وہ وہی شے ہے

---

[1] قولہ: "پس اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شے کا نام نسبت رکھا ہے اسی شے کو وہ نسبت کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے الخ" ـــــ حضرت اقدس گنگوہیؒ قدس سرہٗ اپنے اس والا نامہ میں مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو کسی ضرورت سے نسبت کا مفہوم سمجھانا چاہتے ہیں ابتدا میں فرمایا کہ اسوقت جو کہتا ہوں اسکو غور سے سنیئے اگرچہ آپ اس کے مفہوم سے ناواقف نہیں ہیں تاہم دوسرے شخص کی کہی ہوئی بات سمجھ میں آتی ہے لغت میں نسبت کے معنی اس ارتباط وتعلق کے ہیں جو دو شے کے درمیان ہوا کرتا ہے چنانچہ تمام ہی مخلوق کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ربط ہے ایسا ربط جسکی کوئی انتہا نہیں جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور جس قدر نزول رحمت ہے اسی کے بقدر نسبتیں بھی ہیں مثلاً خالق و مخلوق میں نسبت خلق ہے، رازق و مرزوق میں نسبت رزق ہے، رحیم و مرحوم میں نسبت رحم ہے، اسی طرح سے ہر صفت کو سمجھ لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نسبت ہے (بقیہ ص ۹۲ پر ملاحظہ کیجئے)

جو واقعی سب عبادت سے حاصل ہے اور وہ ہی امر ہے کہ سب عباد اسکو جانتے ہیں لیکن حصول نسبت یہ ہے کہ علم یقین حاصل ہوکر موثر ہو جاوے اور حضور کا درجہ ہو جاوے پس اب ضرور ہے کہ صاحب اس مقام حضور کو یہ بھی یقین پڑ جاویگا کہ یہ امر جو سالہا سال میں مجھکو حاصل ہوا کوئی شے حاصل نہیں کہ سب خلق میں موجود ہے اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ بعد جد وجہد کے وہ ہی امر صاف ہوا کہ اول فطرۃ سے آجتک اس میں رکھا تھا خارج سے کوئی شے کسی کو لگا ہے حاصل نہیں ہوئی نہ ہوئے کس نے فولاد میں جوہر داخل کر دیئے بلکہ فطرتی ہیں کس نے خام آہن میں جوہر داخل کیا ہرگز نہیں اگر کہیں مشاہدہ ہو تو عارضی امر ہووے گا۔ غرض نسبت اندر سے سالک کے نکلی اور ہر روز اسکو اپنے اندر جانتا تھا اور سب کے اندر اسکے ہونے کا علم تھا اب جو اسکو تشخیص وتعین سے بعلم یقین اسکو پایا تو دوسروں کے اندر

؎ واقع میں کوئی خالی نہیں ہے ہر ایک مخلوق کو خدا سے نسبت حاصل ہے اور اس نسبت کا سرسری علم سب ہی مخلوق کو ہوتا ہے حتیٰ کہ کفار تک کو ہوتا ہے مگر ناتمام اور غیر معتبر باقی ہوتا ضرور ہے اسلئے کہ اصل فطرت یہی ہے۔

اسکے بعد یہ دیکھو کہ حضرات مشائخ کے یہاں جو نسبت کا مفہوم ہے وہ وہی ہے جو لغت میں ہے۔ تمام عبادات سے وہی مقصود ہے اور سب عباد اسکو جانتے ہیں۔

باقی ان حضرات کے یہاں ایک شے ہے حصول نسبت وہ اسے کہتے ہیں کہ نسبت کا علم یقین حاصل ہوکر اس درجہ موثر ہو کہ حضور کا مقام حاصل ہو جاوے۔ اب اسکے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صاحب حضور کو یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ سالہا سال کے بعد جو حضور اسکو اب حاصل ہوا ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ تو سب مخلوق کو حاصل ہوتی ہے اور یہ بالکل صحیح بھی ہے کیونکہ وہی شے جو حق تعالے نے ہر انسان میں ودیعت رکھی تھی وہی ذرا صاف اور واضح ہوکر اسکے سامنے آگئی ہے نہ کوئی شے خارج سے آئی ہے اور نہ اسکے ساتھ مخصوص ہی ہے جیسے جوہر فولاد کی ذاتی شے ہوتی ہے۔ غرض نسبت سالک کے اندر ہی سے نکلی ہے

دنے کا یقین بھی بڑھ گیا گو اس دوسرے کو یقین بلکہ علم بھی نہ ہو اگر کسی کے گھر میں
زانہ مدفون ہو اور اجداد سے مسموع ہو کہ اس گھر میں خزانہ ہے اور تحصیل نہ ہو بعد
شقت بسیار اس کو مل گیا تو پہلے علم سرسری تھا اب یقین ہو گیا اور دوسروں کے گھروں
ں بھی خزانہ ہونے کا جو مسموع ہو کر علم تھا اب یقین بڑھ جاوے گا کہ بیشک ہے مگر
علم یقین میں یہ شخص ان اشخاص کے برابر نہ ہووے گا اور نہ غنا میں مساوی بلکہ یہ غنی
ورواجد اور صاحب یقین اور دیگر محتاج، فاقد، صاحب ظن بلکہ شک — ع —
بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ پس بعد اسکے اب فرق مراتب عوام وخواص
باعتبار اس قوت علم کے ہوا کہ خاص کا ایک مُد عوام کے جبل اُحُد کے برابر ہوا کما فی الحدیث
پس قلیل عبادت اس خاص کی حسب یقین کثیر عوام سے غالب ہو دیگی بشہادۃ حدیث
اور وقت حضور خطرات کا صدور بھی کوئی امر جدید نہیں وہ کون ہے جو خطرات سے
خالی ہو۔ تدابیر دین و دنیا سب خطرات ہیں۔ انبیاء علیہ السلام بھی اس سے خالی نہیں
کیونکر ہووے اگر خطرہ نہ ہو قصد طاعت وعبادت سب رفع ہو جاوے وھو محال

وہ اپنے اندر پہلے سے اسکو پاتا تھا اور دوسروں میں بھی پاتا تھا مگر اب تشخیص وتعیین کے بعد
اسکو یقین اسکا ہو گیا اپنے اندر بھی اور اسی کے ذریعہ سے دوسروں کے اندر بھی، چاہے
اس دوسرے کو خود اسکا علم نہ ہو اسکی مثال ایسی ہے جیسے باپ دادا سے سنا کہ ہمارے گھر میں
خزانہ مدفون ہے تو اس سے اسکو سرسری علم حاصل ہو گیا، پھر مشقت کے بعد اسکو وہ مل گیا ہو تو
اب اسکا یقین ہو گیا اسکی وجہ سے دوسروں کو ان کے گھروں میں خزانہ کا ہونا جو سنا جاتا تھا اسکا
بھی یقین ہو جائے گا مگر ان دونوں کے یقین میں زمین وآسمان کا فرق بھی ہو گا ایک غنی ہے
واجد ہے اور صاحب یقین ہے اور دوسرا محتاج اور صاحب ظن بلکہ صاحب شک۔ بس
اسی یقین کے مراتب سے عوام وخواص کے مراتب کا فرق ہوا کہ خاص کا ایک مُد عوام سے کے
جبل اُحُد کے برابر ہوا۔ لہٰذا اس خاص کی قلیل عبادت بھی حسب الیقین عوام کے کثیر
سے بڑھ جائیگی۔ انتہی۔

ہاں خطرات خیر خیر ہیں اور شر شر۔ خطرہ شر کا دفع کرنا اہل اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ صحابہؓ کو خالق میں خطرہ ہوا اور ازالہ اسکا ارشاد ہوا چنانچہ حدیث من خلق اللہ تو دشاہد ہے فاما بنعمۃ ربک فحدث ۔ ولئن شکرتم لازیدنکم الحمد للہ فالحمد للہ۔ معہذا جو کچھ شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے اور جو کچھ پیچ وتاب نایافت باوجود یافت ہے وہ عین سعت ہمت ہے مزید باد ہل من مزید باد۔ آمین ثم آمین۔ جس وقت وہ خطرہ آوے کہ ناگوار طبع ہوئے اسکو دفع کرنا اور اگر جاہ کی قسم کا خیال گزرے اسکی

عہ قولہ "معہذا جو کچھ شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے الخ"

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے خطرات و وساوس کی غالباً شکایت فرمائی اسپر تحریر فرمایا کہ جب تمکو حضور حاصل ہے تو اسوقت میں صدور خطرات بھی کوئی نئی بات نہیں یہ تو سب ہی کو پیش آتا ہے کیونکہ اگر خطرات سے انسان خالی ہو جائے تو پھر قصد طاعت وعبادت سب ختم ہی ہو جائے دین و دنیا کی جملہ تدابیر سب خطرات ہی ہیں ان سے تو انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں بس یہ سمجھو کہ خطرات خیر خیر ہیں اور خطرات شر شر۔ اہل اللہ خطرات شر ہی کو دفع کرتے ہیں۔ دیکھتے نہیں حضرات صحابۂ کرام کو خالق جل مجدہ میں خطرہ ہوا اور اسکا علاج بھی حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ شیطان تم میں سے ایک شخص کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے آسمان کس نے پیدا کیا؟ زمین کس نے پیدا کیا؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔ پھر کہتا ہے کہ اور اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہکر ادھر سے خیال ہٹالے۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ ان سب کے بعد بھی آپ کو جو شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ کی معرفت بے نہایت ہے کسی مقام پر اس میں قناعت نہیں اور باوجود یافت کے نایافت کا جو پیچ وتاب ہے وہ آپکی وسعتِ ہمت کی دلیل ہے، لائق شکر ہے۔ الحمد للہ حق تعالیٰ اسمیں مزید در مزید اضافہ فرمائے۔ آمین۔ حاصل یہ کہ جب خطرہ آئے تو اسکو دفع کیا جاوے اور جاہ وغیرہ کی قسم گذرے تو اسکی ضد تواضع نفس اختیار کرے کیونکہ نفس ذلت سے سخت عار کرتا ہے جب اسکو اپنے کبر پر یہ ذلت کا طمانچہ پڑیگا پھر خطرہ کبر سے باز آجاوے گا۔

مند تو اضع نفس کرنا علاج ہے جب اپنے کبر پر یا داش صغر یاد ویگا پھر خطرہ کبر
زائل ہو جاویگا۔ اس قائل بلا عمل کو بھی دعا میں یاد کر لیویں کہ اپنا شیوہ حسن ظن احباب پر
رہ گیا اور بس۔ حافظ مسعود دہلی بشوق طلب مقیم ہیں۔ آپ کو سب کا سلام پہونچے۔
زیادہ فرصت نہیں۔ یہ خط بھی کچھ قلیل حرج سے لکھا گیا خاطر عزیز نے تقاضۂ تحریر
کیا۔ فقط۔ والسلام۔

(۶۴) مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم نامۂ سامی نے مسرور فرمایا۔ بندہ
سہارنپور گیا تھا میری غیبوبت میں خط آیا تھا لہٰذا جواب میں تاخیر ہوئی۔ جب
حضورتام ہوجائے^ع تو اسوقت جہت کا کیا محل وا مکان ہے اور حضور کے ساتھ
جب دوسری شے کا علم ہے تو یہ حضور میں کمی ہے اور یہ لازم بشری ہے ورنہ سب
امور معطل ہوجاویں سو اسوقت میں جو فوق کا خیال باقی ہے امر طبعی ہے وسوسہ شیطانی سے

ع قولہ ((جب حضور تام ہوتا ہے اسوقت جہت کا کیا محل وا مکان ہے الخ))۔
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جب بندہ کو حضوری تام حاصل ہو جاتی ہے اسوقت جہت
کا خیال بالکل ذہن سے محو ہو جاتا ہے اور جب تک حضور میں کمی رہتی ہے حضور کے ساتھ ساتھ
دوسرے امور بھی ذہن میں آتے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا اوپر ہونا یعنی جہت فوق سے اسکو متعلق
سمجھنا یہ امر طبعی ہے اور عام فطرت ہے چونکہ فوق سب جہتوں سے اشرف ہے اسلئے وہی
ذہن میں آتا ہے اور حدیث سے بھی ایسا سمجھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی سے جسکا مسلمان ہونا ظاہر نہ تھا دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
کہاں ہیں تو اس نے جواب دیا کہ آسمان پر ہیں اس سے سمجھا گیا کہ وہ مومنہ ہے۔ اسی طرح سے
لوگوں کی عام فطرت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
میرا نکاح فوق العرش فرما دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اوپر کہنا یا سمجھنا عام
فطرت انسانی ہے وسوسۂ شیطانی نہیں ہے جیسا کہ آپ کو خیال گذرا لہٰذا اسکا مطلقاً
اندیشہ نہ فرمائیں یہ قطعاً مضر نہیں بلکہ توجہ اپنے قلب کی جانب رکھیں۔ انتہی۔

کچھ علاقہ نہیں (این اللہ فقالت فی السماء (الحدیث) زوجنی اللہ من فوق العرش سب اسکی تائید کرتی ہیں کچھ اندیشہ کی جائے نہیں اب آپ قلب کی طرف زیادہ توجہ کریں اور عین حالت شغل حضور میں متوجہ بقلب ہو دیں سو یہ شائبہ جہت بھی رفع ہو جاوے گا ورنہ کچھ اندیشہ نہیں طبعی امر مضرت رساں نہیں خصوصاً وہ خطرہ کہ اوائل میں بھی موجود تھا فقط۔ امر دوم میں آپ کا جواب عین جواب ہے اگر وہاں صورت ہو جاوے تو بہتر ہے ورنہ اور کوئی جا تلاش ہو اور بجائے معہود تو ناگوار خاطر ہے ۔ فقط ۔ اغنیاء خواہ طلبہ ہوں یا علماء محل زکوٰۃ نہیں نصوص قاطعہ اسکا اثبات کرتی ہیں، پس قیاس صاحب درمختار وغیرہ قابل اعتبار نہیں ۔ فقط ۔ خواب مستغنی البیان ہے تمکو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں۔ فقط۔ والسلام ۔ مولوی احمد حافظ رشید احمد مولوی جمعیت علی صاحب کو سلام مسنون پہونچے ۔

عہ ۔ قولہ : (تمکو اپنا فخر اور باعث نجات جانتا ہوں کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں) یہ حضرت مولانا گنگوہی کی وہی طبعی تواضع ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کے حالات سے خوش اور سرشار ہو کر فرما رہے ہیں کہ آپ کو میں اپنے لئے باعث فخر اور ذریعہ نجات جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گو خود کچھ نہیں ہوں تاہم صالحین سے مربوط اور متعلق ہوں، یہی کیا کچھ کم شرف ہے ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ جب ایک شیخ اپنے صالح مرید کے ساتھ اپنی نسبت کو سبب فخر اور باعث نجات سمجھ رہا ہے تو اگر کوئی مرید اپنے کسی کامل مصلح اور عارف باللہ شیخ کے ساتھ اپنی نسبت کو سبب نجات اُخروی سمجھے اور اس پر اسے فخر ہو تو کیا بعید ہے بقول حضرت خواجہ صاحب کے ؎

حسن مرشد ملا کیا اشرف و اعلیٰ زمانے سے ۔۔۔ مقدر ہو تو ایسا ہو میں اس تقدیر کے قرباں
جوانی ہی میں وہ شیخ الشیوخ اور پیر پیراں ہے ۔۔۔ میں ایسے شیخ کے صدقے میں ایسے پیر کے قرباں

(۴۷) مولوی خلیل احمد صاحب دام فیوضکم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند امسال
رنج ومحن ہی مقدر تھا مرض ہیضہ میں گنگوہ وغیرہ میں دوست عزیز فوت ہوئے
خود بھی ایک ماہ سے بخار میں مبتلا رہا اب افاقہ ہوا ہے ضعف وخفیف بخار اب بھی
ہے۔ سبق ترک، جوابات مسائل مسدود ہیں مگر جو سہل ہیں۔ پھر غلغلہ عرب اور
شکایات بیجا ہر طرف مگر پھر حق حق ہے اور عسیٰ ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم
فرمان واجب الاذعان باذنہ تعالیٰ کچھ پرواہ نہیں ہوئی نہ کچھ ہراس۔ البتہ طبعی ملال ہوا
اب وہ بھی نہیں اب اسکا کیا تکرار کروں مگر آپ نے مولوی منفعت علی کی واپسی کی

۵۴ اور بقول احقر بزبان مقطع ؎

محقق، مجتہد، کامل، مکمل، منفرد، جامع جو مرشد ہو تو ایسا ہو جو آقا ہو تو ایسا ہو
سلوک پاک انکا سر بسر قرآن وسنت ہے جو صوفی ہو تو ایسا ہو مصفٰی ہو تو ایسا ہو

۵۵۔ (قولہ: پھر غلغلہ عرب اور شکایات بیجا از ہر طرف مگر پھر حق حق ہے")
اس سے مراد عرب میں علماء دیوبند بالخصوص حضرت گنگوہی کی تکفیر کا شور اور
پرچا ہے جو بعض مفسدوں کی وجہ سے برپا ہو گیا تھا اور اسکی وجہ سے ہند میں بھی یہی مسائل
ہر چار طرف نقل مجلس بنے ہوئے تھے اسکی وجہ سے حضرت گنگوہی کو خصوصًا اور سب ہی علماء حق کو
عمومًا ایک ضیق اور پریشانی تھی جسکا مختصر عنوان یہ تھا کہ مشہور کیا گیا کہ حضرت شیخ العرب والعجم
حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ بھی حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ناراض ہیں اور علماء
حرمین شریفین نے اس جماعت دیوبند پر ان کے عقائد کی بنا پر تکفیر فرمائی ہے ظاہر ہے
کہ یہ کتنا شدید ابتلاء تھا پوری جماعت کے لئے اور اسوقت سرتاج جماعت اہل حق حضرت
گنگوہی تھے اس لئے سب کا مجموعی صدمہ صرف ایک ذات پر تھا لیکن حضرت نے اپنے
اور سب متعلقین کو یوں تسلی فرمائی کہ حق تعالیٰ کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ عسیٰ ان
تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم ہو سکتا ہے کہ اس شر میں ہمارے لئے کوئی خیر نہاں ہو اس لئے
الحمد للہ مجھے تو کوئی پرواہ نہیں ہے یوں رنج وملال جو ہوا یہ طبعی امر ہے ہوا تھا اور اب وہ بھی
نہیں ہے۔ اس واقعہ کی قدرے تفصیل آگے آتی ہے۔ انتہی۔

کی کیفیت پوچھی ہے لکھتا ہوں کہ مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت کے کان اس بات سے بھرے کہ رشید اور سب دیوبند والے یہ کہتے ہیں کہ "جو حضرت سے ملکر آتا ہے گمراہ ہوجاتا ہے" اور "یہ سب اشغال بدعۃ ضلالہ ہیں" اور اندانسے معلوم ہوتا ہے کہ ہمکو غیر مقلد اور مفسد قرار دیا مگر یہ سب امور خلوت میں ہوئے جس سے حضرت کی طبع مبارک کی طرف سے برہم ہوئی۔

عہ (قولہ: "مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت کے کان اس بات سے بھرے کہ رشید اور سب دیوبند والے یہ کہتے ہیں کہ "جو حضرت سے ملکر آتا ہے گمراہ ہوجاتا ہے" اور "یہ سب اشغال بدعۃ ضلالہ ہیں")۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اوپر جس فتنہ کا ذکر فرمایا تھا وہ دو اجزار پر مشتمل تھا ایک تو حضرت حاجی صاحب کو مولانا گنگوہی صاحب کی جانب سے بدظن اور مولانا کو غیر مقلد جیسا بدعقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ دوسرا فتنہ اس سے اشد تھا وہ یہ کہ علماء دیوبند کی کتابوں سے غلط سلط قطع و برید کرکے کفریہ عبارت گڑھ کر اسکا عربی میں ترجمہ کرکے علماء حرمین شریفین سے اسپر کفر کا فتویٰ لیا گیا اور اس کارنامے کا سہرا مولوی عبدالسمیع کے سر رہا کہ انھوں نے جو فتویٰ تیار کیا اسں کو انوار ساطعہ کے نام سے شایع کردیا جسکی وجہ سے ہند میں کبھی بڑا خلفشار اور غوغا مچا اور باہم دونوں فرقوں میں آگ سی لگ گئی۔

چنانچہ یہی فتنہ اول کا ذکر ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کوئی صاحب تھے حضرت حاجی صاحبؒ کے مقرب تھے، حضرت گنگوہیؒ اور دیگر علماء دیوبند کو حضرت حاجی صاحبؒ کے دربار میں جو مقام حاصل تھا وہ انھیں ایک آنکھ نہ بھایا پھر ایسے موقع پر انسان چاہتا ہے کہ بلا سے مجھے وہ مرتبہ چاہے نہ حاصل ہو لیکن جنکو حاصل ہے انکو تو گرایا ہی جاسکتا ہے۔ لہٰذا حضرت حاجی صاحبؒ کے تنہائی اور خلوت میں کان بھرے اور یہ کہدیا کہ — رشید احمد بلکہ سارے ہی دیوبند والے یہ کہتے ہیں کہ جو حضرت کے پاس سے (یعنی حضرت سے ملکر آتا ہے وہ گمراہ ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی شیخ کا جس پر اعتماد ہو وہ تنہائی میں انتہائی خیرخواہی کے ساتھ جب کسی دوسرے کے متعلق ایسی خبر دیگا تو اس پر کیا گذرے گی اور وہ ان حضرات کو کیا سمجھے گا کہ بڑے منافق لوگ ہیں مجھ سے کس طرح ملتے ہیں اور میرے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں ایسی صورت میں تکدر کا ہوجانا امر طبعی ہے۔ (باقی آئندہ)۔

Monthly August 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

Rs. 74/-

Rs. 45/-

نا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۸۸ء جلد ۸

مکتبہ وصیۃ العلوم

حاملِ مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبد المجید عفی عنہ | دو روپے بیس پیسے

شمارہ ۹ | ذی الحجہ سنہ ۱۴۰۵ھ مطابق ستمبر سنہ ۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۔ ۹۔ اے۔ ڈی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ماہ ستمبر ۸۵ء کا شمارہ نظر نواز ہو رہا ہے باوجود گوناگوں مشغولیتوں کے امید ہے کہ وقت ہی سے یہ رسالہ بھی آپکو مل جائیگا چونکہ مدرسہ کیجانب سے قربانی کرانے کا نظم دیرینہ چلا آرہا ہے اسلئے اب بہت سے حضرات ہند کی مختلف جگہوں سے نیز بیرون ہند سے قربانی کرانے کی خواہش ظاہر فرماتے ہیں چنانچہ بحمداللہ ان سب حضرات کیجانب سے نہایت اطمینان سے قربانی کرادی گئی۔ یہاں الہ آباد میں بھی بعض قانونی مشکلات ضرور ہیں تاہم سب کام مناسب طور پر بحمداللہ انجام پاگیا۔ اسّی روپیہ فی حصہ بڑی قربانی کے مقرر کئے گئے تھے الحمدللہ کہ تین سو افراد کیجانب سے مدرسہ نے قربانی کی مدرسہ کو اسکا ایک نفع یہ پہونچ جاتا ہے کہ کھال کی قیمت مدرسہ کو بادنیٰ تعب ملجاتی ہے جو اس موقع پر اعانت مدرسہ کا ایک آسان ذریعہ ہے۔

نیز اسکے علاوہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل شہر اپنی چھوٹی قربانی کی کھالیں لئے کوئی سائیکل سے کوئی موٹر سائیکل سے دور دراز سے چلا آتا ہے۔ بحمداللہ نقل توکل کی یہ کھلی ہوئی برکت ہمارے مشاہدہ میں ہے کہ کوئی طالبعلم وصولی کھال کے لئے جاتا ہے نہ کوئی سفیر ملازم اسکے لئے مقرر ہے مگر اللہ کے بندے جوق در جوق حضرت اقدسؒ کے اس مدرسہ کی امداد کیلئے سر آنکھوں کے بل تیار رہتے ہیں — اللہ تعالیٰ اہل مدرسہ کو مزید اخلاص اور دین کا بیش از بیش کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

"تالیفات مصلح الامت" کی مانگ برابر آرہی ہے جس نے اسکا مطالعہ کرلیا ہے وہ ضرور مداح ہوگیا ہے لہٰذا جن حضرات نے ابتک نہ منگایا ہو وہ جلد متوجہ ہوں ورنہ موجودہ ایڈیشن کے ختم ہونے کے بعد بڑی مشکل سے دوسرے کی نوبت آسکیگی کیونکہ ادارہ کے پیش نظر ابھی دوسرے کام ہیں۔

نیز اسی سلسلہ میں ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ ابھی ۸۵ء کا چندہ بہت سے حضرات نے نہیں دیا حالانکہ ابتو سال ختم ہونے کو آگیا ہے دو ماہ کے بعد آپ سے ۸۶ء کے چندہ کا مطالبہ ہونے لگے گا لہٰذا جن حضرات نے سالِ رواں کا چندہ ابھی تک نہیں بھیجا ہے وہ جلد از جلد ارسال فرمائیں — حضرت قاری محمد مبین صاحب مدظلہ بحمداللہ بخیریت ہیں امید ہے کہ ذی الحجہ کے ختم تک بمبئی سے (الہ آباد) واپس آجائیں گے — مسجد کا کام جو بارش اور عید کیوجہ سے رک گیا تھا شروع ہونیوالا ہے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(ذکر الجنۃ)

(۱) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(پ بقرہ)

اور خوش خبری سنا دیجئے آپ اے پیغمبر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اس بات کی کہ بیشک انکے واسطے بہشتیں ہیں کہ چلتی ہونگی ان کے نیچے سے نہریں۔ جب کبھی دیئے جائیں گے وہ لوگ ان بہشتوں میں سے کسی پھل کی غذا تو ہر بار میں یہی کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمکو ملا تھا اس سے پیشتر اور ملیگا بھی انکو دونوں بار کا پھل ملتا جلتا۔ اور ان کیواسطے ان بہشتوں میں بیبیاں ہونگی صاف پاک کی ہوئی اور وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ کو بسنے والے ہوں گے۔ (بیان القرآن)

(معارف ومسائل)

"اہل جنت کو مختلف پھل ایک ہی شکل وصورت میں پیش کرنے سے مقصد بھی ایک تفریح اور لطف کا سامان بنانا ہوگا۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ پھلوں کے متشابہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جنت کے پھل صورت شکل میں دنیا کے پھلوں کی طرح ہونگے جب اہل جنت کو ملیں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو دنیا میں ہمیں ملا کرتے تھے مگر ذائقہ اور لذت میں انکو دنیا کے پھلوں سے کوئی نسبت نہ ہوگی صرف نام کا اشتراک ہوگا۔

جنت میں ان لوگوں کو پاک بیبیاں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی تمام ظاہری اور اخلاقی گندگیوں سے پاک ہونگی۔ بول وبراز، حیض ونفاس اور ہر ایسی چیز سے پاک ہونگی جن سے انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ اسی طرح کج خلقی، بیوفائی اور معنوی عیوب سے بھی پاک ہونگی۔

آخر میں فرمایا کہ پھر جنت کی نعمتوں کو دنیا کی آنی فانی نعمتوں کی طرح نہ سمجھو جن کے فنا ہونے کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے بلکہ یہ لوگ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے۔

یہاں مومنین کو جنت کی بشارت دینے کے لئے ایمان کے ساتھ عمل کی بھی قید لگائی ہے کہ ایمان بغیر عمل صالح کے انسان کو اس کی بشارت کا مستحق نہیں بناتا اگرچہ صرف ایمان بھی جہنم میں خلود اور دوام سے بچانے کا سبب ہے اور مومن کتنا بھی گنہ گار ہو کسی نہ کسی وقت پر وہ جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں پہونچے گا۔ مگر عذاب جہنم سے بالکل نجات کا بغیر عمل صالح کے کوئی مستحق نہیں ہوتا۔ (روح البیان۔ قرطبی)۔

(معارف القرآن ص ۱۶۵ ج ۱)

وبشر الذین آمنوا وعملوا الصالحات ـــ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عمل صالح اس عمل کو کہیں گے جس میں چار باتیں ہوں علم اور نیت، صبر اور اخلاص۔ حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ "وعملوا الصالحات" ای اخلصوا الاعمال عن الریاء یعنی جنھوں نے کہ اپنے اعمال کو ریاء سے خالص کیا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دونوں وصف یعنی ایمان اور عمل صالح کا جمع ہونا بشارت کے استحقاق کا سبب تام ہے تجری من تحتها الانهار ابن مبارک، ابن جریر، بیہقی نے حدیث نقل کی ہے کہ جنت کی نہریں بغیر گڑھوں کے جاری ہوں گی۔ قالوا هذا الذی رزقنا من قبل یعنی یہ تو وہی ہے جو ہمکو ملا تھا اس سے پہلے دنیا میں۔ جنت کے پھل دنیا کے پھلوں سے اس لئے مشابہ ہوں گے تاکہ طبیعت غیر مالوف اور نامانوس شے دیکھکر اس سے متنفر نہ ہو اور جنت کے پھل کا شرف ظاہر ہو۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جنت کے پھل رنگ میں ایک دوسرے کے مشابہ ہونگے مزہ میں مختلف ہوں گے (پس دوسری بار کے پھل کو بھی وہ پہلا ہی پھل سمجھیں گے) واُتوا بہ متشابها حضرت ابن عباس اور حضرت مجاہد نے فرمایا کہ (اہل جنت کو جو پھل

دیئے جائیں گے وہ) رنگ میں تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن مزہ میں مختلف ہوں گے۔ حضرت حسنؒ و قتادۃؒ کا قول ہے کہ متشابہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمدگی اور خوبی میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے یعنی جنت کے تمام پھل عمدہ اور اچھے ہی ہونگے ان میں کوئی ردی اور خراب نہ ہوگا حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کھاویں گے بھی اور پیویں گے بھی مگر پیشاب اور پاخانہ نہ کریں گے نہ ناک سنکیں گے اور نہ تھوکیں گے حمد اور تسبیح انکے دلوں میں اسطرح سے ڈالدی جائیگی جیسے سانس (یعنی بلا تعب اور مشقت حمد و تسبیح کرتے رہیں گے) انکی غذا ہضم ہوکر ڈکار ہو جائیگی اور انکا پسینہ مشک ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی مٹی خوشبودار اور اسکا پانی نہایت شیریں ہوگا۔ اور جنت ایک صاف اور چٹیل میدان ہے اور اسکے درخت یہی تسبیح۔ تحمید۔ اور تکبیر ہیں۔ (یعنی جسقدر بندہ یہ تسبیحات کہیگا اسی قدر اسکے لئے جنت میں اشجار اور باغات تیار ہوں گے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجے کے درمیان سو سال (کی مسافت) کا فاصلہ ہے۔ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ یعنی اہل جنت کے لئے جنت میں عورتیں ہونگی حور عین میں سے (یعنی سفید رنگ کی اور بڑی آنکھوں والی) جو پاخانہ پیشاب، حیض اور تھوک رینٹ اور منی اور ہر قسم کی گندگی سے پاک ہونگی اور وہ گندے اخلاق سے بھی پاک ہونگی، کیونکہ تطہیر کا استعمال جس طرح اجسام میں ہوتا ہے اسی طرح سے افعال و اخلاق میں بھی ہوتا ہے۔ وھم فیھا خالدون یعنی اہل جنت جنت میں ہمیشہ رہیں گے نہ مریں گے اور نہ وہاں سے نکلیں گے۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد (وھم فیھا خالدون) سے اسکے زوال کا خوف دور کر دیا کیونکہ (خوف زوال نعمت) نعمت کو مکدر اور کرکرا کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی جماعت جو جنت میں داخل
ہوگی انکی صورت ایسی ہوگی جیسے چودھویں رات کا چاند پھر وہ لوگ جو ان کے بعد
داخل ہوں گے انکی صورت ایسی ہوگی جیسے آسمان کا کوئی نہایت ہی روشن ستارہ ہو
اہل جنت نہ پیشاب کرینگے نہ پاخانہ کرینگے نہ تھوکیں گے نہ ناک سنکیں انکی کنگھیاں
سونے کی ہونگی اور انکا پسینہ مشک ہوگا۔ انکی انگیٹھی (کا ایندھن) اگر بتی ہوگی ا
حورعین انکی بیبیاں ہونگی اہل جنت سب ہم عمر ہونگے اپنے باپ حضرت آدم
علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے ساٹھ ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے آسمان میں حضرت
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ قیامت کے دن پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا انکا چہرہ چودھویں رات کے
چاند کی طرح ہوگا اور دوسرا گروہ تو انکا چہرہ آسمان کے سب سے اچھے
اور روشن ستارے کی طرح ہوگا اہل جنت میں ہر ہر شخص کو دو دو بیویاں
ملیں گی ہر بیوی کے لئے ستر جوڑے کپڑے ہونگے (انکا جسم ایسا گورا چمکدار اور
شفاف ہوگا کہ) کہ انکی ساق (پنڈلی) کا مغز انکے گوشت اور خون اور کپڑوں کے
اوپر دکھائی دیگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت
زمین پر نظر ڈالے تو زمین آسمان کے درمیان ساری فضا کو منور کردے اور خوشبو
سے بھردے اور اسکی وہ اوڑھنی جو اسکے سر پر ہوگی دنیا اور دنیا کی ساری چیز
سے بہتر ہے۔ حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے فرمایا کہ سنو! ہے کوئی جنت کی تیاری کرنے والا؟ اور جنت ایسی چیز ہے
کہ اسکا خیال بھی کسی کے دل میں نہ گذرا ہوگا۔ رب کعبہ کی قسم سلامتی کے گھر میں
ایک چمکتا ہوا نور ہے۔ اسمیں خوشبودار لہلہاتے ہوئے درخت ہیں۔ اونچے ا
محل ہیں۔ جاری نہریں ہیں۔ پختہ پھل ہیں اور وہاں اچھی خوبصورت بیویاں ہیں ا
بے شمار (کپڑوں کے) جوڑے ہیں۔ ہمیشہ ہمیش کا ٹھکانا ہے۔ میوے اور پھل

ور شادابی ہے۔ چیزوں کے انبار ہیں اور نعمتیں ہیں۔ بلند اور روشن مقام ہیں۔
صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اسکے لئے تیاری کرنیوالے ہیں آپ نے
رمایا انشاء اللہ بھی تو کہہ لو۔

(سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نقشہ جنت کا امت کے
سامنے فرما دیا اسکے حصول کی تمنا، اسکے لئے عمل اور دعا کرنا ہے مسلمانوں کیلئے
ن کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اللھم انی اسئلک الجنۃ واعوذ بک من النار
ے اللہ! ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم سے پناہ مانگتے ہیں۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ اہل جنت صاف جسم والے، بے ریش، سرمگیں آنکھوں والے ہوں گے۔ نہ انکی
وانی ہی کبھی ختم ہوگی نہ انکے کپڑے ہی پرانے ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا
اس میں اور کسی چیز کی فروخت نہ ہوگی بجز اسکے کہ اس میں مردوں عورتوں کی صورتیں
ہونگی جب کوئی شخص کسی صورت کی خواہش کرے گا (کہ میں ویسا ہو جاؤں) تو
اس صورت میں داخل ہو جاویگا اور اس بازار میں ایک جگہ ہوگی جہاں تمام حوریں
جمع ہونگی اور ایسی اچھی آواز سے پکاریں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز نہ سنی ہوگی (اور
کہیں گی کہ ہم سب ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی فنا نہ ہونگی اور ہم سب نعمت والی ہیں
کبھی محتاج نہ ہوں گی، اور خوش رہنے والی ہیں تو کبھی ناخوش نہ ہوں گی۔ خوشی ہو اسکے
لئے جو ہمارے لئے ہو اور ہم اسکے لئے ہوں۔

امام مسلمؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہوگا کہ ہر جمعہ کو اہل جنت اس میں جائیں گے تو جانب شمال سے
ایک ہوا چلے گی جس سے ان کے چہروں اور کپڑوں میں خوشبو بس جائیگی۔ پس یہ لوگ
اس حالت میں اپنے گھروں کو واپس ہوں گے کہ ان کے حسن و جمال بڑھ چکے ہوں گے
اور ادھر گھر والوں کے حسن و جمال بھی بڑھ چکے ہوں گے تو ان کے گھر والے کہیں گے کہ بخدا

ہمارے پاس سے جانے کے بعد آپ کا حسن و جمال تو بہت بڑھ گیا، اس پر وہ لوگ کہیں گے بخدا ہمارے جانے کے بعد تمھارا حسن و جمال بھی بڑھ گیا۔

(صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ چونکہ اہل دنیا کا مطمح نظر نعمتوں کے بارے میں صرف مکانات، کھانے اور عورتوں پر منحصر ہے اسلئے اللہ تعالےٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنت کے بیان میں) انھیں امور پر اکتفا فرمایا ہے (ورنہ) دراصل اہل جنت کی نعمتیں اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہیں۔ (بیشک آمنت باللہ ورسولہ)

میں کہتا ہوں کہ نعمائے جنت جزاء و بدلہ ہیں ان کے اعمال کا جو اپنے اجسام اور اعضاء سے کیے ہیں جسم کو بھی اسکے مناسب بدلہ دیا گیا جیسا کہ اسکے خلاف میں جسم کو عذاب اور سزا دی گئی۔ ایک دوسری جزاء روح کو دی گئی اسکے اعمال اور ایمان کے صلہ میں کیونکہ اس نے بھی دنیا میں معرفت اور وصول الی اللہ حاصل کیا وہ رویت و نظر الی وجہ اللہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شہوت کے متعلق نہایت عمدہ کلام فرمایا ہے اس موقع پر اسکا بیان کر دینا بھی کچھ بیجا نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ انسان میں جو شہوت پیدا کی گئی ہے تو یہ فی نفسہٖ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ اسی شہوت پر حق تعالیٰ نے دارین کے بقا کی بنیاد رکھی ہے جس طرح دنیا میں شہوت نہ ہو تو نسل نہیں چل سکتی اور طعام و شراب کی شہوت اسی کے لیئے ہے اسی طرح آخرت کی بقا بھی شہوت ہی ہے یہ نہ ہو تو جنت کی نعمائے حسیّہ کی جو ترغیب و تحریص کی گئی ہے وہ کیسے متصور ہو سکے گی۔ یہ ترغیب و تحریص وارد ہے تو اس پہ ایمان لانا ضروری ہوا اگرچہ اس کے ضمن میں اپنی خواہش کی تکمیل بھی ہے اسکا حصول ایمان بالغیب ہوا اور ایمان بالغیب مومن کا کمال ہے۔ یہ شہوت ذریعہ بنی کمال ایمان کا۔

یہاں سے وہ مسئلہ بھی نکل آیا جو مشائخ بیان کرتے ہیں کہ شیخ کامل رذائل کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کرتا ہے۔ یہ شہوت اپنے محل میں صرف ہونے کی وجہ سے ذریعۂ کمال ایمان بننے سے کیسی محمود ہوئی۔ مذموم یہ ہے کہ محل غیر مشروع میں اس کو استعمال کیا جائے۔

(مکتوب نمبر ۴۳۵)

حال : دعا ہے اللہ تعالیٰ حضرت والا کو تندرست و بعافیت رکھیں، حضرت مدظلہ العالی کا سایہ قائم رکھیں۔ کچھ دنوں سے قلب میں جو تکلیف پیدا ہو گئی تھی آج حضرت والا کی زیارت سے رفع ہو گئی دل میں ایک قسم کی فرحت اور خوشی پیدا ہو گئی۔
تحقیق : الحمدللہ

حال : البتہ حضرت مدظلہ العالی کو جو تکلیف پہونچی اسکی نہایت ادب سے معافی چاہتا ہوں۔ تحقیق : دل سے معاف ہے

حال : اللہ تعالیٰ میری سمجھ درست فرمائیں۔ کبر دور فرمائیں۔ خلوص عطا فرمائیں حضرت والا سے التجا ہے کہ حضرت والا دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کبر دور فرمائیں نیز خلوص مرحمت فرمائیں۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں۔

حال : یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ مولوی . . . . صاحب سے اب مجھکو کوئی سوء ظن نہیں رہا بلکہ حسن ظن ہے۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : انکو میری تحریر سے جو تکلیف پہونچی اسکی معافی چاہتا ہوں۔
تحقیق : ان سے کہہ دیجئے۔

حال : مکرر عرض ہے کہ حضرت والا میری بے ادبی معاف فرمائیں۔
تحقیق : دل سے معاف ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۳۶)

حال : سیدی، سندی مرشدی شیخی وسیلہ یومی غدی متعنا اللہ بطول بقائکم بالخیر
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خیریت مزاج گرامی ؟ عرض اینکہ طلباء کی اصلاح کے سلسلہ میں اس ناکارہ کی بھی بہت کچھ اصلاح ہو رہی ہے اکثر رذائل دور ہو گئے ہیں۔ الحمدللہ علی ذالک۔ طلباء کے رذائل نفس بھی بڑی کو

دور کر رہا ہوں الحمدللہ حالت بہتر ہے۔ ترقی کے آثار بھی نظر آرہے ہیں مجلس ہمیشہ نفاق ہی کے متعلق بولتا رہتا ہوں اس سے احتیاط کی بہت کچھ تاکید کرتا ہوں الحمدللہ اکثر طلبہ کے اندر سے یہ چیز نکل بھی چکی ہے۔ حضرت والا کی دعا کی سخت ضرورت ہے اسکے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا۔ ابتک جو کچھ ہوا یہ سب کچھ حضرت والا کی دعا کی برکت ہے اسکا مجھے پورا پورا احساس ہے کہ دو جملے یعنی "طلبہ کی حالت سے خوشی ہوئی اور آپکے لئے دعا کرتا ہوں" اسکا جو اثر طلبا پر ہوجاتا ہے اور انکی جو ہمت افزائی ہوتی ہے اسکے سامنے میری سالہا سال کی محنت کوئی چیز نہیں ہے۔ اسوقت حضرت والا کے لئے بے اختیار دل سے دعا نکل جاتی ہے حضرت والا سے عاجزانہ التماس ہے کہ اس ناکارہ کیلئے اور طلبہ کے لئے دعا فرمائیں حضرت پانچ چھ دن پہلے ہدیہ بھیجا تھا امید کہ پہونچا ہوگا۔

تحقیق: محبی ومعتقدی ومخلصی دام محبتکم واخلاصکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرات طلبہ کی اصلاح کے سلسلے میں آپکی اصلاح ہورہی ہے واقعی اگر فطرت سلیم ہوتی ہے تو اس سے اصلاح بہت ہوتی ہے آپ روز بروز اسکا نفع محسوس فرمائیں گے نفاق کا مضمون اسی قابل ہے کہ اس پر آدمی برابر بولتا رہے۔ سبحان اللہ کہ اکثر طلبہ کے اندر سے یہ چیز نکل چکی ہے۔ جیساکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے مجھکو بہت خوشی ہوتی ہے آپ کے ان مضامین سے دل سے آپ کے لئے نیز حضرات طلبہ کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں میرا اسلام مسنون سب کی خدمت میں عرض کیجئے اور یہ بھی کہئے کہ علم نافع یہی ہے جو آپ حضرات تحصیل کررہے ہیں۔ آج ہمارے اندر سے یہ چیز مفقود ہو گئی ہے۔ علم عمل کے لئے تحصیل نہیں کیا جاتا۔ بہرکیف میری خوشی سب کو پہونچا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی تکمیل فرمائے علم کی بھی اور عمل کی بھی۔

آپ کا ہدیۂ محبت مل گیا اللہ تعالےٰ اپنی محبت عطا فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۴۳)

حال: حضرت اقدس کی دعا، و برکت سے اللہ تعالیٰ اس ناچیز کے معمولات ادا کرا رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ بندے کو یہ فکر بھی ہے کہ واللہ اعلم میرے اندر اخلاص کتنا ہے؟ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: طاعات اور عبادات کے ذریعہ سے تو بندوں کے دل میں اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق، محبت اور خوف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور محبت کا جذبہ نیز استقامت اور ایمان وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر اس احقر کو افسوس کے ساتھ یہ خیال پیدا ہوتا رہتا ہے کہ واللہ اعلم اس گنہگار غافل کا اندر سے اللہ جل شانہٗ کے نزدیک کیا حال ہے۔ قبر اور قیامت کے دن کیسے کیسے عقدے کھلیں گے تحقیق: ٹھیک

حال: بعض وقت جب یہ خادم اپنے حالات کا جائزہ لیتا ہے تحقیق: خوب اور یہ غور کرتا ہے کہ ابتک دین سے کتنا تعلق ہوا، استقامت اور ایمان کا کیا حال ہے تو بس بڑے وثوق کے ساتھ اس نتیجہ پر پہونچتا ہوں کہ بس حضرت والا کے طفیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اللہ تعالیٰ اس ناچیز و ذلیل اور کمینے پر خاص اپنا فضل فرمائیں اور رحمت خاص سے کوئی بہانہ مغفرت کا پیدا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: ورنہ کچھ بھی نہیں ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: حضرت والا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس خادم کو ایمان و مغفرت اور حسن عمل و استقامت عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: قرآن شریف کی تلاوت کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دل کے زنگوں کو دور کرتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی طرف دل کھلتا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: بس یہی جی چاہتا ہے کہ یہ مشغلہ برابر رہے اور ابدالآباد تک قائم رہے۔

حال: بڑا لطف ملتا ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

مکتوب نمبر ۲۴۸

حال: حضرت کے حکم کے مطابق مولوی . . . . . صاحب کے یہاں سے کتاب دستیاب ہوگئی، پہلے میں نے انوار السنین کا مطالعہ کیا اسمیں کافی مستغرق ہوگیا کاش اتنا غرق تلاوت کلام پاک میں ہوجاتا۔ تحقیق: بیشک۔

حال: اسکے بعد آداب معاشرت دیکھنے کے ساتھ ہی طبیعت میں الجھن سی پیدا ہونے لگی چونکہ میں خود غیر معقول ہوں اس وجہ سے معقول چیز سے الجھن پیدا ہونا فطری چیز ہے۔ تحقیق: یہی بات ہے۔

حال: نفس نے کہا کہ تم کو تو اللہ والا بننا ہے ادب و اخلاق کے معاملہ میں کیوں پڑ گئے عقل نے کہا کہ ادب اخلاق کا تعلق تصوف اور اللہ والوں سے ایسا ہی ہے جیسے جسم کا روح سے ہے۔ تحقیق: صحیح کہا۔

حال: جس میں ادب اخلاق نہیں وہ انسان نہیں پھر اللہ والا کیسے بن سکتا ہے اس دلیل سے نفس زیر تو ہوگیا لیکن جب تک عمل نہ ہوا اس وقت تک عقل اپنی اس فتح پر شرمندہ ہے اور نفس مجروح ہونے کے باوجود کھسیانی ہنسی ظاہر کررہا ہے۔ تحقیق: خوب بات نکلی۔

حال: اسکے بعد وصیۃ الاخلاق کا مطالعہ کیا جہاں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے، رجم کے معنی تو معلوم نہیں لیکن ڈر اور خوف سا معلوم ہونے لگا۔ تحقیق: رجم کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں۔

حال: تیسرے یہ کہ وصیۃ الاخلاق میں جہاں حضرت نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کے وقت یہ نیت کرلینی چاہیئے کہ میں ان سب باتوں پر ایمان لاتا ہوں اور یہ بھی کہہ لیا کرے کہ جن جن باتوں کا علم ہوتا جائے گا عمل بھی کرونگا یہ بات نفس پر بڑی گراں گذری نفس کہنے لگا کہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم تو ایمان لائے ہو اور روز تلاوت کرتے ہی ہو۔ عقل نے کہا کہ کہہ لوگے تو کیا

درج ہے؟ **تحقیق:** ہاں اور کیا حدیث میں تجدید ایمان کا حکم ہے جددوا
ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ (اپنے ایمان کی تجدید کرو کلمہ لاالہ الا اللہ کے ذریعہ)
حال: میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ کہونگا اور ضرور کہونگا۔ **تحقیق:** کہنا چاہیئے
لہٰذا اسی وقت سے کہنا شروع کر دیا۔ **تحقیق:** الحمد للہ۔

(مکتوب نمبر ۴۳۹)

حال: خادم کو حضور کے رسالے "ارتفاع الضیق" - "علم کی ضرورت"
"مژدہ جانفزا" محترم حکیم ...... صاحب سے پڑھنے کے لئے مل گئے ہیں حسب الحکم
انکو دیکھ رہا ہوں۔ فی الحال خادم بعد نماز فجر دلائل خیرات کی ایک منزل اور
ایک یا دو رکوع کلام پاک با معنی اور بعد نماز عشاء درود شریف کی حسب
فرصت ایک تسبیح پڑھ لیتا ہے۔ تا حاضری حضرت جو ارشاد فرمائیں اسپر
عمل کیا جائے۔

محترم دوسری گذارش یہ ہے کہ خادم اکثر بحالت نوم اپنے کو مختلف
ساجدوں میں وضو کرتے اور نماز باجماعت ہوتے دیکھتا رہتا ہے۔ جماعت
کی نماز حاصل کرنے کے لئے جتنی بھی جلدی وضو میں کیجا سکتی ہے کرتا ہے
مگر نصف وضو کے بعد کبھی حوض کا پانی اکدم خشک ہو جاتا ہے اور کبھی لوٹے کا
پانی غائب یا کم ہو جاتا ہے جس سے وضو پورا نہیں ہو پاتا اور اسی دوران میں
جماعت کا سلام پھر جاتا ہے اسوقت جماعت کی نماز نہ ملنے سے سخت روحانی
صدمہ ہوتا ہے اور اکثر فوراً آنکھ بھی کھل کر وہی نماز باجماعت نہ ملنے
کے صدمہ کی حالت کافی دیر تک لیر قائم رہتی ہے۔

تحقیق: جو عمل آپ کر رہے ہیں تا حاضری وہی کرتے رہیئے۔ فرائض وواجبات
کا اہتمام نہایت ضروری ہے خواب تنبیہ ہے غفلت پر اہتمام کیطرف مشیر ہے
وقت اسی طرح چلا جائیگا۔ عبرت حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۴)

حال: مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ وہ جس مسجد کی امامت کر رہے وہاں کے متولی کیطرف سے تنخواہ ان کے پاس خود وہ لوگ لاکر دے دیا کرتے تھے، اس دفعہ متولی کے فرزند نے انکو بلا بھیجا کہ ایک ضروری بات ہے تو یہ متولی کے مکان پر پہونچے انکے فرزند نے کہا کہ اس دفعہ مسجد کے مکانات کے کرائے دیر سے وصول ہوئے اسلئے تنخواہ میں کچھ دیر ہوگئی یہ کہکر تنخواہ اس نے ان کے حوالہ کیا۔ اس واقعہ سے میری طبیعت پر ناگواری کا اثر ہوا کہ اتنی سی بات کے لئے انھوں نے مجھے کیوں بلا بھیجا۔ ویسے مالداروں کے مکان پر پہونچنے کے لئے طبیعت میں جھجھک بھی محسوس ہوتی ہے آیا اسکا منشاء استغناء ہے یا کبر میں تو اسکو استغنیٰ سمجھ رہا ہوں۔

اسکے جواب میں میں نے مولوی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب سے کہا کہ اہل علم کے لئے استغناء مالداروں سے ایک ضروری مستحسن صفت ہے لیکن استغناء اور کبر کی بہت سی صورتیں ملتی جلتی ہیں لہٰذا جب کبھی ایسے مواقع خودبخود پیش آجائیں جیسا کہ اسوقت یہ موقع غیرارادی طور پر پیش آگیا تو ہم جیسے مبتدیوں کیلئے اسی میں خیریت ہے کہ اس ناگواریٔ طبع کا منشاء کبر ہی کو قرار دیا جائے میں نے حضرت والا دامت برکاتہم کا یہ ارشاد خود حضرت والا کی زبان مبارک سے سنا کہ "کسی کے در پر کچھ مانگنے نہیں جاتے تارک دنیا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ کبر و عار کی وجہ سے"۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ اور استفت قلبك ولو افتاك المفتون اوکماقال کے پیش نظر ہم خود اپنے دل کو دیکھیں، غور کریں کہ اسکا منشاء کیا ہے؟ جب تک نفس پوری طرح فنا نہ ہو جائے ایسے مواقع پر کبر کی آمیزش ضرور ہوتی ہے اسلئے اپنے نفس کے بارے میں ہمیشہ بدگمان ہی رہنے میں سلامتی ہے۔ اہل علم کے لئے امراء

سے استغنار مال کے اعتبار سے ہو لیکن خوش خلقی اور تواضع کو جمع کر کے۔ اگر استغنائیت کے استعمال میں کوئی غلطی کر کے کسی کی دِل آزاری کا ذرا شایبہ بھی معلوم ہو تو بلا جھجھک معافی مانگ لی جائے اور اگر دل آزاری کی کوئی حرکت تو ہم سے صادر نہیں ہوئی لیکن اس سے خود اپنے اندر کبر ہونے کا خطرہ معلوم ہو تو کبر سے توبہ واستغفار کیا کرے اور دل میں کبر کی بُرائی کا استحضار ہر وقت رکھے اور خوف کو لازم کرے انشاء اللہ حفاظت ہوگی۔ اب حضرت والا سے یہ درخواست ہے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں۔

تحقیق: بالکل صحیح ہے۔ اللہ تعالیٰ فہم کامل عطا فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۴۴۱)

حال: معروض خدمت ہوں کہ عرصہ سے اپنا حال نہ لکھکر پریشان ہوا۔ میں یہاں نوکر تھا بالکل تبلیغی قسم کے لوگ تھے، ہردم تبلیغ کی دُھن۔ برابر دعوت دیتے اور مجھکو گشت میں لیجاتے یہاں تک کہ قرآن شریف کو بند کرا دیتے اور گشت کراتے ہیں تو گھبرا کر آجاتا لیکن قاری . . . . . . صاحب نے اپنی جگہ پہ رکھدیا ہے۔ یہاں کسی قدر سکون ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: رمضان شریف کے بعد آنے کا ارادہ ہے۔ دعا فرمائیں کہ پھر بمبئی نہ آنا پڑے میں وہیں کوئی کام کروں۔ میں جو کچھ کماتا ہوں جمع کرتا ہوں، گھر کے لوگ تنگی ترشی سے کام نکال رہے ہیں، پھر کوئی تجارت ہی کروں گا، اگر حضرت کے قریب کوئی جگہ تجارت کی نکل آئی تو کچھ کم بھی ملے گا تو سکون رہے گا۔

تحقیق: جیسے گھر پر قریب تھے نہیں سیکھا یہاں بھی قریب رہ کر شاید نہ سیکھو اور شاید سکون بھی نہ ملے اسکا جواب دو کہ تم نے کیوں نہیں سیکھا۔

حال: زیادہ وقت آپکو یاد کر کے روتا ہوں کہ یا اللہ مجھکو آنے سے پہلے غور کرنا تھا کہ حضرت کے منشار کے خلاف تو نہیں جا رہے ہو، پھر آسان صورت نکل آئی ہوتی

تحقیق : یہ سچ کہہ رہے ہو۔
حال : لیکن بمبئی کی دھن تھی بس نکل آیا آکر پریشان ہونا پڑا۔ پیسے آسانی سے ملتے ہیں لیکن ایک طرف بدعتیوں کا زور و شور دوسری طرف تبلیغ کی دھن اور مجھکو بنیا سمجھکر جو ہی آتا ہے کہدیتا ہے کہ جماعت میں نکلو اور دین سیکھو میں سوچتا ہوں کہ میں نے وہاں نہیں سیکھا اس لئے یہ سزا ہے کہ گنوار لوگ بھی سکھلانے کی دعوت دیتے ہیں۔ تحقیق : یہ بہت تکلیف دہ امر ہے
حال : حضرت والا دعاء فرمائیں کہ قریب ہی کوئی انتظام ہو جائے۔
تحقیق : دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۴۲)

حال : میری حالت بدنظری کی ویسی ہے کبھی کم کبھی زیادہ میں خداوند عالم سے بار بار دعاء کرتا ہوں کہ خبیث مرض مجھ سے نکل جائے اور حضرت بھی دعاء فرمائیں مجھکو اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں معلوم ہے اور بھی ہے مگر ایسا نہیں کہ پریشان کن ہو کیا کہوں بس اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو جائیگا۔ حضرت کی تصانیف دیکھتا ہوں اور بہت احتیاط سے رہتا ہوں کہیں کم آتا جاتا ہوں مگر بازار وغیرہ جانا ہی پڑتا ہے۔ بس حضرت خاص دعاء فرمائیں تو شاید کام چل جائے۔
تحقیق : اب آپ سے کیا کہوں کہ پاسپورٹ بھی بنکر آگیا سفر حج کی تیاری بھی کرنے لگے لیکن قلب کی اصلاح نہ ہوسکی ایسے ہی لوگوں کے لئے میں پڑھا کرتا ہوں کہ ؎

کعبہ بھی گئے پر نہ گیا عشق بتوں کا　　زمزم بھی پیا پہ نہ بجھی آگ جگر کی

اللہ کے بندے اب تو ان خصلتوں سے نکل جاؤ۔ سوچو تو کہاں جا رہے ہو اور کس حال میں جانا چاہیئے کس حال میں جا رہے ہو۔ اگر اس موقع پر بھی ان سب سے نہ چھوٹے تو پھر اور کون سا وقت آئیگا۔ اللہ و رسول ﷺ سے تو شرمانا چاہیئے۔
صرف دعاء سے کام نہ چلے گا۔ مجاہدہ کرنا ہوگا۔ مجاہدہ کرو گو مشقت پیش آوے۔ جلدی توبہ کرو اور مجھے اطلاع دو۔

جناب کمشنر سید حسین صاحب الہ آبادی: آپ بھی الہ آباد کے رہنے والے ہیں راقم سے ملاقات اسوقت سے ہے جب آپ گورنمنٹ کالج الہ آباد میں زیر تعلیم تھے اور حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینداری اور صلاح اسی وقت آپ میں نمایاں تھی۔ حضرت مولانا الہ آبادی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے اور غالباً حضرت ہی واسطہ بنے کہ آپکا عقد حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کی صاحبزادی سے ہوگیا اولاد بھی سید کی اور داماد بھی سید کے اس دُہرے تعلق نے آپکو بزرگوں کی نظروں میں محبوب بنا دیا تھا چنانچہ حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی کے وصال کے بعد جب سید صاحب کا تعلق ہمارے حضرت مصلح الامتؒ سے ہوا تو مولانا سید سلیمان ... سے تعلق کی بنا پر حضرتؒ بھی سید صاحب سے بہت محبت فرماتے تھے اور سید ہونے کے ناطے انکی تعظیم بھی فرماتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ سید صاحب تشریف لائے تو واپسی پر اسٹیشن تک حضرتؒ بھی پہونچانے تشریف لے گئے یہ سب اسی نسبت کی شرافت کیوجہ سے تھا جو نسبی طور سے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ حاصل تھی پھر دنیوی بڑے منصب پر فائز ہونے کے باوجود دین کا لحاظ و خیال اور اہل دین کی وضع و قطع رکھنا انکی قلبی سعادت کی غماز تھی۔ حضرت مصلح الامتؒ کی جانب سے آپ مجاز صحبت بھی تھے پنشن کے بعد الہ آباد ہی میں رہنے کا ارادہ کیا لیکن کچھ نظم درست نہ ہوسکا بچے علی گڑھ میں تعلیم پاتے تھے اسلئے علی گڑھ کو اپنا مستقل مستقر بنالیا۔ لکھنؤ کے قیام کے زمانے میں مولانا عبد الباری صاحب ندویؒ اور مولانا عبد الماجد صاحب دریاآبادی اور حکیم شمس الدین صاحب مرحوم سے بھی آپ کے بہت تعلقات تھے، چنانچہ الہ آباد کی حاضری سے واپسی کے بعد مولانا دریاآبادی نے آپکو یہ خط لکھا تھا کہ:۔

"عزیز مکرم سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولانا وصی اللہ حفظہ اللہ کے افراط کرم سے شرمسار اور محجوب ہو کر واپس آیا۔ بعد ظہر کی

مجلس میں انھوں نے ایک بات ایسی فرمادی جو دل میں تیر کی طرح
پیوست ہوگئی فرمایا کہ ایسے علماء بھی ہیں جو مسائل تفسیر پر تو خوب گفتگو
کر لیتے ہیں لیکن تلاوت قرآن سے ان کے دل کو لگاؤ نہیں اسلئے
اسکے فوائد و برکات سے محروم رہتے ہیں۔

یہ تو گویا اپنے کشف سے یا فراست سے میرے ہی دل کا چور
پکڑ لیا اب آنعزیز اگر میرے اس خط کے حوالہ سے موصوف سے کچھ
آداب تلاوت دریافت کرکے مجھے لکھ بھیجیں تو یہ آنعزیز کا بڑا کرم ہوگا۔

دعا گو، دعا خواہ — عبدالماجد

نیز جن دنوں جناب سید صاحب چک بندی کے کمشنر ہوکر میرٹھ میں مقیم تھے تو
حضرت مصلح الامتؒ کے پاس حضرت علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی کا ایک خط آیا
جس میں حضرت علامہ نے منجملہ اور امور کے ایک بات یہ بھی لکھدی تھی کہ

"تعجب ہے کہ عرصہ سے آنجناب کیطرف سے نہ کوئی تحریر آئی کہ آنجناب
کہاں ہیں اور نہ کوئی مٹھائی یا پھل آیا جسے کھا کر قلبی نور اور دلی انبساط
حاصل ہو"

اس پر حضرت والاؒ نے جناب سید حسین صاحب کو یہ پیغام ارسال فرمایا کہ : —

"آپ وہاں قریب ہیں وہاں میرٹھ سے کچھ عمدہ مٹھائیاں اور دیوبند سے
کچھ فرینی لیکر حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ العالی کیخدمت میں میری طرف
سے پیش کر دیجئے اور میرا سلام مسنون عرض کر دیجئے۔ والسلام۔

راقم عرض کرتا ہے کہ یہاں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ خود دیوبند میں بھی حضرت
مصلح الامتؒ کے مخلص خدام ایسے موجود تھے جو ادنیٰ اشارہ اس نوع کیخدمت
کو اپنے لئے سعادت اور موجب فخر سمجھتے لیکن حضرت اقدس نے کسی مصلحت خاص
سے ایک ایسے معمولی سے کام کے لئے جناب سید صاحب موصوف کو واسطہ بنانا
تجویز فرمایا غالباً وہ وجہ یہی ہوگی کہ کسی عظیم ذات کے لئے واسطہ بھی عظیم ہی کا اختیار

بابا تا ہے تاکہ یہ دال ہو کہ ہُدہُد کی نظروں میں ہُدہُد الیہ کی کسقدر عظمت ہے
اللہ تعالیٰ اعلم۔ چنانچہ حضرت علامہ کو بھی اس پر تردد ہوا جسکو سید صاحب نے اولاً
اور پھر حضرت اقدس نے ثانیاً صاف فرما دیا۔ حضرت علامہ بلیاوی کے مکتوب
میں یہ مقام قابل دید ہے (معرفت حق اکتوبر و نومبر ۷۳ء) ۔

اس میں حضرت مصلح الامۃ کی اصلاح کے عجیب وغریب نمونے موجود ہیں
اور اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو اس معاملہ میں ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا کہ امیر و
غریب، جاہل و اہل علم، عوام و خواص کی اصلاح اسی کے شایان شان انداز سے
سے فرماتے تھے اس طرح کہ اسکو پتہ بھی نہ چلتا اور اسکے مرض کی اصلاح ہو جاتی
تھی۔ چنانچہ سید صاحب موصوف کے بھی چند اصلاحی خطوط ملاحظہ فرمائیے ایک
دفعہ حضرت والا کو لکھا کہ :-

حال : آخرت و عمل صالح و رذائل کی اصلاح کی فکر برابر رکھتا ہوں تحقیق : الحمد للہ
حال : توجہ الی اللہ و استحضار حق علی الدوام کے حصول کی ترکیب مختصر اور شافی
اس حقیر خادم کو بتلا دیجئے۔
تحقیق : مختصر بات یہ ہے کہ ؎

غم دین خور کہ غم غم دین است ہمہ غمہا فسر و تر از یں است
غم دنیا مخور کہ بیہودہ است ہیچ کس در جہاں نیاسودہ است

(دین کا غم کرو کہ اصل غم دین کا غم ہے اور دوسرے سب غم اس سے کمتر ہیں۔ دنیا کا غم مت کرو
کہ بالکل لغویات ہے کیونکہ اس دنیا میں کوئی شخص بھی آسودہ نہیں ہے)
حال : اور دعا بھی فرمائیں کہ حضرت کے فیض و برکت سے یہ ناکارہ فائز المرام ہو جائے
تحقیق : دعا کرتا ہوں۔

ایک اور عریضے میں حضرت اقدس کو تحریر فرمایا کہ :-
حال : حضرت کے یہاں تھوڑا بہت قیام مجھ حقیر و غریب کا رہا لیکن ظرف و استعداد
سے زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوا۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : اسکی علامات میں سے ہے کہ سکون قلبی نصیب ہوا، تعلق مع اللہ میں اضافہ ہوا
، قرآن پاک کے ساتھ محبت اور عظمت میں اضافہ ہوا، غصہ کے رذیلہ کی حقیقت جیسے
پہلے سمجھی نہیں جاتی اور سمجھی تھی اس سے زائد سمجھ میں آئی اور عمل یہ ہوا کہ الحمدللہ
آج حضرت کے یہاں سے آئے ہوئے نواں دن ہے سوائے الوداع کے
دن کے کسی دن غصہ نہیں آیا نہ گھر میں نہ گھر کے باہر حتیٰ کہ قلب تک متغیر نہیں ہوا
کلام تک یا کسی فعل شنیعہ تک نوبت آنی تو بہت دور ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ

حال : البتہ الوداع کے دن بعد نماز جمعہ باورچی پر تھوڑا سا غصہ آیا تھا اور باہر کے
چوکیدار پر بھی یہ کیفیت مشکل سے پندرہ منٹ رہی ہوگی یا اس سے بھی کم لیکن
اسکے بعد سے ندامت آج تک ہے اور برابر اللہ تعالیٰ سے نادم ہوکر
اس رذیلہ کے ازالہ اور امالہ کی دعاء کرتا ہوں ۔ تحقیق : مبارک ہو۔

حال : عید کے دن بھی اسکی ندامت بہت رہی حالانکہ غصہ زیادہ نہیں ہوا تھا
اور اپنے ہی کو برا بھلا کہا تھا ۔ الحمدللہ

حال : چوکیدار کو البتہ اسکے سونے پر اور غفلت پر ڈانٹا تھا اسکی طرف سے
سپاہی نے حمایت کی اور گستاخی کی تو میں نے انتہائی تحمل سے کام لیکر
ایک حرف بھی نہیں کہا بلکہ اسکو اپنے یہاں سے رپوٹ کرکے علحدہ کردیا ۔ یہ
سپاہی جمعدار کے عہدہ پر قائم مقامی کر رہا تھا اس گستاخی سے سپاہی
کی جگہ پر واپس ہوا اس پر بھی مجھے صدمہ ہوا کہ ذرا سی خفگی پر یہ نتائج برآمد ہوئے
اسمیں جہاں کہیں ایسی خامی ہو جو میرے سمجھ نہیں آئی وہ حضرت والا سمجھا دیں۔
تحقیق : جمعدار سے سپاہی پر آگیا۔

حال : اور علاج بھی تبلا دیں ۔ تحقیق : بتلا دیا۔

حال : الحمدللہ کہ حضرت کی دعاء اور توجہ سے اس عاجز کو غصہ کا ترک کردینا
آسان معلوم ہوا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کی دعاء سے ضرور ضرور چھوٹ رہیگا اور
قطعی چھوٹ جائے گا ۔ تحقیق : انشاء اللہ۔

سال: حضرت کے یہاں سے واپسی کے بعد دوسرے دن بعد فجر سو رہا تھا دیکھا کہ مدینۃ الرسول میں ہوں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وصال کا تیسرا دن ہے حجرۂ عائشہ صدیقہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ حجرہ شریف کے اندر ہیں در پر حضورؐ کا ہرا تہبند پردہ کے لئے لٹکا ہے۔ دو تین گز بھر کے فاصلے پر غالباً ابوہریرہؓ یا حضرت بلالؓ یا اور کوئی مشہور صحابی دوزانو بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں اور ام المومنین سے درخواست فرما رہے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو گھنٹہ دو گھنٹہ روز یہاں پر آکر بیٹھ جایا کروں، حجرہ کے اندر سے جو ہوا آتی ہے اس سے خوشبوئے رسولؐ آتی ہے جس سے مجھے تسکین ہوتی ہے۔ انھوں نے اتنا عرض کیا تھا کہ میری اہلیہ نے مجھے جگا دیا کہ اٹھئے دفتر کا وقت قریب ہے افسوس ہوا کہ اتنا ہی دیکھ پایا اسکی تعبیر عنایت فرمائیں۔

تحقیق: علوم حقیقیہ نبویہ جو پہونچ رہے ہیں یہی ہیں۔

پھر اسکے بعد اپنے ایک تیسرے خط میں حضرت والا کو لکھا کہ:۔

سال: خادم حضرت کا کہنا ماننے کی بدولت اور حضرت کے حکم کی پابندی کی برکت سے اس آیت شریف کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرنے لگا ہے کہ الا ان اولیاء اللہ لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذلک ھوالفوز العظیم (سن لو کہ اولیاء اللہ کو نہ کچھ خوف ہوگا نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لے آئے اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالےٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ یہی بڑی کامیابی ہے)۔

یعنی یہ کہ حضور کی بدولت کہ حضور ولی اللہ ہیں یہ سب سے کمتر خادم محض حضور کے حکم کے ادنیٰ درجہ کے امتثال کی بدولت ہر دو جہاں کی کامرانی کی کھلی آنکھوں جھلک دیکھنے لگا ہے تحقیق: الحمدللہ

حال : اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ بیشک صحیح ہے اور ان میں تبدیلی نہیں ہوتی اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے کاش کہ ہم خدام کو یہ نکتہ معلوم ہو جائے تو واللہ ہم سب حضور کے قدموں پر اپنی جانیں نثار کر دیں کہ حضور کی تنبیہ جو ہمارے لئے ہر دو جہاں کے صلاح و فلاح پر مبنی ہوتی ہے اس پر ہوش و گوش کرنے سے دونوں عالم کی بشارت اس دنیا میں نظر آنے لگتی ہے۔ ورنہ خدانخواستہ جو ارشاد مبارک کو اس کان سے سنکر اس کان سے اڑا دیتا ہے وہ کسی آن راحت سے دوچار نہیں ہو سکتا نہ صرف یہی بلکہ موقع نکل جانے کے بعد افسوس ہی افسوس حرمان ہی حرمان اور کم نصیبی ہی کم نصیبی سے دوچار رہے گا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا بجلی منتظر رہے کہ اسے بندے تو نے میرے مخلص دوست کے حکم کی اور انکی نصیحت کی یہ قدر کی تھی اسکا جواب دے ظاہر ہے جواب نہ ہوگا اور عتاب دیکھے گا ۔ اللهم احفظنا ۔ تحقیق : آمین

حال : آج جس خادم نے حضرت کے ارشادات کو سر آنکھوں پر نہ رکھا اور عمل نہ کیا اسے پھر موقع نہ ملیگا ۔ اللہ تعالیٰ مجھکو اور سب کو چشم بصیرت عطا کریں تحقیق آمین

حال : آج حضرت والا کا والا نامہ ملا جس سے بڑا انشراح ہوا اس جمعدار کو میں نے معاف کر دیا اور حضرت کی دعا سے وہ ایک دن بھی سپاہی نہ رہا بلکہ جمعدار ہی رہا لیکن مجھے سبق مل گیا کہ غصہ بری شئے ہے ۔ الحمد للہ جب سے آجتک غصہ سے گریزاں ہوں اور دست بہ دعا رہوں کہ اللہ میاں آپ قادر ہیں آپ میرا یہ رذیلہ بطفیل شیخ کامل شاہ وصی اللہ صاحب مدظلہم جلد از جلد چھڑا دیں دل یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سن لیں گے اور نجات ہو گی ۔ جب سے یہ تہیہ ترک غصہ کا کر لیا ہے دل بڑا مسرور ہے اور اہل و عیال سبھی خوش ہیں اور دعا دیتے ہیں ۔ تحقیق : الحمد للہ ۔

حال : رحمت حق کو دیکھتا ہوں اور اپنے آپ کو دیکھتا ہوں اور حضرت کے فیض بیکراں کو دیکھتا ہوں کہ عزم صحیح ہو تو اصلاح ضرور ہوتی ہے اس حجاب نفسانی

کے اٹھنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ سے حجاب اٹھنے میں بھی دیر نہ ہوگی بقول مشہور
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ تحقیق : بیشک
حال : جمعدار کو معاف کرنے کے بعد اپنے آپکو ایک دن پھر مدینہ منورہ میں پایا
وہاں کی گلی گلی پر انوار دیکھی اور تفصیل یاد نہیں معلوم ہوتا ہے نبی کریمؐ
نے آپکی دعائیں میرے حق میں سن لیں تحقیق : خدا کرے ایسا ہی ہو
حال : اور انشاء اللہ میری نجات ہو جائیگی ۔ تحقیق : انشاء اللہ تعالیٰ ۔

راقم نے عرض کیا تھا کہ الہ آباد تشریف لانیکے بعد حضرت والا کا اصلاحی
کام بہت زیادہ بڑھ گیا وطن کے لوگوں خطوط اصلاحی تو آتے ہی تھے گورکھپور قیام
کی وجہ سے وہاں بھی بہت سے لوگوں نے حضرت کیجانب رجوع کیا اور ان کے
خطوط بھی برابر آتے رہتے، پھر الہ آباد میں لوگوں کی اصلاح کے سلسلہ میں حضرت والا کو
بڑی محنت کرنی پڑی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اسکا کچھ نمونہ ملاحظہ فرما چکے
ہیں ۔ اور جن لوگوں نے خلوص سے رجوع کیا انکی اصلاح بھی ہوئی اس کے
بیان کے لئے راقم نے چند مشہور حضرات کا تذکرہ ہی کر دیا ۔ یہی دور چل رہا
کہ گاؤں کے اور وطن کے حضرات کے پاس شمس الدین نے سلسلہ جنبانی
شروع کی کہ حضرت والا سے میری معافی کی سفارش کردیں ۔ سب نے ابتداءً
تو اس سے یہی کہا کہ بھائی تمہاری وجہ سے حضرت نے اپنا گھر بار چھوڑا یہ جرم
اتنا بڑا تم نے کیا ہے کہ ہماری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ہم اس سلسلہ میں حضرت
سے کچھ کہہ سکیں لیکن اسنے ایک ایک شخص کے پاس دوڑ دھوپ شروع
کردی تو بالآخر وطن کے لوگوں کے جو خطوط آتے تو دبی زبان سے اسمیں
شمس الدین کا بھی ذکر ہونے لگا ۔ اب آئندہ صفحات میں اسی واقعہ
کی تفصیل عرض کرتا ہوں ۔
حاصل اسکا یہی ہوا کہ حضرت والا نے شمس الدین کو الہ آباد آنے کی

اجازت دیدی۔ اس نے صدق دل سے معافی مانگی، حضرت اقدس نے دل سے معاف فرمادیا۔ پھر اس نے دوسری خواہش یہ پیش کی کہ حضرت والا نے مجھے معاف فرمادیا ہے یہ حضرت کا کرم ہے لیکن دیار کے لوگ مجھے اب کبھی معاف کرنے والے نہیں۔ حضرت کے وطن سے چلے آنے کی وجہ سے سارا دیار ایسا سونا ہوگیا ہے کہ جدھر سے گذرتا ہوں ہر ہندو مسلمان ملامت کرتا ہے کہ "انھیں کی وجہ سے مولانا صاحب یہاں سے چلے گئے" تو حضرت میرے ماتھے پر یہ کلنگ کا ٹیکا ایسا لگا ہوا ہے جس کو مٹانا میرے بس میں نہیں حضرت ہی چاہیں تو اسکو دھو سکتے ہیں وہ یوں کہ حضرت چند دنوں کے لئے وطن چلنا منظور فرمائیں تاکہ میں سب کے سامنے سرخرو ہوسکوں کہ اگر میری وجہ سے حضرت مولانا یہاں سے چلے گئے تھے تو میں ہی حضرت کو لے بھی آیا۔

بات چونکہ معقول تھی اسلئے حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ میں نے تو اب الہ آباد کو وطن بنا لیا ہے دیکھو یہ مکان لے لیا ہے اب میں وطن مستقل تو لوٹوں گا نہیں البتہ میں نے وہاں نہ جانے کی کوئی قسم تو کھائی اسلئے ابھی نہیں ہاں جب جی چاہے گا آجاؤں گا۔ پھر حضرت والا تھوڑے ہی دنوں کے بعد حسب وعدہ الہ آباد سے عارضی طور پر وطن تشریف لیگئے اور تقریباً تین ۳ ماہ وہاں قیام فرمایا چونکہ اہل اعوا ز نے غلط طور پر یہاں یہ بات مشہور کر رکھی تھی کہ حضرت اقدس نے معاذ اللہ مخالفین کے خوف سے اور ان سے ڈر کر وطن ترک کر دیا ہے اسلئے انکی اس بے بنیاد اور غلط افواہ کی عملی تردید فرمانے کیلئے الہ آباد سے چند معزز حضرات کو بھی ہمراہ لے گئے تاکہ وہ لوگ خود اپنی آنکھوں سے حضرت والا کی محبوبیت اور عزت واحترام کا اندازہ بالمشاہدہ کرلیں۔

آئندہ سطور میں اسی معافی اور سفر وطن کا تذکرہ بالتفصیل عرض ہے۔

اور یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیئے کہ آجکل جس شخص کے دستر خوان پر بہت آدمیوں کا ہجوم ہونے لگتا ہے وہ یا تو لوگوں کا بار اپنے اوپر سمجھتا ہے یا گھبرا کر کہیں بھاگ نکلتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عہد ۳۹: جو طالب علم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اسکے پڑھانے سے رک جائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس طالب علم میں کوتاہی عمل کی بو بھی ہمکو معلوم ہو اسکے پڑھانے سے رک جائیں اور اسکے حال پر رحم کریں اور اس سے کہدیں کہ ہمارے سوا کسی اور سے پڑھ لے۔ ایسے ہی اگر ہمکو اپنے اندر سے عدم اخلاص کی بو آئے تو علم کے مشغلہ سے باز رہنا چاہیئے کیونکہ بے عمل کو علم پڑھانے سے بجز اسکے کہ اس پر حجت الٰہی قائم ہو جائے اور کوئی ثمرہ نہیں اور اسکی مثال اس شخص کی مانند ہے جو شور زمین میں تخم بوتا ہے۔ ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ بدعمل کو علم سکھانا ایسا ہے جیساکہ درخت حنظل کو پانی دینا کہ وہ جس قدر سرسبز ہوگا اسی قدر کڑوا ہوگا۔ اسی طرح جس شخص نے علم کو عمل کے لئے نہ حاصل کیا تو جسقدر اسکا علم بڑھے گا اسی قدر اس میں برائیاں اور عیوب بڑھیں گے۔ طالب علم میں سے کوتاہی عمل کی بُو آنے کی سچی علامت یہ ہے کہ ہم اسکو استاد کے سامنے بے ادب پائیں کہ استاد کے سامنے بات چیت کرتے ہوئے

لہ۔ حضرت حکیم الامۃ کا طرز عمل ہو کہ جب کہیں سفر میں تشریف لیجاتے ہیں ایک خادم سے زیادہ اپنے ساتھ نہیں لیتے اور اگر محبت سے کوئی ساتھ ہو جائے تو اسکا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچ سب اپنے ذمہ رکھتے ہیں یا اپنے پاس سے دیدیتے ہیں کہ بازار سے خرید و اور کھاؤ۔ داعی اور میزبان پر سب کا بار ڈالنا بہت ناگوار سمجھتے ہیں۔ ہاں کہیں بہت بے تکلفی اور خلوص ہو تو بعد اصرار میزبان کے منظور فرمالیتے ہیں مگر بہت کم۔ یہ باتیں قابل قدر ہیں۔ ہزارہا کرامات بھی انکی باندیاں ہیں۔ واللہ اعلم۔

اپنی نگاہ نیچی نہ کرتا ہو۔ استاد کے سامنے اسکی تعظیم نہیں کرتا اور پیچھے اسکی
حرمت کا پاس و لحاظ نہیں کرتا۔ اگر وہ مرجائے تو اسکے وظیفے کے لئے یا خاص
حجرہ کے لئے یا گھر کے لئے خود کوشش کرتا ہے اور انکی اولاد سے ان امور میں
مقابلہ کرتا ہے (اور اپنے کو ان سے زیادہ مستحق سمجھتا ہے) اپنے شیخ کے
کلام کو اپنی افہم (ناقص کی وجہ سے) سے یا کسی دوسرے کے کلام سے رد کر دیتا
ہے۔ شیخ سے علوم حاصل کرکے اسی کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتا ہے۔ کاہلی
کی وجہ سے بغیر وضو یا حالت جنابت میں بدون غسل کے سو رہتا ہے۔ اگر اس سے
کہا جائے کہ آؤ تھوڑی دیر ہمارے پاس بیٹھکر خدا کو یاد کرلو تو یہ کہنا اسے گراں
گذرتا ہے اگر متولی وقف کے پاس اسکا وظیفہ کبھی رہ جائے تو اسکی شکایت
کرکے کچہریوں میں اسکا روپیہ خرچ کرادیتا ہے۔ اعمال دینیہ پر تنخواہ لیتا ہے
اور کام نہیں کرتا کبھی اکٹھی دو امامتیں یا دو مسجدوں کی خطابت جمع کرلیتا ہے
باوجودیکہ دوسروں کو فتویٰ دیتا ہے کہ جو شخص یہ کام خود نکرے اسکو انپر تنخواہ لینا
حرام ہے۔ جن باتوں کا پوری طرح ثبوت نہیں ان کے درپے ہوتا ہے۔ پیٹھ
پیچھے لوگوں کی نسبت وہ باتیں بیان کرتا ہے جو ان کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ کسی
شخص سے کوئی بری بات سنکر بدون تحقیق کے اسکو شائع کر دیتا ہے۔ مسجد میں قرآن
پڑھنے کی آواز سنکر بھی لہو لعب میں مشغول رہتا ہے۔ مذاق کرتا اور فضول قصے
بکتا رہتا ہے اور قرآن کے نصائح پر کان نہیں دھرتا۔ بعض دفعہ بیٹھا ہوا اپنے
ہمعصروں کی غیبت کرتا رہتا ہے اور جماعت میں حاضر نہیں ہوتا۔ جماعت کی نماز
کیطرف اسبات سے بھی اسکو رغبت نہیں ہوتی کہ تنہا نماز پڑھنے سے وہ ستائیس گنی
زیادہ افضل ہے۔ حرام اور مشتبہ مال کھانے میں تساہل کرتا ہے۔ اپنے اعضاء کو خلاف
شرع کاموں سے روکنے کا اہتمام نہیں کرتا غیبت اور چغلخوری کو ہلکا سمجھتا ہے اور
(بیدھڑک) جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ دنیا میں گرتا پڑتا ہے اور جو کوئی دنیا کو
اس سے روکے یا اسکے وظیفہ کو (اس سے چھین کر خود) لینا چاہے اسکا دشمن

بنجاتا ہے۔ طول امل کی وجہ سے یہ خیال کبھی اسکے دل میں نہیں آتا کہ شاید انھیں ایام میں اسکی موت آجائے دن بھر گدھے کتے کی طرح لغو کاموں میں رہتا ہے اور رات بھر مردہ کی طرح پڑا سوتا ہے۔ اخیر شب کی گھڑیاں اس پر گذرتی ہیں اور وہ جنابت کی حالت میں پڑا سوتا رہتا ہے ذرا بھی اسوقت کا اثر اسکے دل پر نہیں ہوتا۔ ہاں ایک درہم یا ایک روٹی کے ہاتھ سے جانے پر غمگین ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے پاس دنیا دیکھتا ہے یا جو اسکو ہدایا بھیجتے ہیں ان کی خوشامد کرتا ہے اور غائبانہ انکو سلام بھیجتا رہتا ہے کہ مبادا کبھی وہ اس سے بیفکر نہ ہو جائیں یا بدل نہ جائیں۔ کسی مسئلہ میں بحث ومباحثہ کرنے سے کسی کے ساتھ نہیں رکتا بالخصوص ایسے مسائل میں جو ابھی تک پیش بھی نہیں آئے (حالانکہ ایسے مسائل میں مباحثہ کرنا بیکار رہے)۔ ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ ہر مسئلہ میں حق اسی کی جانب ہو اور کسی کی بات حق نہ ہو۔ جب کبھی اسکو یہ خبر پہونچتی ہے کہ کسی نے امراء اور حکام یا بڑے طبقہ کے لوگوں میں اسکا ذکر خیر کیا ہے تو اپنے دل میں حلاوت پاتا ہے۔ خصوصاً اگر یہ معلوم ہو کہ انکے سامنے اسکے زہد اور تقویٰ کی تعریف کیگئی ہے اور وہ اسکے پاس عقیدتمندی کیساتھ آنے جانے لگے ہیں (تب تو بہت ہی خوش ہوتا ہے)۔ اور اگر کوئی ان لوگوں کے سامنے برائی سے اسکا ذکر کردے تو اسکا دشمن ہوجاتا ہے۔ جس قدر علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر اسکے کھانے پینے میں اور اثاث البیت اور اہل وعیال وغیرہ کے لباس وغیرہ میں وسعت اور فراخی ہوتی رہتی ہے، حالانکہ مناسب یہ تھا کہ معاملہ برعکس ہوتا۔ اس بارے میں تو مباحثہ کرتا ہے کہ چاشت اور تہجد کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کونسا وقت افضل ہے مگر نہ خود چاشت پڑھتا ہے نہ رات کو اٹھتا ہے۔ اماموں کے اوصاف کی بابت تو گفتگو کرتا ہے (کہ امام کو کیسا ہونا چاہیئے) مگر خود امام ہوکر بھی ان صفات سے آراستہ نہیں ہوتا (بلکہ بسا اوقات حرام مال کھاتا ہے (کوئی اس سے پوچھے کہ) اب وہ تقویٰ کہاں گیا جسکی امام کیلئے شرعاً ضرورت بتلاتے تھے۔ اس مسئلہ میں تو

خوب گفتگو کرتا ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے سویرے جانے کا ثواب اونٹ کی قربانی کے برابر ہے پھر گائے کی قربانی کے برابر پھر دنبہ کی برابر پھر (ایسا ہے جیسا کہ) مرغی (اللہ کے واسطے دی) یا چڑیا (خدا کے واسطے دی) یا انڈہ (خیرات کرے) مگر اس ثواب کے فوت ہو جانے پر کبھی غمگین نہیں ہوتا بلکہ اسکے بعد بھی ہنستا کھیلتا، مذاق اور لہو لعب اور غپ شپ میں مشغول رہتا ہے اور خطیب کے عین خطبہ پڑھنے کے وقت لوگوں کی غیبتیں کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ جانتا ہو کہ اسپر کسقدر سخت وعید آئی ہے۔ جمعہ کے غسل کے بارے میں بحث کرتا ہے کہ واجب ہے یا مستحب اور دوسرے دنوں کے غسل سے افضل ہے یا نہیں مگر اسکا اہتمام کبھی نہیں کرتا چاہے گرمی ہی کے دن ہوں۔ جنازے کے مسائل اور اسکے ساتھ چلنے کے آداب بیان کرتا رہتا ہے مگر خود مثل جانوروں کے ان سے غافل ہے بلکہ بسا اوقات جنازے کے ساتھ جاتے ہوئے ہنسی مذاق اور غیبت کرتا رہتا ہے۔ زکوٰۃ فرض ہونے کی مقدار کے میں گفتگو کرتا ہے۔ صدقات نافلہ کے فضائل بیان کرتا ہو مگر خود ایسا حیلہ کرتا ہے کہ کسی طرح اسکے مال پر سال ہی نہ گذرے (تاکہ زکوٰۃ واجب نہ ہو) پھر زکوٰۃ تو کیا دیتا ایک روٹی بھی خیرات نہیں کرتا۔ صدقات کا مال کھاتا ہے حالانکہ سو اشرفیاں یا اس سے بھی زیادہ اسکے پاس ہوتی ہیں پھر بھی صدقات کے لئے بیجا کوشش کرتا ہے۔ اٹھنا بیٹھنا صوفیوں کے پاس رکھتا ہے (تاکہ اسے لوگ صوفی سمجھیں مگر خود صوفی نہیں ذکر اللہ سے زیادہ رات دن بیہودہ اور لغو باتیں بناتا ہے سو اشرفیاں اسکے پاس ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی مسلمان بھائی سو روپے اپنی بیوی کے مہر میں دینے کے لئے یا اور کسی کام کے لئے اس سے قرض مانگے تو کبھی نہ دے اور کوئی مسلمان بھائی اسکو امانت دار سمجھکر اپنے منصب کی جگہ قائم مقام کرکے سفر میں چلا جائے تو اس میں خیانت کرکے اس منصب کو اپنے لئے مستقل بنانے کی کوشش کرنے لگے اور ذرا بھی باک نہ کرے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد بھی پڑھتا رہتا ہے لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم کہ خدا اور رسول سے خیانت نہ کرو

نہ آپس کی اما نتوں میں خیانت کرو۔ پڑوسیوں کے حقوق اور انکی ایذاؤں کے تحمل کرنے کا ثواب بیان کرتا ہے مگر کبھی انکی اذیت برداشت نہیں کرتا اور نہ انکی خبرگیری کرتا ہے۔ عمدہ کھانا یا شوربہ وغیرہ اسکے گھر میں پکے تو پڑوسیوں کو کبھی نہیں بھیجتا بلکہ بعض دفعہ حکام کے پاس اپنے پڑوسی کی جھوٹی شکایت کرتا ہے اور (جھوٹے گواہ) اور بیہودہ حجتیں قائم کرکے دوسروں کو ضرر پہونچا کر اپنے وقف یا ملکیت میں زیادتی کرلیتا ہے اور رہتے سہتے آدمی کو اس سے علٰحدہ کردیتا ہے باوجودیکہ اسکو اس زیادہ ملکیت کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ عام لوگوں پر تو روزہ کے آداب میں سختی کرتا ہے کہ خواہشات (نفسانی) کو چھوڑ دینا چاہیئے اور تمام اعضاء کو (خدا کی) مخالفتوں سے بچانا چاہیئے۔ مگر خود دن بھر اسکے خلاف (عملدرآمد) کرتا ہے۔ اکثر سنتوں کو چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ انکا چھوڑ دینا جائز ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ ہر سنت کے بدلے جنت میں ایک درجہ ہے جو اسکے کئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا تو جس وقت یہ شخص جنت میں اس درجہ کو طلب کرے گا اس سے کہدیا جائے گا کہ تو یہ کہا کرتا تھا کہ اس سنت کا چھوڑ دینا جائز ہے پس آج تیری یہی سزا ہے کہ اس درجہ سے محروم رہے۔ مہینوں اور دن راتوں کی فضیلت میں گفتگو کرتا ہے (کہ کونسا مہینہ افضل ہے اور سال بھر کے دن راتوں میں کونسا دن اور کون سی رات افضل ہے) مگر نہ ان دنوں میں روزہ رکھتا ہے نہ ان راتوں کو اٹھتا ہے بلکہ شب قدر میں بھی مردہ کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے حالانکہ شارع علیہ السلام نے ان چیزوں کی فضیلت اسلئے بتلائی ہے کہ ان میں بہترین طاعات ادا کی جائیں اور محرمات و مکروہات سے پرہیز کیا جائے۔ لوگوں کو ترغیب دیتا ہے کہ حج کو جاتے ہوئے حلال اور پاکیزہ سفرخرچ لے جایا کریں مگر اپنا سفرخرچ ہمیشہ حرام اور مشتبہ مال سے لیجاتا ہے۔ دوسروں کو تو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کی رغبت دلاتا ہے مگر خود کبھی کسی محتاج کو بھوک و پیاس سے لب دم دیکھکر بھی نہ کھانے کو دیتا ہے نہ پانی پلاتا ہے اور یہ حجت نکالتا ہے کہ مجھے خود حاجت ہے

(دوسروں کو کیسے دوں) مگر پڑھنے والا خوب سمجھ سکتا ہے۔ باوجودیکہ جانتا ہے کہ فقط ہاتھ سے لین دین کر کے خرید و فروخت کرنے سے بیع فاسد ہوتی ہے اور اس طریقہ کی بیع کر کے کھانا پینا حرام ہے مگر اس پر کھلی زبان سے معاملہ نہیں کرتا (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے کہ بدون زبان سے معاملہ کئے صرف لین دین سے بیع صحیح نہیں ہوتی مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر زبان سے کچھ کہے ہاتھ کے لین دین سے بھی بیع صحیح ہے، مصنف علیہ الرحمہ چونکہ شافعی المذہب ہیں اپنے مذہب کے موافق کلام فرما رہے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ حنفی کو بھی زبان سے معاملہ کرنا چاہیئے تاکہ امام شافعی کے مذہب پر بھی معاملہ درست ہو جائے کیونکہ اختلافی مسائل میں حتی الامکان اختلاف سے نکلنا مستحب ہے)۔ اس مسئلہ میں خوب بحث کرتا ہے کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے کسب سے اور ہاتھ کی کمائی سے کھائے مگر خود دین (فروشی کر کے) کھاتا پیتا ہے۔ لوگوں کو رغبت دلاتا ہے کہ بیوی کے حقوق ادا کرتے چاہئیں اور اسکو تکلیف نہ دینی چاہیئے مگر خود باندیاں اسکے اوپر لاکر اور بے انصافی کر کے اسکو رنج دیتا ہے۔ لوگوں کو تین طلاق اکٹھی دینے اور حلالہ کے لئے نکاح کرنے سے منع کرتا ہے مگر خود سب کچھ کرتا ہے۔ اسی طرح تمام فقہی مسائل میں غور کر لو عزیزمن! میں نے تم کو راستہ بتلا دیا ہے ان مسائل کو تم جانتے ہو مگر انپر عمل نہیں کرتے (اس سے تمکو اپنا بے عمل ہونا معلوم ہو جائے گا) اب جن باتوں کو میں نے بیان نہیں کیا انکو تم خود قیاس کر لو (کہ شریعت کے بہت سے مسائل ایسے ہی ہیں کہ تم انکو جانتے ہو اور دوسروں کو بتلاتے بھی ہو اور خود عمل نہیں کرتے)۔ عزیزمن تمکو اپنے معاصرین اور اہل زمانہ کی حالت سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ دنیا میں اخلاص کے بغیر انکا کام چل رہا ہے اور انکو منصب اور ہدایا اور صدقات دیئے جاتے ہیں اس سے یہ مت سمجھنا کہ آخرت میں بھی انکا کام اسی طرح چل جائیگا (اور بدون اخلاص کے وہاں بھی آؤ بھگت ہوگی) اسمیں بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں

اور بدون عمل فقط علم حاصل کر لینے ہی سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ علم حاصل کرنے سے دنیا (اور جاہ) وغیرہ حاصل ہوتی ہے مگر عاقل وہ ہے جو اپنی نظر بصیرت کی دونوں آنکھوں سے احوال آخرت میں غور کرے اور جس علم و عمل کو وہاں سودمند نہ پائے اسکو یہیں چھوڑ دے۔ پھر جب بندہ پر اخلاص غالب نہیں ہوتا اور اپنے علم میں کھوٹ اور نقصان کا مشاہدہ کرتا ہے تو سخت مصیبت کے وقت خدا سے اس طرح دعا نہیں کرسکتا کہ اے اللہ! میں اپنے علم کی برکت سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے باوجودیکہ علم تمام اعمال سے بہترین عمل ہے مگر (چونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا علم خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے نہیں بلکہ) اس میں کھوٹ ملا ہوا ہے اسلئے کبھی اسکے واسطے سے دعا کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس وقت اگر ہم اس سے کہیں کہ (تم تو یہ کہا کرتے تھے کہ علم تمام طاعات سے افضل ہے اب وہ تمہاری بات کہاں گئی اب علم کے واسطے سے کیوں دعا نہیں کرتے تو اسکا کوئی بھی جواب اس کے پاس نہ ہوگا (حالانکہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں تین شخصوں کا ذکر ہے کہ وہ کسی پہاڑ میں غار کے اندر بارش سے پناہ لیکر بیٹھے تھے اور غار کے منہ پر ایک بڑا پتھر آ پڑا تھا جس سے نکلنے کا راستہ بند ہوگیا کہ ان لوگوں نے اپنے خالص نیک عمل کیواسطے سے دعا کی تھی تو وہ پتھر ہٹ گیا اور انکو اس مصیبت سے نجات ملی اس سے ثابت ہوا کہ اپنے خالص نیک عمل کے واسطے سے دعا کرنے کو مصیبت کے دفع کرنے میں بہت اثر اور برکت ہے تو بس خالص نیت سے علم حاصل کرنے کی پہچان یہ ہے کہ مصیبت کیوقت اسکے واسطہ سے دعا کرنے کی ہمت ہو اگر نیت میں فتور ہوگا تو خدا کے سامنے اسکا واسطہ دینے کے لئے بھی کبھی زبان نہ اٹھے گی) یہ تو عمل کی طرف سے بے توجہی کرنے والوں کی ادنیٰ حالت ہے۔ بھلا (انصاف تو کرو) جس شخص میں یہ تمام صفات مذکورہ مجتمع ہوں اسکی تعلیم (کیونکر گوارا کیجا سکتی ہے اور اسکو پڑھانے لکھانے کا کیسے حکم دیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً اگر طالبعلم بڑھاپے کے بھی قریب پہونچ گیا ہو اور

(ابتک بھی اسکو عمل کی توفیق نہیں ہوئی (ایسا شخص تو ہرگز تعلیم کے قابل نہیں) یہ تو دنیا
سے یقیناً خالی ہاتھ جائے گا کہ اسکے ساتھ عمل کا کوئی حصہ بھی نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ عل
کے لئے کوئی ایسی حد مقرر نہیں کہ وہاں پہونچکر انسان پھر عمل کیطرف رجوع کرے

عہ۔ جیسا کہ آجکل طلبار نے خیال کر رکھا ہے کہ درسیات سے فارغ ہوکر پھر عمل کا اہتمام کریں گے یہ بالکل
شیطانی وسوسہ ہے جسکی وجہ سے عمر بھر بھی عمل کی کامل توفیق نہیں ہوتی یاد رکھو ہر چیز کا پہلی بار جو اثر ہوتا ہو پھ
نہیں ہوا کرتا جب علم حاصل کرنے کے وقت کسی کام کا ثواب یا گناہ معلوم ہوتا ہے اسوقت دل پر ایک خاص ا
ہوتا ہے اگر اس اثر سے اسوقت کام لیا گیا اور عمل کا اہتمام کر لیا گیا تب تو وہ اثر آئندہ بھی باقی رہتا ہو ورنہ پھر قلب۔
زائل ہو جاتا ہے اور دوبارہ آسانی سے پیدا نہیں ہوتا جب پڑھنے کے زمانہ میں تم احادیث وقرآن کی ورق گردا ا
کرتے چلے گئے اور ترغیب و ترہیب کا اسوقت تمھارے دل پر اثر نہ ہوا تو آئندہ کیا امید ہو سکتی ہے کہ تم ان سے مت
ہوگے۔ جب پہلے ہی تم نے یہ خیال کرکے آنکھیں بند کرلیں کہ یہ وقت ان پر عمل کرنے کا نہیں تو عرض من یہ امید مہ
کہ درسیات سے فارغ ہوکر پھر انکا کچھ بھی اثر تمھارے دل پر ہوگا۔ جب تمھارے نفس نے پہلی ہی بار انکو ٹال دیا پھ
اثر قبول کریگا آجکل طلبہ نے سمجھ لیا ہے کہ یجوز لطالب العلم مالا یجوز لغیرہ کہ طالب علم کو وہ باتیں بھی جائز ہیں جو دوسروں
ناجائز ہیں معلوم یہ کونسی حدیث یا کونسی آیت ہے یا کس امام کا فتویٰ ہے؛ کچھ نہیں صرف نفس کی شیطنت ہے یہ ہم
مانا کہ طلبار کو تحصیل علم کے وقت نوافل و اوراد کا بہت زیادہ پابند ہونا مناسب نہیں ہوتا اور یہ بھی اس شخص کے
جسکو مطالعہ کتب وغیرہ سے فرصت نہ ملتی ہو مگر اسکا یہ مطلب تو نہیں کہ طالب علم کو حرام حلال کا بھی خیال نہ کرنا چا
اور بیدھڑک جھوٹ و فریب، غیبت و شکایت، تکبر و حسد، عجب وریا، وغیرہ کا ارتکاب کرلینا چاہیئے۔ نماز کے
وقضا بھی اہتمام نکرنا چاہیئے، صورت ووضع میں بھی شریعت کی پابندی نکرنا چاہیئے۔ اور غضب یہ کہ اسا
ان باتوں کو دیکھتے ہیں اور تنبیہ نہیں کرتے اگر امتحان میں ناکام ہو جائے تو ہزار سختیاں کرتے ہیں امتحان میر
ہوتا رہے تو پھر اسکے اعمال سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا اور بے تکلف اسکو پڑھاتے رہتے اور سند فراغت
ممتاز کر دیتے ہیں حالانکہ بڑا علم کا اصلی امتحان عمل سے ہے جو اس میں پورا اترے اسی کو کامیاب سمجھنا
میری یہ مراد نہیں کہ مطالب و معانی میں طلبہ کی فہم و یادداشت کا امتحان نہ لیا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم
اصلی امتحان ہے اسکو بھی پس پشت نہ ڈالا جائے۔ (بقیہ حاشیہ آئندہ)

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ انسان کا جسم تین اجزاء سے مرکب ہے ایک جزء اسکا قلب ہے۔ دوسرا جزء زبان ہے اور تیسرا اسکے جوارح ہیں اور اللہ تعالےٰ نے اسکے ہر جزء کا اکرام ایک طریقہ سے فرمایا ہے۔ چنانچہ قلب کو اپنی معرفت اور توحید سے نوازا لسان کو کلمۂ شہادت لاالہ الا اللہ کہنے اور اپنی کتاب عظیم کی تلاوت کے شرف سے سرفراز کیا اور جوارح (یعنی اسکے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء) کو نماز روزہ اور جملہ طاعات کی ادائیگی کا شرف بخشا۔ اسی طرح سے اللہ تعالےٰ نے ہر ہر جزء پر ایک رقیب اور محافظ مقرر فرمایا چنانچہ قلب کی حفاظت خود فرمائی کہ انسان کے ضمیر میں کیا ہے؟ اسکو سوا اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور اسکی زبان پر حفظۃ (فرشتوں) کو مقرر فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا وما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید یعنی انسان کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر یہ کہ خدا کی جانب سے ایک نگراں اسکے لئے مقرر ہے۔ اور جوارح کے لئے اوامر و نہی مقرر فرمائے۔ پھر ہر ہر جزء سے اللہ تعالیٰ نے وفاداری چاہی چنانچہ قلب کی وفاداری یہ تھی کہ وہ ایمان پر قائم رہے حسد نکرے خیانت نکرے اور مکر نکرے اور زبان کی وفاداری یہ تھی کہ وہ غیبت نکرے۔ جھوٹ نہ بولے اور لغو اور بیکار باتیں نکرے۔ اور جوارح کی وفاداری یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نکرے اور کسی مسلمان کو ایذاء نہ پہونچائے۔ پس جس کے قلب نے خلاف کام کیا تو وہ منافق ٹھیرا (زبان سے اقرار وفا کیا اور دل سے بیوفائی)۔ اور جس نے زبان سے کھلی بے وفائی کا اظہار کر دیا وہ کافر ہوا اور جس نے صرف جوارح سے خلاف کام کیا (دل سے مقر ہی رہا) وہ فاسق اور عاصی ہوا۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک نوجوان کیطرف دیکھا اور فرمایا کہ اے نوجوان کہ اگر تم تین باتوں سے بچ گئے تو تم جوانی کے شر سے بچ جاؤگے وہ یہ کہ تم اپنے لقلقہ اور ذبذبہ اور قبقبہ سے بچ جاؤ۔ (اول سے مراد یہ کہ زبان کے شر سے بچو۔ دوسرے سے مراد فرج کے شر سے بچو اور تیسرے سے مراد یہ کہ اپنے بطن اور پیٹ کے شر سے بچو۔)

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت لقمان حکیم ابتدا میں ایک حبشی غلام تھے سب سے پہلی حکمت کی بات جو ان سے ظاہر ہوئی یہ تھی کہ ان کے مولیٰ نے ان سے کہا کہ اسے غلام آج ہماری اس بکری کو ذبح کرو اور اسکے گوشت کا دو عمدہ حصہ ہمارے سامنے پیش کرو چنانچہ حضرت لقمان نے بکری ذبح کی اور اسکا دل اور اسکی زبان لاکر پیش کیا۔ پھر ایک دوسرے موقع پر اس نے کہا کہ آج پھر ایک بکری ذبح کرو اور اسکے گوشت میں سے خراب ترین دو جگہ کی بوٹی لاؤ چنانچہ حضرت لقمان نے بکری ذبح کی اور پھر قلب اور لسان لاکر پیش کیا۔ مولےٰ نے اسکی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جناب والا بدن میں دو لوتھڑے قلب و لسان سے بہتر نہیں جبکہ یہ دونوں مطابق ہوں۔ اور ان سے بڑھکر کوئی خبیث نہیں جبکہ یہ دونوں خبث پر اُتر آئیں۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے جب معاذ رضؓ کو یمن کیطرف بھیجا تو انھوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ آپؐ نے اپنی زبان کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنی زبان کی سختی کے ساتھ حفاظت رکھنا لیکن حضرت معاذؓ نے اسکو کچھ اہمیت نہ دیکر پھر سوال کیا کہ یا نبی اللہ! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ارے تیری ماں تجھکو روئے (تم اسکو کم سمجھ رہے ہو) لوگوں کو انکے زبان کی کھیتی ہی تو جہنم رسید کرے گی۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جسکی باتیں زیادہ ہونگی اسکی لغزش بھی زیادہ ہوگی اور جس کے پاس مال زیادہ ہوگا اسکے لئے گناہ (کے مواقع) بھی زیادہ ہونگے اور جس کے اخلاق برے ہوں گے وہ خود اپنے لئے باعث عذاب ثابت ہوگا۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے مروی ہے فرمایا کہ میں اگر کسی کو تیر سے ماروں تو اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت اسکے کہ میں اسکو اپنی زبان کا نشانہ بناؤں اسلئے کہ زبان کا تیر نشانہ سے خطا نہیں کرتا اور کمان کا تیر تو کبھی خطا بھی کر جاتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب ابن آدم صبح کرتا ہے تو اسکے تمام اعضاء زبان سے آکر درخواست کرتے ہیں کہ اسے زبان ہم سب تجھکو خدا کی قسم

دیتے ہیں کہ ٹھیک ٹھیک رہنا اسلئے کہ تیرے ٹھیک رہنے سے ہماری بھی بقا ہے اور تیری کجی میں ہم سب کی کجی ہے۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک بار کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ لوگو سنو! جو شخص تم میں سے مجھکو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو مجھے نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ میں جُندب ابن جنادہ ہوں قبیلۂ غفار سے میرا نسبی تعلق ہے اور مجھے ابو ذر کی کنیت سے لوگ پکارتے ہیں میں تمکو دعوت دیتا ہوں کہ تم لوگ اپنے ایک شفیق اور ناصح بھائی کے پاس آؤ اور اُسکی بات سنو۔ یہ اعلان سنکر لوگ انکے گرد آ جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ بھائیو! دیکھو تم میں سے جو شخص بھی کوئی دنیوی سفر کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے زاد یعنی توشہ کا انتظام بھی ضرور کرتا ہے تو بھلا آخرت کا اتنا طول طویل سفر بدون زاد کے کیسے کیا جا سکتا ہے؟ یہ سنکر لوگوں نے دریافت کیا کہ اے ابوذر! پھر ہمارے اس سفر کے لئے زاد کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ قبر کی وحشت دور کرنے کے لئے تو رات کی اندھیریوں میں دو رکعت نماز پڑھتے رہنا (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے) اور میدان حشر کے لئے سخت گرمیوں کے موسم میں روزہ رکھنا۔ اور تیسرے یہ کہ فقراء اور مساکین پر بھی کچھ صدقہ وخیرات کرتے رہنا تاکہ اسکی وجہ سے تم سخت عذاب سے نجات پا جاؤ اور عظائم امور کا قصد کرنا یعنی بڑے بڑے کام کرنا جو عام لوگوں پر دشوار ہوں (مثلاً صبر۔ کظم غیظ۔ ایثار نفس اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا وغیرہ) اور دنیا کے اوقات کو دو حصوں میں تقسیم کر دو ایک میں دنیا طلب کرو اور دوسرے حصہ میں دینی کام کرو باقی تیسرا حصہ تمھارے لئے مضر ہوگا (جو کہ نہ دنیا ہی کے کام کا ہو اور نہ دین ہی کے کام کا ہو) اس سے تمھارا کچھ نفع نہ ہوگا۔ اور سنو! کہ زادِ آخرت کے لئے یہ بھی کرو کہ اپنے کلام اور گفتگو کو بھی دو حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک تو یہ کہ ایسی باتیں کرو جو تم کو دنیوی معاملات میں نفع بخش ہوں اور یا ایسی باتیں زبان سے نکالو جو آخرت میں تمھارے لئے سرمایۂ نجات بن سکیں بس ان دو کے علاوہ

تیسری قسم کی بات لغو ہوگی تمھارے لئے مضر ہوگی اس سے تمھیں کوئی فائدہ نہوگا
اسی طرح سے اپنے مال کو بھی دو حصے کرو۔ ایک حصہ سے اپنے اہل وعیال
کی خبرگیری کرو اور دوسرے حصہ کو خود اپنی ذات پر خرچ کرو یعنی ایسے کاموں میں
لگاؤ جو کل بروز قیامت تمھارے کام آویں۔ بس ان دو کے علاوہ مال کا تیسرا
مصرف زائد ہے، مضر ہے تمکو اس سے کچھ نفع نہوگا۔ اسکے بعد حضرت ابوذرؓ نے
فرمایا کہ ہائے افسوس مجھے اس دن کی فکر نے مار ڈالا جس کو میں نے پایا نہیں۔ دریافت
کیا گیا کہ وہ کونسا دن ہے؟ فرمایا کہ (وہ دن قیامت کا ہے اور اسکی فکر یہ کہ میری
امیدیں اور آرزوئیں دنیا میں اس قدر بڑھیں کہ وہ میری موت سے بھی آگے نکل گئیں
(یعنی موت آگئی اور آرزوؤں کا سلسلہ ختم نہ ہوا اور وہ سب پوری بھی نہ ہوسکیں
میں اپنی آرزوؤں ہی کے چکر میں رہا اسلئے کچھ عمل آخرت بھی نہ کرسکا)
(ع۔ نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے)

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ اور کسی کلام کی کثرت مت کرو تمھارے قلوب
قاسی (سخت) ہوجائیں گے اور قلب قاسی اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے لیکن
تم لوگ اسکو سمجھتے نہیں۔

بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ جب تم اپنے قلب میں قساوت محسوس کرو
اور اپنے بدن میں سستی کا احساس کرو اور اپنے رزق میں کمی پاؤ تو سمجھ لو کہ تم نے
کوئی لغو اور زائد کلام اپنی زبان سے نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والے ہیں
(راقم عرض کرتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اعمال خیر ہوں یا شر انکی جزا یا سزا
آخرت میں جو ملے گی وہ تو ملیگی ہی دنیا میں بھی اسکے بعض آثار مرتب ہوجاتے ہیں
چنانچہ رزق کی کمی شامت اعمال کا نتیجہ بنجاتی ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے
بچوں، غلام یا جانور کو اپنا مطیع نہیں پاتا تو اس سے سمجھ لیتا ہوں کہ ضرور مجھ سے
اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کچھ کوتاہی ہوگئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

پچیسواں باب

(حرص اور طول امل (یعنی امیدوں کی زیادتی) کے بیان میں)

فقیہ ابو اللیث ثمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو الدرداؓ سے نقل
فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ لوگو! یہ کیا بات ہے کہ تمھارے علماء ایک ایک کر کے
اٹھتے جا رہے ہیں اور تم میں کے جاہل لوگ ان سے سیکھتے نہیں ۔ اللہ کے بندو! علم
حاصل کر لو قبل اسکے کہ وہ علم علماء کے نہ رہنے کی وجہ سے ختم ہو جائے ۔ اور فرمایا کہ
یہ کیا بات ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ اس چیز کی تحصیل پر حریص ہو جسکی کفالت
اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے (یعنی رزق دینا) اور جن امور کو خود تمھارے
حوالہ کیا گیا ہے اِس میں تم تساہلی کرتے ہو اور اسکو ضائع کرتے ہو (یعنی امور دین)
اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ تم میں کے بدترین لوگ کون ہیں جو کہ دوست سے بھی اعراض
کرتے ہیں، وہ لوگ جو کہ زکوٰۃ کو بھی ڈنڈ اور تاوان (اور اپنے اوپر ایک زبردستی کا
ٹیکس) سمجھکر ادا کرتے ہیں ۔ اور نماز میں سب لوگوں سے پیچھے پہونچتے ہیں (یعنی سستی
کرتے ہیں) اور قرآن کو عمل کے لئے نہیں ترک عمل کے لئے سنتے ہیں یعنی ترک
کرتے ہیں اور اس سے اعراض کرتے ہیں اور اپنے آزاد شدہ غلاموں کو بھی
بند ہی میں رکھتے ہیں (انکو بالکلیہ آزاد نہیں کر دیتے کہ وہ جو جی چاہے کریں جہاں
چاہیں جائیں جبکہ آزاد ہو چکے ہیں) ۔

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ سمجھو کہ حرص کی دو قسمیں ہیں
ایک حرص مذموم اور دوسری غیر مذموم لیکن ایسی کہ اسکا بھی ترک کرنا افضل ہوتا ہے ۔
پس حرص مذموم تو وہ ہے جو تمکو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی پر عمل سے روک دے
اور دے مگر تم مال بہ نیت تفاخر یا محض دوسروں سے بڑھ جانے کے لئے کماؤ ۔ اور غیر مذموم
حرص یہ ہے کہ تم مال کماؤ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نہی میں سے کوئی تم سے نہ چھوٹنے

اور نہ تمھاری نیت اس سے تکاثر (مال بڑھانے) اور تفاخر کی ہو۔ یہ حرص مذموم نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہؓ نے بھی اس طرح مال جمع کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی (بلکہ بعض کو تو راہ خدا میں فراخ دلی کے ساتھ مال خرچ کرنے پر انکی تعریف فرمائی) ہاں عام طور پر اسکو بھی ترک کرنے کی (خصوصًا اپنے صحابہؓ کو) ترغیب فرمائی اور یہ فرمایا کہ اس کا بھی ترک کرنا افضل ہے گو واجب نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداءؓ نے بھی اس حدیث میں یہی بیان فرمایا ہے کہ حرص مذموم وہ ہے جہاں مال کی تحصیل ادائے اوامر اللہ سے مانع بنجائے اس لئے کہ انھوں نے یہی فرمایا کہ تم لوگ حریص ہو اس چیز پہ جسکی کفالت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے یعنی روزی کا معاملہ پس تم لوگ اسکے تو پیچھے پڑے ہوئے ہو اور جو چیز خود تمھارے حوالہ کی گئی ہے ادارطاعۃ اللہ اسمیں تم کو سست دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ جو فرمایا کہ اپنے آزادگاں کو بھی آزاد نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اسقدر حریص ہو کہ باوجودیکہ ایک غلام کو آزاد کر دیا ہے مگر حرص کیوجہ سے اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے بلکہ غلاموں کی طرح اسکو استعمال کرتے ہو۔ کام لیتے ہو حالانکہ آزاد کر چکے ہو۔

حضرت حفصہؓ بنت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے والد ماجد یعنی حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے اب آپ کو وسعت اور مال عطا فرمایا ہے تو اگر آپ جیسا کھانا کھایا کرتے ہیں اس سے کچھ اچھا نوش فرمایا کریں اور جتنا موٹا کپڑا پہنتے ہیں اس سے اب کچھ ملائم اور باریک استعمال فرمایا کریں تو مناسب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس سلسلہ میں تمھیں کو حکم بناتا ہوں (میری بات سنو پھر جو فیصلہ کروگی مانوں گا، یہ کہکر) آپ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور جس جس طرح آپنے تنگی کیساتھ زندگی بسر فرمائی سب حالات بتائے (چنانچہ اکثر فاقہ سے رہنا کئی کئی دن گھر میں چولھا نہ جلنا۔ بھوک کی شدت سے پریشان ہوکر شب میں گھر سے باہر نکلنا اور ایک صحابیؓ کے یہاں جانا کبھی

بھوک کی وجہ سے پیٹ پر ایک نہیں دو دو پتھر باندھنا۔ گو یہ سب اختیاری تھا تا ہم یہی آپ کو پسند تھا' یہ سب بیان فرمایا) اسکو سنکر حضرت حفصہؓ کو رونا آگیا (اور حضرت عمر یہی چاہتے تھے کہ انکا قلب نرم ہو جائے تو اصلاح فرمائیں چنانچہ فرمایا کہ اب سنو مجھ سے پہلے کے میرے دو رفیقوں نے اسی نہج پر اپنی زندگی گذاری اور میرے وہ دونوں حبیب جنت نصیب ہو گئے' اب اگر میں انکے خلاف راستہ اختیار کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی میرے ساتھ ان کے معاملہ کے خلاف معاملہ فرمائے گا لہٰذا میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دنیا میں اسی تلخ زندگی کو برداشت کرونگا شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی آخرت میں ان دونوں حضرات کے ساتھ انکی نرم اور خوشگوار زندگی میں شریک فرما دے۔
(ایسی تقریر کے بعد ظاہر ہے کہ حضرت حفصہؓ نے کیا فیصلہ کیا ہوگا)

حضرت مسروق سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ والدہ محترمہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو زیادہ تر کیا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اور آپؐ سے میں نے سنا وہ یہی کہ فرماتے تھے کہ اگر ابن آدم کے پاس دو وادی بھر سونا ہو تو وہ تیسری کے چکر میں رہیگا ۱۱ اور یہ فرماتے کہ ابن آدم کے پیٹ کو بس مٹی ہی بھرے گی' اور جو شخص توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتے ہیں اور یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال عطا فرمایا ہے تو اسلئے کہ آدمی اسے استعمال کر کے نماز میں کھڑے ہونے کے لائق ہو جائے۔ اور (اپنی ضرورت سے زائد ہو تو) اسکی زکوٰۃ ادا کرے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اسکی ہر شے بوڑھی ہو جاتی ہے بجز دو شے کے ایک حرص دوسری طول امل یعنی آرزوؤں کی زیادتی۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ تمپر دو چیزوں کا خوف کرتا ہوں' ایک طول امل اور دوسری چیز خواہشاتِ نفس کا اتباع۔ اور بلاشبہ طول امل آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ اور اتباع ہوا (یعنی بدعت پرستی)

انسان کو حق بات کے ماننے سے روک دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تین شخصوں کے لئے تین چیز کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ دنیا پر اوندھے منہ گرنے والا اور اسکا حریص اور اسکو پاکر اسمیں بخل کرنے والے کے لئے اسباب کا کہ اسکو ایسے فقر کا سامنا کرنا ہوگا جس کے بعد غنا نہیں ہوگی اور ایسی مشغولی اسکے لازم حال جس سے وہ نکل نہیں سکے گا اور ایسے ہم وغم سے اسکا سابقہ پڑے گا جس کے بعد کوئی خوشی نہ ہوگی۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے اہل حمص کی شان شوکت کو دیکھکر فرمایا کہ اے تمکو شرم نہیں معلوم ہوتی کہ تم ایسے ایسے مستحکم مکان بنواتے ہو کہ خود تمھیں اس رہنا نصیب نہیں ہوتا (یعنی بناکر مرجاتے ہو) اور ایسی چیزوں میں اپنی فکر صرف کرتے ہو کہ وہ تمھیں حاصل نہیں ہوتیں، اور تم مال جمع کرتے تو ہو مگر خود کھانا مقدر میں نہیں۔ تم سے پہلے بھی لوگوں نے بڑے بلند اور مضبوط مکانات بنائے تھے اور مال کثیر جمع کیا تھا اور بڑی دور دراز امور کی اسکیمیں تیار کی تھیں لیکن ہوا یہی کہ انکے وہ مکانات قبرستان بن گئے امیدیں اور اسکیمیں ایسے خواب ثابت ہوئے جو شرمندۂ تعبیر نہ ثابت ہو سکے اور انکا جمع کردہ تمام مال واسباب ہلاک برباد ہوگیا (یہی تمھارا بھی حشر ہونا ہے)

مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اگر آپ اپنے رفیق ملنا چاہتے ہیں تو اپنی قمیص کو ٹخنوں سے ذرا اونچا رکھئے اور اپنے جوتے خود گا لیا کیجئے اور اپنی آرزوؤں کو کم کیجئے، اور بھرپیٹ سے کچھ کم کھانا کھائیے۔

حضرت ابی عثمان نہدی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کے کرتے میں بارہ پیوند لگے ہوئے دیکھے اس حالت میں کہ آپ ممبر پر خطبہ دے رہے تھے۔

اسمیں حافظ احمد حسین نے بہت کچھ مجادلہ کیا اور صفائی کی فکر میں رہے اور
مولوی عبداللہ کو کلام ناگفتنی حضرت کے روبرو کہے کہ سب وشتم تک نوبت
آئی اور انوار ساطعہ کی تصدیق و توثیق کرادی اور خلیل الرحمٰن رڑکوی نومسلم
اور بعض دیگر مبتدعہ وہاں موجود تھے سب یک زبان تھے مگر در آخر جب یہ زور وشور
حافظ احمد حسین کا ہوا اور انھوں نے مولوی منفعت کو بتاکید کلام کرنے پر آمادہ
کراکر کلام کرائی اور مولوی کوثر علی نے بھی بہت سختی سے کلام کی تو حضرت نرم ہوئے
اور ایک خط جو بنام بندہ لکھا تھا جو باعث فتنہ ہوتا اور اسکی نقلیں کرانے کا بھی
حکم ہوا تھا اس میں سے کچھ فقرات کاٹے گئے۔ خلاصہ یہ کہ بندہ اور بندہ کے احباب
بے راہ معتوب اور مولوی عبداللہ و عبدالسمیع اور ان کے احباب اہل حق بنائے گئے

(گذشتہ سے پیوستہ) دوسری بات یہ کہی کہ اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تصوف میں حاجی صاحب
جو اشغال وغیرہ بتاتے ہیں یہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ لوگ دراصل غیر مقلد ہیں اور بڑے
مفسد ہیں۔ یہ کارنامہ مولوی عبداللہ نے انجام دیا تھا اور حضرت حاجی صاحب سے بالکل تنہائی
اور خلوت میں یہ بات کی تھی چنانچہ تیر نشانہ پر لگا اور حضرت حاجی صاحب کو تکدر ہوا اور
سب علماء دیوبند کیطرف سے طبع مصفیٰ پر بال آ ہی گیا اور حضرت سب سے ناراض ہوگئے
کوئی بزرگ مولوی احمد حسین صاحب تھے انھوں نے حضرت سے صفائی پیش کی
کہ مولوی عبداللہ غلط کہتے ہیں وہ لوگ ایسے نہیں ہیں جبکی وجہ حضرتؒ کے سامنے ہی باہم تیز تیز
گفتگو ہوئی اور مبتدعین کا پلہ بھاری پڑا اس لئے انھوں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے
انوار ساطعہ کی تصدیق بھی کرالی۔ پھر اسکے بعد اہل حق سب متفق ہوکر حضرت سے ہمکلام
ہوئے اور صحیح بات پیش کی تو حضرت حاجی صاحبؒ نرم ہوئے۔ اس نرمی کے بعد حضرت
حاجی صاحبؒ نے اہل بدعت کے ہنگامے سے متاثر ہوکر ایک خط جو غصہ کیحالت میں مولانا گنگوہیؒ
کے نام لکھا تھا اسکے چند جملے کاٹ دیئے لیکن اب بھی اسکا حاصل یہی تھا کہ حضرات اہل دیوبند
معتوب اور مولوی عبداللہ اور عبدالسمیع اہل حق بتائے گئے اور ہندوستان میں اشتہار ۴۴

اور ہند میں اشتہار طبع ہو گئے کہ حضرت حاجی صاحب بھی انوار ساطعہ کو مقبول فرماتے ہیں۔ مگر بندہ کے نام جو خط حضرت کا آیا اسمیں کچھ بھی اشارہ کسی امر کا نہیں[۵] شاید وہ خط ذی نقول از پس آئے یا حکم نسخ ہو گیا ہو۔ آخر کے خط سے حال معلوم ہوگا۔ مولوی عبداللہ سال بھر رہنے کا قصد رکھتے ہیں اور اس شہرت بیجا سے جو ہند میں ہو گئی اور ہو رہی اس عاجز کی نہ دنیا میں تفاوت ہوا اور دین تو جزء ً بڑھا کہ غیبت سے کچھ مل ہی رہا غرض محسود کو کوئی ضرر نہیں ہوا اور حاسد صاحب کے دو چار سو

---

۴ طبع ہو گیا کہ حضرت حاجی صاحب بھی "انوار ساطعہ" کو مقبول فرماتے ہیں یہ دونوں ابتلاءات تھے جو حضرت گنگوہیؒ کو پیش آئے۔

۵ : (قولہ مگر بندہ کے نام جو خط حضرت کا آیا اس میں کچھ بھی اشارہ کسی امر کا نہیں)
حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اہل اہوا نے اپنے مفید مطلب اس ہنگامے سے باتیں استنباط کرکے ہند میں اس سے پورا فائدہ اٹھالیا لیکن میرے خلاف جو خط حضرت نے انکی گفتگو سے متاثر ہوکر مجھے لکھا تھا اور اسکی نقلیں بھی کرائی گئی تھیں اور اپنے لوگوں کے جواب دینے پر حضرت نے نرم ہوکر اسکے بعض جملے کاٹ بھی دیئے تھے — وہ خط مجھے نہیں ملا — اب ہو سکتا ہے کہ بعد میں آئے یا یہ بھی احتمال ہے کہ بالکل ہی منسوخ فرما دیا ہو — یہ سب تو ہوا لیکن الحمدللہ اس ہنگامہ آرائی سے نہ تو میرا کچھ دنیوی نقصان ہوا اور دین کا نفع تو یقیناً زیادہ ہی ہوا کہ مہربانوں کی غیبت کا ثمرہ کچھ نہ کچھ مجھے ملے ہی گا الغرض محسود کا (یعنی میرا) تو کچھ نقصان نہ ہوا اور حاسد کے دو چار سو آدمی مخالف ہی ہو گئے اور حضرت حاجی صاحب کو ان کرمفرماؤں کی جہت سے یہ ثمرہ ملا کہ بہت سے معتقد خدام غیر معتقد ہو کر منحرف ہو گئے۔ اسکا افسوس ہے مگر تقدیر میں چارہ ہی کیا ہے۔

باقی انوار ساطعہ کے جواب میں براہین قاطعہ طبع ہو گئی ہے جس میں مبتدعین کی خیانتوں کا پردہ فاش کیا گیا ہے اور اہل حق کے صحیح عقائد لکھ کر علماء حرمین شریفین سے دوبارہ فتویٰ لیا گیا ہے تو انھوں نے اسکی تصدیق فرمائی کہ یہ عقائد بالکل صحیح اور حق ہیں اور اسکے ماننے والے اہل حق ہیں۔

مخالف ہوگئے اور حضرت صاحب کو انکی بدولت یہ ثمرہ ملا کہ مخلص خادم معتقدین غیر معتقد ہوکر منحرف ہو گئے۔ یہ افسوس ہوتا ہے مگر رضا بقضا رکے سوائے چارہ نہیں۔ براہین طبع ہوچکی فروخت شروع ہو گئی ۸ قیمت قرار دی گئی، اجزو ہوئے حاشیہ پر انوار ساطعہ سے[ف] برابر فروخت ہو رہی ہے۔ ایک نسخہ عرب کو بھی مولوی محمود الحسن صاحب نے روانہ کردیا ہے دیکھئے وہاں کیا رنگ لاوے۔ چندہ رسالہ روشیہ میں کچھ بندہ بھی دیویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ جسکی مقدار اب مقرر نہیں کرسکتا ہوں۔ انجام کا جواب اس رسالہ میں مناسب نہیں وہ دوسری بات ہے۔ فقط صیحہ اور قصداً چیخنا منع ہے جو اضطراری صوت نکلے معاف ہے، اور زبان سے بکثرت مدح کرنا نوحہ اور دو چار کلمہ معاف ہیں۔ نوحہ مدح کرنے کا نام ہے کہ گریہ کی تائید کرے مگر چونکہ امر طبعی ہے لہٰذا قلیل معاف ہے۔ فقط۔ والسلام۔ مولوی عبد اللہ[ع] صاحب کیواسطے بددعا، تو ہرگز نہ کی نہ کرنے کا قصد، مگر خود بخود انکے مدعا کا عدم حصول

ف (قولہ: حاشیہ پر انوار ساطعہ ہے) ـــــ راقم عرض کرتا ہے کہ یہ اہل حق کی ایسی دیانت ہے کہ اہل نفس کو اسکی توفیق ہی نہیں ہوسکتی یعنی یہ کہ جس کتاب کا رد لکھا گیا تو حاشیہ پر اس اصل کتاب کو بھی لکھدیا تاکہ ناظرین کو موازنہ اور فیصلہ کرنے میں سہولت ہو یہ عین دیانت کی بات ہے جس کے مقابلہ میں اہل اہواء عبارت کی قطع و برید ہی کو دیانت سمجھتے ہیں والی اللہ المشتکی۔

ع (قولہ، مولوی عبد اللہ صاحب کیواسطے بددعا تو ہرگز نہ کی نہ کرنے کا قصد مگر الخ)
راقم عرض کرتا ہے کہ اس سے اپنے حضرات کے خلق کا پتہ چلتا ہے کہ جس شخص نے ایسی سخت ایذائیں پہونچائی ہوں کہ مرشد ہی کے قلب مطہر کو مکدر کرنے کی سعی کی اور دوسر کو گرا کر اور منافق بتا کر اپنا مقام پیدا کرنا چاہا اسکے ساتھ ایسا خلق برتا جا رہا ہے۔ سبحان اللہ لیکن اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حال کو جاننے والے ہیں انھوں نے ایسے منافق کی سعی ناکام فرمادی کہ بالآخر حضرت گنگوہیؒ کیجانب سے حضرتؒ کا قلب صاف ہوگیا اور منافق

قلب میں وارد ہوتا ہے کہ وہ حصول دنیا اور رجوع خلق سے اور اختیار ان بدعات کا ہمیں غرض ہوا ہے ۔ اور یہاں آکر وہ قطعاً اپنی برائت کرینگے ۔مولوی منفعت علی اور وصیت علی اور فرزند علی نظیر احمد ہر چہار شاہد انکے مفسدہ کے ہیں ۔ فقط۔ سب کو نام بنام سلام مسنون پہونچے ۔

(۴۸) از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب فیوضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔آپ کا خط آیا والدہ مولوی عزیز الرحمٰن کا انتقال ہوگیا صحیح ہے ۔ حافظ عبدالرشید کا رشتہ مناسب ہوا حق تعالیٰ برکت فرمائے مجھ پر ایک ایسی پریشانی ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے[ع۵] مولوی ابوالطیب بیمار ایک سال سے تھے اب چار پانچ ماہ سے شدت ہوگئی بخار دائمی اور ضعف معدہ بشدت ہوگیا دو ماہ سے وطن آئے تو اب یہ حالت ہے کہ کروٹ بھی نہیں لے سکتا اسکی صلاحیت اور جوانی پر بسبب رشتہ چند در چند کے ایک رنج وملال ہے

[ع۴] خود خائب وخاسر ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ وہ یہاں آکر قطعاً اپنی برارت کرینگے ۔ یہی حال منافق کا ہوتا ہے کہ ظاہر کچھ باطن کچھ ، زبان پر کچھ دل میں کچھ ، سامنے کچھ پیٹھ پیچھے کچھ ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ۔ ۱۲

ع۵ ۔ (قولہٗ : مجھ پر ایک ایسی پریشانی ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا الی قولہٗ اور تقدیر میں کچھ دخل نہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کو بھی دنیوی ہموم وغموم سے رنج طبعی ہوتا ہے اور یہ بزرگی کے منافی بھی نہیں ہے لیکن یہ حضرات دل سے اسپر راضی ہوتے ہیں اور رضا بالقضاء کے مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ان سب پر آخرت میں اجر کے امید وار ہوتے ہیں ۔ پس انسان اسی کا مکلف ہے باقی رنج وخوشی کے مواقع پر کچھ متاثر نہ ہونا بے حسی کی تو علامت ہو سکتی ہے بزرگی سے اسکو کوئی تعلق نہیں انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ۔

اور تقدیر میں کچھ دخل نہیں۔ حکیم ضیاء الدین صاحب کو بھی چار پانچ روز سے بلا کر شریک علاج کیا ہے حق تعالیٰ اسکو شفا عطا فرماوے آپ بھی دعا کریں۔ جواب[۱] مسئلہ طواف لکھتا ہوں میری رائے میں تو مثل صریح کے بلکہ صریح سے مگر الخصم قبول نکرے تو بجا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ سارے رکوع کی تفسیر کردوں کہ اسمیں کئی مسئلہ

---

[۱] (قولہ: جواب مسئلہ طواف لکھتا ہوں الخ)

کتاب کے حاشیہ پر مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نے لکھا ہے کہ ــــ "سوانح میں (یعنی تذکرۃ الرشید میں) تحت عنوان "شبہات فقہیہ" ۹ پر درج کیا گیا ہے: اس کی یشانی نکی کے عالم میں رکوع واذ بوأنا کی تفسیر اور مسئلہ کی عجیب و غریب تحقیق قابل دید ہے"ــــ

چنانچہ راقم نے "تذکرۃ الرشید" ص ۱۴۴ پر اس تحقیق کو دیکھا جی چاہا کہ ناظرین بھی اس سے لطف اندوز ہوں اسلئے اسکو بعینہ درج کرتا ہوں:۔

(شبہ ۹) ایک شخص کی درباب جواز طواف قبور تحریر مفصلہ ذیل نظر سے گذری تحقیق مدلل کا مشتاق بنکر ارسال خدمت والا کرتا ہوں (تحریر جواز بزبان فارسی تھی عدم تفہیم عوام کی غرض سے اردو میں درج کرتا ہوں)۔

آدمی بوجہ غلبہ شوق اور آداب مزارات اولیاء اللہ کا طواف کرتے ہیں اور بعض علماء اسکو حرام کہتے ہیں پس تحقیق اسکی ضروری ہوئی بات یہ ہے کہ جواز طواف مزارات اولیاء کرام حسب قاعدہ اصول شریعت سے کیونکہ اصل جملہ اشیاء میں ہمارے نزدیک اباحت ہے پس جبتک کوئی دلیل اسکی حرمت کی نہ پائی جاوے اسکو حرام نہیں کہہ سکتے۔ مزارات کے طواف کا جواز محتاج دلیل نہیں ہے البتہ اسکی حرمت دلیل کی محتاج ہے خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث یا قول مجتہد اور بعض علماء معاصرین جو آیت ولیطوفوا بالبیت العتیق (اور چاہیئے کہ لوگ طواف کریں قدیمی گھر یعنی بیت اللہ کا) کو دلیل میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں طواف اس آیت سے بیت اللہ

معلوم ہوتے ہیں مگر طبع پریشان سے نہ ہو سکا قدر حاجت پر بس کی حکیم صاحب بھی سلام علیک کہتے ہیں اور سب کیطرف سے سلام پہونچے۔

(۹۱۴) مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم۔ بندہ کو بعد سخت بیماری بخار موسم کے اب افاقہ ہوا ہے آپ کا جواب پسند آیا تھا اسکی تحسین میں خط لکھنا ضرور تھا

کے ساتھ مختص ہے انکی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اس آیت میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے جس سے آیت کا مطلب یہ سمجھا جاوے کہ "بیت اللہ ہی کا طواف کرو" پس تخصیص اور حصر کا دعویٰ بلا دلیل اور غلط ہے زیادہ سے زیادہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ طواف بیت اللہ ارکان حج سے ہے اور منجملہ عبادات ہے اور یہ ایک عبادت خاص ہے بیت اللہ کے ساتھ مگر مزارات اولیاء کرام کا طواف عبادت نہیں ہے بلکہ از قبیل آداب و تعظیم ہے اور تعظیم اولیاء اللہ کا ہمکو حکم ہے پس طواف مزارات جائز تعظیمانہ عبادۃً ہاں اگر کوئی فعل بحکم شارع ممنوع ہو جیسا کہ سجدۂ تعظیمی تو بیشک وہ حرام ہوگا اور تاوقتیکہ اسکی حرمت شارع سے ثابت نہو اسوقت دعویٰ حرمت مسلم نہیں بلکہ اصل کی بنا پر جواز و اباحت کا قائل ہونا پڑیگا اسلئے التماس ہے کہ اگر کوئی آیت یا حدیث یا قول مجتہد محرم طواف مزارات اولیاء اللہ ہو تو بیان کیا جاوے۔

(جواب) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً مصلیاً حق تعالےٰ فرماتا ہے واذ بوأنا لابراھیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا و طھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود الخ اور (یاد کرو اے محمد) جبکہ جگہ دی ہم نے ابراہیم کو جائے بیت اللہ میں (اور حکم دیا کہ) نہ ساجھی بنانا میرا کسی شے کو اور پاک رکھنا میرے گھر کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کیلئے

اب حادثہ جدیدہ یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم ۲۴ شب ذی الحجہ یکشنبہ کو فوت ہوئے عالم اندھیرا ہوا سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

۱۲ اسمیں حق تعالیٰ نے ترک شرک کو مطلقاً ارشاد فرمایا کہ کوئی فرد شرک کی نہونی چاہئے اور تطہیر بیت کی طائفین کیواسطے کہ تطہیر ادناس اصنام سے یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف مثل سجود کے عبادت ہے[تفسیر ۱۲] اور اسکے ایقاع کیواسطے تطہیر عن الاغیار ضرور ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ طواف کلی مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ باوجود غیر کے درست نہیں سو عبادت ہونا طواف کا ثابت ہوا عبارۃ نص سے اور غیر کو کرنا اسکا شرک محقق ہوا اشارۃ النص سے اور پھر بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا ولیطوفوا بالبیت العتیق (اور چاہیئے کہ لوگ طواف کریں قدیمی گھر (یعنی بیت اللہ) کا) کہ امر وایجاب طواف کا حکم ہے اور ایجاب امور تعظیمیت میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت کے پس عبادۃ ہوا طواف بعبارۃ النص اور صغری شکل اول بنا سکتے ہیں کہ بحکم "الطواف عبادۃ" ہے۔ اور دوسری آیت میں حکم ہے امر ان تعبدوا الا ایاہ الخ (خدا نے حکم دیا کہ نہ عبادت کرنا مگر اسی اللہ کی) اور اسمیں حصر کردیا عبادۃ کو حق تعالیٰ کیواسطے کہ بحکم العبادۃ لایکون الا اللہ (عبادت نہیں ہوتی مگر اللہ کی) جسکا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ "الطواف لایکون الا اللہ" (طواف نہیں ہوتا مگر اللہ کیلئے) حصر عبادت طواف کا حق تعالیٰ کیواسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت ہوا معہذا حدیث فخر عالم علیہ السلام کہ "لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصہ" (اور قیامت نہ آئیگی یہانتک کہ حرکت کریں سرین قبیلہ دوس کی عورتوں کے ذو الخلصہ کے گرد) کہ جس سے طواف غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا شرک ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ حق تعالیٰ کی غیر کو جائز نہیں اور علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں "ولا یطوف) اے لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء" (اور طواف نکرے) یعنی نہ گھومے روضۂ نبوی کے گرد کیونکہ طواف کعبہ شریف کے ساتھ مخصوص ہے پس حرام ہے انبیاء و اولیاء کی قبور کے گرد) انتہی پس ۱۲

(۵۰) حامداً ومصلیاً۔ مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ
آپکا خط پرشوق وولہ آیا بندہ بتقریب جلسہ دستاربندی دیوبند گیا تھا فرصت جواب
نہ ملی اب ۱۶ روز سہ شنبہ کو واپس دیوبند سے آیا ہے۔ جواب لکھتا ہوں۔

---

۴۸ اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر کا ثابت ہوتا ہے اب رہا قول سائل کا کہ طواف تعظیم
ہے اور تعظیم اولیاء اللہ کی جائز ہے اور حصر موجود نہیں اور اصل شے کی حل ہے۔ ہر چار مقدمہ
ممنوع ہیں کیونکہ تعظیم اولیاء کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ نہو اور حد عبادت کو
نہ پہنچی ہو اور جو تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر کو جائز نہیں بقولہ تعالیٰ امر ان لا تعبدوا الخ
پس تعظیم عبادت غیر کو اگرچہ انبیاء علیہم السلام ہوں حرام و شرک ہوئی البتہ وہ تعظیم کہ عبادت
کے درجہ میں نہیں وہ اولیاء کو درست ہے مگر اسکا درجہ دریافت کرنا بھی نصوص سے ہوگا۔
بہرحال جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالیٰ ذات حق کے واسطے فرض ہوئی وہ خواص حق تعالیٰ
سے ہوئی اور غیر کیواسطے حرام ٹھیری۔ پس طواف جو مفروضہ للہ تعالیٰ ہے اولیاء کو حرام
رہیگی اور حصہ ہونا عبادت کا نص سے ثابت ہولیا اور یہ کہ عبادت اولیاء کی درست،
قطعاً باطل۔ کیونکہ عبادت غایۃ تذلل والتعظیم ہے یہ ہرگز کسیکو درست نہیں۔ اور اصل
حل ہونا اسوقت ہے کہ کوئی نص اس باب میں وارد نہ ہوئی ہو، چونکہ نص تحریم عبادت لغیر اللہ
یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہوگئی اب کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج کرنا اور
اور غیر اللہ کیواسطے جائز کرنا خود محتاج دلیل ہوگا۔ سو معاملہ علی القلب ہے سائل نے یہاں نظر
تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی ورنہ ایسی بات نہ کہتے حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر ہے ایاک
نعبد کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اسکا ہوتا ہے۔ الحاصل یہاں اس مسئلہ میں
نص تحریم موجود ہے پس اصل تعظیم غایۃ تعظیم کی حرمت ہے مگر جس درجہ کو نص
بھی مماثل نص محرم سے مستثنیٰ فرما دیوے وہ جائز ہو جاوے گا۔ والا لا۔ فقط
واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

Regd. No.1 2/9/AD-111
Monthly September 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

مجموعہ تالیفاتِ مصلح الامۃ

Rs. 45/-

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء جلد ۵

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی ۱۳ تیرہ روپے

چندہ سالانہ ۲۵ پچیس روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ | محرم الحرام ۱۴۰۶ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۵ء | جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-اے ڈی۔

مجرم کا معافی چاہنا

(اہل وطن کی سفارش اور معافی مانگنے کے بعد حضرتؒ کا عارضی طور پر سفر وطن فرمانا)

اصل واقعہ بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چند حضرات کا تعارف ناظرین کے پیش نظر کر دیا جائے جن کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس سلسلہ میں آئے گا اسکی وجہ سے واقعات کے سمجھنے میں بھی سہولت ہو گی اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ حضرت اقدسؒ اپنے گرد و پیش کے عوام و خواص کی اصلاح سے کسی وقت تسامح نہیں فرماتے تھے بلکہ حالت رضا کی ہو یا غضب کی بہر حال اپنے لوگوں کو اخلاق اور اخلاص پر برابر ابھارتے رہتے تھے اولاً شفقت کے ساتھ نصیحت فرماتے اور ضرورت سمجھتے تو عتاب اور مواخذہ سے بھی دریغ نہ فرماتے اور یہی ایک شیخ کامل کا کمال ہے کہ ہر وقت اسکے پیش نظر خلق خدا کی صلاح و اصلاح ہی رہے اس سے اس باب میں غفلت نہیں ہوتی پھر کوئی سنے یا نہ سنے مانے یا نہ مانے۔ ظاہر ہے کہ اتنے عظیم سانحہ کے بعد اپنے نقصان سے صرف نظر کرکے دوسروں کے دینی نفع کو پیش نظر رکھنا گویا اپنی دنیا بھلا کر دوسرے لوگوں کی دینی اصلاح میں اپنے کو گھلانا نوادر زمانہ میں سے ہے۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(رفیع اللہ چچا کے بدست پیغام بنام اہل فتح پور)

"بیوقوف سے بیوقوف آدمی کو بھی حوادث اور واقعات سبق دیدیتے ہیں اور تجربات کے بعد اسکو بھی عقل آ ہی جاتی ہے لیکن آپ لوگوں کے حالات کو دیکھکر بس اس شعر کے پڑھنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

دہر میں کیا کیا ہوئے ہیں انقلابات عظیم آسماں بدلا، زمیں بدلی، نہ بدلی خوئے دوست

کیونکہ دیکھتا ہوں کہ مخالف سے مخالف پر اثر پڑ جاتا ہے اور وہ اپنی حالت بدلنے

کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ اپنے جرم اور قصور کا اعتراف کرتا ہے اور اسکی معافی مانگتا ہے لیکن جو لوگ کہ پہلے سے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں (اور جن سے میرا بھی اختلاف رہا ہے کہ وہ محبت اور عقیدت کا دعویٰ کرتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ آپ ہی لوگ نہیں مانتے کیونکہ ماننے والوں کا طریقہ ہی کچھ اور ہوتا ہے اور کسی کے ماننے کے جو لوازمات ہوتے ہیں وہ آپ لوگوں میں نہیں دیکھتا اسلئے آپکا دعویٰ بے دلیل ہے)

ان لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ اسی قدیم جگہ پر ہیں اور سب کچھ ہو جانے کے باوجود اپنے اندر ذرا تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ماننے والوں کا سب سے نمایاں وصف جو ہے یعنی اخلاص اسکا کوسوں پتہ نہیں ہے اور نہ اسکی فکر ہے کہ اپنے اندر اخلاص پیدا کریں اور اسکو ثابت کریں ظاہر ہے کہ اخلاص تو آدمی کے دل میں ہوتا ہے تاہم جس کے اندر ہوتا ہے تو اسکے اقوال و افعال میں بھی جھلکتا ہے لیکن صاف صاف کہتا ہوں کہ دوسرے دوسرے لوگ اس میں بہت آگے ہیں اور آپ لوگ بہت پیچھے ہیں۔ آپ لوگ وہاں جو کچھ کرتے ہوں ہمیں اسکی کیا خبر، جنگل میں مورناچا کس نے دیکھا، ہم تو اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملات پر حکم لگانے کے مکلف ہیں چنانچہ آپ لوگوں سے یہ دعویٰ اخلاص کے بعد بھی ہم تو یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ مجھ سے اخلاص کا نام آپ لوگوں نے سن لیا ہے اور مجھ ہی پر مشق کر رہے ہیں بس اسکی یہی حیثیت ہے باقی اخلاص کے ساتھ متصف ہونا تو بجائے خود رہا اسکے کوچہ میں بھی ابھی آپ لوگوں کا گذر نہیں ہوا اب آئندہ کے بارے میں کیا ارادہ ہے"۔ والسلام۔

وصی اللہ عفی عنہ،

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت والاؒ نے اس تحریر کے ذریعہ اہل فتحپور کو تو اولاً اور ثانیاً اپنے تمام مسترشدین کو اس بات کی تنبیہ فرمائی ہے کہ اتنی سب بے حسی

ٹھیک نہیں ہے حالات اور واقعات کے پیش آنے کے بعد تو انسان کو بھلے برے میں تمیز اور دوست دشمن کی پہچان ہو ہی جانی چاہیئے اب ایسے موقع پر بھی کچھ اثر نہ لینا ہماری انتہائی غفلت کا پتہ دیتی ہے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظ حق ہیں سن لو! ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

پھر یہ کہ مخالف کے لئے آئندہ کے لئے لائحہ عمل متعین فرما دیا کہ وہ اعتراف جرم کرے اور معافی طلب کرے اور موافقین سے اخلاص کا مطالبہ فرمایا کہ یہی مواقع مخلص کو غیر مخلص سے ممتاز کرتے ہیں باقی نرا دعوائے عقیدت و محبت اور حقیقی اعتقاد و تعلق میں فرق ہوتا ہے اس نوع کے معیار سے انسان خود سمجھتا ہے کہ اس میں کتنی خامی ہے اور کیونکر وہ دور کیجا سکتی ہے۔ چنانچہ واقعات رونما ہوئے نقصانات ہوئے، صدمات پہونچے یہ سب مقدرات ہیں جن سے چارہ نہیں لیکن اسکے بعد بھی مخلوق خدا بے حسی، بدآخلاقی اور عدم اخلاص کا شکار نہ ہو جائے اس کا کتنا اہتمام اور اسکی کس درجہ فکر تحریر سے نمایاں ہے۔

نیز کسی صاحب نے اسی سلسلہ میں حضرتؒ کو کچھ لکھدیا (شاید یہ کہ خانقاہ حاضری ہوئی اسکی ویرانی دیکھکر مجھے رونا آگیا وغیرہ وغیرہ) اسکا جو جواب حضرت اقدسؒ نے مرحمت فرمایا ملاحظہ ہو۔

فرمایا کہ "سب سے زیادہ شکایت احباب سے مجھے جس امر کی ہے وہ یہی ہے کہ لوگ فہم سے کام نہیں لیتے نہ تو خود کوئی بات سمجھتے ہیں نہ سمجھانے سے سمجھتے ہیں اور یہ اسوقت اور زیادہ ہو جاتی ہے جب کسی ایسے شخص سے کوئی بات دیکھتا ہوں جس کے متعلق اپنے ذہن میں یہ خیال قائم کر لیتا ہوں کہ یہ باتوں کو کچھ سمجھنے لگا ہے۔

آپ نے جو یہ خط مجھے لکھا اس سے مجھے سخت تکلیف ہوئی آپ نے تو محبت کے جذبات کا مظاہرہ فرمایا میں تو ایسا نہیں ہوں کہ جذبات کی رو میں بہہ جایا کروں اور جس وقت جیسا تقاضا محبت کا اسکے فوراً وہ کام کر گذرا کروں۔

آپ جانتے ہیں کہ میں نے مکان، خانقاہ، مسجد رہنے اور کام کرنے کے لئے بنوایا تھا بنوا کر چھوڑ آنے کے لئے نہیں بنایا تھا لیکن مخالفین کی شرپسندی کی وجہ سے میں نے وہ جگہ ہی چھوڑ دی اور ابھی حالات کم وبیش اسی طرح کے ہیں اسکو بھی آپ جانتے ہیں پھر بھی مجھے ترغیب دے رہے ہیں کہ احباب کی محبت کی وجہ سے چلا آؤں اور اغیار کے شر کا کچھ خیال نکروں یہ کیوں؟ باقی آپ نے رونے کے بارے میں جو لکھا ہے تو آپ سے زیادہ میں رو سکتا ہوں اسلئے کہ میں نے اسکو بنوایا ہے مگر عزت بھی تو انسان کی کوئی چیز ہوتی ہے اسکی خاطر آدمی کیا کیا نہیں کرتا آپ لوگوں سے ہمارا یہی اختلاف ہے آپ لوگ کہتے ہیں کہ آ جاؤ یہاں ہی رہو بلا سے بے عزت ہی رہو اور میں کہتا ہوں کہ جب انسان کی آبرو ہی نہ رہ جائے تو پھر کیا رہا کسی کی بے آبروئی مرادف ہے اسکے قتل کے اس لئے ایسی جگہ کا رخ بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں نے یہاں بھی مکان لے لیا ہے۔ مسجد بنوائی اور اب مدرسہ کی بنیاد رکھنے والا ہوں، لوگ دور دور سے اسکی تائید کر رہے ہیں اور خواہش ظاہر کر رہے ہیں کہ ہاں مدرسہ ضرور ہونا چاہئے لیکن آپ لوگوں کے فائدے کے آگے یہ سب امور قابل التفات ہی نہیں ہیں کیا میں بھی بس احباب کے جذبات کا ایک کھیل بن جاؤں کہ وہاں بلائیں تو یونہی وہاں بھاگا چلا آؤں اور یہاں ضرورت ہو تو یہاں آ جاؤں تاکہ نہ وہاں کا رہوں اور نہ یہاں کا۔

ان باتوں کا ذکر آپ لوگوں کے سامنے بارہا آیا ہے مگر سب کچھ سننے اور جاننے کے باوجود جب آپ لوگ وہاں تشریف لیجائیں گے تو پھر یہی لکھدیں گے کہ لوگ یتیم ہوگئے، تم چلے آؤ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ کیا طریقہ ہے؟ اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آخر آپ لوگ کب بات کو سمجھیں گے؟

وصی اللہ عفی عنہ

مذکورہ بالا تحریر میں مسجد۔ خانقاہ۔ مکان اور ترک وطن کا جو غم حضرت والا کو تھا اسکو صاف دیکھا جا سکتا ہے لیکن یہ رنج وغم اہل دنیا کے رنج وغم کی طرح نہ تھا عقلاً اور دیناً حضرتؒ اسپر راضی و مطمئن تھے اور اعتقاداً یہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی جانب سے جو حالات رونما ہو رہے وہ انشاء اللہ اسکا مصداق ہوں گے کہ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم اور الخیر فیما وقع کی حضرت والا کو دل سے تصدیق حاصل تھی اور یہ سمجھتے تھے کہ ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

بلاشبہ اللہ والے ہر معاملہ میں راضی برضا رہ کر بڑی ضیق سے نجات پا جاتے ہیں تاہم حضرت اقدس نے آبادی خانقاہ اور مسجد کا انتظام یہ فرمایا کہ وطن اور اطراف وطن سے آنے جانے والوں کو خانقاہ میں ایک وقت حاضر ہو کر ذکر و تلاوت کی تاکید فرماتے رہتے۔ اور مسجد میں امام اور مؤذن مستقل طور سے مقرر فرما دیا تاکہ ایسا نہ ہو کسی وقت یہاں جماعت ہی نہ ہو۔ نیز حضرت والا نے اپنے مسترشد جناب مولوی عبدالروف صاحب کوپا گنج اور مولوی محمد حنیف صاحب بستوی کو جو کوپا گنج میں مقیم تھے تاکید فرما دی تھی کہ برابر کوپا گنج وغیرہ سے خانقاہ میں آمد و رفت رکھنے کا ایک نظم قائم کیا جائے اور لوگوں کو اسپر آمادہ کیا جائے نیز اسکی نگرانی کیجائے لیکن جس انداز پر حضرت اقدس یہاں کام دیکھنا چاہتے تھے افسوس کہ کوئی اسکا اہل نہ ثابت ہو سکا چنانچہ ہوا یہ کہ مولوی عبدالروف صاحب جو ایک اچھے عالم و ذی استعداد شخص اور پابند معمولات و اوراد تھے وہ کچھ ہی عرصہ کے بعد بیمار ہو کر اپنے گھر کوپا گنج چلے گئے اور جب صحت یاب ہوئے تو پورہ معروف والوں نے انھیں اپنے مدرسہ میں رکھ لیا۔ رہے مولوی حنیف صاحب تو انکا مستقل قیام تو کوپا گنج ہی میں تھا تاہم حسب استطاعت فتحپور کبھی آتے جاتے رہے اور لوگوں کو آمادہ کرتے رہے۔

اسی زمانہ میں مولوی عبدالروف صاحب نے عرصہ کے بعد حضرت کو ایک خط لکھا۔ خط اور اسکا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(نقل خط مولوی عبدالروف صاحب کو پا گنج)

فتحپور آنے جانے کا سلسلہ حضرت والا کی برکت سے قائم ہوگیا چار جماعت یہاں سے بنائی گئی ہے ہر ہر ہفتہ میں دس پانچ آدمی یہاں سے جاتے ہیں۔ نیز دوسری جگہ سے بھی لوگ آتے ہیں پنجشنبہ کو اچھا اجتماع ہو جاتا ہے۔ انتہیٰ۔ محرم ۸۰ھ

(از رجسٹر مجلد جرمی)

حضرت اقدسؒ کو انکے کام کا یہ انداز کچھ پسند نہ آیا نیز خط بھی انھوں نے ایک عرصہ کے بعد ارسال کیا تھا اسلئے اظہار خفگی کے طور پر اس خط کا جواب مولوی محمد حنیف صاحب کے واسطہ سے مولوی صاحب موصوف کے پاس گیا۔

(جواب حضرت والا بنام مولوی محمد حنیف صاحب بستوی)

مولوی محمد حنیف صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ـ مولوی عبدالرؤف کا خط آیا تھا اسکا جواب حسب ذیل ہے انکو بلا کر سنا دیجئے۔ اور پھر لکھئے کہ وہ سمجھے یا نہیں۔

آپ کا خط ملا آپکی عنایت کا ممنون ہوں کہ بہت دنوں پر خبر تولیا۔ چونکہ آپ نے مجھے مخاطب کیا ہے اسلئے عرض ہے کہ میں نے خانقاہ کا کام کرنے کے لئے بنوائی تھی اور کام کر رہا تھا مگر میں شر کیوجہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگیا تو یہ توقع تھی کہ آپ لوگ کام سنبھال لیں گے اور خانقاہ کو آباد رکھیں گے۔ چنانچہ آپ کو اسی غرض کے لئے خانقاہ میں رکھا بھی گیا مگر آپ مستقل مریض ہو کر گھر بیٹھ رہے پھر یوپہ معروف چلے گئے وہاں مزے میں تندرست ہیں۔ بہرحال اتنے دنوں تک تو نہ آپ لوگوں نے خانقاہ کا خیال کیا اور نہ اسکی آبادی کی فکر ہوئی، اب مولوی ظہیرالدین صاحب

کی وجہ سے کچھ آمادہ ہوئے ہیں تو یہ میں کیسے سمجھوں کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے وہ
خلوص اور صدق سے ہوا ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ سب محض کہنے سننے کی وجہ سے
ہے اسکا منشاء خلوص نہیں ہے۔

آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ آنے جانے کا سلسلہ قائم ہوگیا ہے چار جماعت
یہاں سے بنائی گئی ہے اس سے میں یہ سمجھا کہ اتنے دنوں رہنے سہنے کے بعد
بھی ذرا بھی سمجھ نہیں پیدا ہوئی اور نہ اس کام سے مناسبت پیدا ہوئی اس لئے
کام جو ہوا ہے تو جماعتی طور پر نہیں ہوا ہے بلکہ فردا فردی بزرگوں کی خدمت میں پڑ
گئے ہیں اور اپنے اندر اخلاص پیدا کیا ہے اور کام کو سیکھا ہے اس طرح ایک
جماعت تیار ہوگئی کہ ایک ایک فرد ایک ایک جماعت کے برابر تھا لیکن افسوس
کہ اب نظر مقصور ہوگئی ہے صورت اور کثرت پر۔ اصل کام کی طرف ذرا بھی توجہ
نہیں ہوتی حتیٰ کہ جو لوگ اہل علم ہیں اور بزرگوں کی صحبت میں ایک مدت مدید تک
رہے بھی ہیں وہ بھی اس سے کورے ہیں تا بعوام چہ رسد۔ مجھے رونا تو اسی کا ہے
کہ آپ لوگوں نے میرے کام کو ذرا بھی نہ سمجھا اور سیکھا۔ دوسروں کا فائدہ تو اپنی
تعلیم پر موقوف ہے۔

میں نے حضرت مولاناؒ سے جو کچھ سیکھا اسی کی ہر جگہ تعلیم کرتا ہوں جہاں بھی
رہتا ہوں صدق و خلوص سکھاتا ہوں اور یہی اپنے لوگوں سے چاہتا ہوں مگر اب
بھی آپ لوگ کان نہیں دھرتے کس قدر ضیق کی بات ہے

آپ خود بتلائیے کہ آپ نے جو جماعت بنائی ہے اسمیں اور دوسری جماعتیں جو آجکل
ہیں اسمیں کیا فرق ہے؟ آجتک جو کام نہیں ہوا تو اسی لئے کہ میں نے جب بھی کچھ باز پرس کی
تو سب ملکر ایک جواب بنا کر دیدیتے تھے اسمیں بہت سے غیر مخلص بھی رہتے تھے جو ذرا بھی کام پر آمادہ نہیں
ہوتے تھے جب ہر شخص کا معاملہ الگ الگ رہتا ہے تو معاملہ کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے ہر شخص کو
اسکے درجہ پر اتارا جاتا ہے اور ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے بہرحال یہ جو کچھ لکھا گیا ہے آپکے مخاطب بنانے کی وجہ
سے لکھا گیا ہے اگر کچھ بات سمجھ میں آئی ہو تو لکھیے۔

و۔ اللہ عفی عنہ

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کی ایسی مثال ہے جیسے کہ لڑنے والا لڑائی کا سامان جمع کیا کرتا ہے (کیونکہ طالب علم بھی نفس و شیطان کے مقابلہ کے لیے پورے سامان سے تیار ہونا چاہتا ہے) تو لڑائی کا ارادہ رکھنے والا اگر ساری عمر سامان ہی جمع کرنے میں صرف کردے تو اس سے کوئی پوچھے کہ، لڑیگا کب؟

(بقیہ حاشیہ گذشتہ سے پیوستہ) بھلا اگر اسی بے عملی کی حالت میں یہ شخص سند لیکر مسند وعظ پر بیٹھکر لوگوں کو نصیحت کرنے لگا تو سننے والوں پر کیسا برا اثر پڑے گا کہ علماء زبان سے تو بہت کچھ کہتے ہیں مگر خود اپنے ہی عمل سے اپنے اقوال کی تکذیب کرتے ہیں ؎

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس　　توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند

واعظاں کیں جلوہ بر محراب منبر می کنند　　چوں بخلوت میروند آں کار دیگر می کنند

بجائے ہدایت کے بجائے انکو بھی بے عملی میں جرأت بڑھیگی۔ اے محترم اور بزرگ قوم خدا کے لیے اس حالت کا جلدی تدارک کرو دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تمھارے میں ہر ایک نگہبان ہے جس سے اسکی رعیت کی بابت سوال ہوگا پس اے حضرات اساتذہ آپ اپنے متعلمین و طلبہ کے نگہبان ہیں اور وہ آپکی رعیت ہیں پس انکی عملی حالت سے اگر آپ بے توجہی برتیں گے تو کیا آپ سے مواخذہ نہ ہوگا اسلیے ہمیشہ طالب علم کی ہر حالت پر نظر رکھنا چاہیئے بہت زیادہ جاسوسی کی تو ضرورت نہیں مگر جب اسکی کوئی بات اندازہ و قرائن یا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوجائے اس پر ضرور تنبیہ کرنا چاہیئے بالخصوص اخلاقی کمزوری کی ضرور اصلاح کرنا چاہیئے اور واجبات و فرائض کے علاوہ سنن و مستحبات کا بھی انکو پابند کرنا چاہیئے اگر چاشت و اشراق کے وقت وہ کم از کم دو رکعتیں پڑھ لیا کرے اور رات کو اٹھکر تہجد کی دو رکعتیں پڑھکر مطالعۂ کتب میں مشغول ہوجایا کرے اور حدیث پڑھنے والے بجائے فضول باتوں کے چلتے پھرتے زبان سے درود شریف پڑھتے رہا کریں تو بتلایئے اس سے انکی تعلیم میں کونسا ہرج ہو سکتا ہے اگر خیال کیا جائے گا تو انشاء اللہ ایسی صورتیں خود بخود ذہن میں آنے لگیں گی جن سے طلباء میں نورِ عبادت اور حلاوت ذکر بھی پیدا ہوجائے اور تعلیم میں بھی کوئی کمی کسی قسم کی نہ آنے پائے سمجھنے کی بات ہے کہ فہم سلیم اور نور ذکاوت عمل اور تقویٰ سے جسقدر پیدا ہوتا ہے

اسی طرح اگر طالبعلم ساری عمر علم ہی حاصل کرنے میں صرف کردے تو عمل کس وقت کرے گا ؟ عمل ہی کے وقت تو نفس و شیطان سے مقابلہ ہوتا ہے اور اگر اسی کی نوبت نہ آئی تو علم سے فائدہ کیا ہوا ؟ میں کہتا ہوں اصل مقصود بجز عمل کچھ نہیں یہ تو بہت موٹی بات ہے رہا دوسروں کو تعلیم دینا

صہ۴ اسکے بدون حاصل نہیں ہوسکتا تو اسکا اہتمام تعلیم کے لئے معین و مفید ہوگا یا مضر ؟ میں نہیں خیال کر سکتا کہ اسکو مضر کیوں سمجھا جاتا ہے البتہ باقاعدہ سلوک سے اور صوفیہ کے خاندانی طریقہ، ذکر سے ضرور منع کیا جائے کہ اس سے حالات و کیفیات کا غلبہ ہونے لگتا ہے تو تعلیم ناقص رہجاتی ہے مگر جو اذکار احادیث میں وارد ہیں اختصار کے ساتھ انکی پابندی کرنا اور بلا ناغہ تلاوت قرآن کرتے رہنا وغیرہ یہ تو کسی طرح تعلیم میں حارج نہیں ہوسکتی اور یہ تو بہت ہی نازیبا طریقہ ہے کہ ناپسندہ اخلاق و عمل سے بے توجہی کے باوجود طلبہ کو سند فراغت دیدی جائے کہ قوم کے پیشوا بنجائیں۔ "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" حالانکہ حق تعالے جا بجا علماء یہود کی بابت لوکانوا یعلمون فرماتے ہیں کہ کاش انکو علم ہوتا اور ہم خود اسکا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ انکی حالت ان کے علم کے خلاف تھی اسلئے حق تعالے نے باوجود علم کے انکو جاہل شمار کیا اور لوکان یعلمون فرمایا پڑھنے پڑھانے والے اسکو مسئلہ بلاغت سمجھکر بیان کر جاتے ہیں اور یہ نہیں خیال کرتے کہ اسمیں یہ شرعی مسئلہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جس عالم کی حالت اسکے علم کے موافق نہ ہو وہ خدا کے نزدیک جاہل ہے اور اسکی تفصیل احادیث میں دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جاہل سے بھی بدتر ہے۔ پس اے قوم سند دیتے وقت یہ تو دیکھ لیا کرو کہ ہم عالم کو سند دے رہے ہیں یا ایسے شخص کو جو شریعت کے نزدیک جاہل ہے۔ بھلا یہ تو غور کرو کتنی سخت بات ہو کہ خدا کی کتاب تو ایک شخص کو جاہل بتلاتی ہو اور تم دنیا کے سامنے سند میں لمبے چوڑے تعریفی الفاظ والقاب لکھکر اسکو عالم ظاہر کرتے ہو ان ھذا الا اختلاق مگر اس تقریر کا یہ مطلب نہیں کہ عام لوگ علماء بے عمل کی تحقیر و اہانت کیا کریں۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں بلکہ انکو مثل بد پرہیز طبیب کے سمجھیں طبیب اگر خود پرہیز نہ کریگا اپنے آپ مرے گا مگر مریض کو تو اسکے بتلانے کے موافق ہی علاج کرنا چاہیئے اگر مریض نے اسکی تدبیر کے موافق عمل کرلیا اسکو تو ضرور شفا ہو جائیگی، طبیب ہر حالت
صہ۵

یقیناً مقصود ہے جس کو آجکل اصل مقصود نیاں کیا جاتا ہے بھلا غور تو کرو صحابہ کرام رضی
کی جو اسقدر فضیلت ہے کیا وہ بھی درسیات ہی پڑھاتے تھے ان میں کیا بات
تھی جسکی وجہ سے تمام افراد امت میں افضل شمار ہوتے ہیں ان میں بعض ایسے بھی
تھے جو پورا قرآن بھی پڑھے نہ تھے ان میں تو حضور کے فیض صحبت سے اخلاص
اور عمل ہی بہت زیادہ تھا جسکی طرف آج ہمکو توجہ نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ
حضرات صحابہ علم و معرفت میں بھی سب سے افضل تھے تو عزیز من! وہ علم و معرفت
اس قیل و قال کا نام نہیں ہے وہ تو عمل اور فیض صحبت ہی سے حاصل ہوتا ہے

قال را بگذار و مرد حال شو	پیش مردے کاملے پامال شو

اسلئے ہمکو اس شخص کی تعلیم سے ہاتھ روک لینا چاہیئے جو اپنے علم کے موافق عمل کا
اہتمام نکرتا ہو اور اس بات پر نظر نہ کریں کہ شاید حق تعالےٰ آئندہ اسکو عمل کی توفیق
عطا فرمادیں تمھارے لئے بھی اور اسکے لئے بھی اسی میں احتیاط ہے (کہ اس کو
رخصت کرو) اور یہ جو بعض حضرات کا قول ہے تعلمنا العلم لغیر اللہ فابی ان یکون الا للہ کہ ہم نے تو
علم غیر خدا کے لئے پڑھا تھا مگر وہ کسی کا نہ ہوا آخرکار خدا ہی کا ہو کر رہا تو یہ ایک
خاص واقعہ ہے نادر صورت ہے ایسے واقعات سے عام حکم نہیں لگایا جاسکتا

ہیں قابل تنظیم ہی ہے۔ نیز عالم بے عمل اس وکیل سرکاری کی مانند ہے جو خود قانون کی خلاف ورزی
کرتا ہو اس خلاف ورزی کا نتیجہ بدخود دیکھے گا مگر چونکہ وہ قانون سے واقف ہے اسلئے مقدمات
میں اسکی رائے لینے سے فائدہ ہی ہوگا پس عوام کو تو ان سے پوچھکر ہی عمل کرنا چاہیئے البتہ جو عالم
غلط مسائل بتلاتا ہو اور نفسانی غرض سے جس نے جو پوچھا اسی کے موافق فتوے دیدیتا ہو اس سے
پرہیز کریں کہ وہ خائن طبیب اور جھوٹا وکیل اور پورا رہزن ہے اور عالم بے عمل اگر صحیح مسائل بیان
کرتا ہو اسکی باتوں کو سن لیا کریں اور ان پر عمل کیا کریں مگر اسکی صحبت اختیار نکریں صحبت کسی عالم باعمل
کامل متبع سنت کی اختیار کریں تاکہ آخرت کی طرف رغبت اور عمل کا شوق پیدا ہو خوب سمجھ لو۔ واللہ
یھدی من یشاء الی صراط مستقیم - ۱۲ مترجم

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ کو جب ترک تعلیم پر لوگ ملامت کرتے تو آپ
فرماتے کہ بخدا اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ فقط خدا کے لئے علم
حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکے گھروں پر جاکر خود پڑھاتے مگر انکا مقصود تو
یہ ہے کہ علم حاصل کر کے لوگوں سے بحث و مباحثہ کریں اور اس کے ذریعہ
معاش حاصل کریں (اسلئے ہم نے انکو پڑھانا چھوڑ دیا) اور فضیل ابن عیاضؒ
کا ارشاد ہے کہ اگر علم کے ساتھ نیت بھی خالص ہو تو کوئی عمل اس سے افضل
اور اسپر مقدم نہیں مگر اتو عمل کے سوا (دوسرے مقاصد کے لئے علم حاصل
کرنا چاہتے ہیں۔ ایکبار ایک عالم انکی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ
مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اسے جماعت علماء تم (چراغ) ہدایت
تھے تمھاری روشنی روئے زمین پر پھیلی تھی مگر اب خود تمھارے اوپر ہی اندھیرا
چھا گیا۔ تم ستاروں کے مانند تھے تمھارے ذریعہ سے جہل کی تاریکیوں میں
راستہ ملتا تھا مگر (اب) تم خود (راستہ بھول کر) حیرت میں پڑ گئے کسی کو دیکھو
تو حاکموں اور مالداروں کے پاس جا رہا ہے ان کے تخت اور فرش پر بیٹھکر
انکا کھانا کھاتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ یہ کہاں سے (اور کس طریقہ) سے کماتے
ہیں اسکے بعد مسجد میں آتا ہے اور بیٹھکر علم کی تعلیم دیتا اور لوگوں کو نصیحت کرتا ہے
اور کہتا ہے حدثنی فلاں عن فلاں خدا کی قسم علم حاصل کرنا ان باتوں کے لئے نہیں
ہوا کرتا۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی عالم یا عابد میں یہ بات دیکھو کہ وہ
امراء اور اغنیاء کی مجالس میں اپنے تقویٰ اور زہد و بزرگی کا تذکرہ ہونا پسند کرتا ہے
تو سمجھ جاؤ کہ وہ ریاکار ہے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جب تم طالبعلم کو ایسا دیکھو کہ جیسے
اسکے علم میں ترقی ہوتی جاتی ہے اسی قدر دنیا میں بے رغبتی اور نماز میں خشوع خضوع
بڑھتا جاتا ہے اسکو پڑھاؤ (اور ضرور تعلیم دو) اور اگر دیکھو کہ جتنا علم بڑھتا جاتا ہے
اسی قدر قیل و قال اور بحث و مباحثہ میں ترقی کرتا ہے اور دنیا کی طرف اسکی رغبت
بڑھتی ہے اسکو تعلیم مت دو۔ اور کعب الاحبار رضی اللہ عنہ جنکی وفات حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی تھی یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ اسوقت جاہل (اور کم عقل لوگ) علم حاصل کیا کرینگے اور امراء کے پاس بیٹھکر غرباء سے ایسی غیرت کیا کرینگے جیسا کہ عورتیں مردوں سے غیرت کرتی ہیں (یعنی غریبوں کے پاس بیٹھنے سے نفرت کریں گے) بس ان لوگوں کو علم سے اتنا ہی حصہ ملیگا (یعنی انکو صرف جاہ مقصود ہوگی اسلئے آخرت میں اس علم سے ان کو کچھ نہ ملیگا) اور صالح مریؒ فرمایا کرتے تھے کہ طالبعلم کے مخلص ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اسکے ہمسروں کے سامنے اسکو جاہل کہدیا جائے یا ریاکاری اور شہرت پسندی کی صفت سے بدنام کیا جائے تو (اسکا دل خوش ہو اور طبیعت میں انشراح پیدا ہو اور ریاکار ہونے کی علامت یہ ہے کہ ان باتوں سے دلتنگ ہو (اور طبیعت میں غم وغصہ پیدا ہو) اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ طالب دنیا عالم کے پاس بیٹھنے سے بچتے رہو کیونکہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے اور بغیر عمل کئے محض زبانی جمع خرچ سے علم کی تعریف کرکے تمکو فتنہ میں ڈالدیگا (کیونکہ تم اسکی باتوں سے اس دھوکے میں پڑجاؤ گے کہ عمل کی چنداں ضرورت نہیں صرف معلومات بڑھالینا ہی کافی ہے)۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ طالبعلم کو اپنے علم سے خوش ہونے کا حق حساب سے فارغ ہونے کے بعد ہوسکتا ہے کیونکہ اسوقت یہ معلوم ہوگا کہ وہ علم اسکے لئے نافع ہے یا اس پر خدا کی حجت ہے۔ باقی دنیا میں رہتے ہوئے اس سے خوش ہونا (اور ناز کرنا) ہرگز بجا نہیں اور نہ اس بات پر نظر کرنا چاہیئے کہ دنیا میں امراء و اغنیاء سے اہل علم کا کام چل رہا ہے (اور لوگ انکو ہدایا وغیرہ دیتے ہیں) کیونکہ بسا اوقات وہ علم دوزخ کی طرف وسیلہ ہوتا ہے۔ اور ابراہیم بن ادہمؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم پہلے عمل کو پکارتا ہے اگر اس نے جواب دیا (اور حاضر ہوگیا) تب تو علم رہتا ہے ورنہ رخصت ہوجاتا ہو (یعنی دل سے اسکا اثر زائل ہوجاتا ہے) میں کہتا ہوں کہ جب انسان کے دل سے علم رخصت ہوگیا تو وہ جاہل رہ گیا عالم کہاں رہا۔ نیز فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرا گذر ایک پتھر پر ہوا

جس پر لکھا تھا کہ مجھکو پلٹ کر دیکھو عبرت حاصل کر دگے میں نے اسکو پلٹا تو اسپر
یہ لکھا ہوا تھا انت بما تعلم لم تعمل + فکیف تطلب علم مالم تعلم کہ تم نے
معلوم شدہ باتوں پر تو عمل نہیں کیا پھر نئی معلومات حاصل کرنے کی کس لئے فکر ہے
یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم کو عمل کے لئے حاصل کرو اسمیں بہت لوگ غلطی کر رہے
ہیں اسی لئے انکا علم پہاڑوں کے برابر ہے اور عمل چیونٹی کے برابر۔ اور حضرت
ذوالنون مصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے پہلے لوگوں کی تو یہ حالت دیکھی تھی کہ جسقدر
کسی کا علم بڑھتا تھا اسی قدر دنیا میں کمی اور مال و متاع میں بے رغبتی ہوتی تھی
اور آجکل لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جتنی علم میں ترقی ہوتی ہے اس سے زیادہ
دنیا میں رغبت اور اہل دنیا کے ساتھ مزاحمت بڑھتی ہے۔ اور فرمایا کرتے تھے
کہ (میری سمجھ میں نہیں آتا کہ) دنیا اور لذات دنیا کی طرف مائل ہوتے ہوئے عالم
کو اپنے علم پر ایمان کیونکر رہ سکتا ہے (کیونکہ علم تو ان باتوں سے منع کرتا ہے اگر
وہ اپنے علم کو سچا سمجھتا تو اس کے خلاف کیوں کرتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے
علم کو غلط سمجھتا ہے) اور عمر بن عبد العزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ حرام مال کھانیوالے
والے علماء اور قراء مُردے ہیں کہ آگ سے پیٹ بھر رہے ہیں (اور کچھ خبر نہیں) اگر
وہ زندہ ہوتے تو ضرور اپنے پیٹ کے اندر آگ کی سوزش اور جلن محسوس کرتے
اور منصور بن معتمرؒ اپنے زمانہ کے علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ تم کو علم سے لذت اسلئے
حاصل ہوتی ہے کہ تم علم کی باتیں سنتے سناتے اور زبانی جمع خرچ سے کام لیتے ہو
اگر تم اپنے علم پر پوری طرح عمل کیا کرتے تو مزہ اور لذت کبھی نہ پاتے کیونکہ علم تو
اول سے آخر تک دنیا سے نفرت کرنے کی ترغیب دلاتا ہے (پھر اس میں لذت
کہاں) اور امام غزالیؒ فرماتے تھے کہ عالم باعمل کی پہچان یہ ہے کہ تمام امراء و اغنیاء
اسکے دشمن ہوں کوئی اسکا (دوستی کے ساتھ معتقد نہ ہو کیونکہ ان لوگوں میں خلاف شرع
باتیں بہت ہوتی ہیں اور اسلئے عالم باعمل کے اعتراضات بھی ان پر بہت ہونگے
(جسکا لازمی نتیجہ ہے کہ وہ لوگ اسکے دشمن ہو جاوینگے) اور عا[illegible]ن عبداللہ

بن قیس تابعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے علوم جو ہم نے حاصل کئے ہیں قیامت میں تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے انکو حاصل نہ کیا ہوتا (کیونکہ جب ان پر عمل نہیں تو سوائے اسکے کہ اپنے اوپر حجت الہٰی قائم ہوئی اور کیا نفع ہوا) اور علقمہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم کسی حاکم یا مالدار کے پاس جاکر اسکا کھانا کھاتا ہے تو جس قدر کھائے گا ضرور اسی قدر اسکا دین کم ہوجائیگا کیونکہ ان لوگوں کا مال مشتبہ ہوتا ہے) اور ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ طالب علم کو چاہیئے کہ علم حاصل کرنے میں خالص اللہ کے لئے نیت کرے کیونکہ جس چیز میں خدا کے لئے خالص نیت نہ کیجائے وہ مضمحل (اور نیست و نابود) ہوجاتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم کسی بڑی جگہ میں بیٹھکر درس دے رہا ہو اور اسکو معلوم ہوجائے کہ اسوقت بادشاہ یا کوئی حاکم اسکے پاس آرہا ہے تو مناسب ہے کہ تعلیم بند کردے تاکہ یہ لوگ محفل علم میں درس دیتا ہوا اسکو نہ دیکھیں (کیونکہ اکثر اوقات ایسی حالت میں جی چاہا کرتا ہے کہ اچھی طرح مسائل کی تحقیق بیان کریں تاکہ آنیوالوں کے دل میں اسکی وقعت پیدا ہو اور یہ ریار کا شعبہ ہے) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عالم کے ریاکار ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اسکو علم کیوجہ سے روپئے اور اشرفیاں ملیں تو اسکے دل میں حلاوت (اور خوشی) پیدا ہو اگر وہ مخلص ہوتا تو ایسے وقت میں اسکے دل میں انقباض (اور تنگی) پیدا ہوتی (کیونکہ جو کام اللہ تعالےٰ کے لئے خالص ہوتا ہے جب اس میں دنیا کی آمیزش ہونے لگتی ہے تو مخلص کا قلب ضرور مکدر ہوتا ہے اسلئے علمار کو چاہیئے کہ اپنے محبین و مخلصین کے سوا ہر کس و ناکس کا ہدیہ قبول نکریں کیونکہ محب مخلص تو محبت کی وجہ سے ہدیہ دیتا ہے اور عام لوگ محض عالم سمجھکر اسکی خدمت کرتے ہیں اس صورت میں ضرور دین فروشی کی صورت ہوگی) اور حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں تو علمار کو حلال سے بھی پیٹ بھرنا بُرا ہے حرام سے پیٹ بھرنا تو کیا کچھ ہوگا؟ خدا کی قسم میں تو جب کوئی لقمہ کھاتا ہوں یہ تمنا کرتا ہوں کہ میرے

پیٹ میں جاکر ہضم نہ ہو بلکہ، پکی اینٹ کی طرح ہو جائے کیونکہ ہم نے سنا ہے کہ پکی اینٹ تین سو برس تک پانی میں رہتی ہے (تو پھر مجھے آئندہ کھانے کی ضرورت ہی نہ ہو) یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی عالم دنیا کو عزیز سمجھتا ہے حق تعالیٰ اسکو آخرت دونوں میں ضرور ذلیل کر دیتے ہیں یہ بھی ارشاد فرماتے کہ علماء کا تقویٰ حرام مال اور شہوات نفس سے بچنے میں ہے کیونکہ جو گناہ عوام کے نزدیک بھی ظاہر ہیں ان سے تو یہ لوگ (بدنامی اور رسوائی کے خوف سے) اکثر بچتے ہی رہتے ہیں یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ کبھی اس علم (دین) کی حفاظت کے لئے ایسے لوگوں کو مقرر کیا کرتے ہیں جو خدا کے سوا (دنیوی اغراض کے لیے) اسکو حاصل کرتے ہیں پھر قیامت میں وہ علم ان کے لئے وبال جان ہوکر رہے گا پس (غور سے) دیکھ لو کہ تم کیا حاصل کر رہے ہو (کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ علم تمھاری جان کا وبال ہو جائے) اور بکر بن عبداللہ مزنیؒ فرماتے تھے کہ طالبعلم جس قدر اپنے سامان اور لباس میں زیادتی کرتا ہے اسی قدر حق تعالیٰ کا غصہ اس پر زیادہ ہوتا ہے اور جتنا مال زیادہ ہوتا ہے اتنی ہی خدا سے دوری ہو جاتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ریاکار عالم کی پہچان یہ ہے کہ (اول تو) لوگوں کو علم کیطرف خوب رغبت دلائے تاکہ اسکے پاس پڑھنے آئیں پھر اگر کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کے لئے کوئی اس سے مشورہ کرے تو اسکو علم کی رغبت نہ دلائے (اگر مخلص ہوتا تو ہر حال میں علم کی ترغیب دیتا خواہ کوئی اسکے پاس پڑھنے آتا یا دوسری جگہ جاتا مگر جب ساری ترغیب اسی لئے ہے کہ لوگ اسی سے علم حاصل کریں تو یہ ریاکار ہے اخلاص کی اسکو ہوا بھی نہیں لگی) اور عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے کہ عالم کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی محبت کا خطرہ بھی اسکے دل پر نہ گذرے اور اور فرمایا کرتے تھے کہ آجکل اس زمانہ میں اکثر علماء حرام اور مشتبہ مال کھانے لگے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے شکم اور فرج ہی کی خواہشوں میں ڈوبے ہوئے ہیں علم کو ایک پھندا اور جال بنا رکھا ہے جس سے دنیا کو شکار کرتے ہیں ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ایک مرتبہ
…ازارسے اس حال میں گذرے کہ آپ کے بدن پر ایک موٹا کپڑا پڑا ہوا تھا
…روہ دھلا ہوا بھی نہیں تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین! اگر
…ب ذرا باریک کپڑا پہنتے تو مناسب ہوتا آپ نے فرمایا کہ نہیں یہی ٹھیک ہے
…ں سے قلب میں خشوع زیادہ پیدا ہوتا ہے اور یہ شعار صالحین کے بھی
…دہ مشابہ ہے اور ایک مسلم کے لئے اس میں اقتدار کیا جانا عمدہ بات ہے
حضرت ابوذر رضی سے مروی ہے کہ میں انسانوں کو اس سے زیادہ پہچانتا
…ں جتنا مویشی ڈاکٹر جانوروں کی پہچان رکھتا ہے۔ چنانچہ سب سے بہتر لوگ
…ہیں جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور بدترین لوگ وہ ہیں جو دنیا سے حد کفایت
…سے زیادہ کے طالب ہوں۔

بعض حکمار کا کہنا ہے کہ سب گناہوں کی جڑ اور اصل تین چیزیں ہیں
…ند۔ حرص اور کبر۔ بہرحال کبر تو اسکی اصل تو شیطان سے چلی کہ اس نے
…رکیا اور حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا پس ملعون ہوا اور حرص تو اسکی
…ندار حضرت آدم ہی سے ہوئی کہ ان سے جنت میں کہا گیا تھا کہ یہاں کی سب
…ریں تمھارے لئے مباح ہیں کھاؤ پیو مگر اس درخت کے پاس نہ جانا
…ں مادۂ حرص ہی نے انھیں اسکے استعمال پر ابھارا (نتیجہ یہ ہوا کہ جنت سے
…ین پر اتار دیے گئے) اور حسد اسکی اصل قابیل بن آدم سے ہوئی کہ اس نے
…پنے بھائی ہابیل کو قتل کر ڈالا پس اسکی وجہ سے کافر ہوگیا اور اسکا ٹھکانا ہمیشہ
…ہمیش کے لئے دوزخ ہوگیا

روایت میں آتا ہے کہ حضرت آدم ع نے اپنے بیٹے حضرت شیث ع کو پانچ وصیتیں
…رمائیں اور ہدایت فرمائی کہ اپنی اولاد کو بھی اسکی نصیحت کرتے رہنا۔ ایک تو یہ کہ
…پنی اولاد سے کہنا کہ دنیا سے جی کبھی نہ لگانا اور اس سے اطمینان نہ حاصل کرنا اسلئے
…میں نے جنت سے جی لگایا جو باقی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہ ہوا اور مجھے

اس سے نکال ہی دیا۔ دوسرے یہ کہ اپنی عورتوں کی خواہش اور رائے پر کبھی عمل نہ کرنا اسلئے کہ میں نے اپنی بیوی حوا کی خواہش پر عمل کر کے اس شجر ممنوعہ کو کھالیا جس کے سبب مجھے بالآخر ندامت اٹھانی پڑی۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان سے کہا کہ تم جس کام کو کرنا چاہو اسکے انجام کو پہلے سوچ لو اسلئے کہ اگر میں ایسا کئے ہوتا تو مجھے وہ مصیبت نہ اٹھانی پڑتی جو میں نے اٹھائی۔ چوتھی بات یہ کہ جب کسی کام کے کرنے میں تمھارے دل میں کچھ کھٹک ہو تو اس کام سے اجتناب کرنا اسلئے کہ میں جسوقت اس شجر ممنوعہ کو کھانے جا رہا تھا تو میرے قلب میں ایک کھٹک اور رکاوٹ سی ہوئی لیکن نے اسکا کچھ خیال نہ کیا اور اسکو کھا ہی لیا۔ چنانچہ مجھے شرمندگی اٹھانی پڑی۔ پانچویں بات یہ کہ ہر کام میں اہل فہم سے مشورہ کر لیا کرو اسلئے کہ اگر میں کبھی اسکے کھانے سے پہلے فرشتوں سے مشورہ کر لئے ہوتا تو یہ دن دیکھنے میں نہ آتا اور اس مصیبت میں گرفتار نہ ہوتا۔

حضرت شقیق بلخیؒ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے چار ہزار احادیث میں سے چارسو احادیث کا انتخاب کیا پھر ان چارسو میں سے چالیس حدیثوں کا انتخاب کیا اور آخر میں ان چالیس احادیث میں سے چار احادیث کا انتخاب کیا۔ ایک یہ کہ عورتوں کے ساتھ اپنے دل کو (زیادہ) مت لگاؤ اسلئے کہ اسکا کیا ٹھیک؟ آج تمھاری ہے کل کو تمھارے غیر کسی اور کی ہو جائے۔ لہٰذا اگر تم اسکی اطاعت کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے دوسری حدیث یہ کہ اپنے قلب کو مال کے ساتھ کبھی نہ متعلق کرو کیونکہ یہ مال تو تمھارے پاس بطور عاریۃ کے ہے آج تمھارے پاس ہے کل کو اسکا کوئی اور مالک ہو جائے گا لہٰذا جو شئے غیر کے پاس جانیوالی ہے اس کے لئے اپنی جان نہ کھپاؤ اور مشقت نہ اٹھاؤ اسلئے کہ جو مال تم جمع کرو گے وہ دوسروں کے لئے ہے اور اسکا وبال تمھارے سر رہے گا۔ اور پھر یہ کہ جب تم مال سے اپنا دل لگاؤ گے اور اس سے محبت کرو گے تو اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے سے کتراؤ گے اور تمھارے دل میں فقیر اور غریب ہو جانے کا خیال گذرے گا

اور شیطان کی اطاعت کروگے۔ تیسری حدیث یہ کہ جو کام تمھیں کھٹکے اس کو چھوڑ دو یعنی ترک کر دو۔ اسلئے کہ مومن کا قلب خدائی چوکیدار کی طرح ہے شبہ کے موقع میں بے چین ہو جاتا ہے اور حرام کام سے دور بھاگتا ہے۔ ہاں حلال اور جائز کاموں کی جانب رغبت کرتا ہے اور اس سے اسکو سکون ہوتا ہے، چوتھی حدیث یہ ہے کہ تم کسی کام کو اسوقت تک نکرو جب تک کہ خود کو عند اللہ اسکی جوابدہی کے لئے مستعد نہ پاؤ۔

حضرت مجاہدؒ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح سے رہو جس طرح سے ایک مسافر کہیں عارضی قیام کرتا ہے بلکہ جس طرح سے رستہ چلتے چلتے ذرا دیر آرام کرنے کے لئے کہیں ٹھیر جاتا ہے (ظاہر ہے کہ وہ اتنی دیر قیام کے لئے کیا بندوبست کرے گا نہ خیمہ گاڑے گا نہ بستر کھولے گا بلکہ معمولی اسباب پر قناعت کرے گا۔ یعنی کھا پی کر درخت ہی کے نیچے بستر سے ٹیک لگا کر تھوڑی دیر آرام کرے گا پھر اپنا راستہ لے گا اسی طرح انسان کو دنیا میں ضروری اسباب پر قناعت کرنا چاہیئے بقول شاعر ؎

حرص ما قانع نباشد ورنہ اسباب معاش آنچہ ما در کار داریم اکثر آں درکار نیست

یعنی ہماری حرص ہی قانع نہیں ہے ورنہ دنیوی زندگی کے اسباب جس قدر ہملوگ استعمال میں رکھتے ہیں ان میں سے اکثر بلا ضرورت ہی ہوتے ہیں۔ جامی)

حضرت مجاہد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم صبح کرو تو اپنے دل میں شام کا خیال مت لاؤ اسی طرح سے جب شام کرو تو اپنے دل میں صبح کا خیال نہ لاؤ اور اپنی زندگی میں سے موت کا حصہ لیلو (یعنی جو کر سکتے ہو کر لو مرنے کے بعد کچھ نہ کر سکوگے) اسی طرح سے اپنی صحت کیحالت میں بیماری کے حصہ کا بھی عمل کر لو (ورنہ بیمار ہو کر معذور ہو جاؤگے) اسلئے کہ تمھیں نہیں معلوم کہ کل کو تم کس نام سے پکارے جاؤگے (لوگ مریض و بیمار کہیں گے

یا مرحوم و مغفور کہکر نام لیں گے)

حضرت ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی آرزوئیں کم ہوئیں تو اللہ تعالیٰ اسکو چار کرامات سے نوازے گا۔ ایک یہ کہ اسکو اپنی طاعت کی اور زیادہ قوت بخشیگا اسلئے کہ بندہ جب یہ سمجھ لے گا کہ اسکو عنقریب دنیا سے چلا جانا ہے تو آئندہ پیش آنیوالی تکالیف کی کچھ فکر نہ ہوگی بس وہ طاعات کی کثرت میں لگا رہے گا لہٰذا اسکا عمل زیادہ ہوجائے گا۔ دوسرے یہ کہ اسکی افکار کم ہوجائے گی اسلئے کہ جب وہ یہ جان لیگا کہ اسکو جلد ہی دنیا کو خیرباد کہنا ہے تو پھر رنج و غم کی کوئی فکر نہ رہ جائیگی (سمجھ لیگا جو کچھ حال ہوگا اچھا یا برا فانی ہے یعنی گذر جانے والا ہے تیسری کرامت یہ ملے گی کہ اللہ تعالیٰ اسکو کم چیز پر بھی رضا نصیب فرمائیں گے کیونکہ جب وہ سمجھے گا کہ عنقریب ہی دنیا سے جانا ہے تو کثیر (مال وغیرہ) کے چکر میں نہ پڑے گا بس فکر آخرت ہی میں مشغول رہے گا۔ چوتھی کرامت یہ ہے کہ اسکے قلب میں نور پیدا ہوجائے گا اور وہ منور ہوجائے گا اسلئے کہ نور قلب چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک بھوکے پیٹ سے۔ دوسرے کسی صالح اور دیندار کی صحبت سے (یا خود انسان کی صلاح و نیکی سے) تیسرے قدیمی گناہوں کو یاد رکھنے اور اب آئندہ ان سے بچنے سے۔ چوتھے امیدوں اور آرزوں کے کم کرنے سے اسلئے کہ جس کی آرزوئیں لمبی ہونگی (شیخ چلی کی طرح کہ یوں کرونگا پھر یوں کرونگا) تو اسکو اللہ تعالیٰ چار طرح کے عقاب میں مبتلا فرمائیگے۔ ایک تو یہ طاعات میں اسکو سست اور کسل مند فرمادیں گے دوسرے یہ کہ دنیا میں اسکے ہم و غم اور افکار کو زیادہ کردینگے۔ تیسرے یہ کہ مال کے جمع کرنے پر اسکو حریص کردینگے۔ چوتھے یہ کہ اسکے قلب میں قساوت پیدا کردینگے۔ کیونکہ کہا گیا ہے کہ قسوت قلب چار چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک تو بھرے ہوئے پیٹ سے۔ دوسرے بری صحبت سے۔ تیسرے یہ کہ اپنے گذشتہ معاصی کو انسان بھول جائے اور چوتھے طول امل سے یعنی لمبے لمبے خیالات اور دور دراز کا اسکیمو

ے. پس مسلمان کو چاہیئے کہ طول امل سے بچے اور اپنی آرزوؤں کو کم کرے۔ اسلئے
ہ نہیں جانتا کہ کونسی سانس اسکی آخری سانس ہوگی اور کون سا قدم اس کا
ی قدم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کس زمین پر
کو مرنا ہے۔ بعض مفسرین نے بای ارض کا ترجمہ بای قدم کیا ہے یعنی کوئی
ں جانتا کہ کس قدم پر اسکو موت آئیگی۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد فرماتے ہیں
آپ کو بھی اس دنیا سے جانا ہے اور ان سب لوگوں کو بھی ایک دن مرنا ہے
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب لوگوں کی موت آجائیگی تو پھر اس سے نہ آگے ہوگی
پیچھے لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اسلئے کہ مومن کیلئے
خصال سے استغنا نہیں یعنی اسکے اندر ان چھ امور کو ہونا ہی چاہیئے۔ ایک تو
سکو علم دین ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اسکو آخرت کیجانب رہنمائی کرے۔ دوسرے
سکے لئے رفیق اور دوست کا ہونا ضروری ہے جو اسکو اللہ تعالیٰ کی طاعت کیلئے
معین بنے نیز اسکو اللہ تعالیٰ کی معصیت سے روکے۔ تیسرے یہ کہ اسکو اپنے دشمن
ں پہچان ہو کہ اس سے اجتناب کرسکے۔ چوتھے یہ اسکے اندر عبرت لینے کا مادہ ہو
اکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے اور رات دن کے تغیر و تبدل سے عبرت حاصل
رے (سہ انقلابات جہاں واعظ حق ہیں سن لو + ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم)۔
پانچویں یہ کہ مخلوق خدا کے ساتھ انصاف اور عدل سے پیش آئے تاکہ کل بروز قیامت
یہ لوگ اس سے کچھ مطالبہ نہ کرسکیں۔ چھٹے یہ کہ موت کے آنے سے پہلے موت کی
تیاری کرلے تاکہ بروز قیامت فضیحت نہ اٹھانی پڑے۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکدن
صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم سب لوگ جنت میں جانا چاہتے ہو؟ سب نے
عرض کیا کہ بیشک۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جنت میں داخل فرمادے۔ آپؐ نے ارشاد
فرمایا کہ اپنی آرزوؤں کو کم کرو اور اللہ تعالیٰ سے ایسا شرماؤ جیسا کہ اس سے شرمانے
کا حق ہے۔ سب حضرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سب لوگ الحمدللہ اللہ تعالیٰ

سے حیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ حیا ریہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا راس
تام ہے کہ تمھیں قبر میں جانا اور وہاں ہڈیوں کا بوسیدہ ہونا یاد رہے۔ اور اپنا
پیٹ اور کس چیز سے اسکو بھر رہے ہو اسکو یاد رکھو اور اسکی حفاظت کرو۔ ا
اپنے سر اور سر جن چیزوں پر مشتمل ہے ان سب کی کلی حفاظت کرو (مثلا
سر میں برے خیالات مت لاؤ اور اس کے جو متعلقات ہیں آنکھ۔ کان۔ زب
وغیرہ ان سب کی حفاظت کرو) اور سن لو کہ جو شخص آخرت کی درستگی کا ارا
کرتا ہے تو وہ دنیا کی زینت کے درپے نہیں ہوا کرتا۔ جب انسان ان سب
باتوں پر عمل کرے تب سمجھا جائے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واقعی ویسا ہی شر
ہے جیسا کہ اس سے شرمانے کا حق ہے اور پھر ان امور کی وجہ سے وہ اللہ تعا
کی ولایت حاصل کرے گا یعنی خدا کا ولی اور دوست ہو جائے گا۔

حضرت حمید الطویل حضرت عجلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورہ الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر پڑ
(یعنی آخرت سے بیفکر کر دیا ہے تم کو مال و اولاد کی کثرت نے یہاں تک
تم نے قبرستان جا کر مردوں کو بھی شمار کرنا شروع کر دیا اسکے بعد آپؐ نے ار
فرمایا کہ انسان کہتا ہے کہ میرا مال۔ میرا مال۔ ارے تمھارا مال وہی اتنا ہے جو
کھا کر ختم کر دیا اور پہنکر بوسیدہ کر دیا اور پھاڑ ڈالا۔ اور ہاں اگر کچھ صدقہ کیا بس وہی
باقی رہا (مطلب یہ کہ ان کاموں میں تو تھوڑا ہی مال صرف ہوتا ہے زیادہ
انسان چھوڑ ہی جاتا ہے جو دوسروں کو مل جاتا ہے لہٰذا سب کو میرا مال، میرا
کہنا ہی کب روا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)۔

نصیحۃ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ تورات میں پانچ کلمات میں پانچ
لکھی تھیں (۱) استغنار قناعت میں ہے (۲) سلامتی تنہائی میں ہے (۳) حقیقی
آزادی نفس کی شہوات کے ترک کرنے میں ہے (۴) محبت اپنی خواہ
رغبت کے ترک کرنے میں ہے (۵) زیادہ دنوں کی راحت طویلہ چند ا

پر صبر کر لینے میں ہے۔
حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ!
اگر روز قیامت مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے بس اسی قدر اکتفا کرو
سفر کرنے والے کا توشہ اور سامان ہوتا ہے۔ اور اپنے کو امیروں اور
ان کی صحبت سے بچاؤ اور کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کر چھوڑ نہ دو جب تک کہ
اس پیوند لگا کر پہننا ممکن ہو (پیوند لگا کر اسکو پہنو)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے یہ دعا فرمائی
کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے تو بس اسکو بقدر کفایت روزی عطا فرما۔
تاکہ دوسروں سے سوال کرنے سے بچ جائے اور جو شخص مجھ سے بغض
رکھے یا اللہ تو اسکے مال و اولاد میں اسکو خوب ترقی دے (تاکہ مال کی زیادتی
آخرت کی فکر سے روک دے اور اولاد کی کثرت اسکے لئے سبب فتنہ ہو جائے
اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی کا مال و اسباب میں خوب پھلنا پھولنا ایک
قابل اقدام بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسمیں دنیا داری کا مادہ ہو اور صحیح تحقیق
اس سے وہ دور ہو جسکی وجہ سے اللہ و رسول کے نزدیک وہ غیر مقبول ہو اور
دوسروں کی بہتات اسکے حق میں عذاب اور وبال ہو۔ (اللھم انی اعوذ بک
من مال یکون علیّ عذابًا و اعوذ بک من ولدٍ یکون علیّ وبالاً۔
حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ دنیا میں رغبت کرنا ہم و غم کی زیادتی کا سبب بنتا ہے اور دنیا سے زہد
اور بے رغبتی اور قلب و بدن کے لئے سامان راحت و سکون ہوتا ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مجھے تم پر فقر سے کچھ اندیشہ نہیں ہے ہاں غنا اور امیری سے البتہ
اندیشہ کرتا ہوں کہ تم پر دنیا کی کثرت ہو جائے جیسی کہ اگلے لوگوں پر ہوئی تھی
اور اسکی وجہ سے تمہارے قلوب بھی قاسی اور سخت ہو جائیں جیسا کہ ان لوگوں
کے قلوب سخت ہو گئے تھے پس تم بھی اپنی کثرت دنیا پر فخر کرو بڑائی جتلاؤ

جیسا کہ ان لوگوں نے کیا تھا اور انجام یہ ہو کہ یہ حالت تمہاری ہلاکت کا سبب بن جائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں کو اسی چیز نے ہلاک کیا تھا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی صلاح و درستگی زہد (و قناعت) کے ذریعہ ہوگی اور یقین کے ذریعہ ہوگی۔ اور اس امت کے آخری لوگوں کی ہلاکت بخل اور طول امل کے ذریعہ ہوگی۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صادق و مصدوق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس آخری ارشاد میں اور اسکے پہلے والی روایت میں جو ارشاد فرمایا تھا وہ لفظ بلفظ صادق آیا چنانچہ آج ہم اپنے زمانہ میں بکا برائی العین مشاہدہ کر رہے ہیں کہ فقر و غربت سے مسلمان کو اتنا نقصان نہیں پہونچا جتنا کہ مال کی کثرت اور خوش عیشی کی زندگی سے پہونچ رہا ہے۔ بقول قائل ؎

سکھ میں ہوتا ہے حافظ بیکار دکھ میں اللہ یاد آتا ہے

آج ہماری زیادہ تر دین سے غفلت کا سبب یہی دنیاوی وسعت بن رہی ہے چنانچہ جہاں مسلمان غریب و نادار ہیں وہاں انکی دینی حالت اچھی ہے اور جہاں انکے پاس مال و زر کی بہتات ہے وہاں عیش و عشرت بھی ان کے لئے لازم حال ہوگئی ہے، رہا یہ کہ علماء نے جو یہ فرمایا ہے کہ مال کو بڑھاؤ اور اسکی اصلاح کرو اور کچھ پس انداز بھی کر رکھو کیونکہ اگر کسی کے پاس مال نہ ہوگا تو وہ سب سے پہلے اپنے دین ہی پر ہاتھ صاف کریگا تو اس سے انکا مقصود صرف لوگوں کو ذلت سے بچانا تھا نہ یہ کہ لوگوں کو عیش و عشرت میں مبتلا کرنے کی ترغیب دینا۔ واللہ اعلم۔

عجب نہیں کہ اسی لئے مصنفؒ نے اس باب کے بعد اگلا باب فقر کی فضیلت کا بیان فرمایا تاکہ امت کی اکثریت کے قلب میں کچھ مرہم کا کام کر جائے کیونکہ آج بھی زمانہ میں اکثریت غرباء ہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر ایمان و ایقان پختہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عزیزم اولاً توجہ غور سنو کہ مقصود جملہ اشغالات و مطلب منتہی[۵] جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا۔ نسبت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی حضور تھا نہ وہاں نور تھا نہ وہاں اضمحلال اشیا کسی نور میں تھا نہ وجود کی تحقیق نہ شہود کی تدقیق نہ فرق دونوں حال میں نہ کرامت نہ انکشاف نہ اپنا ارتباط تجلیٔ اعظم کے ساتھ کسی کو ظلی یا عینی واضح ہوا نہ مراتب اکوان کو ادرا کیا، محض عبادت تھی عبادت یا غیریت خود و فرق عابد و معبود تنزیہ تمام کی حالت میں کرتے تھے۔ ہاں حُب اللہ تعالیٰ کا غلبہ تھا کہ جان و مال کو اسکی جنب میں کچھ اصل نہ جانتے تھے ہزار جان و ساری دنیا کے عوض رضا نایب الٰہی کو مقدم پہچانتے تھے اور اس حالت کے عطیہ کو کونین سے بہتر سمجھتے تھے طمع جنت الٰہی و خوف نار غضب انکا شعار تھا پس یہ نسبت یاد داشت و احسان تھی کہ شمہ اسکا میرے سیدا زلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندۂ ناساز کرکے

---

۵ (قولہ : مقصد جملہ اشغالات و مطلب منتہی جملہ مراقبات کا وہ حضورِ قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا الخ)

معلوم ہوتا ہے کہ اس عریضہ میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے حضرت گنگوہیؒ سے اپنا باطنی حال بیان کیا تھا کہ حضور قلب بے کیف ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اور دوسروں کے حالات کو سن کر کہ ایک نور نظر آیا اور یہ انکشاف ہوا وہ انکشاف ہوا' مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو بھی ان حالات کا اشتیاق ہوا کہ کاش میرے اندر بھی ہوتے۔ حضرت گنگوہیؒ جواب میں مولانا کے حال کی تحسین فرماتے ہیں اور یہ کہ یہی حضور بے کیف حضرات صحابۂ کرام کی نسبت تھی نہ وہاں کوئی نور تھا نہ شہود نہ کرامت نہ انکشاف بس طمع جنت الٰہی و خوف نار غضب انکا شعار تھا اور یہی ان حضرات کی نسبت یاد داشت و احسان تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا ایک حصہ میرے سید ازلی خلیل احمد کو نصیب فرمائی ہے اور اسپر ہزار فخر و ناز کرکے بندہ اپنا وسیلہ بنائے مطمئن بیٹھا ہے۔

نا وسیلہ قرار دیئے مطمئن بیٹھا ہے ۔ اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا مگر نادان
پنے دوستوں کا بنا اگر سواقی کو ماء نہر سے حظ نہو کہ مبدء حوض ہے اور منتہی مزرعہ
تاہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے گو معتد بہا نہو پھر باوصف اس کیفیت مبارکہ
لے اور حصول نسبت اصحاب کرامؓ کے وہی طلب کا بقا اور انوار اضمحلال
خواہش ہل من مزید میں داخل ہے اعلیٰ حالات والے اسفل کے بھی متمنی رہتے
ں ۔ موسیٰ علیہ السلام باوصف علم معاملہ کے کہ عمدہ علوم واعلیٰ اصطفار سے
م مکاشفہ کے طالب ہوکر خضر علیہ السلام کی تلاش کو نکلے اور اہل اتحاد کے
ا برمسک پر انبیا رغبطہ فرمائیں گے باآنکہ ہزارہا درجہ اعلیٰ ان سے انبیاء ہوویں گے

(قولہ : اعلیٰ حالات والے اسفل کے بھی متمنی رہتے ہیں الخ)

اس ارشاد میں اشارہ فرمایا کہ آپ تو ماشاء اللہ اعلیٰ حال سے متصف ہیں باوجود اسکے
انکو نور اور انکشاف وغیرہ کا اشتیاق ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ایسا ہوتا ہے
علیٰ حال والے اسفل کے متمنی ہوتے ہیں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو کہ باوجود اسکے
آپ علم معاملہ کے ساتھ متصف تھے جو کہ عمدہ علوم اور اعلیٰ درجہ کا اصطفا تھا لیکن پھر بھی آپ
مکاشفہ کے طالب بنکر حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں نکلے ۔ پس مولوی صدیق احمد کا
ل بھی وہی یادداشت ہے اور نور، انکشاف سب امور زائد ہیں جن کی انتہا پھر وہی یادداشت
ہے تو پھر اس پر غبطہ اور رشک کرنا سوا اسکے کہ کل جدید لذیذ کے اور کیا ہے بہرحال آپ اپنی نسبت
انکی نسبت سے کم نہ جانیں جب وہ ترقی کریں گے تو حالات زائدہ کم ہوتے ہوتے آپ ہی
کے مقام پر آکر ٹھہریں گے ۔

دوسری بات یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع کو مختلف طور کا بنایا ہے لہٰذا ایک شخص کیلئے
راہ تجویز ہو دوسرے کو اس میں کیا غبطہ اسی طرح دوسرے کے لئے جو راہ مقرر فرمائی آپکو اس میں
طعبث ہے اللہ تعالیٰ تک پہونچنا اصل ہے اور اسکے طرق بعدد خلق ہوئے ہیں

پس حاصل یہ کہ مولوی صدیق احمد کا اصل حال تو وہی یادداشت ہے مگر ریزانی انوار زائدہ واضمحلال اشیاء کا انکشاف خواہ کشفاً خواہ وجداناً مزید ہے جس کا نہایت پھر وہی یادداشت ہے تو پھر اس پر اس قدر غبطہ بجز اسکے کیا تصور ہو کہ جدید لذیذ اور ادنیٰ کا حصول بھی غیرت کا مقتضی ہے۔ بہر حال اپنی اس نسبت کو آپ کم انکی نسبت سے کسی وجہ تصور نہ فرمائیں جسقدر وہ ترقی کریں گے وہ سب حالات کم ہوتے ہوتے آپ کے مقام میں نہایت وقرار پاویں گے۔
ثانیاً یہ کہ ہر طبیع کو خلاق ازل نے دوسری طرح کا بنایا ہے بعض طبائع میں تجلی انوار واسرار رکھے ہیں بعض میں استتار، پہلا دوسری کیفیت سے ناواقف ہے اور دوسرا پہلے حالات سے محجوب ہے اور کمال کلی وہ ہی حضور ہے جسکا ثمرہ ایثار حب اللہ تعالیٰ علی جملہ اغیار ہے اور بس، پس انکی راہ دیگر ہے اور آپکی سبیل دیگر اور بارگاہ واحد ہے۔ پھر آپکی پوری تسلی کرتا ہوں کہ مولوی صدیق احمد جو کچھ یہ انکشافات ہیں ان کے ہی ہیں نہ اس مدبر کی طرف سے، سوا راہ بتانے کے اسکا کام کچھ نہیں ان انوار و واردات سے خود بھی عاطل رہا ہے مدۃ العمر میں اس قسم

ے (قولہ پھر آپکی پوری تسلی کرتا ہوں الخ)
چونکہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی خاطر حضرت گنگوہیؒ کو عزیز تھی اسلئے اوپر بیان کی ہوئی دو وجہوں کے بعد فرمایا کہ آپکی پوری تسلی کیلئے کہتا ہوں کہ مولوی صدیق کو جو کچھ انکشافات حاصل ہیں وہ انکے ہی قلبی حالات ہیں باقی میں نے انھیں کوئی ایسی شے نہیں بتائی نہ دی جو آپ سے مخفی رکھی ہو راہ مولیٰ انکو بھی بتایا اور آپ کو بھی بتایا اب یہ اپنی اپنی استعداد کا فرق ہے ورنہ تو احقر خود بھی ان انوار و واردات سے عاری رہا بس نسبت حضور کا کچھ حصہ مقدر حاصل ہوا جس کے برابر ان ہزارہا انوار کو کچھ نہیں جانتا تو جب میں خود ان سے غافل عاری رہا تو تمکو کس طرح اس سے آگاہ کرتا۔ ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ آپکی نسبت کو جس قدر اس عاجز سے مناسبت ہے مولوی صدیق احمد سے اسقدر مناسبت نہیں۔ بس یہ سمجھو کہ

کو مشاہدہ نہیں کیا ہاں نسبت حضور کا قدر نصیب مقدر حصہ ملا ہے جس کا اسم بلہ
ان ہزارہا انوار کو کچھ نہیں جانتا ہوں تو جب خود ان سے غافل ہوں تمکو کہاں سے
آگاہ کروں ہاں اسقدر ہے کہ آپکی نسبت کو جس قدر اس عاجز سے مناسبت
ہے مولوی صدیق احمد سے اسقدر مناسبت نہیں وہ حالات اپنے اختیار سے
خارج ہیں نہ افسوس سے ہاتھ آویں نہ مجاہدہ سے حاصل ہوویں۔ ہاں زیادہ تر
مشغولی کرنا ضرور ہے تا وہ ہی حضور ترقی پر آجاوے اور میرے واسطے بھی دعا
و توجہ فرماویں کہ بسبب مناسبت ساتھ ہی ہوں اور دوستوں کی ترقی کا طالب ہوں
المرء مع من احب جب اسفل سے اعلیٰ کیطرف مرعی ہے اعلیٰ سے اسفل میں بھی
ملحوظ ہے زیادہ بجز دعا ترقی کے کیا لکھوں۔ می سوزمی دوزمی پیچ و می خروشش۔
واللہ یھد ینا و ایاکم۔ والسلام۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ پنجشنبہ۔

ف۔ یہ سب حالات غیر اختیاریہ ہیں نہ افسوس سے ہاتھ آویں نہ مجاہدہ سے حاصل ہوں۔
آخر میں فرمایا کہ میرے واسطے بھی دعا اور توجہ فرماویں کہ بوجہ مناسبت ساتھ ہی رہوں
اور دوستوں کی ترقی کا طالب ہوں۔ المرء مع من احب حدیث میں وارد ہے
کہ انسان اسکے ساتھ رہیگا جس سے اسکو محبت ہو یہ امر جانبین سے ہے یعنی جس طرح
نیچے درجہ والا کسی اونچے درجہ والے سے محبت کرکے اسکے ساتھ ہوگا اسی طرح اگر
کسی بظاہر بڑے درجہ والے کو اپنے احباب سے محبت ہوگی تو انشاء اللہ حشر میں
بھی انکا ساتھ ہی رہیگا۔ اور یہ جو فرمایا کہ آپکی نسبت کو جسقدر اس عاجز سے
مناسبت ہے مولوی صدیق احمد سے اسقدر مناسبت نہیں یہ جملہ بھی حضرت
اقدس گنگوہیؒ نے مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو اس توقع پر لکھا کہ انکی تسلی ہو جائے
اور عُجب سے اطمینان تھا نیز دوسری جانب سے بھی برا ماننے کا اندیشہ نہ تھا یہ سب ان مریدین رشید
کے خلوص کا غماز ہے باقی اس زمانہ میں اب ایسے نفوس کہاں بگمان غالب ہے کہ جنکی تعریف ہو اسکو
عُجب ہو جائے اور جنکو کم کہا جائے اسکو غبطہ کیا معنی حسد کا اندیشہ ہے۔

(بنام مولانا الحاج المولوی سید کوثر علی صاحب مہاجر مکی دام فضلہ)

(۵۱) حامداً و مصلیاً - از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ - عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہ - بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے اور شکر حق تعالیٰ کا ادا کرتا ہے بعد انتقال والدۂ حافظ مسعود احمد کے انداز طبیعت کا کچھ بدل گیا ہے نہ بظاہر الم صدمہ معلوم ہوتا ہے اور نہ کچھ تندرستی کے آثار ہیں۔ ایک حیرانی سی ہے اور پھر تقدیر پر حوالہ کر کے صبر کرتا ہے اپنے تو خشات تو موجب پریشانی تھے اپنے دوستوں عزیزوں کے تردداتسے بھی رنج ہوتا ہے۔ یہ دنیا سخت دار اکدار ہے کہ ہرگز رہائی اس سے نہیں ہوتی بجز اسکے کہ سب امور کو ترک کر کے علٰحدہ ہو جاوے۔ میرے دوستوں کو جس کو چاہو سلام مسنون کہدیں اور سید حسن اور اسکی والدہ کو بھی تحیات اسلامی پہونچا دیویں۔ حافظ احمد صاحب بھی احمد آباد گئے ہیں ان سے ملنا اور ان کے خط میں اپنا حال لکھنا وہ وہاں پہونچکر ضرور اپنا حال لکھیں گے۔ فقط حافظ مسعود احمد کا بھی سلام پہونچے فقط۔ والسلام - مقدمہ مسجد جامع گنگوہ جو الہ آباد میں دائر تھا فیصلہ ہو گیا اہل اسلام کو فیصلہ ملا اسکی خبر اگر کوئی پوچھے تو کہدیویں کہ موجب نصرۃ اسلام اور فرحت مسلمین کا ہے - فقط والسلام - مورخہ ۲۷ رجب -

(۵۲) از بندہ رشید احمد عفی عنہ - مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا بندہ کو اعمال وغیرہ میں کچھ دخل نہیں

ف (قولہ : حافظ احمد صاحب بھی حیدر آباد گئے ہیں ان سے ملنا الخ)
حافظ احمد صاحب سے مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے صاحبزادے یعنی حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کے والد محترم ہیں جو حیدر آباد تشریف لے گئے تھے۔

مگر آپ کے کہنے سے لکھتا ہوں کہ ایک جدے پرچہ پر اسم لکھا ہوا ملفوف ہے اسکو چینی کی رکابی پر لکھو اور پانی یا کسی عرق گلاب یا کیوڑہ میں دھوکر ہر روز پلاؤ اور اس اسم کے ساتھ سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ کے بھی لکھا کرو اور ایک تعویذ ہے اسکو انکے بازو پر باندھ دینا حق تعالیٰ فضل فرما دے یہ تو کرو گے ہی مگر ایک نسخہ بھی لکھتا ہوں اسکا بھی استعمال کریں۔ فقط۔ حافظ احمد حسین صاحب کا خط پھر کوئی نہیں اور باقی سب حالات بدستور ہیں کوئی لکھنے کے قابل نہیں ہے مگر مولوی خلیل اور مولوی محمود حسن کو مولوی منور علی میرٹھ لے گئے اور مولوی عبدالسمیع کو ملا دیا۔ پرسوں مولوی عبدالسمیع گنگوہ آئے تھے مجھ سے ملے مگر کوئی عذر معذرۃ نہیں کیا مصافحہ، سلام، بات ہوئی جیسے پہلے ہوتی تھی۔ مجھ سے تو ملے مگر نہ معلوم رامپور میں حکیم صاحب سے

ے ۔ قولہ : مگر مولوی خلیل اور مولوی محمود حسن کو مولوی منور علی میرٹھ لے گئے اور مولوی عبدالسمیع کو ملا دیا

مولوی خلیل سے مراد حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ہیں اور محمود حسن سے مراد حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ ہیں یہ دونوں حضرات چونکہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خلفاء میں سے تھے اور مولوی عبدالسمیع صاحب کا تعلق حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے تھا گویا مولوی عبدالسمیع صاحب ان دونوں حضرات کے شیخ کے پیر بھائی تھے اور گذشتہ صفحات سے علم ہو چکا ہے کہ مولوی عبدالسمیع صاحب حضرت حاجی صاحبؒ کے مرید ضرور تھے لیکن بعض فروعی مسائل میں خود حضرت حاجی صاحبؒ کے لوگ بھی دو مکتب خیال میں بٹ گئے تھے حضرت مولانا گنگوہیؒ اور علمائے دیوبند کے نزدیک مروجہ طریقہ میلاد و قیام اور رائج الوقت طریق فاتحہ بدعت تھی اور مولوی عبدالسمیع صاحب اور تمام اہل بدعت اسکے جواز او استحباب کے قائل تھے اسلئے باہم ان پیر بھائیوں میں بھی اختلاف تھا۔ چنانچہ یہی وہ اختلاف تھا جس کی جانب حضرت گنگوہیؒ نے حکیم مولانا سید فخر الدین احمد صاحب جعفریؒ کو اشارہ فرمایا تھا جب انھوں نے اپنے شیخ حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کے وصال کے بعد حضرت گنگوہیؒ کی جانب رجوع ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی تو حضرت گنگوہیؒ نے ازروئے دیانت

لے یا نہیں ۔ خود بندہ نے اس امر کو ذکر نہیں کیا نہ انھوں نے کچھ کہا چونکہ وہ میرے
ں قدر ایک گھڑی کے بیٹھے پھر وہ جہاں پہلے اپنے رشتہ داروں میں آئے اور
ٹھیرے تھے وہیں رہے زیادہ نوبت کلام نہیں آئی ۔ مولوی عبداللہ قصد حج
کرتے ہیں آج ۲۲ سہ شنبہ مجھ سے آکر رخصت ہو گئے ۔ یکم دوم شعبان تک

ان حالات لکھدیا کہ چونکہ مجھ میں اور آپ کے پیر یعنی مولانا محمد حسین صاحب الٰہ آبادیؒ میں بعض شرعی
مسائل میں اختلاف تھا اسلئے ہو سکتا ہے کہ آپکا مجھ سے تعلق کرنا اور میرے طریقہ کو اپنے سابق پیر کے
طریقہ سے مختلف پاکر قلب کو تردد یا تکدر ہو اسلئے مناسب نہیں سمجھتا لہٰذا کسی اور سے رجوع کیجئے ۔ تو
اس سے حضرت گنگوہیؒ کی مراد یہی فروعی اختلافات تھے جو باہم حضرت حاجی صاحبؒ کے خلفاء میں بھی
رہے تھے لیکن باوجود اسکے یہ حضرات ایک دوسرے کی تکفیر نہ کرتے تھے بلکہ باہم میل و ملاقات
بھی جاری تھی اور مسلک کا اختلاف بھی تھا اسی کے پیش نظر مولوی منور علی صاحبؒ نے حضرت
مولانا خلیل احمد صاحبؒ (مصنف براہین قاطعہ) اور حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہندؒ
کو مولوی عبدالسمیع صاحب (مصنف انوار ساطعہ) سے ملایا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اوپر ذکر کئے ہوئے واقعہ میں مولوی سید فخر الدین احمد جعفریؒ
نے حضرت گنگوہیؒ کو جو جواب لکھا اس میں چونکہ صدق طلب اور اخلاص کی خوشبو سونگھی
جا سکتی ہے اسلئے اسکا بھی بیان مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ حکیم صاحب مرحومؒ نے حضرت
گنگوہی کو لکھا کہ میرے سابق شیخ مولانا الہ آبادیؒ اور آپ کے درمیان جو اختلافات تھے وہ
مجھے معلوم ہیں اور وہ اختلافات تو صرف فروعی اختلافات تھے اور میں آپ سے اللہ تعالیٰ
کا اصلی راستہ دریافت کرنے کے لئے تعلق چاہتا ہوں اور ظاہر ہے کہ اس میں آپ کا
اور انکا کوئی اختلاف نہیں تھا اسلئے مجھے اس اختلاف کی جانب سے کوئی خلش نہیں ہے
چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے اس پر جواب تحریر فرمایا کہ جزاک اللہ آپ کے جواب سے خوش ہوا
جب چاہیئے آجائیے ___ لیکن ابھی حکیم صاحب جانے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ
حضرت گنگوہیؒ کا وصال ہو گیا ۔ بالآخر پھر حکیم صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے ایک

تصدروانگی مع المجانہ رکھتے ہیں حکیم احمد سعید نے مجھکو لکھا کہ مولوی مشتاق حسین صاحب
یہ جواب دیا کہ تقرر منصب میرے اختیار میں نہیں معذور ہوں۔ بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ
فرماوے۔ تمکو سب کا سلام پہونچے میرے کسی لائق ہے جو ہو خیریت اور سلام مسنون کہدیویں اگر

دوسرے خلیفہ حضرت بخاریؒ صاحب سے رجوع فرمایا۔ (ان بخاری صاحبؒ کا مزار آگرہ میں ہے)

نیز راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے خلاف جو محاذ اہل بدعت نے بنایا تھا وہ ایک تو یہ تھا کہ مولوی عبداللہ نے حضرت حاجی صاحب کے کان بھرے کچھ باتیں خلاف بیان کرکے دوسری بات یہ ہوئی کہ اسی دور میں مولوی عبدالسمیع صاحب نے حضرت مولانا گنگوہیؒ وغیرہ کے ایک فتوے کے رد میں (جس میں مروجہ میلاد اور فاتحہ کو بدعت قرار دیا گیا تھا) ایک کتاب انوار ساطعہ لکھی اسکے جواب میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے ایما سے مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے براہین قاطعہ تصنیف فرمائی اسکا جواب مولوی عبدالسمیع صاحب نے یوں دیا کہ انوار ساطعہ کے دوسرے ایڈیشن میں اضافہ کردیا اور براہین قاطعہ کا رد کیا اور اس پر حضرت حاجی صاحبؒ کی تائید وتقریظ لکھوالی۔ یہ دوسرا فتنہ تھا۔

راقم سے مضمون میں غلط ہوگیا کہ علماء دیوبند کی تکفیر کے فتنے کو مولوی عبدالسمیع صاحب کی جانب منسوب کردیا ایسا نہیں تھا۔ بلکہ انھوں نے صرف میلاد و فاتحہ اور بعض رسوم کی حمایت کی اور علماء دیوبند نے انکو بدعت قرار دیا۔ چنانچہ یہ فتنہ بھی کچھ کم نہ تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی نے آگے مکتوب ۵۴ میں جو خط مولوی کوثر علی صاحبؒ کو لکھا ہے اسمیں اسکا ذکر فرمایا ہے تاہم ابھی تک معاملہ باہم تکفیر کا شروع نہوا تھا اور نہ علماء حرمین سے فتویٰ لیا گیا تھا۔

یہ فتنہ حضرت حاجی صاحبؒ بلکہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے وصال کے بعد مولوی احمد رضا خانصاحب بریلوی کی جانب سے اٹھایا گیا اور "حسام الحرمین" کے نام سے کتاب شایع کی گئی۔ یہ اسکے جواب میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ نے "الشہاب الثاقب" لکھی۔ حاصل یہ کہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے بعض بدعات کے شیوع میں تو ضرور حصہ لیا مگر تکفیری فتوے سے انکا کوئی تعلق نہیں تھا انکی جانب انتساب غلط ہوگیا۔ واللہ غفور رحیم۔ اسطرف توجہ ایک محترم عالم صاحب نے دلائی، اللہ تعالیٰ انکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ راقم جامی

اعتذار: کاتب صاحب سلمہ کی بیماری کیوجہ سے اس ماہ رسالہ ۳۲ صفحات کا جارہا ہے انشاءاللہ اسکی تلافی آئندہ کردی جائیگی — والعذر عند کرام الناس مقبول — (ادارہ)

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۱۱ نومبر ۱۹۸۵ء جلد ۴

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار

حامل مضامین تصوف واحسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ دو روپے بتیس پیسے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۶ھ مطابق نومبر ۱۹۸۵ء جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

معزز ناظرین! رسالہ ہذا آپکی خدمت میں دیر سویر پہونچ ہی رہا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ آپ حضرات کے خلوص کا ثمرہ ہے جو یہ آجتک جاری ہے اللہ تعالیٰ اسکے فیض کو عرصۂ دراز تک جاری و ساری رکھے ۔ درمیان میں اگرچہ اس پر کئی دور سخت گذرے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ حضرات کے تعاون سے وقت آیا اور چلا گیا ۔ ان دنوں پھر حالات ایسے پیش آرہے ہیں جو ہمت شکن ضرور ہیں تاہم حق تعالیٰ کی اعانت اور آپ حضرات کی طلب سے توقع ہے کہ وہ بھی گذر جائیں گے ۔

امسال رسالہ خسارہ کے ساتھ چل رہا ہے ۔ چونکہ اس کے عام خریداران طلبہ ، علماء اور غریب طبقہ ہے اسلئے زرتعاون میں اضافہ کی ہمت نہ پڑتی تھی لیکن اب جبکہ پانی سر سے اونچا ہوتا جارہا ہے اعلان کرنا ناگزیر ہوگیا کہ آپ حضرات سے تعاونِ مزید کی دو طرح سے درخواست کروں — ایک تو یہ کہ اب آئندہ سال یعنی جنوری ۱۹۸۶ء سے رسالہ کا چندہ سالانہ تیس روپے (Rs 30/=) کر دئیے جائیں لہٰذا جو حضرات اب پیشگی چندہ عنایت فرمائیں وہ بجائے ۲۵ روپیہ کے ۳۰ روپیہ سالانہ ۱۶ روپیہ ششماہی کے حساب سے ارسال فرمائیں ۔

دوسری صورت تعاون کی یہ ہے کہ ادارے میں جو کتب یا رسالے موجود ہیں انکو خرید کر مدارس کے طلبہ یا دوسرے غیر مستطیع حضرات میں تقسیم فرما کر اجر حاصل کریں ۔ چنانچہ جو کتابیں دفتر میں موجود ہیں انکی فہرست حسب ذیل ہے

رسالے کے مکمل سٹ مجلد: ۱۹۷۹ء ـ ۱۹۸۰ء ـ ۱۹۸۱ء ـ ۱۹۸۲ء ـ ۱۹۸۳ء ـ ۱۹۸۴ء
۱۵ روپیہ ۱۹ روپیہ ۲۴ روپیہ ۲۴ روپیہ ۲۶ روپیہ ۲۹ روپیہ

کتب موجودہ : وصیۃ الاحسان مکمل ـ وصیۃ الاحسان صرف حصہ دوم ـ تصوف اور نسبت صوفیہ ـ
۷ روپیہ ۳ روپیہ ۵ روپیہ
تالیفات اول ـ چہارم ـ مفتاح الرحمۃ ـ
۲۴ روپیہ ۳۵ روپیہ ایک روپیہ

مواعظ حکیم الامتؒ : ۱۔ مجموعہ ہفت اختر میں سے "مدح الصیام" اور "مدح القیام" نہیں ہیں اسکے علاوہ بقیہ پانچ مواعظ کا مجموعہ ۱۰ روپیہ
۲۔ مواعظ اشرفی کرمی کے حسب ذیل چھ وعظ کا مجموعہ مجلد قیمت ۸ روپیہ
شرف المکالمہ ـ الرحمۃ علی الامۃ ـ شرط الایمان ـ شفاء العی ـ غوائل الغضب ـ الحج المبرور ـ

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے صالحین بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی قلب پر اسکا گذر ہوا اور تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فلا تعلم نفس ما اُخفِیَ لهم من قرة اعین (متفق علیہ) (ترجمہ) سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے۔

اور انھیں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور اسکی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

اور حضرت سعیدؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو خطاب کرکے فرمائیں گے کہ میں نے تم لوگوں پر اپنی رضا و خوشی کو نازل کردیا تو اب کبھی تم سے ناخوش نہ ہونگا۔

امام مسلمؒ نے ایک لمبی حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ پھر حجاب اٹھا دیا جائیگا تو لوگ اللہ تعالےٰ کے چہرہ کو دیکھیں گے تو جتنی چیزیں اہل جنت کو عطا ہونگی ان میں سب سے زیادہ محبوب ان لوگوں کو اپنے رب کا دیدار ہوگا اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادة (ترجمہ) جن لوگوں نے نیکی کی انکے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی۔

میں کہتا ہوں کہ للذین احسنوا الحسنیٰ کے بعد جو زیادة کا نظم فرمایا ہے جسکی تفسیر النظر الی وجہ اللہ ہے تو یہ علاوہ ہے اس طرح کے اعمال حسنہ کے مقابل میں تو حسنہ ہے اور یہ مزید برآں ہے لہٰذا یہ علاوہ؎ ہوا۔ اور علاوہ ہمیشہ کم اور ادنیٰ ہوتا

؎ اس لفظ کی تلمیح یہ ہے کہ اونٹ پر جو بوجھ لادتے ہیں تو دونوں جانب لادتے ہیں اور ان دونوں کو ہم رکھتے ہیں ان دونوں کو عدلین کہتے ہیں اسکے بعد دونوں کے بیچ میں پشت پر جو تھوڑا سامان رکھتے ہیں اُسے علاوہ کہتے ہیں اگر یہ سامان قیمتی ہوا تو اسے نعم العلاوہ کہتے ہیں۔ (از ناقل)

اور یہاں علاوہ کبھی النظرالی وجہ اللہ ہے تو کیا نعم العلاوہ کہے جانیکا مصداق نہ ہوگا؟
اسکے بعد یہ کہنے کو جی چاہتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

لہٰذا اب اسکے بعد پھر آیت مبارکہ کی تلاوت کرتا ہوں للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سب سے ادنیٰ درجہ والا شخص ایسا ہوگا کہ اپنے باغات ازواج اور خادموں اور تختوں کو ہزار سال کی مسافت تک پھیلا ہوا دیکھے گا اور اہل جنت میں سے وہ شخص جو عنداللہ مکرم ہوگا اللہ تعالیٰ کے چہرہ کو صبح و شام دیکھتا رہیگا۔ اسکے بعد آپ نے تلاوت فرمایا وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ (ترجمہ) بہت سے چہرے اس روز بارونق ہوں گے اپنے پروردگار کیطرف دیکھتے ہوں گے۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ الجنۃ قال لجبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا والی ما اعد اللہ تعالیٰ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لا یسمع احد الا دخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال یا جبرئیل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب وعزتک لقد خشیت ان لا یدخلھا احد (ترمذی)

حضرت ابوہریرۃ رضؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ جاؤ اسکو دیکھو جبرئیل علیہ السلام نے اور جنت کو نیز ان تمام چیزوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے اسمیں مہیا فرما رکھی تھیں تو واپس آکر عرض کیا کہ اے پروردگار! قسم ہے آپکی عزت کی (وہ تو ایسی عمدہ جگہ ہے کہ) جو شخص بھی اسکو سن پائیگا وہ اسمیں داخل ہی ہو جائیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو مکروہات کی باڑھ سے گھیر دیا اور جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اب جاکر جنت کو دیکھو۔ جبرئیل علیہ السلام پھر گئے اور دیکھکر آئے اور عرض کیا کہ اے پروردگار! قسم ہے آپکی عزت کی اب تو مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اس میں شاید ہی کوئی داخل ہوگا۔

جنت کو مکروہات کی باڑھ سے گھیر دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں کسی

باغ کی حفاظت کے لئے اسکو خار اور جھاڑ جھنکاڑ سے روندھ دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکروہات سے گھیر دیا ہے یعنی اسکے داخلہ کے لئے دشوار و ناگوار اور نفس پر شاق گذرنے والے اعمال کا انسان کو مکلف کر دیا مثلاً نماز کے لئے سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو اور غسل کرنا یا تہجد کے لئے نرم نرم اور گرم گرم بستر کو چھوڑنا یا گرمیوں میں رات چھوٹی ہونے کے باوجود جماعت فجر حاصل کرنے کے لئے اپنی میٹھی نیند کو قربان کرنا وغیرہ وغیرہ یہی سب احکام شرعیہ اور عبادات شاقہ جو نفس کے خلاف اور ناگوار طبع ہوتے ہیں جنت میں داخلہ کے لئے بمنزلہ باڑھ کے ہیں۔ پس جنکو جنت مطلوب ہے انکے لئے ان خاروں پر سے گذرنا بھی ناگزیر ہے۔

مومن کو چونکہ جنت اور درجات جنت مطلوب، محبوب اور مقصود ہیں اسلئے اسکی راہ طلب میں جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے مومن انکو بھی برداشت کرتا ہے اسکو راہ کی تکالیف بھی اسی طرح محبوب ہوتی ہیں جیسے خود جنت اور جو شخص ان سے گھبراتا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ طالب جنت ہی نہیں کسی کا خوب شعر ہے ؎

رنج راحت شد چو شد مطلب بزرگ　　گرد گلہ تو تیائے چشم گرگ

یعنی جب کسی کا مطلوب و مقصود اعلیٰ ہوتا ہے تو اسکے حصول کی تکالیف بھی راحت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ بھیڑیا گوشت کی لالچ میں بکریوں کے گلہ کی گرد بھی سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگانا پسند کرتا ہے اسی کو ایک اردو کے شاعر نے بھی کہا ہے۔ ع۔ متاع جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔ جنت ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی اسکی خواہش نہ کرے مگر جو لوگ جنت کو مفت سفت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اسکے لئے تکالیف برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ اس سے گھبراتے ہیں ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ انکو بوالہوس قرار دیتے ہیں اور انکی اس حالت پر نکیر فرماتے ہیں

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ　　دوسری بات سنو! کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ جنت

مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ۔

میں جا داخل ہو گے حالانکہ تمکو ہنوز ان لوگوں کا سا کوئی عجیب واقعہ پیش نہیں آیا جو تم سے پہلے گذرے ہیں ان پر ایسی ایسی سختی اور تنگی واقع ہوئی اور انکو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ پیغمبر تک اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب ہوگی؟ یاد رکھو! بیشک اللہ تعالیٰ کی امداد نزدیک ہے۔

اس پر قاضی بیضاوی صاحبؒ لکھتے ہیں کہ :-

فيه اشارة الى ان الوصول الى الله تعالى والفوز بالكرامة عنده برفض الهوى واللذات ومكابدة الشدائد والرياضات كما قال عليه الصلوٰة والسلام حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات (بیضاوی ص۱۴۲)

اسمیں اسطرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ تک پہونچنا اور اسکے نزدیک اکرام و عزت پانا صرف خواہشات ولذات کے ترک کرنے اور مشقتوں کو جھیلنے ہی سے ممکن ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت ناگواریوں سے اور دوزخ شہوات سے گھیر دی گئی ہے۔

نیز ترمذی (باب الزہد) کی ایک حدیث ہے۔

من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعة الله غالية۔ الا ان سلعة الله هي الجنة۔

جس کے دل میں ڈر ہوگا وہ منہ اندھیرے ہی سفر شروع کر دے گا اور جو ایسے ہی روانہ ہو جائیگا وہی منزل پر پہونچ سکے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا بیش قیمت ہے سنو اللہ تعالیٰ کا وہ سودا جنت ہے۔

اور سچ پوچھئے تو جنت کی نعمتیں حیات دنیویہ میں مجاہدات اور ریاضات کی مشقتیں جھیلنے کے بعد ہی کچھ مزہ بھی دینگی۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ رحمہ اللہ نے ایک دن یہ حدیث پڑھائی کہ :- " جب تمام مستحقین جنت، جنت میں پہونچ جائیں گے تب بھی جنت کچھ خالی رہے گی تو وہ عرض کرے گی کہ آپ نے مجھے بھرنے کا وعدہ فرمایا تھا اسے پورا فرما دیجئے، تو حق تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا فرما کر

اسے جنت میں داخل فرمائیں گے"

اس پر حضرت مولانا تھانویؒ نے دریافت فرمایا کہ حضرت پھر تو وہ بڑے مزے میں رہیں گے کہ اتنی سہولت سے جنت پا جائیں گے۔ فرمایا ابھی انھیں کیا خاک لطف آئیگا لطف تو ہمیں آئیگا کہ جنت میں داخل ہو کر یہ پڑھیں گے کہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا	اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا
الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرُہ	بیشک ہمارا پروردگار بڑا قدردان ہے جس نے
الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَۃِ مِنْ	ہمکو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں
فَضْلِہٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا نَصَبٌ	لا اتارا جہاں نہ ہمکو کوئی کلفت پہونچے گی اور نہ
وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْھَا لُغُوْبٌ ۔	ہمکو کوئی خستگی پہونچے گی۔

انھیں مجاہدات میں سے ایک مجاہدہ جنت کا شوق اور انتظار بھی ہے میں نے تفسیر حقانی میں دیکھا ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہیں تو روح کو انتظار اور اشتیاق اس عالم کا ہو جاتا ہے اور اس قفس عنصری میں اسکے تڑپنے کی یہ مثال دی ہے کہ جیسے ایک طوطا کسی پنجڑے میں بند ہو اور دوسرے طوطے درخت پر بول رہے ہوں تو انکی بولی سنکر یہ بھی اپنے پنجڑے میں پھڑ پھڑا اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ کیسے میں رہا ہو جاؤں اور کس طرح درخت پر چلا جاؤں۔ سبحان اللہ طائر روح کے قفس عنصری میں مقید ہونے کی اور اسکے نکلنے کی تمنا اور خواہش کی کیسی عمدہ تصویر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم	راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم

(میں تو اس دن خوش ہونگا جبکہ اس ویرانہ سے نکلوں روحانی راحت حاصل کرونگا اور محبوب حقیقی کی جانب جاؤنگا)

مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت گھیر دی گئی ہے مکروہات سے اور جہنم گھیر دی گئی ہے شہوات سے۔

(۲)

قل اؤنبئکم بخیر من ذٰلکم للذین اتقوا عند ربھم جنٰت تجری من تحتھا الانھار

خالدین فیہا وازواج مطہرۃ ورضوان من اللہ واللہ بصیر بالعباد ۵
آپ فرما دیجئے کہ میں تمکو ایسی چیز بتلا دوں جو بہتر ہو ان مذکورہ چیزوں سے ایسے لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں، انکے مالک کے پاس ایسے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں بندوں کو۔

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے دنیوی مرغوبات کی ایک فہرست بیان فرمائی ہے کہ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث یعنی حب شہوات لوگوں کے لئے مزین کی گئی ہے اور وہ نسا ر بنین، سونے چاندی کے ڈھیر، گھوڑے سے مواشی اور زراعت ہیں انکا ذکر کر کے یہ فرمایا تھا کہ ذالک متاع الحیٰوۃ الدنیا یہ سب چیزیں دنیوی زندگی کی ہیں یعنی ان چیزوں سے دنیا میں نفع حاصل کیا جاتا ہے پھر سب فنا ہو جائیں گی اسلئے کہ نفع اٹھانیوالے سب فنا ہو جائیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ واللہ عندہ حسن المآب یعنی انجام کار کی خوبی تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور اسکو حسن مآب یعنی مرجع حسن اسلئے فرمایا کہ وہ خیر ہے اور ابقیٰ ہے اسمیں کمال تحریض اور ترغیب ہے شہوات فانیہ کے بدل دینے پر ان قوی اور باقی رہنے والی لذتوں سے جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہیں اسکے بعد آگے حسن مآب کی تفصیل فرماتے ہیں کہ قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم آپ فرما دیجئے کہ کیا میں تمکو ایسی چیز بتا دوں جو بہتر ہو ان تمام چیزوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں جو تمھاری مشتہیات اور مرغوبات ہیں باعتبار کیف کے بھی بہتر ہو اور باعتبار کم کے بھی۔ کمیت کے اعتبار سے تو اسلئے کہ وہ ابقیٰ (یعنی ہمیشہ باقی رہنے والی) ہے اور کیفیت کے اعتبار سے اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اعمال کا بدلہ ہے تو ظاہر ہے کہ وہ کیسا کچھ بدلہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو بدلہ دینگے وہ انھیں کے شایان شان ہوگا دنیا کی نعمتیں اسکے سامنے کیا چیز ہیں ؟

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے دنیا کو ہمارے لئے مزین کیا ہے اور ہمیں خبر دی ہے کہ اسکے بعد آنیوالی چیز (جنت اور اسکی نعمتیں) اس سے کہیں بہتر ہے۔ تو اے اللہ ہمارا حصہ اسی میں کر دے جو خیر اور ابقیٰ ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ! جب آپ ہی نے یہ فرمایا ہے کہ زین للناس حب الشہوات یعنی لوگوں کے لئے حب شہوات مزین کی گئی ہے تو اب اسکے بعد ہم یہ دعوے تو نہیں کر سکتے کہ ہمکو انکی محبت نہیں ہے مگر یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ انکی محبت کو اپنے لئے کر دیجئے للذین اتقوا عند ربھم جنت ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں شرک سے اور معاصی سے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اسمیں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور ایسی بیبیاں ہیں جو ظاہری و باطنی ہر قسم کی برائیوں سے پاک وصاف ہونگی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو پکاریں گے کہ اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك حق تعالیٰ فرمائیں گے تم راضی ہو گئے عرض کریں گے ہم کیسے راضی نہونگے حالانکہ آپ نے ہمکو وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے اس سے بھی افضل چیز تم کو نہ دوں؟ عرض کرینگے یارب اب اس سے بھی افضل چیز کیا ہے؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے تم پر اپنی رضامندی ظاہر کرتا ہوں اور اب کبھی بھی تم سے ناراض نہونگا۔

حق تعالیٰ کا یہاں مرغوبات دنیویہ کا ذکر کرکے یہ فرمانا کہ کیا تمکو اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں اور اسکے بعد یہ ارشاد فرمانا کہ للذین اتقوا عند ربھم جنت اس سے مومنین کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ اہل دنیا جن چیزوں پر ریجھے ہوئے ہیں نعمائے جنت کے مقابلہ میں انکی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔ نیز جنت میں وہ تمام چیزیں جنکو انسان دنیا میں پسند کرتا ہے علی وجہ الاتم اور علی وجہ الکمال ملیں گی پھر کیا وجہ کہ مسلمان انکی طلب میں

توسعی نہ کرے اور دنیا کی تحصیل میں جو ناقص بھی ہے اور فانی بھی ہے پڑ جائے۔ رہا یہ کہ ان کے تحصیل کا طریقہ کیا ہے؛ تو اسکو بیان فرمایا کہ "تقویٰ" یعنی جو شخص ان لذات سے تقویٰ اختیار کرے گا اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کریگا تو اسکو آخرت میں یہ سب نعمتیں ملیں گی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے دنیوی مرغوبات کی تو ایک فہرست بیان فرمادی اور آخرت کی نعمتوں میں سے صرف جنت اور ازواج کا ذکر کیا ہے تو اسکی وجہ بعض علماء نے یہ بیان فرمائی کہ ازواج سے تو چونکہ سکون تام حاصل ہوتا ہے اسلئے اس کا ذکر فرمایا باقی سونا چاندی کی ضرورت دنیا میں خرید و فروخت کے لئے ہوتی ہے اسیطرح اولاد کا فائدہ نسل کا قیام اور ان سے اعانت حاصل کرنا تھا اور جنت میں ان سب امور کی حاجت ہی نہیں ہوگی اسلئے انکا ذکر نہیں کیا گیا۔

لیکن صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے اس مقام پر جو بات بیان کی ہے وہ ہمارے نزدیک نہایت ہی محقق ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنات کا ذکر لوگوں کے تمام مشتہیات اور مرغوبات کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وفیھا ماتشتھیہ الانفس وتلذ الاعین یعنی جنت میں تمام وہ چیزیں ہونگی نفوس جنکی خواہش کرتے ہیں اور آنکھیں جن سے لذت اندوز ہوتی ہیں چنانچہ اولاد اقارب سب کے سب جنت میں اکٹھے ہوں گے اور ان سے ہمیشہ ملاقات رہیگی۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں الحقنا بھم ذریتھم وما التناھم من عملھم من شئی یعنی ہم نے انکی اولاد کو ان کے ساتھ لاحق کر دیا اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہیں کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اور انسان کی خوشی تام ہوتی ہے تو کیا اہل جنت کے اولاد بھی ہوگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن جنت میں جب اولاد کی خواہش کرے گا تو حمل اور وضع حمل اور اسکا بڑھنا سب تھوڑی ہی دیر میں اسکی خواہش کے مطابق ہو جائے گا۔ اسی طرح سے جنت میں سونے اور چاندی کی بھی کثرت ہوگی جیسا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ایسا بنایا ہے کہ اسکی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے اور اسکا گارا مشک کا ہے ۔ اسی طرح ایک حدیث مرفوع میں ہے کہ دو جنتیں ایسی ہونگی کہ ان کے برتن اور انکی ساری چیزیں چاندی کی ہونگی اور دو جنتیں ایسی ہونگی کہ ان کے برتن اور انکی ساری چیزیں سونے کی ہونگی اسیطرح جنت میں گھوڑے اور اونٹ وغیرہ بھی ہونگے جیساکہ روایت ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں گھوڑے کو پسند کرتا ہوں تو کیا جنت میں گھوڑا ہوگا ؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم جنت میں داخل ہوئے تو تمہارے لئے یاقوت کا ایک گھوڑا لایا جائیگا جس کے دو بازو ہونگے جس پر تم سوار کئے جاؤگے پھر جہاں چاہوگے وہ تمکو لیکر اڑے گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نعیم جنت میں سے یہ بھی ہے کہ اہل جنت سواریوں پر اور بختی اونٹ ایک دوسرے کی زیارت کو جایا کریں گے اور جمعہ کے دن ان لوگوں کے پاس ایسے گھوڑے لائے جائینگے جن پر زین کسی ہوگی لگام لگی ہوگی نہ وہ لید کرے گا نہ پیشاب کریگا وہ لوگ اس پر سوار ہونگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں گے پہونچادیں گے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر سے جوڑے نکلیں گے اور اس کے نیچے سے ابلق گھوڑے نکلیں گے جسکی زین سونے کی ہوگی اور لگام موتی اور یاقوت کی اور وہ بازو والے ہونگے انکا قدم حد نگاہ تک پہونچیگا نہ وہ لید کرینگے نہ پیشاب کرینگے اہل اللہ سوار ہونگے اور جہاں چاہیں گے انکو لیکر اڑجائیں گے تو نیچے والے لوگ کہینگے کہ یہ کون لوگ ہیں جنھوں نے ہمارے نور کو بجھادیا ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ خرچ کرتے تھے اور تم لوگ بخل کرتے تھے اور یہ لوگ مقاتلہ کرتے تھے اور تم لوگ بیٹھے رہتے تھے ۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جنت میں عمدہ گھوڑے اور شریف اونٹنیاں

ہونگی جن پر اہل جنت سوار ہوں گے ۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت میں سب سے کم مرتبہ والا وہ شخص ہوگا جو دس لاکھ ہمیشہ رہنے والے خادموں کے درمیان سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار ہوگا جن کے بازو سونے کے ہوں گے ۔

اسی طرح جنت میں کھیتی بھی ہوگی جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کھیتی کی اجازت مانگے گا ارشاد ہوگا کہ کیا تمھیں سب کچھ حاصل نہیں ہے عرض کریگا کہ ہاں ہے لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ کھیتی کروں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کاشت کریگا اور پلک جھپکنے میں وہ کھیتی اگ بھی جائیگی اور بڑھ بھی جائیگی اور کٹ بھی جائیگی اور پہاڑ کی طرح کھلیان کا ڈھیر لگ جائے گا اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ لے اے ابن آدم تجھکو کوئی چیز آسودہ نہ کرسکے گی اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ اسکی ایک ایک بالی بارہ بارہ ہاتھ کی ہوگی ۔

اس آیت میں نعیم جنت میں سے صرف عورتوں کا ذکر شاید اس وجہ سے ہو کہ اہل عرب کو عورتیں زیادہ مرغوب تھیں یا اسلئے کہ عورتیں تمام اہل جنت کے لئے ہونگی باقی اولاد وغیرہ تو انھیں کو ملیں گی جنکی دنیا میں اولاد ہوگی یا ان لوگوں کو جو اسکی خواہش کرینگے اور اہل جنت اسکی غالباً خواہش نہ کرینگے جیسا کہ ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اگر کوئی مومن جنت میں ولد کی خواہش کریگا تو اسکی یہ خواہش فوراً پوری ہوجائیگی لیکن وہاں اسکی کوئی خواہش ہی نہ کریگا ۔

ازواج کے ذکر کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک ایسی چیز کا ذکر فرمایا ہے جو دنیا کی سب نعمتوں سے بڑھکر ہے اور اس سے بڑھکر کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور واقعی یہی نعمائے دنیا اور نعمائے آخرت کے درمیان فارق ہے کیونکہ دنیا میں جتنے اہل نعمت ہیں سب کو اللہ تعالیٰ کی رضا

حاصل نہیں ہے اسلئے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے کیونکہ سبب غفلت کا ہے بجز ان چیزوں کے جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بجز اللہ کے ذکر کے اور ان چیزوں کے جو اس کے قریب کریں اور بجز عالم کے اور متعلم کے اور بخلاف نعمائے جنت کے کہ وہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی مرضیات ہیں (یعنی کوئی چیز وہاں کی مبغوض و ملعون نہیں) کیونکہ ان سے یہاں غفلت نہ ہوگی۔

حضرت ربیعۃ الجرسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے متعلق خواب میں کہا گیا کہ ایک سردار ہے جس نے گھر بنایا اور اور اسمیں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو لوگوں کے پاس بھیجا تو جس شخص نے بلانے والے کی بات مان لی وہ گھر میں داخل ہوا اور دسترخوان کی چیز کو کھایا اور سردار بھی اس سے راضی ہوا اور جس نے داعی کی بات نہ مانی نہ تو وہ گھر ہی میں داخل ہوا اور نہ کھاتا ہی کھایا اور سردار بھی اس سے ناراض ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس مثال میں سردار سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلانے والے ہیں اور وہ گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے۔

(مذکورہ بالا آیت کی تشریح معارف القرآن سے)

(قولہ تعالیٰ: قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم الآیۃ) اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے ارشاد ہے کہ آپ ان لوگوں سے جو دنیا کی ناقص اور فانی نعمتوں میں مست ہوگئے ہیں فرما دیجئے کہ میں تمھیں ان سے بہت بہتر نعمتوں کا پتہ دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں اور اسکے فرماں برداروں کو ملے گی۔ وہ نعمتیں سرسبز باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ اور ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف بیبیاں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی ہے۔ پچھلی آیت میں (یعنی زین للناس حب الشھوات میں) چھ بڑی نعمتوں کو شمار کیا گیا تھا کہ

لوگ انکی محبت میں مست ہیں یعنی عورتیں۔ اولاد اور سونے چاندی کے ڈھیر اور عمدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ ان کے مقابلے میں آخرت کی نعمتوں میں بظاہر تین چیزوں کا بیان آیا اول جنت کے سرسبز باغات۔ دوسرے پاک وصاف عورتیں۔ تیسرے رضار خداوندی ــ باقی چیزوں میں سے اولاد کا ذکر اسلئے نہیں کیا گیا کہ دنیا میں تو انسان اولاد کی محبت اسلئے کرتا ہے کہ اس کو اولاد سے اپنے کاموں میں مدد ملتی ہے اور اسکے بعد اس سے اس کا نام زندہ رھتا ہے۔ آخرت میں اسکو نہ کسی کی مدد کی ضرورت رہیگی نہ یہ فنا ہوگا کہ اپنے بعد کے لئے کسی والی یا وارث کی تلاش ہو اسکے علاوہ دنیا میں جسکے اولاد ہے وہ سب اسکو جنت میں مل جائیگی اور جس کی اولاد دنیا میں نہیں ہے اسکو آخرت میں اول تو اولاد کی خواہش ہی نہ ہوگی اور اگر کسی کو خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو وہ دیدیں گے۔ جامع ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی جنتی کو اولاد کی خواہش ہوئی تو بچہ کا حمل پھر ولادت پھر اسکا بڑا ہوجانا یہ سب تھوڑی دیر میں ہوجائے گا اور اسکا مقصد پورا کردیا جائے گا۔

اسی طرح جنت میں سونے چاندی کا ذکر اسلئے نہیں کیا کہ دنیا میں تو سونا چاندی اسلئے مطلوب ہے کہ اسکے بدلہ میں دنیا کا سامان خریدا جاتا ہے اور ہر ضرورت کی چیز اسی کے ذریعہ سے حاصل کیجاتی ہے آخرت میں نہ کسی خرید وفروخت کی ضرورت رہیگی نہ کسی چیز کا معاوضہ دینے کی ضرورت۔ بلکہ جس چیز کو جنتی چاہے گا فوراً مہیا کردی جائیگی اسکے علاوہ جنت میں خود بھی سونے چاندی کی کمی نہیں کیونکہ روایات سے ثابت ہے کہ جنت کے بعض محلات ایسے ہوں گے جنکی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہوگی۔ بہرحال آخرت کے لحاظ سے وہ قابل ذکر چیز نہیں سمجھی گئی۔

اسی طرح سے گھوڑوں کا کام دنیا میں تو یہ ہے کہ اس پر سواری کر کے مسافت سفر قطع کی جائے وہاں نہ سفر کی ضرورت نہ کسی سواری کی۔ البتہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت

ہے کہ اہل جنت کو جمعہ کے روز عمدہ گھوڑے سواری کے لئے پیش کئے جائیں گے جن پر سوار ہوکر اہل جنت اپنے اعزہ اور احباب سے ملاقات کے لئے جایا کریں گے۔ خلاصہ یہ کہ وہاں گھوڑے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے جسکا ذکر کیا جائے۔

اسی طرح مویشی جو کھیتی کا کام دیتے ہیں یا دودھ کا یہ سب چیزیں اللہ تعالےٰ نے بغیر ان مویشی کے واسطہ کے جنت میں خود عطا فرمادی ہیں۔

یہی حال کھیتی کا ہے کہ دنیا میں تو کھیتی کی مشقت مختلف اجناس کے پیدا کرنے کے لئے اٹھائی جاتی ہے جنت میں یہ ساری اجناس خودبخود مہیا ہونگی وہاں کسی کو کھیتی کی ضرورت ہی کیا ہوگی اور کسی کو خواہ مخواہ کھیتی سے محبت ہی ہو تو اسکے لئے یہ بھی ہو جائیگا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اہل جنت میں سے ایک شخص کھیتی کی تمنا کرے گا تو سارا سامان کھیتی کا جمع کر دیا جائے گا پھر کھیتی کا بونا، اُگنا، پکنا اور کاٹنا یہ سب چند منٹ میں ہوکر سامنے آجائے گا۔

اسلئے نعمائے جنت میں صرف جنت اور جنت کی حوروں کا ذکر کردینا کافی سمجھا گیا کیونکہ اہل جنت کے لئے قرآن کریم میں یہ وعدہ بھی ہے کہ ولھم ما یشتھون یعنی انکو ہر وہ چیز ملے گی جسکی وہ خواہش کرینگے۔ اس جامع اعلان کے بعد کسی خاص نعمت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ان میں سے چند مخصوص نعمتوں کا ذکر کر دیا گیا جو ہر جنتی کو بے مانگے ملیں گی یعنی جنت کے سرسبز باغات اور حسین وجمیل عورتیں اور ان جامع نعمتوں کے بعد ایک سب سے بڑی نعمت کا ذکر کیا گیا جسکا عام طور پر انسان کو تصور بھی نہیں ہوتا اور وہ اللہ تعالےٰ کی دائمی رضا اور خوشنودی ہے جس کے بعد ناراضی کا خطرہ نہیں رہتا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب سب جنتی جنت میں پہونچکر مسرور و مطمئن ہو چکیں گے اور کوئی تمنا نہ رہیگی جو پوری نہ کردی گئی ہو تو اسوقت اللہ تعالےٰ خود ان اہل جنت کو خطاب فرمائیں گے کہ اب تم راضی اور مطمئن ہو کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں؟ وہ عرض کرینگے کہ ہمارے پروردگار آپ نے اتنی نعمتیں عطا فرمادی ہیں اسکے بعد

کسی اور چیز کی کیا ضرورت باقی رہ سکتی ہے۔ حق تعالیٰ فرمائیں کہ اب میں تم کو ان سب نعمتوں سے بالاتر ایک اور نعمت دیتا ہوں وہ یہ کہ تم سب کو میری رضا اور قرب دائمی طور پر حاصل ہے اب ناراضی کا کوئی خطرہ نہیں اس لئے نعمائے جنت کے سلب ہوجانے یا کم ہوجانے کا بھی کوئی خطرہ نہیں۔

الخیص دو آیتوں کا خلاصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الدنیا ملعونۃٌ وملعونٌ ما فیہا الا ما ابتغی بہ وجہ اللہ ــــ وفی روایۃ الا ذکر اللہ وما والاہ۔ او عالمًا او متعلمًا۔ (ابن ماجہ وطبرانی) (حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے بجز ان چیزوں کے جن کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بجز ذکر اللہ کے اور اس چیز کے جو اللہ کو پسند ہو۔ اور بجز عالم اور طالب علم کے۔

(معارف القرآن ص ۳۳ ج ۲)

---

(۳)

وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

اور دوڑو طرف مغفرت کے جو تمھارے پروردگار کی طرف سے (نصیب ہو) اور (دوڑو) طرف جنت کے (مطلب یہ کہ ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگا(ر)

تمھاری مغفرت کر دیں اور تمکو جنت عنایت ہو اور وہ جنت ایسی ہے) جسکی وسعت ایسی (تو ہے ہی) جیسے سب آسمان اور زمین (اور زیادہ کی نفی نہیں چنانچہ واقع میں زائد ہونا ثابت ہے اور) وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کے لئے (یعنی مسلمانوں کے لئے جن میں ایک تو اعلیٰ درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) جو کہ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں (ہر حال میں) فراغت میں (بھی) اور تنگی میں (بھی) اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگذر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو (جن میں یہ خصال ہوں بوجہ اکمل) محبوب رکھتا ہے اور (اور ایک ان مذکورین کے واسطے دوسرے درجہ کے مسلمان) ایسے لوگ (ہیں) کہ جب کوئی ایسا کام کر گذرتے ہیں جس میں (دوسروں پر) زیادتی ہو یا (کوئی گناہ کر کے خاص) اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو (معًا) اللہ تعالیٰ (کی عظمت اور عذاب) کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں (یعنی اس طریقہ سے جو معافی کے لئے مقرر ہے کہ دوسروں کو زیادتی کرنے میں ان اہل حقوق سے بھی معاف کرائے اور خاص اپنی ذات کے متعلق گناہ میں اسکی حاجت نہیں اور اللہ تعالیٰ سے معاف کرانا دونوں میں مشترک ہے) اور (واقعی) اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہے (رہا اہل حقوق کا معاف کرنا سو وہ لوگ اسکا اختیار تو نہیں رکھتے کہ عذاب سے بھی بچالیں اور حقیقی بخشش اسی کا نام ہے) اور وہ لوگ اپنے فعل (بد) پر اصرار نہیں کرتے اور وہ (ان باتوں کو) جانتے (بھی) ہیں (کہ فلاں کام ہم نے گناہ کا کیا اور یہ کہ توبہ ضروری ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ غفار ہیں مطلب یہ کہ اعمال کی بھی درستی کر لیتے ہیں اور عقائد بھی درست رکھتے ہیں) ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کیطرف سے اور (بہشت کے) ایسے باغ ہیں کہ ان کے (درختوں اور مکانوں) کے نیچے سے نہریں چلتی ہونگی (اور اسی مغفرت اور جنت کی تحصیل کا شروع آیتوں میں حکم تھا بیچ میں طریقہ

اسکا بتایا گیا تم پر اسکا وعدہ فرمایا) اور (یہ) اچھا حق الخدمت ہے۔ ان کام کرنے والوں کا (وہ کام استغفار اور حسن اعتقاد ہے اور استغفار کا متمم آئندہ طاعت کی پابندی ہے جس پر عدم اصرار دلالت کرتا ہے (بیان القرآن پ ۴ ج ۲)

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ اسکی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں لیکن سارے اقوال کا مرجع وہ چیز ہے جس سے گناہوں کی مغفرت کا استحقاق ہوتا ہے جو سبب بنتا ہے جہنم سے چھٹکارے کا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اور وہ ذریعہ بنتا ہے دخول جنت کا مثلاً اسلام اور اعتقاد حقہ، اخلاق اور اعمال صالحہ حدیث میں ہے کہ بادروا بالاعمال ھرما ناغضا یعنی سبقت کرو عمل کرنے میں ہلادینے والے بڑھاپے سے پہلے۔

نیز حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمل کو سات چیزوں سے پہلے کرلو اور نہیں انتظار کرتے تم مگر اس فقر کا جو بھلا دینے والا ہو اور اس غنا کا جو سرکش بنا دینے والا ہو۔ یا اس مرض کا جو فاسد کر دینے والا ہو یا اس بڑھاپے کا جو ختم کر دینے والا ہو یا اس موت کا جو جلد آنیوالی ہو یا دجال کا اسلئے کہ وہ ایک شر ہے جسکا انتظار کیا جاتا ہے یا قیامت کا اور قیامت سخت مصیبت ہے اور نہایت کڑوی چیز ہے۔

عرضھا السموات والارض یعنی اسکی وسعت آسمان اور زمین دونوں کی وسعت کے بقدر ہوگی اور یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ بطور حقیقت کے۔

حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جنت ساتوں آسمان میں ہے یعنی اسکے اوپر ہے اور جہنم ساتویں زمین میں یعنی اسکے نیچے ہے۔

اعدت للمتقین یعنی وہ تیار کی گئی ہے حقیقی متقیوں کے لئے اور وہ، وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قلوب کو غیر اللہ میں مشغول ہونے سے بچایا اور اپنے کو نفس کے رذائل سے دور رکھا۔

الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ متقیوں کے

اوصاف میں اللہ تعالیٰ نے نمونہ کے طور پر چند چیزیں جو موجب ہیں دخول جنت کی خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمائیں ان میں سے ایک انفاق بھی ہے اور اس سے حب مال کی نفی نکلتی ہے کیونکہ یہ کافروں کی صفت ہے جو موجب ہے دخول نار کی جسکی مذمت اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمائی ہے اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ (جو غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب و فرح سے) اسکو بار بار گنتا ہو (اسکے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا) وہ خیال کر رہا ہے کہ اسکا مال اسکے پاس سدا رہے گا۔ ہرگز نہیں (رہے گا) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائیگا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخی شخص اللہ تعالیٰ کے قریب ہے۔ جنت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل شخص اللہ تعالیٰ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے۔ جہنم سے قریب ہے۔ اور وہ جاہل جو سخی ہو اللہ تعالیٰ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔ اور بغوی نے ان لفظوں سے بیان کیا ہے کہ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کو عالم بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ سخاوت اللہ تعالیٰ کا عظیم ترین خُلق ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت کے درختوں میں سے ایک درخت ہے جسکی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں جس شخص نے اس کی شاخوں سے کسی شاخ کو پکڑ لیا تو وہ شاخ اسکو جنت کیطرف کھینچ کر لیجائیگی۔ اور بخل ایک درخت ہے جہنم کے درختوں سے جس شخص نے اسکی شاخوں میں سے کسی شاخ کو پکڑا تو وہ شاخ اسکو جہنم کی طرف لیجائیگی۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ گیا! ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص ہو جس کے پاس بہت سا مال ہے چنانچہ اس نے اپنے مال میں سے ایک لاکھ درہم لیا اور صدقہ کر دیا (اور ابھی اسکا کئی گنا اسکے پاس موجود ہے) اور ایک شخص ایسا ہو کہ اسکے پاس صرف دو ہی درہم ہیں اور اس نے اسمیں سے ایک درہم لیا اور صدقہ کر دیا یعنی اپنی پونجی کا نصف صدقہ کر دیا (ظاہر ہے کہ اسکا صدقہ پہلے والے سے بڑھ گیا

دوسری صفت متقیوں کی کظم غیظ بیان فرمائی یعنی جب انکو غصہ آتا ہے تو اسکو پی جاتے ہیں غصہ کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کرتے اور اپنے غصہ سے تشفی نہیں حاصل کرتے۔ کیونکہ غیظ کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس سے تشفی حاصل کیجائے یہ لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ اسکو ضبط کرتے ہیں یہ بھی کیفیات نفس پر کمال قدرت کی دلیل ہے جو دلیل ان کے تقویٰ کی ہے اور یہ صفت پہلی صفت سے بڑھکر ہے اور ان کے بیان میں ترقی ہے ادنیٰ سے اعلیٰ کیطرف صرف کظم غیظ بھی ایک صفت ہے متقیوں کی جو مدح میں انفاق سے بڑھکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے اپنے غصہ کو ضبط کر لیا حالانکہ وہ اسکے نافذ کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن و ایمان سے بھر دیں گے۔

حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جس شخص نے اپنے غصہ کو روکا تو اللہ تعالیٰ اسکی ستر پوشی فرمائیں گے

اسکے بعد تیسری صفت جو پہلی دونوں سے بڑھکر ہے وہ عفو عن الناس ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں سے انتقام نہیں لیتے کیونکہ عفو کے معنی انتقام نہ لینے کے ہیں اور یہ کظم غیظ سے اسلئے بڑھکر ہے کہ ہو سکتا ہے کوئی شخص کظم غیظ تو کرے جس سے اسکو کظم غیظ کی فضیلت تو حاصل ہو گئی مگر دوسرا شخص جس نے اسکو غصہ میں ڈالا ہے ہو سکتا ہے کہ اسکی وجہ سے وہ کسی مواخذۂ اخروی کا مستحق ہو تو اسکے محض کظم غیظ سے وہ تو مواخذہ سے نجات نہیں پا جائے گا کیونکہ کظم کے سلئے

عفو لازم نہیں ہے لیکن جب اس نے معاف بھی کر دیا تو اب وہ مواخذۂ اخروی سے بھی بری ہوگیا اس لئے عفو عن الناس کظم غیظ سے بھی درجہ میں بڑھا ہوا ہے اور بندوں کی صفت عفو سب سے بڑھکر اسلئے ہے کہ یہ اللہ تعالےٰ کی صفت ہے اور عفو کی مدح اسوقت ہے جبکہ سزا دینے پر قدرت ہو۔

واللہ یحبّ المحسنین اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے محسنین کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ اس کے مصداق وہی لوگ ہیں جنکا ذکر پہلے آچکا ہے یعنی منفقین اور کاظمین ۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ احسان ایک الگ صفت ہے جس کا مرتبہ ان دونوں صفتوں سے بڑھکر ہے ۔ پس اس قول کی رو سے اسمیں بھی ترقی ہے ۔ کیونکہ عفو عن الناس یہ ہے کہ معاف کر دیا اور انتقام نہیں لیا اور احسان یہ ہے کہ بدی کے بدلے نیکی کرے

بدی را بدی سہل باشد جزار اگر مردی أحسن الی من اسار

(بدی کا بدلہ بدی کیساتھ دینا آسان ہے لیکن اگر تم مرد ہو تو برائی کرنے والے کے ساتھ بھلائی کرو)

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ احسان یہ ہے کہ تم برائی کرنیوالے کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ اچھائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرنا تو مبادلہ ہے ۔ (یعنی ادلہ بدلہ ہے) ۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی ابن حسینؓ کی خادمہ آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا جس سے آپ زخمی ہو گئے حضرت نے اسکو سر اٹھاکر دیکھا اس نے فوراً کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ والکاظمین الغیظ حضرت نے فرمایا (بہت اچھا) میں نے اپنا غصہ پی لیا اس نے کہا (آگے یہ بھی ہے) کہ والعافین عن الناس یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے اس نے پھر کہا کہ واللہ یحب المحسنین آپ نے فرمایا جا تجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ۔

یہاں تک متقیوں کا بیان تھا کہ جنت ایسے لوگوں کے لئے تیار کی گئی

ہے چنانچہ اسکا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ وہ لوگ سرًّا اور ضرًّا ہر حال میں انفاق کرتے ہیں جو دلیل ہے اسکی کہ حب مال اور دنیا کی محبت بالکل نہیں جس طرح کہ کظم غیظ اور عفو عن الناس سے یہ معلوم ہوا کہ انکو اپنے نفس پر پوری قدرت حاصل ہے اور نفس سے یہ لوگ چھوٹ چکے ہیں اور نفس کا رذائل سے خالی ہونا اور فضائل سے آراستہ ہونے کا ہی نام تقویٰ ہے

اب اسکے بعد مذنبین تائبین کا حال بیان فرماتے ہیں کہ ان کے لئے بھی جنت ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم یعنی جنت ان لوگوں کے لئے بھی ہے جنکی یہ صفات ہیں کہ جب کوئی ایسا کام کرگذرتے ہیں کہ جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔

حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ یہ آیت نبہان تمار کے بارے میں نازل ہوئی کہ انکے پاس چھوہارا خریدنے کے لئے ایک عورت آئی (خازن بحوالہ فردوس) انھوں نے اس سے کہا یہ چھوہارے اچھے نہیں ہیں اندر کوٹھری میں اچھے ہیں جب وہ اندر گئی تو اسکو لپٹ گئے اور اسکا بوسہ لے لیا۔ اس عورت نے کہا اتق اللہ یعنی اللہ سے ڈرو۔ یہ سنکر اسکو چھوڑ دیا اور اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر خود ہی یہ واقعہ عرض کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی

اور مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری اور ایک سقفی کے درمیان عقد مواخات فرمایا سقفی تو کسی غزوہ میں چلے گئے اور انصاری کو اپنے اہل کا نگراں چھوڑ گئے انھوں نے ان کے گھر والوں کے لئے گوشت خریدا جب انکی عورت گوشت لینے کے لئے آئی تو یہ بھی اسکے پیچھے گھر میں داخل ہوئے اور اسکے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر شرمندہ ہوئے اور لوٹے اور اپنے سر پر خاک ڈالی اور بہت پریشان ہوئے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے اس بات کی تمنا کی کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا پھر جب ثقفی غزوہ سے لوٹ کر آئے تو انصاری نے ان سے ملاقات نہیں کی۔ انھوں نے اپنی بیوی سے انکا حال پوچھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ لٹکے جیسا بھائی نہ بنا دیں اور پھر سارا واقعہ بیان کیا۔ ادہر انصاری توبہ واستغفار کرتے ہوئے پہاڑوں میں سرگرداں تھے ثقفی انکی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ انکو پا لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں انکو اس امید پر لائے کہ وہاں کچھ راحت اور کشود کار ہوگا۔ انصاری نے عرض کیا کہ میں تو ہلاک ہوگیا اور اپنا قصہ بیان کیا۔ صدیق اکبرؓ نے کہا افسوس تجھے خبر نہیں کہ اللہ مقیم سے کہیں زیادہ غازی کے متعلق غیرت فرماتے ہیں۔ پھر دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے انھوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا اسکے بعد یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے بھی وہی جواب دیا جوان دونوں حضرات نے دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم یعنی اللہ تعالیٰ کی وعید کو اور اسکو کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال فرمائیں گے یاد کر کے شرمندہ ہوں اور توبہ واستغفار کریں۔ اور مقاتل نے فرمایا کہ گناہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو زبان سے یاد کریں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے ذکر اللہ سے صلوٰۃ استغفار ہو۔

چنانچہ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نہیں ہے کوئی عبد مومن اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں ہے کوئی مرد جو کسی گناہ کا مرتکب ہو پھر وضو اچھا کرے پھر کھڑا ہو پھر نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو معاف فرمادیں گے۔ پھر آپ نے والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم الآیۃ تلاوت فرمائی ومن یغفر الذنوب

لا اللہ یعنی گناہوں کی بخشش تو اللہ تعالیٰ ہی کریں گے کیونکہ آدمی جو دوسرے کی خطا معاف کرتا ہے وہ تو اپنے ہی حقوق کو معاف کریگا ذنوب اور معاصی تو اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں جس کو وہی بخشیں گے یا یوں کہا جائے کہ بلاغرض بخشش تو اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے باقی انسان جو کسی کو معاف کرتا ہو وہ اس غرض سے کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری بخشش فرمائیں گے پھر تو وہ تاجر ہوا۔

اس آیت کا یہ مطلب تو اس صورت میں ہوا جبکہ اسکو جملۂ معترضہ قرار دیا جائے لیکن اگر اسکا عطف ذکروا اللہ میں اسم جلالہ پر ہو تو مطلب ہوگا کہ وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اسکی مغفرت کو یاد کرتے ہیں اور اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کی مغفرت کرنے میں متوحد اور متفرد ہیں اسلئے گناہ پر مارے شرم اور غیرت کے اصرار نہیں کرتے۔

ولم یصروا علی ما فعلوا یعنی وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اصرار کے معنی ہیں گناہ پر جم جانا اور اس سے باز نہ آنا اس سے معلوم ہوا کہ ترک فعل کا عزم کرلینا استغفار کے لئے شرط ہے جس طرح سے فعل پر ندامت اس کے لئے شرط ہے لہٰذا ترک فعل کا عزم اسکے لئے ضروری ٹھیرا خواہ اس سے اس فعل کا صدور اسکے بعد ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے استغفار کرلیا وہ اصرار کرنے والا نہیں ہے اگرچہ ایک دن میں ستر بار اسکا مرتکب ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گناہ سے استغفار کرے حالانکہ وہ اس پر جما ہوا بھی ہے (یعنی ترک فعل کا عزم نہیں کیا ہے) تو وہ گویا اپنے رب سے استہزاء کر رہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ استغفار کے بعد کوئی گناہ کبیرہ، کبیرہ نہیں رہ جاتا ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ، صغیرہ نہیں رہ جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ (باقی آئندہ)

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس کے مسلک کے سالکین اور حضرت مصلح الامۃؒ کے محبین اس تحریر کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ حضرت نے مولوی صاحب موصوف کو کیا تنبیہ فرمائی اور ان کے طریق کار کو اپنے طریق کار کے خلاف کیوں سمجھا اور جماعتی کام اور انفرادی اصلاح میں کیا فرق انکو سمجھانا چاہا' اور خود حضرت والا نے اپنے لئے' اور اپنا طریقہ کس نوعِ کار کو تجویز فرمایا؟ ان تمام امور کے جوابات ناظرین کو حضرتؒ کے اس ایک جواب میں مل سکیں گے۔ اب اسکے بعد حضرتؒ کے طریق کار کو بھی دوسرے طریقوں سے علیٰ وجہ البصیرت الگ سمجھا جا سکتا ہے اور اسی کی ترویج و اشاعت' حقِ نیابت کی ادائیگی قرار دیجا سکتی ہے۔ ورنہ تو بظاہر مولوی صاحب موصوف پر ناراضگی کی وجہ اور انکی تجویز کردہ صورت کی قباحت کا سمجھنا اور سمجھانا دشوار ہو جائے گا۔

بات یہ ہے کہ حضرت والاؒ نے کمیٹی کمیٹا بنانے اور رسمی طور پر جماعت اور اجتماع کرنے کو ہمیشہ ناپسند فرمایا چنانچہ دیکھا کہ مولوی صاحب بھی چلے اسی راستہ پر اور میرا طریق جس پر میں ساری عمر عامل رہا اور جس کو میں نے حضرت تھانویؒ سے سیکھا اس پر یہ آنا نہیں چاہتے اور یہ خواص کا حال ہے یہ چیز حضرتؒ کے لئے سبب ضیق اور وجہ ناراضگی بنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی طرح کوئی صاحب فتحپور تشریف لے گئے وہاں کی ویرانی سے متاثر ہوئے اور دعا کی کہ اللہ تعالےٰ پھر حضرت اقدس کو یہاں لے آوے اور اس جگہ کو آباد فرمائے اور اسکی اطلاع یعنی حضرت کے فتحپور واپس تشریف لانے کی تمنا بشکل دعا حضرت والا سے بھی کردی جس نے یہاں کا سارا نقشہ حضرت کے سامنے کردیا اس سے متاثر ہوکر حضرت نے مولوی حنیف صاحب بستوی کو گویا گنج ایک تحریر بھیجی اور فرمایا کہ فتحپور اور اطراف میں لوگوں کو جمع کر کے اسکو سنا دیں۔ (یہی حضرتؒ کا طریقہ تھا کہ جس پیغام کو فرمانا چاہتے جگہ جگہ لوگوں کو جمع کر کے کوئی اسکو سنا دیا کرتا تھا اور حضرت لوگوں کے تاثر کی اطلاع کر دیتا تھا)

(نقل تحریر حضرت والا بنام مولوی حنیف صاحب بستوی)

مولوی حنیف صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بعض حضرات فتح پور تشریف لے گئے اور وہاں جاکر متاثر ہوئے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کے لوگوں کے کہنے سے یا اپنے جذبہ سے اپنے تاثرات کا ایک خط میرے پاس لکھکر بھیجا اور اس میں دعا بھی کی ہے میرے فتحپور جانے کی۔ دعا میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے مگر حالات جو نمودار ہوئے ہیں ان کے ماتحت اسوقت اپنے بہی خواہوں کی طرف سے ایسا اقدام مجھکو فتنے میں ڈھکیلنے کے مرادف ہے۔ صرف محبت ہی سے کام لینے کی ضرورت ہے، عقل و تجربہ سب بیکار چیزیں ہیں؟ عزت و آبرو کوئی حفاظت کی چیز نہیں؟ جہاں خطرہ ہو کہ یہ سب محفوظ نہیں وہاں لوگوں کے بلانے یا کہنے سے تیکسے چلا جانا قرین قیاس ہو سکتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسی جگہ نہ دین محفوظ رہ سکتا ہے نہ عزت و آبرو۔ ہم جیسے آدمی کے لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور احتیاط بھی فتنہ کے اوقات میں تو اور ضروری چیز ہو جاتی ہے۔ آپ سے گذارش ہے کہ لوگوں کو سمجھائیے کہ عقل درست کرکے کام کریں اور خلوص و دیانت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے۔

اب میں ایک بات انلوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھکو وطن سے آئے ہوئے چار پانچ سال کا زمانہ ہو گیا کتنے لوگوں نے مجھ سے اصلاحی تعلق پیدا کیا؟ اگر اس دعوے میں سچے ہیں تو ان کے ذمہ کیا یہ نہیں تھا یہ لوگ کیا یہ نہیں جانتے کہ میں ایک پرانے خیال کا مولوی ہوں اور تھانہ بھون رہ چکا ہوں میرے عقائد و معاملات اور اخلاق سب وہاں کے ہیں کس نے ان باتوں میں میری موافقت کی؟ پھر بھی ایک بات پر اصرار ہے اور وہ بھی خلاف دلیل اسمیں دیانت کا کتنا حصہ ہے بات یہ ہے کہ میرے اور ان کے نظریہ میں تفاوت ہے میں حقیقت

چاہتا ہوں اور یہ لوگ ظاہرداری۔ ایسے دو شخصوں میں کبھی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ آپ ایک مجمع اپنا یہاں کرکے ایک فتحپور میں کرکے اور ایک مئو میں کرکے یہ سب مضامین پہونچا دیجئے۔ آپ کو ثواب ملیگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ والسلام۔

وصی اللہ عفی عنہٗ

(جواب مولوی حنیف صاحب بخدمت اقدس حضرت مصلح الامۃ)

عریضہ: حضرت والا کا پسند نامہ شرف صدور لایا اسے بہت غور سے پڑھا مجھے اس سے بہت تأثر ہوا۔ تحقیق: الحمدللہ۔

عریضہ: ہر بار پڑھنے میں ایک نئی روشنی ملی جتنی بھی اسکی اشاعت ہو جائے کم ہے۔ مضمون ملتے کے ساتھ ہی اجتماع نہ ہو سکا ایک روز ناغہ ہوا اسی روز مئو چلا گیا وہاں تقریباً ۲۴ گھنٹے ٹھیرنا پڑا مگر سوائے مخصوص حضرات کے اور لوگوں کا اجتماع نہو سکا شدید بارش کیوجہ سے آمد و رفت مشکل ہوگئی۔ جناب قاری (ریاست علی) صاحب اور مفتی (نظام الدین) صاحب نے فرمایا کہ بارش کے باعث کوئی دن مقرر نہیں کیا جا سکتا ہم لوگ خود کوئی دن مقرر کریں گے میں واپس چلا آیا کئی روز کے انتظار کے بعد حاجی سمیع اللہ خانصاحب کے ساتھ گیا اسبار اجتماع ہوگیا لوگ آئے۔ حضرات علماء بھی تھے باتوں کو بہت توجہ سے سنا اور اثر لیا وہاں کے (یعنی مئو کے) لوگوں کا تأثر سب سے زیادہ رہا۔ تحقیق: الحمدللہ۔

عریضہ: فوراً ہی لوگوں نے کہا کہ ہم اپنی کوتاہی اور کمی کو دور کریں گے اور اصلاحی تعلق کو مضبوط کریں گے۔ تحقیق: انشاء اللہ تعالیٰ

عریضہ: ہماری طرف سے حضرت والا سے درخواست کردو کہ ہمارے لئے دعاء فرمائی جائے۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

عریضہ: یہاں (کوپاگنج) کے لوگوں نے بھی اثر لیا مگر نسبتۃً وہاں سے کم۔ اندازہ

ہو رہا ہے کہ انشاء اللہ جمود ٹوٹے گا۔ ہر دو اس پور بھی فتحپور آتے جاتے گیا مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اہل اعتقاد متمیز ہو جاتے ہیں۔
تحقیق: بیشک۔
عریضہ: فتحپور میں بھی مضمون پھر پہونچانے کا ارادہ ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس مضمون کی ایک نقل جناب حکیم ظہیر الدین صاحب کے پاس بھی بھیجدوں کہ وہاں بھی اشاعت ہو جائے۔ انتہیٰ۔

حضرت اقدسؒ کے مندرجہ بالا مکتوبات سے ناظرین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت نے اپنا وطن گو ترک فرما دیا تھا لیکن وطن اور اطراف وطن کے لوگوں کی اصلاح برابر مدنظر رہی اسکی جانب سے حضرت کبھی بھی غافل نہیں ہوئے۔ چنانچہ جب شمس الدین مرحوم کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا خیال ڈالا تو اسکو بھی اپنی سابقہ حرکت پر ندامت دامنگیر ہوئی اور خود سے ابتداءً تو حضرت والا سے عرض کرنے کی ہمت نہیں پڑی مگر برادری اور وطن کے لوگوں میں سے جنکے متعلق سمجھا کہ حضرت انکی سفارش ضرور قبول فرمالیں گے ان سے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اس سلسلہ میں تین حضرات کے نام مکتوبات ملے اور ان سے حضرت اقدس کی مکاتبت بھی ہوئی اسلئے پہلے ان حضرات کا تھوڑا سا تعارف کرا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ تینوں حضرات عالم تھے اور حضرت اقدسؒ سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔ وہ حضرات یہ تھے:۔ مولوی عبد القیوم صاحب فتحپوری۔ مولوی عبد الحکیم صاحب جین پوری۔ مولوی حکیم ظہیر الدین صاحب ندوہ سرائے ــــ ان میں آخر الذکر جناب حکیم ظہیر الدین صاحب حضرت کے دیوبند میں بعض کتب میں ہم سبق رہ چکے تھے اور ثانی الذکر مولوی عبد الحکیم صاحب سیاست میں حضرت مولانا مدنیؒ کے ہم مشرب تھے لیکن حضرتؒ کے پاس بھی آیا جایا کرتے تھے۔ غالباً دیوبند میں تعلیم کا کچھ زمانہ

شترک گذرا تھا۔ حضرت کا احترام کرتے تھے۔ برادری کے سدھار کا خیال
رہتا تھا حضرت والا بھی انکا احترام کرتے تھے اور ان کے ساتھ باہم معاملہ
سادات ہی کا فرماتے تھے۔ اول الذکر مولوی عبد القیوم صاحب فتحپوری نہ صرف
یہ کہ حضرت والا کے ہموطن تھے قریبی پڑوسی بھی تھے حضرت کے مکان سے مولوی
صاحب موصوف کا مکان بالکل ملا ہوا تھا۔ فتحپور کا عربی مدرسہ جواب خانقاہ سے
متصل اپنی مستقل عمارت میں ہے پہلے مولوی صاحب کی باہری دالان میں تھا
اور خود مولوی صاحب طلبہ کو حفظ کراتے تھے اور حضرت کی اپنی خانقاہ بننے سے
پہلے دوچار مہمان جو آجاتے تھے وہ بھی اسی دالان میں قیام کرتے تھے گویا وہی ان دنوں
حضرت کی خانقاہ بھی تھی۔ علاوہ ازیں مولوی صاحب نہایت خلیق اور نرم مزاج
واقع ہوئے تھے اسی لئے بستی کے سب ہی لوگ انکو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے
تھے۔ حضرتؒ سے بھی تعلق تھا اور اصلاحی معاملات میں ان پر حضرت کی پوری
توجہ تھی۔ معاتبہ اور مواخذہ بھی ہوتا رہتا۔ اور گاؤں کے معاملات در پیش ہوتے
تو جن چند حضرات کے حوالہ حضرت والا اسکی درستگی کو فرماتے ان میں سے ایک
مولوی صاحب بھی ہوتے۔ چنانچہ آخری ہنگامہ جو حضرت کی ہجرت فرمانے کا سبب
بنا اس میں راقم الحروف نے خود دیکھا کہ آخر میں حضرتؒ نے مولوی عبد القیوم صاحب
مرحوم ہی کو بھیجا کہ جائیے آپ انکی مسجد کے پاس سے اعلان کر دیجئے کہ اپنے لوگ
واپس چلے آئیں اور یوں کہیئے کہ وصی اللہ نے کہا ہے کہ سب لوگ واپس آجاؤ
کوئی شخص آگے نہ جائے۔

غالباً انھیں تعلقات اور اسی قرب کے پیش نظر شمس الدین مرحوم نے
مولوی صاحب کو اپنی مطلب برآری کے لئے مفید جانکر ان سے سفارش کا
خواہاں ہوا چنانچہ جب حضرت وطن سے گورکھپور تشریف لے لئے اور چند دنوں
بعد وطن کے خاص خاص لوگوں کو انکی عاجزی معافی اور درخواست پر خدمت والا
میں باریابی حاصل ہوگئی تو ایک موقع پر حافظ فرید الدین صاحب۔ بھائی محمد ادریس

صاحب جنٹے والے اور بھائی عبدالقیوم صاحب رگھولی والے جب گورکھپور حاضر ہوئے تو اس سے کچھ ہی پہلے مولوی عبدالقیوم صاحب فتحپوری مرحوم کا خط حضرت والا کے نام جا چکا تھا جسمیں کچھ شمس الدین مرحوم کی معافی کا بھی تذکرہ تھا تو حضرت والا نے حسب عادت شریفہ برادری کے ان لوگوں سے فرمایا کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ خط آیا ہے اسکا جواب آپ لوگ انکو دیں (حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں بالواسطہ زبانی یا تحریری گفتگو اسلئے بھی کرتا ہوں کہ میرے سوال سے تو وہ شخص مبہوت ہوجاتا ہے اور گھبرا جاتا ہے اسلئے میں ذہنًا اسکو آسانی پہونچانے کے خیال سے کسی کو واسطہ بنا دیتا ہوں تاکہ اس سے کھلکر بات چیت کرسکے گا اور اس کی وجہ سے میں اسکے مافی الضمیر پر مطلع ہوجاؤں گا)

(خط منجانب اصحاب ثلثہ بنام جناب مولوی عبدالقیوم صاحب فتحپوری)

مکرمی و محترمی جناب مولوی عبدالقیوم صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ گورکھپور حضرت والا کے یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا ایک خط آیا ہے جس میں شمس الدین کا بھی کچھ ذکر آپ نے کیا ہے کہ وہ معافی مانگنا چاہتا ہے بڑے افسوس کے ساتھ آپکو لکھنا پڑتا ہے کہ آپ بارہا اسکے معافی کے قصہ کو سن چکے ہونگے اور یہ بات بچے بچے کی سمجھ میں آگئی کہ وہ اپنے تکبر کو برقرار رکھکر صلح چاہتا ہے اور ادھر ادھر بڑھ بڑھکر باتیں کرتا ہے اگر واقعی دل سے معافی مانگتا تو کب ہی سب فساد ختم ہوگیا ہوتا مگر وہ مکاری سے حضرت والا کو خوش کرنا چاہتا ہے جو ناممکنات سے ہے ۔ معافی اسکی یہی ہے کہ جس جس جگہ حضرت والا کے خلاف کہا ہے جا کر اسکا رد کرے اور یہ کہے کہ جو کچھ ہم نے حضرت والا کے متعلق کہا ہے سب غلط ہے اگر اسکو کرنے تو سمجھئے کہ دل سے چاہتا ہے ورنہ سمجھئے کہ دھوکا دے رہا ہے جس کا نتیجہ انشاء اللہ بہت جلد پا دے گا ۔ افسوس اسکا ہے کہ اسکی مکاری کو ہم لوگوں نے ابتک نہیں پہچانا اور اسکی لفاظیوں اور

دل خوش کن باتوں میں آکر سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت مولانا اس اطراف کے
لوگوں خصوصاً برادری کے رگ و ریشہ سے خوب واقف ہیں کسی کی چال یہاں نہیں
چل سکتی۔ اور اگر حضرت والا سے سالہا سال کے تعلق کے بعد ہم نے خود
اپنے کو اور دوسروں کو نہ پہچانا تو ہمارے لئے انتہائی افسوس کی بات ہے
کیونکہ حضرت والا کی تعلیمات میں سب سے مقدم یہی چیز ہے کہ ہم لوگ عقل
اور فہم سے کام لیں اور اپنے دوست اور دشمن کو پہچانیں۔ آپ کو معلوم
ہونا چاہیئے کہ اب وقت بدل گیا ہے آپ کو غور کرنا چاہیئے کہ اب فتحپور نہیں ہے
خاکساران: فریدالدین عفی عنہ۔ محمد ادریس عفی عنہ۔ عبدالقیوم رکھولی۔

اسی اثنار میں مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم نے حضرت والا کو یہ
عریضہ ارسال کیا جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کر کے حضرت والا سے معافی کی درخواست
کی چونکہ حضرت کی عادت شریفہ تھی کہ اصلاحی گفتگو بھی بالعموم بذریعہ واسطہ کے فرمایا
کرتے تھے اسلئے بھی نیز ان دنوں حضرت کی طبیعت بھی شاید کچھ ناساز ہی تھی اس لئے
حضرت نے مولوی صاحب موصوف کا خط حکیم مولوی ظہیرالدین صاحب ندوہ سرائے
کے پاس بھیجدیا کہ آپ انکو سمجھائیں، حکیم صاحب مولوی صاحب کے احباب میں سے
تھے اور حضرت والا سے بیعت تھے انکا ذکر آگے آتا ہے۔ مولوی عبدالقیوم صاحب
نے حضرت کو لکھا تھا کہ:۔

"اب یہ سنکر کہ حضرت والا کی طبیعت الحمدللہ بو بصحت ہے بیحد خوشی
ہوئی۔ اور یہ کہ اب جواب خط بھی ملتا ہے لہٰذا حضرت والا کی تحریر (پیغام) کا جواب
عرض کرتا ہوں کہ میں سرتاپا عیب سے پُر ہوں جو کچھ کوتاہی اور غلطی اب تک ہوئی ہے دل سے
معاف فرمائیں۔ آپ نہ معاف فرمائیں گے تو کون معاف فرمائے گا اور اب سے
صدق و خلوص اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں۔ حضرت والا سے ملاقات کے لئے دل بیحد بے چین ہے
امید کہ حضرت والا اپنے کرم سے اجازت دیکر مشکور فرمائیں گے۔ اور میرے متعلقین کی
اصلاح کے لئے دعار فرمائیں"

(یہ تحریر مع خط بالا کے حکیم مولوی ظہیر الدین صاحب کو گئی)

عرض ہے کہ مولوی عبد القیوم صاحب کا خط حضرت مولانا کی خدمت میں آیا وہ خط بھی روانہ ہے اسکو دیکھ لیجئے اسکے متعلق حضرت مولانا نے فرمایا ہے کہ حکیم صاحب کو لکھو کہ مولوی صاحب سے اچھی طرح گفتگو خلوص کے بارے میں جتنی کر سکتے ہوں کریں ذرا بھی رعایت نکوینۃ دبیں خوب اچھی طرح سمجھا دیں تاکہ اگر آویں تو سمجھکر اور صدق و خلوص کے ساتھ آویں۔ اگر اس پر مولوی صاحب آنا چاہیں تو انکو روکیں نہیں اجازت دیدیں ؎

در میخانہ وا ہے سب کے لئے
شرط لیکن وفا ہے سب کے لئے

(حکیم مولوی ظہیر الدین صاحب کا جواب مولوی عبد القیوم صاحب کے نام)

مؤدبانہ عرض ہے کہ عمومی انداز میں اپنی خامیوں کا اعتراف چنداں موثر اور کارآمد نہیں ہوتا بسا اوقات انسان کسر نفس کے مغالطہ اور فریب میں مبتلا ہوجاتا ہے اس لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ انگلی رکھکر اپنے ہر ہر نقص کو متعین فرمائیے تاکہ نفس کسر نفسی کے حسن فریب میں مبتلا نہ ہونے پائے اور خود اپنے نفس کو حقیقت حال کا بخوبی احساس ہوجائے بہرکیف ابتک کی محرومی کا جو اصل باعث ہے حق تعالیٰ آپ کو اس سے مستقلاً نجات عطا فرمائے اور آپ کو توفیق بخشے کہ آپ پھر عود نہ فرمائیں۔

حق تعالےٰ حضرت مولانا کو مستقلاً صحت عطا فرمائیں۔

والسلام

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر فقہاء اور اہل حدیث میں ایک نقص نہ ہوتا تو وہ سب لوگوں سے افضل تھے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ اب اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کمانے لگے ہیں اسی لئے لوگوں کی نگاہوں میں ہلکے ہوگئے یہ بھی فرماتے تھے کہ انسان کی عقلمندی کی دلیل یہ ہے کہ علم اسی قدر حاصل کرے جس پر پوری طرح عمل کرنے کی قدرت اپنے اندر پاتا ہو۔ جب اسپر عمل کر چکے اسوقت اس کے لئے آگے بڑھنے کا شوق مناسب ہوگا۔ معروف کرخیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مزیدار باتیں بنانے کے لئے علم حاصل نہ کرو کہ جو کچھ سنا بغیر عمل کے اسکو بیان کر دیا۔ علم کو صرف عمل ہی کے لئے طلب کرنا چاہئیے خدا کی قسم اگر عمل ہی کے لئے لوگ علم حاصل کیا کرتے تو (ہر ہر بات کو) کڑوی دوا کی طرح گھونٹ گھونٹ پیتے یہ لذت اور مزہ بھول جاتے۔ اور جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم کی ایک قیمت ہے اسکو وصول کئے بغیر کسی کو علم مت دو۔ لوگوں نے دریافت کیا وہ قیمت کیا ہے فرمایا کہ اچھی طرح اس کو دل میں جگہ دینا اور ضائع نہ کرنا (جو یہ قیمت پہلے پیش کردے اسکو علوم پڑھاؤ) اور ابو عبداللہ سنجریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کا علم (ریاء وغیرہ سے) پاک نہیں اسکا عمل پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور جس کا عمل پاکیزہ نہیں اسکا بدن پاک صاف نہیں اور جسکا بدن ستھرا نہیں اسکا دل بھی پاکیزہ نہیں ہوسکتا اور جسکا دل پاک صاف نہیں اسکا سارا گھر ہی ناپاک ہے (کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کی بوٹی ہے اگر وہ درست ہے تو تمام بدن درست ہوجائیگا اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا بدن خراب ہوجائے گا۔ سن لو وہ دل ہے) غرض تمام امور کا دارومدار اخلاص نیت پر ہے (علم حاصل کرنے میں اگر نیت خالص ہوگی تو سارے کام درست ہوجائیں گے)۔ ابو محمد عبداللہ رازیؒ فرمایا کرتے تھے کہ آجکل لوگوں کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ اپنے عیبوں کو پہچانتے ہیں اور جان بوجھکر پھر بھی ان ہی پر قائم رہنا چاہتے ہیں سیدھے راستہ کیطرف لوٹنا نہیں چاہتے وجہ یہ ہے کہ علم حاصل

کرکے اس پر ناز کرنے لگے، فخر ومباہات میں مشغول ہوگئے اس سے کام لینے کا قصد نہیں کیا (عمل میں مشغول نہیں ہوتے، ظاہری باتوں میں قیل وقال کرتے رہتے ہیں باطنی (اور قلبی امراض) کی بحث کو چھوڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے بھی انکے دلوں کو سیدھا راستہ دیکھنے سے اندھا کردیا اور ظاہری اعضاء کو طاعات (کی بجاآوری) سے روک دیا[۲] اور شعبیؒ فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرتے ہوئے روتے ہی رہا کرو کیونکہ تم (فقط علم نہیں حاصل کررہے ہو) اپنے اوپر حجت الٰہی کو اچھی طرح قائم کررہے ہو۔ اور جب حضرت بشر حافیؒ نے علم حدیث پڑھانا چھوڑ دیا تو لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ خدا تعالیٰ کو اسوقت کیا جواب دیں گے جبکہ یہ سوال ہوگا کہ تم نے میرے بندوں کو علم کیوں نہیں سکھایا تو بشر حافیؒ نے کہا میں یہ عرض کردوں گا کہ آپ نے اسکے لئے اخلاص کا بھی امر فرمایا تھا اور میں نے اپنے نفس میں اخلاص نہیں پایا اس لئے تعلیم نہیں دی۔ اور سفیان بن عیینہؒ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جہانتک تم سے ہوسکے تعلقات کو کم کرو کیونکہ بخدا اگر میں نفس کی ہر خواہش کو پورا کیا کرتا تو مجھے خوف تھا کہ علم کو چھوڑ کر کہیں داروغہ یا چونگی وصول کرنے والا ہوجاتا (کیونکہ علمی مشغلہ میں دنیا زیادہ نہیں ملتی زیادہ آمدنی تو ایسے ہی منصوبوں سے ہوتی ہے تو اگر علائق کم نہ کئے جائیں گے خواہ مخواہ زیادہ مال کی طلب ہوگی پھر اندیشہ ہے کہ علم کو چھوڑ کر دنیا کے دھندوں

ف۲۔ واقعی بات یہ ہے کہ آجکل ہم لوگ درس وتدریس کے وقت اکثر اخلاص سے خالی ہی ہوتے ہیں۔ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ہماری بات بنی رہے اگر کوئی طالبعلم ہماری تقریر پر اعتراض کرے یا حاشیہ وشرح سے ہمارے خلاف کوئی بات بیان کرے تو طالب علم کی سنتے ہیں نہ محشی وشارح کی بات کو مانتے ہیں اپنی رائے کے مقابلہ میں بیدھڑک سبکار دکردیتے ہیں مشائخ کی شان میں بیجا الفاظ کہڈالتے ہیں اور یہ کوشش تو ضرور ہوتی ہے کہ روانی تقریر اور زیادت تحقیق میں ہمارا نام ہوجائے غور کرو یہ شہرت پسندی ہے یا نہیں؟ اخلاص اسکا نام نہیں۔ خدا ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ (مترجم)

میں نہ پھنس جائے جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ہزار علم حاصل کرنیوالوں میں سے دس پانچ ہی اس میں لگنے والے ہوتے ہیں جو تعلقات کم کرکے قلیل دنیا پر قناعت کئے ہوئے ہیں۔ اکثر طلبہ دوسرے مشاغل میں پھنسکر علم کو ضائع کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے کھانے پہننے اور ساز و سامان کے لئے قلیل آمدنی کافی نہیں ہوتی اس لئے زیادہ آمدنی کی طلب میں دنیا کے دوسرے دھندے طب وغیرہ اختیار کرتے ہیں جن سے علم کا نام ونشان بھی ان میں نہیں رہتا)۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہمارا دن بیوقوفوں کی طرح گذرے اور رات جاہلوں کی طرح تو زیادہ علم کو لیکر کیا ہم چاٹیں گے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ایسے عالم کی کیا تعریف کی جائے جو بادشاہوں کی خلعت قبول کرتا ہو اور ظالم حکام کے ہدایا کھاتا ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ جب طالب علم کو دیکھو کہ کھانے پینے میں گڑ بڑ کرتا ہے (حرام وحلال کا خیال نہیں کرتا) اسکی تعلیم سے ہاتھ روک لو۔ اور خدا کی قسم اگر کوئی بندہ پورا علم حاصل کرکے خدا کی عبادت میں مشغول ہو یہاں تک کہ سارا عمل ایک بڑے ستون کی برابر ہو جائے مگر وہ اسکی پرواہ نہ کرتا ہو کہ پیٹ میں جو چیز جاتی ہے وہ حلال ہے یا حرام تب بھی اندیشہ ہے کہ اسکا کوئی عمل قبول نہ ہو۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے پہلے لوگوں کو دیکھا ہے کہ تعلیم کے قبل طالب علم سے نیت میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے برسوں ریاضات (ومجاہدات) کراتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے سوال کیا کہ بیہودہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا جو اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا کھاتے ہیں۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ روایات بیان کرنے کا نام علم نہیں علم وہی ہے جس سے نفع ہو (اور نفع اخلاص کے بغیر نہیں ہوسکتا)۔ اور امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر علم نے تمکو نفع نہ دیا تو نقصان ضرور پہونچائے گا اور امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں عالم کا مخلص ہونا اس سے پہچانتا ہوں کہ دنیا والوں کی خوشامد زیادہ کرے اور وہ کہیں چلے جائیں تو ان کے پاس سلام بھیجتا رہے اور فقیروں کے ساتھ ایسا برتاؤ نکرے۔ امام شاطبیؒ سے کسی نے علماء کے اوصاف

دریافت کئے (کہ علماء کیسے ہوا کرتے ہیں) آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

تعروا وجاعوا والهوا جرا ظمأوا والاقدام صفوا والجباه قد اورموا

ننگے اور بھوکے اور گرمی کی دوپہر میں پیاسے رہتے ہیں اور (نماز میں) قدم جما کر کھڑے ہوتے ہیں یہاں تک کہ پیشانیوں پر (بوجہ لمبے سجدے کرنے کے) ورم ہوجاتا ہے۔ سلف صالحین کے اقوال اس بارہ میں کثرت سے ہیں جن میں بہت سے کتاب الطبقات میں ہم نے لکھدیئے ہیں اور اس عہد کے شروع میں ہم نے جو کہا ہے کہ جو طالب علم عمل کا اہتمام نکرتا ہو اسکی تعلیم سے ہم کو رک جانا چاہیئے اس سے وہ صورت خود ہی نکل گئی جبکہ طالب علم میں اخلاص وعمل کی ذرا بھی بو ہمکو محسوس ہو ایسے شخص کو ضرور پڑھانا چاہیئے بلکہ اسکی تعلیم کو اپنے تمام اوراد ونوافل پر مقدم کرنا چاہیئے کیونکہ انکا اثر کرنے والے ہی تک محدود رہتا ہے (اور تعلیم کا اثر بہت دور تک پہونچتا ہے) نیز اسلئے بھی کہ علم سے دین کی حیات اور بقا ہے اور ہر زمانہ میں ہمیشہ علماء کی ایک جماعت قدم اخلاص پر بھی ہوئی ضرور ہوتی ہے جن کے ذریعہ سے حق تعالیٰ اس شریعت کو زندہ کرتے رہتے ہیں جب تک کہ خدا تعالےٰ کا دوسرا حکم آوے (یعنی قیامت کے قریب جبکہ علم اُٹھ جائے گا اس وقت تو مخلصین نہ رہیں گے باقی اس سے پہلے ہر زمانے میں مخلصین ضرور موجود رہتے ہیں) پس یہ کہنے کی کسی کو گنجائش نہیں رہی کہ اگر ان بیہودہ لوگوں کی تعلیم سے ہاتھ روک لیا جائے جو اپنے علم کے موافق عمل نہیں کرتے تو علم کا نام ونشان مٹ جائے گا کیونکہ ہم اسکا یہ جواب دیں گے کہ مخلصین ہر زمانہ میں موجود ہوتے ہیں انکے ہوتے ہوئے علم کا نام ونشان نہیں مٹ سکتا۔ واللہ علیم حکیم۔

(عہد: دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصبوں سے علحدہ ہوں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا میں بے رغبت اور اسکے منصبوں سے علحدہ ہوں اور جو شخص کسی منصب حکومت پر چسپاں ہو

سکی تعزیت کو جایا کریں اور اس کو پُرسا دیا کریں خصوصاً اگر وہ شخص علماء اور
صالحین میں سے ہو یا وہ منصب تولیت وقف کا ہو اور یہ (تعزیت) چند وجوہ
سے کرنی چاہیئے اول یہ کہ ایسا شخص حب ریاست کی بلا میں گرفتار ہو جاتا ہے
ایسے لوگ بہت کم ہیں کہ ریاست کا مزہ چکھنے کے بعد پھر آسانی سے اس کو
چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں پھر جدائی آسان نہیں ہوتی بلکہ اگر کوئی اسکا ہمسر اس کو
اس سے چھیننا چاہے تو چھیننے والے کا دشمن ہو جائے گا حالانکہ منصب ملنے
سے پہلے یہ اس سے بالکل مستغنی تھا کوئی ضرورت اسکی نہ تھی حق تعالیٰ برسوں
بغیر منصب ہی کے) روزی پہونچاتے رہے ایک دن بھی اسکو نہیں بھولے (مگر
منصب ملنے کے بعد نہ معلوم اسکی جدائی کیوں ناگوار ہوتی ہے اور کس لئے یہ خیال
کر لیا جاتا ہے کہ اسکو چھوڑ کر روزی کہاں سے ملے گی، گذارہ کہاں سے ہوگا؟ کچھ نہیں
بس اس حب ریاست کا اثر ہے کہ دل میں توکل اور خدا پر بھروسہ نہیں رہا اور ظاہر ہے
کہ اس سے زیادہ دین کی موت کیا ہوگی؟ اسلئے ایسے شخص کو اسکے دین کے مرجانے
پر پُرسا دینا چاہیئے۔ دوسری خرابی یہ کہ متولی وقف اکثر ان لوگوں کے خیال سے
جو کہ وقف سے تنخواہ پاتے ہیں (مثلاً امام اور عالم اور مؤذن اور خطیب وغیرہ) لگان
وصول کرنے میں بہت سختی سے کام لیا کرتا ہے چاہے کاشتکار کیسا ہی پریشان حال
اور تنگدست کیوں نہ ہو اس سے خالی پڑی زمین اور آفت رسیدہ کھیت کا بھی
لگان وصول کر لیتا ہے حتیٰ کہ اسکے چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے بھی ایک بوری
گیہوں کی اسکے گھر میں نہیں چھوڑتے۔ پس اگر یہ عالم متولی وقف بنکر اسی چال چلا
تو سارے حکام اور زمیندار وغیرہ چلتے ہیں اور یہ بھی انکی طرح کاشتکاروں کے
گھر کا غلہ اور دودھ کی گائے وغیرہ بکوانے لگا تب تو علم اور زہد کے طریقہ سے نکلکر
ظالموں کے پیشہ میں داخل ہوگیا اور اگر یہ اس طریقہ پر نہ چلا تو جو لوگ وقف میں حقدار
ہیں وہ ان لوگوں کے سر ہونگے اور کہیں گے کہ تو اس منصب کے لائق نہیں تو لگان
وصول کرنے میں سستی اور کوتاہی کرتا ہے اس لئے جس قدر رقم کاشتکاروں کے

پاس باقی ہے اسکا ادا کرنا تیرے ذمہ ہے اب اس وقت متولی میں اور حقدار وں
میں نزاع ہوگا اور بقایا رقم کی اسکے اوپر محکمۂ مفتش میں نالش کر دینگے غرض
متولیٔ وقف ان دوہری بلاؤں سے کبھی نجات نہیں پا سکتا ہاں اگر خالص اور پاکیزہ
دل والوں میں سے ہو (تو اُن سے بچ سکتا ہے) کیونکہ وہ ایسے وقت میں حق تعالےٰ
شانہٗ کی طرف متوجہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے کاشتکار کی روزی
میں پوشیدہ طور پر برکت پیدا کر دینگے پھر اسکو لگان ادا کرنا بدون کسی مشقت
کے آسان ہو جائے گا مگر ایسے لوگ بہت کمیاب ہیں متولی اوقاف تو کوئی بھی
اس شان کا نہ ملیگا الا ماشاء اللہ۔ پس سوچ لو کہ تولیت وقف کیسی بری بلا ہے
تیسری بات یہ ہے کہ پہلے جو لوگ اس عالم یا درویش سے فیض اور برکت حاصل
کرتے تھے اور علم و عبادت اور زہد کی وجہ سے دعا کی درخواست کیا کرتے تھے
وہ اب خدا کے سامنے اس کے شر سے پناہ مانگیں گے پھر یہ کہ اس شخص کا جو خاص
وقت اللہ کی یاد کا ہوگا وہ بھی مکدر اور مشوش ہو جائے گا۔ اب نہ اسکا دل
نماز میں لگے گا نہ کسی کام میں تو اسکی حالت بالکل ہی ردی ہو جائیگی علمی مشغلہ بھی
یقیناً کم ہو جائے راتوں کا اٹھنا اور لوگوں کے سوتے ہوئے تہجد کی نماز پڑھنا وغیرہ
سب چھوٹ جائیگا (ہاں اسکے بجائے یہ ہوگا کہ) اسکا دل نفیس قیمتی لباس
اور لذیذ غذاؤں اور حسین جمیل عورتوں کیطرف مائل ہو جائے گا کہ ایسی عورتوں سے
نکاح کرنے اور سنگ مرمر کے بلند مکانوں میں رہنے کی خواہش کریگا دنیاداروں
سے اختلاط کرے گا اور ان سے بھی زیادہ دنیا میں رغبت کرنے لگیگا۔ پس
منصب کی بدولت جسکی حالت اس درجہ کو پہونچ جائے اسکو منصب ملنے کی مبارک
کیونکر دی جا سکتی ہے بلکہ اسکی تو تعزیت کرنا مناسب ہے کہ اسکا دین ناقص
ہوگیا اور جو شخص منصب والوں کے بارے میں ان خرابیوں کے پیش آنیکا (انکا
کرے یا) اسمیں شک و شبہ کرے اسکا دل روشن اور صاف ستھرا نہیں
(ورنہ اس میں کبھی توقف نہ کرتا بلکہ کھلی آنکھوں ان خرابیوں کے پیش آنے کو

یقین کے ساتھ مشاہدہ کرتا) کیونکہ ہم نے اس زمانہ میں اپنے دوستوں میں سے
جس کسی کو حکومت و ریاست کے منصب پر پایا اسکی یہی حالت دیکھی ہے کہ
منصب ملنے کے بعد) اپنے دوست آشناؤں سے بدل جاتا اور اپنے
دان سے بڑا سمجھنے لگتا ہے بلکہ میں نے بعضوں کو اپنی ماں سے بدلتا ہوا دیکھا ہے
وہ غریب (اس سے ملنے کو گاؤں سے آئی (تو کسی سے یہ نہیں کہا کہ یہ میری ماں ہے)
لکہ بیوی کے خوف سے یوں کہا کہ اس کاشتکار عورت کو کھانا دیدو' اس دیہاتی
ورت کو کھانا کھلا دو کہ مبادا کہیں بیوی اسکو عار نہ دلائے (اور حقیر نہ سمجھے کہ اسکی
اں ایسی ذلیل حالت میں آئی تھی) حالانکہ (اگر یہی خوف تھا تو) اسکو لازم تھا
اپنی ماں کو بھی ویسے ہی قیمتی کپڑے پہنانا جیسے کہ بیوی کو پہناتا ہے حالانکہ بیوی کا اتنا
بھی حق نہیں تھا کہ اسکو جَو کی بھوسی بھی کھلائی جائے زیادہ تو کیا حق ہوسکتا ہے
مطلب یہ کہ نکاح سے پہلے ماں کے مقابلہ میں اسکا کچھ بھی حق نہیں تھا اگرچہ
بعد نکاح شریعت نے بیوی کیلئے بھی حقوق مقرر کئے ہیں مگر ماں کے درجہ سے اسکا
درجہ بڑھا دینا کبھی جائز نہیں والدین کی خدمت کیساتھ بیوی کی بھی رعایت کرنی
چاہیئے) تو جس علم و صلاح کا یہ انجام ہو کہ دین میں سستی اور بے اعتنائی اور دنیا
کی محبت اور دنیا کے لوگوں سے عداوت پیدا ہو اس سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔
میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ (منصب ملنے سے پہلے حکام کے پاس لوگوں
کی بہت سفارش کیا کرتا تھا پھر جب حاکم نے کچھ خلعت وغیرہ اسکو دیدیا یا شاہی
دفتر سے اسکے لئے کچھ (روپئے) پیسے مقرر کرا دیئے تو اسکے بعد سفارش
کرنے سے بالکل رک گیا پھر اسکے بعد کسی کی سفارش نہ کرسکا کہ مبادا کہیں اس سے
منصب وغیرہ اور پیسے نہ چھین لئے جائیں (حالانکہ بخدا سمجھنے کی بات ہے کہ)
جب حق تعالیٰ شانہ رات دن ان لوگوں کو بھی روزی دیتے ہیں جو اسکی طرف
سے منہ موڑے ہوئے ہیں اور مخلوق کو تکلیف پہونچاتے ہیں تو ان لوگوں کو کیسے
بھول سکتے ہیں جو اسکی طرف متوجہ ہوتے اور مخلوق کو نفع پہونچاتے ہیں۔ پھر اگر

ن بھی لیا جائے کہ حاکم اس منصب کو جسکی قدر حق تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے
ابر بھی نہیں اس عالم یا درویش سے منتقل ہی کردے گا تو کیا اس کے واسطے بقدر
شہر میں دو روٹیاں بھی نہیں رہیں جن سے ہر دن پیٹ بھر لیا کرے اور بعض غیبی
وازوں میں سنا گیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بندے میں نے تجھکو
فقط اپنے واسطے پیدا کیا ہے اور فرشتوں کو اس کام پر مقرر کر دیا ہے کہ تجھکو
میرے دربار کی طرف کھینچتے رہیں جب تک کہ تو کچھ روٹی اور بدن چھپانے کے لائق
کپڑا اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مجھ سے لیکر اسی پر قناعت کرتا ہے اگر اس سے
زیادہ تو نے مجھ سے مانگا تو میں اس تعلق کو قطع کر دوں گا جو میرے اور تیرے درمیان
ہے پھر تو میرے دربار کی طرف ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہ پائیگا۔ اور
عزیزمن! یہ (خوب) سمجھ کہ جب ہمارا کوئی بھائی یا دوست کسی منصب پر ممتاز
کیا جائے ہر حال میں اسکی تعزیت کرنا چاہیئے خواہ اس نے خود درخواست کی ہو
یا اس سے کسی نے قبول منصب کی درخواست کی ہو (دونوں حالتیں برابر ہیں
تعزیت کرنے میں دونوں کو جدا نہ سمجھنا چاہیئے) بلکہ دوسری صورت کہ اس سے
کسی نے قبول منصب کی درخواست کی ہو) پہلی صورت سے بھی زیادہ سخت
ہے کیونکہ (اسکی یہی صورت ہوتی ہے کہ پہلے) کچھ لوگ حاکم کے سامنے اسکے علم
اور زہد وتقویٰ وغیرہ کی تعریف کرتے ہیں (کہ یہ بڑے بزرگ اور عالم ہیں انکو
یہ منصب دیا جائے یہ اسکے بہت مناسب ہیں) جن کو وہ خاموش ہو کر سنتا ہے
تو یہ صورت تو بالکل دین فروشی کی صورت ہوئی کہ اپنے دین کو دنیا کے عوض
بیچ دیا (کیونکہ حکام نے وہ منصب اسکی دینداری اور علم ہی کیوجہ سے دیا ہے
اس نے خاموش ہو کر اسکو قبول کر لیا اگر مخلص ہوتا تو ضرور اس سے بچنے کی کوشش کرتا)[۱]

---

[۱] لیکن اگر کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر معلوم ہو اسوقت اگر درخواست میں مضائقہ نہیں کیونکہ ایسی حالت میں اگر تمنے درخواست نہ کی اور کسی نااہل کے وہ کام سپرد ہوا تو مخلوق کو دینی یا دنیوی سخت ضرر پہونچیگا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کا انتظام خود اپنے آپ کہکر اپنے ہاتھ میں لیا تھا حضرت حکیم الامۃ اس مقام پر تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے قول کو معلوم ہوا کہ جبکہ کسی کام کی لیاقت اپنے اندر منحصر دیکھے تو خود اسکی درخواست جائز ہے جبکہ مقصود نفع رسانی ہو نہ کہ تفنن پروری[؟] واللہ اعلم ۱۲ مترجم

چھبیسواں باب

(فقرا اور مساکین کی فضیلت کا بیان)

حضرت فقیہ ابواللیث ثمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فقراء صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیجا اس قاصد نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں فقراء کا قاصد ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خوش آمدید۔ آؤ آؤ تمھیں بھی مرحبا اور انکو بھی جنکی طرف سے تم آئے ہو (سبحان اللہ) تم ایسی جماعت کیطرف سے آئے ہو جن سے اللہ تعالےٰ محبت فرماتے ہیں۔ قاصد نے عرض کیا کہ یارسول اللہ فقراء کا یہ پیغام ہے کہ یہ اغنیاء اور امیر لوگ تو ہر قسم کی نیکی میں بازی مار لے گئے چنانچہ یہ لوگ حج کرتے ہیں ہم لوگ اس پر قادر نہیں۔ یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں ہمارے پاس مال ہی نہیں۔ جب یہ لوگ بیمار ہوتے ہیں تو اپنے زائد مال کو جلدی جلدی صدقہ خیرات کرکے آخرت کا ذخیرہ بنالیتے ہیں (ہمکو اس پر بھی قدرت نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قاصد سے فرمایا کہ میری جانب سے تم ان فقراء سے جاکر کہدو کہ جس نے اپنی تکالیف پر صبر کیا اور اس پر ثواب کی امید رکھی تو اسکو تین ایسی خصلتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ امیروں کو ان سے کوئی حصہ نہیں ملتا۔ ایک تو یہ کہ جنت میں ایک بالاخانہ ہے سرخ یاقوت کا جو اہل جنت کو ایسا نظر آتا ہے جیسا کہ دنیا والے (آسمان کے) ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اس میں سوا نبی فقیر کے یا شہید فقیر کے یا مومن فقیر کے کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔ دوسرے یہ کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے نصف یوم قبل داخل ہوں گے اور یہ نصف یوم پانچسو سال کے برابر ہوگا ان دنوں میں انکی نعمتوں سے خوب خوب لطف اندوز ہوں گے اور جہاں سے چاہیں گے استعمال کریں گے۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام دیگر انبیاء علیہ السلام سے چالیس سال کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اسلئے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے دنیا

میں ملک عطا فرما رکھا تھا۔ اور تیسری بات یہ کہ جب کوئی فقیر اخلاص کے ساتھ سبحان اللہ
الحمد للہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اللہ اکبر کہتا ہے تو گو امیر بھی اخلاص کے ساتھ ان کلمات کو کہے مگر
فقیر کے مرتبہ کو وہ نہیں پہونچ سکتا اگرچہ امیر اسکے ساتھ ساتھ دس ہزار درہم بھی اللہ کی راہ
میں خرچ کر دے۔ اسی طرح سے اور تمام نیک کام خواہ وہ کرلے (مگر فقیر کے مرتبہ کو
نہیں پا سکے گا) یہ سنکر قاصد ان فقراء کے پاس واپس آیا اور انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد کی اطلاع دی اس پر سب نے ایک زبان ہو کر کہا کہ اے رب ہم راضی
ہیں۔ اے رب ہم راضی ہیں۔

حضرت عمران بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت ابو ذرؓ
نے فرمایا کہ مجھے میرے حبیب (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے
کہ ابو ذر دیکھو یہ سات چیزیں تم سے ترک نہ ہونے پائیں چنانچہ میں انھیں (انشاء اللہ)
کبھی ترک نہ کروں گا۔ مجھے آپؐ نے وصیت فرمائی کہ فقراء اور مساکین سے محبت
کروں اور ان سے مل جل کر رہا کروں۔ اور یہ کہ دنیا کے اعتبار سے اپنے سے اوپر والے
کو نہ دیکھوں۔ اور یہ کہ میں صلہ رحمی کیا کروں (یعنی عزیز و اقارب سے میل ملاقات رکھوں)
اگرچہ دوسرے لوگ منھ پھیرلیں اور قطع رحمی کریں۔ اور یہ وصیت فرمائی کہ میں کلمہ
لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت کیا کروں اسلئے کہ یہ کلمہ نیکیوں کا خزانہ ہے۔ اور یہ کہ میں
لوگوں سے (یعنی مخلوق سے) کچھ نہ مانگا کروں۔ اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے (اور اسکے
دین کے) معاملہ میں کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔ اور یہ کہ میں حق بات
کہدیا کروں اگرچہ (لوگوں کو) وہ کڑوی معلوم ہو۔ (چنانچہ اس وصیت پر کہ کسی مخلوق
سے سوال نہ کرنا) حضرت ابو ذر نے پھر اس طرح عمل کیا کہ اگر انکا کوڑا بھی سواری پر سے
گر جاتا تھا تو کسی دوسرے شخص سے نہ فرماتے تھے کہ اسکو اٹھا دو بلکہ اسکو برا اور مکروہ
سمجھتے تھے۔ (سواری پر سے اتر کر خود اسکو اٹھاتے تھے)۔

(احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ چوتھی وصیت یہ جو فرمائی کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ
کو کثرت سے پڑھا کرو اسلئے کہ یہ خیر کا خزانہ ہے تو یہ اسلئے کہ علماء نے فرمایا ہے کہ

مسلمان کے لئے اسکے عقیدۂ توحید کا مظہر اول نمبر تو کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ ہے اور اسکے بعد دوسرے نمبر پہ یہی کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے اور کلمۂ توحید کا شرف معلوم ہی ہے کہ اسکو افضل الذکر فرمایا گیا ہے لہٰذا جو اسکے لگ بھگ ہوگا وہ بھی اگر خیرات کا خزانہ ہو تو کیا عجب ہے؟ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم لوگ اسکی قدر سے نا واقف ہیں اور صرف یہ سمجھتے ہیں کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ صرف شیطان کے بھگانے کا ایک کوڑا ہے اور بس۔ یہ بھی ہے لیکن صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ توحید کا مظہر اتم ہے اسی لئے شیطان بھی اس کے ذریعہ سے بھاگتا ہے کیونکہ وہ توحید کا دشمن ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ معاصی سے پھرنے اور باز رہنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت دونوں اللہ وحدہٗ لا شریک کی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے خود اپنے طور پر اور اپنے قوت بازو سے نہ انسان گناہ سے بچ سکتا ہے نہ کوئی طاعت کر سکتا ہے۔ اسی لئے موذن جب اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتا ہے تو اسکے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہا جاتا ہے اب اسکا ترجمہ سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے کہ آپ کے اس جواب کو موذن کے اُس قول سے کیا قوی ربط ہے اور اب سمجھ میں آیا کہ واقعی یہ بھی توحید کامل کا مظہر اور کنوز بر سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔)

حضرت اعمشؒ نے حضرت خیثمہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی ایک جماعت ایک مرتبہ عرض کیا کہ اے پروردگار! آپ کا ایک کافر بندہ ہوتا ہے اور آپ اُس کو خوب افراط کے ساتھ دنیا عطا فرماتے ہیں اور اس سے بلا اور مصیبت کو بھی دور فرما دیتے ہیں (اس میں کیا راز ہے؟) اللہ تعالیٰ دوسرے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ ان کو ان کافروں کا عذاب اور انجام بھی ذرا دکھلا دو جب اسکو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اسے پروردگار! ان کو دنیا میں جو مال و دولت ملی تھی وہ یہاں ان کے کسی کام نہ آئی ایسا ملنا کس کام کا۔ اسی طرح سے انھوں نے یہ عرض کیا کہ پروردگار آپ کے مسلمان بندے ہیں آپ نے انکو دنیوی تمتعات سے محروم رکھا ہے اور ہر جانب سے بلائیں بھی انھیں گھیرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ انکو ان مسلمانوں کا

اجر اور ثواب بھی تو ذرا دکھلا دو۔ جب وہ اسے دیکھیں گے تو کہیں گے بس بس پروردگار! اب انکو دنیا میں جو بھی تنگی ترشی اور تکلیف پیش آئی اس سے انکا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا لہٰذا یہ تو نفع کا سودا رہا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مالدار لوگ نیچے درجے والے لوگ ہونگے مگر جو شخص اپنے مال کو اس طرح سے دے اور اس طرح سے دے۔ یہ آپؐ نے چار بار فرمایا اور یہ فرمایا کہ مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غنی شخص اگر جنتی ہوا بھی تو فقیر سے درجہ اور مرتبہ میں نیچے ہوگا اور دوزخی ہوا تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں جائیگا مگر وہ مسلمان امیر شخص جس نے اپنے مال کے ساتھ یوں یوں معاملہ کیا یعنی اپنے مال کو اپنی داہنی جانب بائیں جانب، سامنے کی جانب اور پشت کی جانب ہر جانب صدقہ کیا۔ لیکن ایسے لوگ ہیں کم۔ اسلئے کہ شیطان ان کے لئے دنیا میں ان کے مال کو مزین کئے رہتا ہے لہٰذا وہ خرچ کرنے سے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان کہتا ہے کہ مالدار شخص تین صورتوں میں سے کسی ایک سے تو بچ سکتا نہیں یا تو میں یہ کرونگا کہ دنیا کو اسکی نظروں میں اسطرح سے مزین کردونگا کہ پھر اس میں سے حقوق واجبہ کو کو بھی نہ ادا کرے گا اور یا میں اس پر اسکا خرچ اتنا آسان کردونگا کہ وہ اسکو غیر حق اور بے موقع خرچ کرنا شروع کردے گا اور یا میں اسکی محبت اس کے قلب میں اسطرح سے ڈالدونگا کہ پھر وہ اسکو ناجائز طریقوں سے بھی حاصل کرنے لگے گا (اور مال حرام بود بجائے حرام رفت کی رو سے اسکو کار خیر میں صرف کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی)۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی (اور میں مسلمان ہوا) تو میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ

تجارت کو بھی جمع کرلوں (یعنی اعلیٰ پیمانہ پر یہ بھی کردوں وہ بھی) مگر دیکھا کہ دونوں جمع نہیں ہو پا رہی ہیں یعنی عبادت اور تجارت۔ تو میں نے تجارت ترک کردی اور سارا وقت عبادت میں لگا دیا (اسکے بعد اب یہ حال ہے) بخدا کہتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی دکان مسجد کے پاس ہی ملے ایسی کہ قرب کی وجہ سے میری کوئی نماز فوت نہو اور مجھے اس تجارت میں چالیس دینار (اشرفی) روزانہ کا نفع بھی ہو اور میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ بھی کردوں تو اسکو کبھی پسند نہ کروں گا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ اے ابوالدرداء آخر آپ کو یہ کیوں ناپسند ہے؟ فرمایا کہ بھائی مال اگر زیادہ ہو تو (یہاں اور) وہاں اسکا حساب بھی تو لمبا ہوگا اور کیا خبر کہاں چوک ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ! جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہو تو اسکو بقدر کفایت روزی عطا فرما اور صرف اتنی عطا فرما کہ وہ دوسروں کا محتاج نہ رہے اور کسی سے سوال نہ کرے۔ برخلاف اسکے جو شخص مجھ سے بغض رکھتا ہو اسکو مال بھی زیادہ دے اور اولاد بھی (تاکہ وہ انھیں سب چیزوں میں الجھ کر تجھ سے غافل ہی رہے اور آخرت میں اسکی سزا بھگتے)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ فقر دنیا میں تو مشقت ہے لیکن آخرت میں مسرت ہے اور غنا اور مالداری دنیا میں مسرت ہے مگر آخرت میں مشقت اور مضرت ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شخص کا کوئی نہ کوئی پیشہ ہوتا ہے۔ میرا پیشہ دو چیزیں ہیں فقر اور جہاد لہٰذا جس شخص نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے گویا مجھ سے بغض رکھا۔

فقیہ ابوالیلث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ مسلم کو چاہیئے کہ فقراء سے محبت رکھا کرے اگرچہ خود امیر ہی کیوں نہ ہو اسلئے کہ فقراء کی محبت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فقراء سے محبت کرنے اور ان سے قریب ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ قائم اور جمائے رکھیئے جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے ہیں اور اسکی رضاء کے طالب رہتے ہیں مطلب یہ کہ آپ خود کو فقراء کے زمرہ میں مقید اور شامل رکھیئے جنھوں نے کہ اپنے آپ کو عبادت میں مشغول کر رکھا ہے چنانچہ اس آیت کا سبب نزول بھی یہ ہوا تھا کہ عیینہ بن حصین فزاری جو اپنی قوم کا رئیس اور سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس وقت آپ کے پاس حضرت سلمان فارسیؓ، صہیب بن سنان رومیؓ اور حضرت بلال بن حماؓ حبشی کے علاوہ اور دوسرے غرباء صحابہ بھی موجود تھے جن کے کپڑے پرانے تھے اور پھٹے ہوئے تھے اور ان کے پسینہ سے شرابور رہتے تھے اس مجمع کو دیکھکر عیینہ نے کہا کہ ہمکو چونکہ ان پر سرداری اور ریاست کا ایک شرف حاصل ہے لہٰذا ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کیجئے یہ ہمارے میل کے نہیں ہیں ہم کو ان کے کپڑوں کی بو کی وجہ سے ایذا ہوتی ہے لہٰذا ہمارے لئے آپ الگ مجلس مقرر فرمائیے مگر اللہ تعالیٰ نے ان غرباء کو مجلس سے نکالنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی یعنی یہ لوگ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضاء طلب کرتے ہیں لہٰذا وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا آپ نہ تو ان کو نکالئے اور نہ اپنی نظر توجہ ان سے ہٹائیے انکو اپنے سے علٰحدہ نہ فرمائیے اور نہ دنیوی رونق کی خاطر ان کو حقیر سمجھئے۔ آگے فرمایا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ یعنی جس شخص کے قلب کو ہم نے اپنے ذکر سے یعنی قرآن سے ہٹا دیا ہے آپ اسکا اتباع نہ کیجئے اور جس نے اپنی خواہشات نفسانی کا اتباع کیا اور فقراء کو حقیر جانا وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا یعنی جس کا معاملہ ضایع ہوا اور برباد گیا۔ تو دیکھو اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فقراء کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے پاس اور قریب رہنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ یہ حکم قیامت تک کے تمام فقراء کے لئے ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ فقراء سے محبت کیا کریں اور ان کے ساتھ سلوک کریں اور کچھ

ہدایا وانعام سے بھی انھیں نوازا کریں اسلئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب کھینچ کر لیجانے والے لوگ ہیں اور انکی سفارش کے مقبول ہونے کی امید بھی کیجاتی ہے۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک بندے کو لایا جائیگا تو اللہ تعالیٰ اس سے (اسکی دنیا کی غربت اور ناداری کی وجہ سے) ایسی معذرت فرمائیں گے جس طرح دنیا میں ایک شخص دوسرے سے معذرت چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بزرگی، بڑائی اور شان دیکھو اور انکا یہ معاملہ دیکھو! یوں فرمائیں گے کہ اپنی عزت و جلال کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اے بندے تجھ سے جو میں نے دنیا کو دور رکھا تو اسلئے نہیں کہ تو میرے نزدیک نالائق اور حقیر تھا بلکہ اس لئے کہ میں نے اسکے عوض تیرے لئے یہ سب کرامات اور انعامات تیار کر رکھا تھا (جو بغیر اسکے نہ ملتیں) اچھا یہ لوگ سب صف بصف کھڑے ہیں جاؤ اور تلاش کرو کہ جس شخص نے تمھیں کبھی کھانا کھلایا تھا یا کپڑا پہنایا تھا اور اس سے مقصد اسکا صرف میری رضا رہی ہو جاؤ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو لیجاؤ تمکو پورا اختیار ہے اور دوسرے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ منہ تک پسینے میں غرق ہوں گے تو وہ بندہ صف در صف گھومے گا اور جس نے دنیا میں اسکے ساتھ کچھ برتاؤ کیا ہوگا اسکا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجائیگا۔

حضرت حسنؓ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ فقراء کو کثرت سے پہچانا کرو اور ان کے ساتھ کچھ سلوک اور احسان بھی کر دیا کرو اسلئے کہ ان کے پاس بھی ایک دولت ہے۔ حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ان کے پاس کون سی دولت ہے؟ آپؐ نے کہا کہ قیامت کے دن ان سے کہا جائیگا کہ دیکھو جی ان سب لوگوں میں سے کس نے ایک ٹکڑا روٹی کا تم کو دنیا میں کھلایا ہے یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہے یا ایک کپڑا پہننے کے لئے تمھیں دیا ہے۔ جاؤ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو اپنے ساتھ جنت میں لیجاؤ۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جان لو فقیر کے لئے پانچ کرامتیں

ہیں۔ ایک تو یہ کہ نماز و صدقہ وغیرہ کا ثواب اسکو غنی کے ثواب سے زیادہ ملتا ہے۔ دوسری کرامت یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کی خواہش کرتا ہے اور اسکو نہیں پاتا تو اسکے عوض اسکے نامۂ اعمال میں اجر لکھ لیا جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ وہ لوگ جنت میں امراء سے پہلے داخل ہونگے۔ چوتھی کرامت یہ ان لوگوں کا حساب آخرت میں معمولی ہوگا۔ پانچویں یہ کہ ان لوگوں کو ندامت بھی کم ہوگی اس لئے کہ اغنیاء قیامت میں تمنا کریں گے کہ کاش وہ فقراء ہوتے اور فقراء کو یہ تمنا ہوگی کہ کاش وہ امراء ہوتے یہ سب مضامین آثار صحابہؓ سے ثابت ہیں۔

حضرت زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درم کا صدقہ کبھی ایک لاکھ درہم کے صدقہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ صحابہؓ نے از راہ تعجب عرض کیا کہ یہ کیونکر بڑھ جاتا ہے یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک مالدار شخص نے اپنے تمام مال اور سامان میں سے ایک لاکھ درہم نکالا اور صدقہ کردیا (اور ابھی اسکے پاس بہت سا مال موجود ہے) اور ایک دوسرا شخص ہے جس کے پاس دو درہم ہی موجود ہیں اسکے سوا کچھ مال نہیں ہے اس نے اس میں سے ایک درہم صدقہ کردیا (گویا اپنا نصف مال صدقہ کردیا) اور نہایت خلوص کے ساتھ خرچ کیا دل میں ذرا بھی تنگی نہیں ہوئی تو دیکھو یہ ایک درہم ایک لاکھ والے سے افضل ہوا نا؟

حضرت حسنؓ سے مروی ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے یہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک چیز نہیں ہوتی اور اسکی ہمیں خواہش ہوتی ہے مگر اسکے پانے پر ہم کو قدرت نہیں ہوتی تو کیا اسکے بھی نہ ملنے پر ہمکو اجر ملیگا؟ آپؐ نے فرمایا اس میں تمکو اجر نہ ملے گا تو پھر اور کس میں ملے گا؟ (مطلب یہ کہ ہاں ضرور اجر ملیگا)۔ حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جو شخص بازار گیا اور وہاں چیزوں کو فروخت ہوتے دیکھا خود اسکو بھی اسکی خواہش ہوئی (کہ ملتی تو ہم بھی خرید کر کھاتے) لیکن استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے اسنے صبر کیا اور اسپر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھی تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ اسکو ایک لاکھ اشرفی ملتی اور اسکو وہ خدا کی راہ میں صدقہ کردیتا۔

Monthly

Regd. No.I 2/9/AD-111
November 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

Rs. 24/-

Zakir Husain Library
J. M. I. New Delhi

Rs. 45/-

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ کا ترجمان

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۵ء جلد ۵

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۳ بخشی بازار الہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۲ روپے ۲۰ پیسے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ
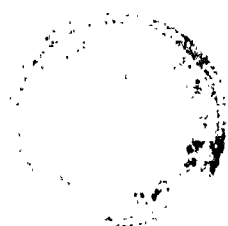
شمارہ ۱۲	ربیع الاول ۱۴۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۵ء	جلد ۸

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار، الٰہ آباد ۳

العزیزی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱-۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم اور انکی توفیق سے ہم سال رواں کے آخری شمارے کو ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اسی طرح سے سال آئندہ بھی اپنی توفیق کو ہمارا رفیق بنائے رکھیں۔ آمین۔

گزشتہ سے پیوستہ یعنی ماہ اکتوبر ۱۹۸۵ء کا شمارہ کسی مجبوری کی وجہ سے صرف ۳۲ صفحات ہی کا شایع ہو سکا تھا اسلئے ادارہ کے ذمہ گویا صفحات قرض ہو گئے تھے انشاءاللہ اس شمارے میں اس کمی کی تلافی کر دی جائیگی۔

(اعلان ضروری)

جیسا کہ ہم نے ماہ نومبر کے پیش لفظ میں بھی عرض کیا تھا کہ اب ۱۹۸۶ء کے لئے رسالہ کا چندہ سالانہ تیس ۳۰ روپیہ اور ششماہی سولہ ۱۶ روپیہ ہو گئے ہیں، لہذا ناظرین سے گزارش ہے کہ اس امر کا خیال رکھیں اور ۱۹۸۶ء کیلئے چندہ اسی حساب سے بھیجیں۔

(فہرست رسالہ جات قدیم وکتب موجودہ)

(دفتر وصیۃ العرفان)

رسالے کے مکمل سٹ مجلد : ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ۱۹۸۴ء ۱۹۸۵ء

30/- 29/- 26/- 24/- 19/- 15/-

غیر مکرر متفرق رسالے : مقامی یا دستی لینے والوں کیلئے + ڈاک سے طلب کرنے والوں کیلئے۔

5/- میں پندرہ رسالے متفرق 10/- میں پندرہ رسالے متفرق

کتب موجودہ : وصیۃ الاحسان مکمل 5/- ، وصیۃ الاحسان صرف حصہ دوم 3/- ، تصوف اور نسبت صوفیہ اول 7/-

مفتاح الرحمۃ 8/- ، تالیفات اول 10/- ، چہارم ہفت اختر 45/- ، کاملہ مع حافظ مولانا اشرف علی 24/- ، 1/-

(ادارہ)

وَهُمْ يَعْلَمُونَ یعنی وہ لوگ چھوڑ دیتے ہیں اصرار علی المعصیۃ کو اسلئے کہ وہ
اسکو معصیت سمجھتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اصرار علی المعصیۃ منع ہے اور یہ چھوڑنا محض اللہ
تعالیٰ کے خوف کے سبب سے ہوتا ہے کسل یا طبعی نفرت یا مخلوق کا خوف یا گناہ پر
قدرت نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جزاء تو جبھی ملتی ہے کہ اپنے نفس کو
طاعت کی نیت کرکے گناہ سے بچائے نہ مطلقاً گناہ نہ کرنے سے ہاں البتہ کسی گناہ کا
نہ کرنا اس سزا سے ضرور بچا لیتا ہے جو گناہ کرنے پر مرتب ہوتی ہے کیونکہ منجملہ عصمت کے
یہ بات بھی ہے کہ تم گناہ کرنے پر قادر ہی نہ ہو۔

حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ وَهُمْ يَعْلَمُونَ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ
جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مغفرت ذنوب کے مالک ہیں۔

حضرت حسین بن فضل فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ
انکا کوئی پروردگار ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ
جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک گناہوں کا بخش دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے چاہے
وہ کتنا ہی زیادہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ
مغفرت طلب کریں گے تو بخشد یئے جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک بندہ ایک گناہ کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اے رب میں نے ایک گناہ
کیا ہے تو اسکو بخشدے پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے
اور اسپر مواخذہ کرتا ہے (اچھا) میں نے اپنے بندے کو بخشدیا۔ پھر جبتک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گناہوں سے
وہ رکا رہتا ہے پھر ایک گناہ کر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب مجھ سے ایک دوسرا گناہ صادر ہو گیا آپ اسے
بخشدیجئے پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اسکا ایک رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور اسپہ
مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخشدیا۔ پھر ٹھہرا رہتا ہے جبتک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسکے بعد ایک دوسرا گناہ
کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ اے رب میں نے ایک گناہ کیا آپ اسے بخشدیجئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا میرا بندہ
جانتا ہے کہ اسکا کوئی رب ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے اور ان پر مواخذہ کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخشدیا
اب جو چاہے کرے (اور چونکہ یہ اہل اخلاص اور دل سے توبہ کرنیوالوں کا تذکرہ ہے جو اہل حیا و غیرت

ہوتے ہیں اسلئے وہ نادم ہوکر اب کوئی کام خلاف مرضی الٰہی خود ہی نکریں گے۔ پس یہ فرانا انکی جانب سے اطمینان کی بناء پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ جو شخص یہ جانتا ہو کہ میں گنا ہوں کی مغفرت پر قدرت رکھتا ہوں میں اسکی مغفرت کردونگا اور پرواہ نکروں گا جب تک کہ میرا شریک کسی کو دٹھیرا دے۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ اس جملہ کو اگر مستانفہ قرار دیا جائے تو اولٰئک کا مشار الیہ متقون اور تائبون دونوں ہیں یعنی متقین اور تائبین ان دونوں کی جزاء بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ انکے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔ اور اگر اسکو وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً کی خبر قرار دی جائے تو پھر اشارہ صرف تائبون کیطرف ہوگا یعنی وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ تک۔ متقین کا بیان ختم ہوا اسکے بعد سے مذنبین کا بیان ہے اور یہی میرے نزدیک ظاہر بھی ہے۔

باقی متقین کے بیان میں یہ فرمایا تھا کہ واللہ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور یہاں فرماتے ہیں کہ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ تو ان دونوں عنوان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا عنوان دوسرے سے مدح میں بڑھا ہوا ہے اگرچہ دوسرا عنوان بھی مدح ہی کا ہے۔ کیونکہ پہلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور دوسرے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ عامل اور اجیر ہیں اور محبوب اور اجیر میں بڑا فرق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ باوجود فرق مراتب کے نفس جنت کے مستحق دونوں ہی گروہ ہیں متقین کا استحقاق تو ظاہر ہے اور مذنبین تائبین کا اسلئے کہ فاحشہ کا اور ظلم کا صدور تو اقتضائے نفس سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اسکی وعید اور اسکے انتقام کو یاد کرنا یہ ایمان کی وجہ سے ہے اسلئے اس حالت میں انکا رجوع کرنا اور استغفار کرنا انکے ایمان کی دلیل سمجھی گئی اور انکو مومن قرار دیکر جنت کا مستحق بتایا گیا۔ مذنبین میں سے جو ایسا کرے وہ موجب مدح اور مستحق جنت ہے اور اسکے لئے وعدہ جنت کا ہے باقی جو

توبہ نہیں کرتے ان کے لئے وعدہ نہیں ہے انکا معاملہ بین الرجاء والخوف ہے۔

ثابت بنانی کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی کہ جب آیت وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً۔ الی اخرھا۔ نازل ہوئی تو شیطان بہت رویا اور اپنے سر پر خاک ڈالی اور ویل وثبور پکارنا شروع کیا اور اپنے لشکر کو آواز دی چنانچہ اسکا پورا لشکر ہر طرف سے آکر اسکے پاس جمع ہوگیا اور اس سے پوچھا کہ اے ہمارے سید یہ آپکا کیا حال ہے کیوں آپ اسقدر پریشان ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ اب بنی آدم کو کوئی معصیت کبھی مضر ہی نہ ہوگی جب انسان کوئی گناہ کرے گا تو توبہ کرلے گا جس سے وہ معاف ہوجائیگی ان لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے تو اس نے انکو بتایا انھوں نے کہا اے میرے سید آپ اسکی کوئی پرواہ نہ کریں ہم ان میں خواہشات یعنی بدعات کا دروازہ کھولیں گے تو وہ توبہ واستغفار ہی نہ کریں گے اور یہ خیال کرینگے کہ ہم حق پر ہیں ابلیس انکی بات سے خوش ہوگیا۔

(آیت بالا کی تشریح معارف القرآن سے)

ان آیات سے قبل یہ آیت ہے کہ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول کی اطاعت کا بار بار ارشاد اور پھر مختلف عنوان سے رسول کے دیئے ہوئے احکام کو ماننے کی ہدایات یہ سب اسی خطرہ کے پیش نظر ہیں کہ کوئی شخص ذخیرۂ احادیث میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی ہوئی تفصیلات احکام کو قرآن سے الگ اطاعت خدا تعالیٰ سے جدا سمجھکر انکار نہ کر بیٹھے، وہ درحقیقت الگ نہیں ہے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

دوسری آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت اور سارعت کا حکم دیا گیا ہے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے بعد یہ دوسرا حکم دیا گیا۔ یہاں مغفرت سے مراد اسباب مغفرت ہیں یعنی وہ اعمال صالحہ جو باعث مغفرت الٰہی ہیں۔ صحابہؓ وتابعین سے

اسکی تفسیریں مختلف عنوانات سے منقول ہیں مگر معنون اور مضمون سب کا ایک ہی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکی تفسیر ادائیگی فرض سے فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسلام سے۔ ابوالعالیہؒ نے ہجرت سے۔ انس بن مالکؓ نے تکبیر اولیٰ سے۔ سعید بن جبیرؓ نے ادائے طاعت سے۔ ضحاکؒ نے جہاد سے۔ عکرمہؓ نے توبہ سے کی ہے۔ ان تمام اقوال کا حاصل یہی ہے کہ "مغفرت" سے مراد وہ تمام اعمال صالحہ ہیں جو مغفرت الٰہی کا باعث اور سبب ہوتے ہیں۔

اس مقام پر دو باتیں قابل غور ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس آیت میں مغفرت اور جنت کی طرف مسابقت اور مسارعت کا حکم دیا جارہا ہے حالانکہ دوسری آیت میں وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فرماکر دوسرے فضائل حاصل کرنے کی تمنا کرنے سے بھی منع کیا جارہا ہے۔ جواب اسکا یہ ہے کہ فضائل دو قسم کے ہیں۔ ایک فضائل تو وہ ہیں جنکا اختیار کرنا انسان کے اختیار اور بس سے باہر ہو جنکو فضائل غیر اختیاریہ کہتے ہیں جیسے کسی کا سفید رنگ یا حسین ہونا یا کسی بزرگ خاندان سے ہونا وغیرہ۔ دوسرے وہ فضائل جنکو انسان اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کرسکتا ہے انکو فضائل اختیاریہ کہتے ہیں۔ فضائل غیر اختیاریہ میں دوسرے کی فضیلت حاصل کرنے کی کوشش بلکہ اسکی تمنا کرنے سے بھی اسلئے روکا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مخلوق کو تقسیم کئے ہیں کسی کی کوشش کا اس میں دخل نہیں اسلئے وہ فضائل جو کوشش اور تمنا سے تو حاصل ہونگے نہیں اب سوائے اسکے کہ اسکے دل میں حسد اور بغض کی آگ بھڑکتی رہے اور کوئی فائدہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص کالا ہے وہ گورا ہونے کی تمنا کرتا رہے تو اس سے کیا نتیجہ نکلے گا؟ البتہ جو فضائل اختیاریہ ہیں ان میں مسابقت اور مقابلہ کا حکم دیا گیا صرف ایک آیت میں نہیں بلکہ متعدد آیتوں میں آیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ دوسری جگہ ارشاد ہے وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ایک بزرگ نے فرمایا اگر کسی انسان میں کوئی فطری اور طبعی کوتاہی ہو جسکا دور کرنا اس کے بس سے باہر ہو تو اسکو چاہیئے کہ اپنی اس کوتاہی پر قانع رہکر دوسروں کے

کمال کو دیکھے بغیر اپنا کام کرتا رہے کیونکہ اگر وہ اپنی کوتاہی پر تاسف اور دوسروں کے کمال پر حسد کرتا رہا تو جتنا کام کر سکتا ہے اس قدر بھی نہیں کر سکے گا اور بالکل ناکارہ ہو کر رہ جائے گا۔

دوسری چیز جو اسی جگہ قابل غور ہو وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مغفرت کو جنت سے مقدم کیا اس میں ممکن ہے کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ جنت حاصل کر لینا مغفرت الٰہی کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ انسان اگر تمام عمر بھی نیکی کرتا رہے اور معصیت سے کنارہ کش رہے تب بھی اسکے تمام اعمال جنت کی قیمت نہیں ہو سکتے۔ جنت میں لیجانے والی صرف ایک چیز ہے اور وہ مغفرت باری تعالیٰ ہے اور اسکا فضل ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سدّدوا وقاربوا وابشروا فانہ لَنۡ یُدۡخِلَ اَحَدًا الجَنَّۃَ عَمَلُہٗ قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ بنعمتہ (یعنی راستی اور حق کو اختیار کرو اور درمیانی راہ چلا کرو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی بشارت حاصل کرو اسلئے کہ کسی کا عمل اسکو جنت میں نہیں پہونچائے گا۔ لوگوں نے کہا اور نہ آپ کا یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ ہاں نہ میرا عمل جنت میں پہونچا ئیگا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

حاصل یہ کہ ہمارے اعمال جنت کی قیمت نہیں ہیں لیکن عادۃ اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسی بندے کو نوازتے ہیں جو اعمال صالحہ کرتا ہے بلکہ جس کو اعمال صالحہ کی توفیق ہوگی وہی علامت ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے لہٰذا اعمال کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے معلوم ہوا کہ دخول جنت کا اصلی باعث اور سبب مغفرت الٰہی ہے اسی لئے مغفرت کی اہمیت کے پیش نظر مطلق مغفرت نہیں فرمایا گیا بلکہ مَغۡفِرَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ فرمایا گیا صفت ربوبیت کے بیان کرنے میں مزید لطف اور امتنان کا اظہار مقصود ہے۔

دوسری چیز جسکی طرف دوڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ جنت ہے اور جنت کے

ف مرشدی حضرت مصلح الامۃؒ نے فرمایا کہ مولانا محمد علی جوہر مرحوم جب حج کر کے بمبئی واپس آئے تو ہم

ارے میں فرمایا گیا ہے کہ اسکی وسعت اسقدر ہے جتنا سارا آسمان و زمین ہے۔ انسان
کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ کوئی وسعت آ ہی نہیں سکتی اس لئے
سمجھانے کے لیے جنت کے عرض کو اس سے تشبیہ دی گویا تبلا دیا کہ جنت بہت وسیع
ہے اسکے عرض میں سارے آسمان و زمین سما سکتے ہیں پھر جب اسکے عرض کا یہ حال ہے
ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا ہوگا؟ (کیونکہ ہر شے کا عرض اسکے طول سے کم ہی ہوتا ہے)

یہ معنی تو اسوقت ہیں جبکہ طول کو عرض کے مقابل میں لیا جائے لیکن اگر عرض
رشمن یعنی قیمت کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جنت کوئی معمولی شے نہیں ہے
سکی قیمت سارا آسمان اور زمین ہیں۔ لہٰذا ایسی قیمتی اور عظیم الشان چیز کیلئے مسابقت کرد

تفسیر کبیر میں ہے۔ ابومسلم کہتے ہیں کہ عرض سے مراد آیت میں وہ چیز ہے جو مبیع کے
قابلہ میں بطور قیمت پیش کیجائے مطلب یہ کہ اگر بالفرض جنت کی قیمت لگائی جائے تو
سارا آسمان و زمین اور انکی کائنات اسکی قیمت ہوگی۔ مقصد اس سے جنت کی عظمت
ور جلالتِ قدر کا بیان کرنا ہے۔

جنت کا دوسرا وصف تبلایا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ یعنی جنت پرہیزگاروں کے لئے
بسار کی گئی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت پیدا کی جا چکی ہے۔ قرآن و حدیث کے
اضح اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اس طرح کہ

دہاں اپنی ایک تقریر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک مقبول بندی حضرت ہاجرہ علیہا السلام
صفا و مروہ پر دوڑا کر ہمیشہ ہمیش کے لئے مسلمانوں کو سعی بین الصفا والمروۃ میں دوڑا دیا یعنی
ی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ تا قیامت امت مسلمہ کے لئے سنت ہی قرار دیدی گئی۔ ان کے اس
زبیان کی لوگوں نے بہت تعریف کی اور خوب سراہا۔ یہ بیان کر کے ہمارے حضرت نے فرمایا کہ آپ نے
ں دوڑانے کو تو دیکھا اور اسکو نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
ہا کر تمام مسلمانوں کو جنت کی طلب میں دوڑا دیا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ والوں جیسی کچھ طلب دکھلائی
ہے تاریخ اسکی گواہ ہے اور کتابیں ان کے واقعات سے پُر ہیں (از مرتب جامع)

ساتواں آسمان اسکی زمین ہے۔

اسکے بعد ان آیات (ثلاثہ) میں حق تعالے نے مومنین متقین کی خاص صفات اور علامات بتائی ہیں جن سے بہت سے فوائد متعلق ہیں مثلاً یہ کہ قرآن حکیم نے جگہ جگہ نیک بندوں کی صحبت اور انکی تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی تاکید فرمائی ہے۔ کہیں صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ فرماکر دین کی سیدھی راہ صحیح راہ انھیں مقبول بندوں سے سیکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہیں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرماکر انکی صحبت اور معیت کی خاص افادیت کی تلقین فرمائی اور دنیا میں ہر گروہ کے اندر اچھے اور برے لوگ ہوا کرتے ہیں اچھوں کے لباس میں برے بھی انکی جگہ لے لیتے ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ نیک بندوں کی خاص علامات اور صفات بتلاکر یہ سمجھا دیا جائے کہ لوگ غلط رہنماؤں اور مقتداؤں سے پرہیز کریں اور صادقین کی علامتیں پہچان کر انکا اتباع کریں۔ مومنین متقین کی علامات بیان فرمانے کے بعد انکی دائمی کامیابی اور جنت کے اعلیٰ مقامات بتلاکر نیک بندوں کو خوش خبری اور بری راہوں پر چلنے والوں کے لئے نصیحت و ترغیب کا راستہ کھولدیا گیا ہے۔ ان آیات کے بعد هٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

مقبولین کی جو صفات و علامات یہاں ذکر کی گئی ہیں اسمیں ابتدائی آیات میں ان صفات کا بیان ہے جنکا تعلق انسانی حقوق اور باہمی معاشرت سے ہے اور بعد کی آیات وہ صفات ہیں جنکا تعلق حق تعالیٰ کی عبادت و طاعت سے ہے جنکو دوسرے لفظوں میں حقوق العباد اور حقوق اللہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

متذکرہ بالا عبارت میں حقوق انسانی کو پہلے اور حقوق اللہ سے متعلقہ صفات کو بعد میں بیان فرماکر اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگرچہ اصل کے اعتبار سے حقوق اللہ سارے حقوق پر مقدم ہیں لیکن ان دونوں میں ایک خاص فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جو حقوق بندوں پر لازم کئے ہیں ان سے نہ کوئی فائدہ خدا تعالیٰ کا متعلق نہ خدا تعالیٰ کو انکی حاجت ہے اور نہ ان کے ادا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان ہے۔ انکی

ذات سب سے بے نیاز ہے اسکی عبادت سے فائدہ خود عبادت کرنے والے کا ہے پھر وہ رحیم الرحما ر اور کریم الکرما بھی ہے اسکے حقوق میں بڑی سے بڑی کوتاہی اور غلطی کرنے والا انسان جس وقت بھی اپنے کیے پر نادم ہوکر اسکی طرف متوجہ ہو جائے اور توبہ کرے تو بارگاہ رحم وکرم سے اسکے سارے گناہ ایک دم میں معاف ہو سکتے ہیں۔ بخلاف حقوق العباد کے کہ انسان انکا محتاج ہے اور جس کے حقوق کسی کے ذمہ لازم ہیں اگر وہ شخص ادا نہ کرے تو اسکا نقصان بھی ہے اور اپنے نقصان کو معاف کرنا بھی انسان کے لئے آسان نہیں ہے اس لئے حقوق العباد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسکے علاوہ نظام عا کی درستی اور انسانی معاشرہ کی اصلاح کا سب سے بڑا دارومدار باہمی حقوق کی ادائیگی میں ہے۔ اس میں ذراسی کوتاہی جنگ وجدال اور فساد کی راہیں کھول دیتی ہے اور اخلاق فاضلہ اگر پیدا کرلئے جائیں تو دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، صدیوں کی لڑائیاں صلح وآشتی میں تبدیل ہو جاتی ہیں اسلئے بھی ان صفات وعلامات کو مقدم کیا گیا جن کا تعلق انسانی حقوق سے ہے۔ انتہی۔

(راقم مرتب جامع عرض کرتا ہے کہ حقوق العباد اور اخلاق کی اہمیت پر حضرت مفتی صاحبؒ نے جو گفتگو فرمائی بہت خوب ہے یہیں سے یاد آیا کہ ہمارے حضرت مصلح الامۃ جو حضرت مفتی صاحب کے ہم سبق اور ہم سلوک تھے وہ بھی اپنی تعلیمات میں اخلاق پر بہت زور دیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ ابتو بصیرت کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آگئی ہے کہ اخلاق کی درستی پر آخرت کی درستی موقوف ہے ہی میں کہتا ہوں کہ آج مسلمانوں کی دنیا کی صلاح بھی اسی پر موقوف ہے۔ مسلمان بس اپنے اخلاق درست کریں پھر جہاں بھی رہیں گے انشاءاللہ عزت کے ساتھ رہیں گے۔ اسی کی وجہ سے اسلام دنیا میں غالب آیا تھا اور آج بھی ہم اسی کی بدولت دنیا پر غالب آسکتے ہیں ۱۲) ۔ آگے پھر معارف القرآن کا مضمون پیش ہے۔ فرماتے ہیں کہ :-

ان صفات میں سب سے پہلی صفت یہ بتلائی گئی ہے کہ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ یعنی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے ایسے عادی

اور خوگر ہیں کہ ان پر فراخی ہو یا تنگی ہر حال میں مقدور بھر خرچ کرتے رہتے ہیں زیادہ ہیں سے زیادہ اور کم میں سے کم۔ اس میں ایک طرح بڑا ہدایت ہے کہ غریب فقیر آدمی بھی اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بالکل فارغ نہ سمجھیں اور اسکی راہ میں خرچ کرنے کی سعادت سے محروم نہ ہوں کیونکہ ہزار روپیہ میں سے ایک روپیہ خرچ کرنے کا جو درجہ ہے اللہ تعالٰے کے نزدیک وہی ہزار پیسے میں سے ایک پیسہ خرچ کرنے کا ہے اور عملی طور پر جس طرح ہزار روپیہ کے مالک کو ایک روپیہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا کچھ مشکل نہیں اسی طرح سے ہزار پیسوں کے مالک کو ایک پیسہ خرچ کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ دوسری طرح یہ ہدایت دی ہے کہ تنگی کی حالت میں بھی بقدر حیثیت خرچ کرتے رہنے سے خرچ کرنے کی مبارک عادت وخصلت فنا نہیں ہوگی اور شاید اللہ تعالےٰ اسی کی برکت سے فراغت اور فراخی بھی عطا فرما دے۔ تیسری اہم چیز اس میں یہ ہے کہ جو شخص اسکا خوگر ہوگا کہ دوسرے انسانوں پر اپنا مال خرچ کرکے انکو فائدہ پہونچائے غریبوں فقیروں کی امداد کرے ظاہر ہے کہ وہ کبھی دوسروں کے حقوق غصب اور ان کی مرضی کے خلاف ہضم کرنے کے پاس بھی نہ جائے گا۔

اسلئے پہلی صفت کا حاصل یہ ہوگا کہ مومنین متقین اور اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے دوسرے انسانوں کو نفع پہونچانے کی فکر میں رہا کرتے ہیں خواہ ان پر فراخی ہو یا تنگی — حضرت عائشہ رض نے ایک وقت صرف ایک انگور کا دانہ خیرات میں دیا کیونکہ اسوقت ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ کسی وقت انھوں نے صرف ایک پیاز کا صدقہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وَرُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفِ شَاةٍ یعنی تم جہنم کی آگ سے اپنے کو بچاؤ اگرچہ ایک کھجور کا ٹکڑا ہی صدقہ میں دیکر ہو اور سائل کو خالی واپس نہ کرو اور کچھ نہ ہو تو بکری کی کھری ہی دیدو۔

تفسیر کبیر میں امام رازی ؒ نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ دینے کی ترغیب دی تو جن کے پاس سونا چاندی

تھی انھوں نے وہ صدقہ میں دیدیا۔ ایک شخص کھجور کے چھلکے لایا کہ میرے پاس کچھ نہیں وہی صدقہ کر دیئے گئے۔ ایک اور شخص آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی چیز صدقہ کرنے کے لئے نہیں ہے البتہ میں اپنی قوم میں عزت دار سمجھا جاتا ہوں میں اپنی عزت کی خیرات کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی آدمی مجھے کتنا ہی برا بھلا کہے میں اس سے ناراض نہیں ہوں گا۔

رسول کریم کی تعلیمات اور صحابۂ کرامؓ کے تعامل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ انفاق فی سبیل اللہ صرف مالداروں اور اغنیاء ہی کا حصہ نہیں ہے غریب فقیر بھی اس صفت کے حامل ہو سکتے ہیں اپنی اپنی مقدورات کے موافق اللہ کی راہ میں خرچ کرکے اس عظیم صفت کو حاصل کرلیں

(انفاق فی سبیل کیلئے ضروری نہیں کہ مال ہی خرچ کیا جائے)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے اس جگہ ینفقون کا تو ذکر فرمایا کہ وہ لوگ تنگی اور فراخی ہر حال میں فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں یہ متعین نہیں فرمایا کہ کیا خرچ کرتے ہیں۔ اسکے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف مال و دولت ہی نہیں ہر خرچ کرنے کی چیز داخل ہے۔ مثلاً جو شخص اپنا وقت اپنی محنت اللہ کی راہ میں خرچ کرے وہ بھی اس انفاق کی صفت سے موصوف کیا جائیگا۔ جو حدیث بحوالہ تفسیر کبیر اوپر گذری اس پر شاہد ہے۔

تنگی اور فراخی کے ذکر میں ایک اور حکمت یہ بھی ہے کہ یہی وہ حالتیں ہیں کہ جن میں عادۃً انسان خدا کو بھولتا ہے، جب مال و دولت کی فراوانی ہو تو عیش میں خدا کو بھول جاتا ہے اور جب تنگی اور مصیبت ہو تو بسا اوقات اسی کی فکر میں رکھ خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ کردیا کہ اللہ کے مقبول بندے وہ ہیں جو نہ عیش میں خدا کو بھولتے ہیں نہ مصیبت و تکلیف میں۔ ظفر شاہ دہلوی کا کلام اس معنی میں خوب ہے ؎

ظفرؔ آدمی اسکو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا ‌ ‌ ‌ جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

اسکے بعد انکی ایک خاص صفت اور علامت یہ بتلائی گئی کہ اگر انکو کسی ایسے شخص سے سابقہ پڑے جو انکو اذیت اور تکلیف پہونچائے تو وہ غصہ میں مشتعل اور مغلوب نہیں ہوتے اور غصہ کے مقتضیٰ پر عمل کرکے انتقام نہیں لیتے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ انتقام نہیں بلکہ دل سے کلی معاف کر دیتے ہیں اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تکلیف دینے والے کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتے ہیں اسی ایک صفت میں گویا تین صفتیں شامل ہیں۔ اپنے غصہ پر قابو پانا۔ تکلیف دینے والے کو معاف کرنا۔ پھر اسکے ساتھ احسان کا سلوک کرنا۔ ان تینوں چیزوں کو اس آیت میں بیان فرمایا وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ یعنی وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبالیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سیدنا علی بن حسینؓ کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے کہ آپ کی ایک کنیز آپ کو وضو کرا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی بن حسین پر گرا تمام کپڑے بھیگ گئے، غصہ آنا طبعی امر تھا کنیز کو خطرہ ہوا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھی وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ یہ سنتے ہی خاندان نبوت کے اس بزرگ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا آپ بالکل خاموش ہوگئے۔ اسکے بعد کنیز نے آیت کا دوسرا جملہ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ پڑھ دیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے دل سے معاف کر دیا۔ کنیز ہوشیار تھی اس کے بعد اس نے تیسرا جملہ بھی سنا دیا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ جس میں احسان اور حسن سلوک کی ہدایت ہے حضرت علی بن حسین نے یہ سنکر فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کر دیا (روح المعانی)

لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا انسانی اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے اور اسکا ثواب آخرت نہایت اعلیٰ ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ کی طرف سے منادی ہوگی کہ جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر کوئی حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو اس وقت وہ لوگ کھڑے ہوں گے جنھوں نے لوگوں کے ظلم و جور کو دنیا میں معاف کیا ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے مَنْ سَرَّهُ

ان یُشرَف لَهُ بنیان و ترفع له الدرجات فلیعفُ عمن ظلمهٗ ویعط من حرمه ویصل من قطعهٗ جو شخص یہ چاہے کہ اسکے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اسکے درجات بلند ہوں تو اسکو چاہیئے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اسکو معاف کر دے اور جس نے اسکو کبھی کچھ نہ دیا ہو اسکو بخشش اور ہدیہ دے۔ اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے۔

قرآن کریم نے دوسری جگہ اس سے زیادہ وضاحت سے برائی کرنے والوں کے ساتھ احسان کرنے کا خلق عظیم سکھلایا ہے اور یہ تبلایا ہے کہ اسکے ذریعہ دشمن بھی دوست ہو جاتے ہیں ارشاد فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ یعنی برائی کی مدافعت بھلائی اور احسان کے ساتھ کرو جس سے جو دشمن ہے وہ تمہارا گہرا دوست ہو جائیگا۔ حق تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تربیت بھی بڑے اعلیٰ پیمانہ پر فرمائی ہے کہ آپ کو ہدایت دی گئی تھی کہ صِلْ مَن قَطعكَ واعفُ عَمَّن ظَلمَكَ وَاَحْسِنْ اِلیٰ من اَسَآءَ اِلیكَ یعنی جو شخص آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے ملیں جو آپ پر ظلم کرے آپ اسکو معاف کریں اور جو آپ کے ساتھ برائی کرے آپ اسپر احسان کریں۔ رسول کریم صلی علیہ وسلم کی تو بڑی شان ہے آپکی تعلیمات کی برکت سے یہی اخلاق و اوصاف آپ کے خدام میں بھی حق تعالےٰ نے پیدا فرما دیئے تھے جو اسلامی معاشرہ کا طرۂ امتیاز ہے۔ صحابہ اور تابعین اور اسلاف امت کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص نے بھرے بازار میں امام اعظمؒ کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں حضرت امام اعظمؒ نے غصہ کو ضبط فرمایا اور اسکو کچھ نہیں کہا اور گھر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم و دینار رکھکر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ پر دستک دی وہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اسکے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ اپنی نیکیاں مجھے دیدیں میں اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں۔ امام صاحبؒ کے اس معاملہ کا اسکے قلب پر اثر

ہونا ہی تھا آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوگیا اور حضرت امامؒ سے معافی مانگی اور آپکی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا یہاں تک کہ آپکے شاگردوں میں ایک بڑی حیثیت اختیار کرلی۔

یہاں تک تو ان اوصاف کا بیان تھا جو انسانی حقوق سے متعلق ہیں اس کے بعد حقوق اللہ سے متعلقہ صفات کا اظہار اس طرح فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور کبھی بمقتضائے بشریت ان سے گناہ ہوجاتے ہیں تو فوراً اللہ تعالیٰ کیجانب متوجہ ہوکر استغفار کرتے ہیں اور آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا ارادہ پختہ کرلیتے ہیں۔ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ جس میں ایک تو یہ ہدایت کی گئی کہ گناہوں میں مبتلا ہونا اللہ کی یاد اور ذکر سے غفلت کے سبب سے ہوتا ہے اسلئے جب کوئی گناہ سرزد ہو اللہ تعالیٰ کی یاد کو فوراً تازہ کرنا چاہیئے اور ذکر اللہ میں مشغول ہونا چاہیئے دوسری یہ ہدایت ہے کہ گناہوں کی معافی کے لئے دو چیز ضروری ہے ایک پچھلے گناہ پر ندامت اور اس سے معافی مانگنا اور مغفرت کی دعاء کرنا، دوسرے آئندہ کے لئے اسکے پاس نجانے کا عزم مکمل کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم کے بتلائے ہوئے اخلاق فاضلہ نصیب فرمائے۔ اللّٰہم آمین۔

(معارف القرآن ص۱۹۱ ج ۲)

(۴)

فَالَّذِيْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ بِئْسَ الْمِهَادُ ○ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ○ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ○

تو جن لوگوں نے (ایمان کے ساتھ اور اعمال شاقہ بھی کئے جیسے ہجرت یعنی) ترک وطن کیا اور (وہ بھی ہنسی خوشی سیر و سیاحت کے لئے نہیں بلکہ اس طرح کہ) اپنے گھروں سے (تنگ کر کے) نکالے گئے اور (اسکے سوا طرح طرح کی تکلیفیں دیئے گئے (اور یہ باتیں یعنی ہجرت اور وطن سے نکالنا اور مختلف قسم کی ایذائیں سب) میری راہ میں (یعنی میرے دین کے سبب انکو پیش آئیں اور ان سب کو انھوں نے برداشت کیا) اور (اس سے بڑھکر انھوں نے یہ کام کیا کہ جہاد بھی) کیا اور (بہت سے ان میں سے) شہید (بھی) ہو گئے (اور آخر تک جہاد سے نہ ہٹے تو ایسے محنت کے اعمال پر ثمرات اور نعمتیں کیوں نہ ملیں گی) ضرور ان لوگوں کی تمام خطائیں (جو میرے حقوق کے متعلق ہو گئی ہوں) معاف کردوں گا اور ضرور انکو بہشت کے ایسے باغوں میں داخل کرونگا جن کے (محلات کے) نیچے نہریں جاری ہونگی یہ بدلہ ملیگا اللہ کے پاس سے اور اللہ کے پاس (یعنی اسکے قبضہ قدرت میں) اچھا عوض ہے۔

مذکورہ آیات میں مسلمانوں کی کلفتوں کا بیان اور اسکا انجام نیک مذکور تھا آگے کافروں کے عیش و آرام اور اسکے انجام بد کا ذکر ہے تاکہ مسلمانوں کو تسلی ہو اور بدعمل لوگوں کو اصلاح و توبہ کی توفیق ہو۔

لَا یَغُرَّنَّكَ (اے طالب حق) تجھکو ان کافروں کا (کسب معاش یا تفریحاً) کے لئے چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈالدے یہ چند روزہ بہار ہے (کیونکہ مرتے ہی اسکا تام و نشان بھی نہ رہے گا اور) پھر انکا ٹھکانا (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہوگا اور وہ بری آرام گاہ ہے۔ لیکن ان میں سے بھی جو لوگ خدا سے ڈریں (اور مسلمان فرمانبردار ہو جائیں) ان کے لئے بہشتی باغات ہیں جنکے محلات کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہو گی اللہ کی طرف سے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۴)

سوال : آجکل حضرت والا کی صحبتوں میں اکثر و بیشتر صحبتِ شیخ کے متعلق تذکرہ ہوتا ہے آج کی مجلس مبارک میں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے سنا کہ امراض روحانی کا سہل ترین علاج صحبت شیخ ہے اسکے ماسوا جمیع علاج مشکل ہیں۔ حضرت! یہ غلام ایک ناکارہ بندہ ہے کاش یہاں رہنا ہوتا تو اپنے اوپر لازم پکڑ لیتا اور ہمیشہ حضرت ہی کے قدموں میں رہتا۔

تحقیق : میں نے ان لوگوں کے لئے کہا ہے جو اسکو ضروری نہیں سمجھتے۔ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ آپ کا حکم اس سے علاحدہ ہے۔ آپ کو قرب روحانی کافی وافی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال : یہ مشکل میری سوائے حضرت والا کے کوئی رفع نہیں کر سکتا۔ مشکل کشائی فرمائیں۔

تحقیق : اچھا آپ اطمینان فرمائیں۔

سوال : حضرت والا ہی سے ایک دن مجلس میں سنا کہ بُعد جسمانی کوئی چیز نہیں۔ تحقیق : جی ہاں قرب روحانی ہوتے ہوئے یہ مضر نہیں۔

سوال : قرب دل جیسے حاصل ہو۔

تحقیق : ہاں ہاں یہ نعمت آپکو حاصل ہے اور حاصل رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ

سوال : امید کہ حضرت والا مزید تسکین فرما کر میری دنیا اور آخرت سنوار دیں گے۔

تحقیق : میں نے ایسی حقیقت لکھدی ہے کہ آپکو تسکین ہو جائیگی۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ سنوار دیں گے۔

(مکتوب نمبر ۳۴۴)

سوال : جناب عالی! بندۂ ناچیز و کمترین عجیب حال سے گذر رہا ہے۔ جزع فزع

وقت ہے۔ نشاط و سرور کی کیفیت طاری ہے۔ تحقیق : مبارک ہو
ل : کبھی کبھی چند قطرے آنسو کے گر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام سے
نسیت ہو رہی ہے۔ جب کبھی غفلت ہوتی ہے کوئی چیز چونکا دیتی ہے بس
فیں ذوالجلال والجمال کے نام میں چین ملتا ہے۔ تحقیق : الحمدللہ
ل : اسوقت اپنا یہی حال ہے ؎

گفت احوال ما برق جہاں ست — دمے پیدا و دیگر دم نہاں ست

کہا کہ میرا حال برق بیتاب کی مانند ہو کہ ایک لمحہ کیلئے (تڑپتی اور) ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے لمحہ
ں (سکون اختیار کر کے) چھپ جاتی ہے)
بحمداللہ آپ کی نظر کرم کام کر گئی۔ کچھ محبت کی مہک لگ جاتی تو بیڑا پار ہو جاتا
ق : کام کر گئی ہے تو محبت کی مہک بھی لگ جائیگی۔
ل : آپ کی کتاب "مضمون ذکر" زیر مطالعہ ہے اسکو بار بار پڑھتا ہوں کہ
ر صاحب کتاب کی صحبت ہمیشگی نہیں میسر تو انکی کتاب ہی سے نفع حاصل
یا جائے خدا کا شکر ہے کہ نفع ہو رہا ہے۔ تحقیق : الحمدللہ
ل : حضرت والا اپنے قلب کو جمیع عیوب کا گہوارہ پا رہا ہوں، اس کے ساتھ
ی ساتھ مدافعانہ قوت بھی اپنا کام کر رہی ہے۔ تحقیق : الحمدللہ
ال : جنگ و جدل جاری ہے۔
یق : جاری رکھئے
ال : اخوار نفسانی اور عادات خبیثہ کے غلبہ پر افسوس ہوتا ہے اس کے ترک
ہمت باندھتا ہوں۔ اور اللہ رب العزت کی درگاہ میں ان سے بچاؤ کی
عا کیا کرتا ہوں۔ تحقیق : ضرور کیا کرو
ال : اور آنحضور کی تحریر کے بموجب اپنے اندر محبت پیدا کرنے کی کوشش
ر رہا ہوں تحقیق : الحمدللہ
ال : اس منزل کے حصول کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ آپکی کتاب محبت کا

مضمون پڑھنے کے بعد آنجناب کی شخصیت ہماری نظروں میں بہت نمایاں نظر آرہی ہے۔ تحقیق: خوب

حال: اپنے اعتقاد میں کئی گنا اضافہ پا رہا ہوں۔ آپکی تحریر کا ایک ایک لفظ دُرِ نایاب ہے اور اپنے اندر حقیقت کو پنہاں کئے ہوئے ہے اور وہ دال ہے کہ آنجناب بے پناہ محبت کے مالک ہیں۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید
تحقیق: خوب

حال: اپنا دل تو آپ کے مندرجہ شعر کے مثل ہے " سالہا تو سنگ بودی دلخراش مگر پھر بھی آپکی تحریر اثر پذیر ہوتی جاتی ہے۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت والا آپکی نظر کرم و توجہ کا محتاج ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے خلوص و استقامت کا دعا گو ہوں۔ تحقیق: ضرور کیا کرو۔

حال: ایک ہفتہ ہوا کہ تہجد کے وقت میں نے خواب دیکھا کہ بہت سے حضرات جمع ہیں اور دو کرسیوں پر داہنے اور بائیں آپ اور حکیم الامۃ مولانا تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا حکیم الامت صاحب نے مجھے اشارہ سے بلایا، میں نے سلام اور مصافحہ کیا مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم کیسے آئے؟ میں نے دریافت کیا کہ میں حضرت مولانا فتحپوری صاحب کے یہاں زیر تعلیم و تربیت ہوں پھر آپؒ نے اشارہ سے آنجناب کے پاس جانے کا امر کیا میں آپکے روبرو حاضر ہوا آنجناب نے میرا داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور یہ پڑھ رہے ہیں اللہ رازق ہے اللہ ضامن ہے اور کچھ میرے ہاتھ پر انگلی سے لکھ رہے ہیں۔ اسکے بعد میں بیدار ہوگیا اور تہجد کا وقت ہوگیا تھا اسکی تعبیر سے سرفراز فرمائیں۔ تحقیق: تعبیر ظاہر ہے رزق کا ضمان ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۴۵)

حال: حضور والا کی خدمت میں چند دن کی حاضری سے قلب کو جو خوشی ہے

عرض نہیں کرسکتا اپنی جہالت، نفسانیت اور سر سے پیر تک معائب کا استحضار اور حضور والا کی شفقت وعنایت پر اپنی کمینگی کا خیال، دل میں فکر و شوق و محبت کی زیاتی و ہمت سب میں اضافہ پاتا ہوں۔

تحقیق: الحمدللہ خدا کرے یہ قائم رہے۔

حال: اور یہ سمجھ میں آیا کہ صرف رو لینے اور کڑھنے سے کامیابی نہیں ہوگی۔

تحقیق: ہاں ہاں

حال: دل کو درست کرنے سے، اخلاص و فکر سے کام میں لگنے سے راستہ کھلے گا ؎

قدم باید اندر طریقت نہ دم کہ اصلے ندارد دم بے قدم

تحقیق: بیشک

حال: اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آیا ہے کہ صرف زبانی دعوئی محبت اور ظاہری صورت سے کیا ہوتا ہے۔ اصل تعلق محبت رہے۔

تحقیق: اصل خوب سمجھ میں آیا ہے خدا کرے سمجھ میں آجائے۔

حال: حضرت والا کی تعلیمات اور اخلاق کو اپنے اندر پیدا کیا جائے۔

تحقیق: سچ ہے

حال: جس طرح صحابہؓ نے جذبۂ محبت پر احکام و تعلیماتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح و غالب کرکے احکام کی اشاعت کی، اللہ تعالیٰ حضرت والا کی محبت اور اتباع کی کامل توفیق نصیب فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔

حال: حاضری سے پہلے حق تعالیٰ کے حضور کا استحضار زیادہ رہتا تھا واپسی کے بعد اب بالقصد تو ہوتا ہے ورنہ اکثر حضرت والا کے قرب و محبت نشست و برخاست کا خیال آتا رہتا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: جس سے ایک قسم کی افسردگی سی ہو جاتی تھی مگر یہ خیال ہوا کہ حضرت کا تصور و خیال عین حق ہے اور وسیلہ، اس سے تسلی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ

حضرت والا کی کامل دینی محبت میں اپنا بنالیں۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۶۴۴)

حال: محترم جناب صوفی صاحب کا یہاں سے تبادلہ ہوگیا بلرام پور میں انکی صحبت نعمت غیر مترقبہ تھی موصوف کی وجہ سے بہت سی دینی معلومات بہم پہونچتی رہیں، بہت سے لوگ ان سے متاثر ہوئے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: جناب صوفی صاحب کی صحبت میں لوگ حضرت سے متعارف ہوئے اور کئی لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تحقیق: خیر

حال: یہاں اہل بدعت، اہل حدیث حضرات کا بہت زور تھا۔ جماعت اسلامی بھی نئی روشنی کے لوگوں میں کچھ کچھ مقبولیت کا مقام حاصل کر رہی تھی مگر صوفی صاحب کے ایک سالہ قیام میں لوگ علماء حق کے بارے میں کافی جان گئے
تحقیق: الحمد للہ۔

حال: خاکسار خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے لئے پر تول رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ یہاں سے اور لوگ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے والے ہیں۔ پھر طے یہ ہوا کہ ساتھ ہی چلا جائے۔ جناب صوفی صاحب کی بھی رائے ہوئی کہ وہ بھی ساتھ چلیں گے اور ان حضرات کو حضرت سے متعارف کرائینگے خیال ہے کہ جنوری کے دوسرے ہفتہ میں انشاء اللہ حاضری ہو۔ حضرت والا سے نہایت ادب سے درخواست ہے کہ حضرت والا اس ننگ خلائق کو بھی خدمت میں حاضری کی اجازت مرحمت فرمائیں۔

تحقیق: اجازت ہے۔

حال: یا حضرت! میرا حال کچھ اچھا نہیں۔ بہت خسارے میں ہوں۔ اگرچہ جناب صوفی صاحب محترم کی صحبت میں بہت رہا بہت زیادہ ان سے دینی معلومات ہوئیں انکی صحبت میں ہر وقت دینی باتیں ہوتی تھیں مگر حضرت والا

کی خدمت اقدس میں چند منٹ بیٹھکر دل کا جو حال ہو جاتا تھا وہ کبھی میسر نہیں ہوا حضرت والا کی ایک ایک ادا نشست و برخاست گفتگو اور خاموشی کسی پر خفا ہونا اور کسی سے خوش ہونا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا خود کچھ نہیں کرتے بلکہ کوئی اور ان سے کرا رہا ہے اور پھر دل کو اللہ کا جو یقین ہوتا تھا وہ ضبط قلم سے باہر ہے۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: یا حضرت قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اسوقت جو یہ عریضہ حضرت والا کی خدمت میں لکھ رہا ہوں تو صرف اس لکھنے میں ہی اللہ تعالےٰ کی یاد دل میں پیوست ہوتی جارہی ہے۔
تحقیق: الحمد للہ۔

حال: حضرت اس وقت یہ حال ہے کہ رو رہا ہوں اور لکھ رہا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا جارہا ہوں۔
تحقیق: مبارک ہو۔

حال: یا حضرت! اس طرح یہ آنسو آج بہت دنوں کے بعد نکلے ہیں
تحقیق: بہت دن سے ضبط کیا سب جمع تھے ایکدم نکلے ہیں

حال: یا حضرت میں بڑا گنہگار ہوں آپ بھی میری عاقبت کی خیر کے لئے دعاء فرمایئے۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔

حال: حضرت! دعاء فرما دیجئے کہ اللہ تعالےٰ محض اپنے رحم و کرم سے ہمیں اپنے مقبول بندوں میں شامل کرلے۔ ساتھ ایمان کے اٹھائے اور جب اس دنیا سے کوچ کر دں تو اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالےٰ بہت رحیم وکریم ہے ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دیگا اور ہمیں معاف کر دیگا۔ تحقیق: آمین

(مکتوب نمبر ۴۴۷)

حال: حضرت والا کے طفیل میں اللہ تعالےٰ نے فہم کا دروازہ کھول دیا ہے

تحقیق : الحمدللہ۔ بارک اللہ۔ خوشی ہوئی
حال : گو احوال میں تغیر ہوا کرتا ہے جس سے کبھی نشاط میں بھی افسردہ خاطر ہوجاتا ہوں۔
تحقیق : یہ تغیر لگا ہی رہتا ہے اسلئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔
حال : حزن وغم میں عجز اپنا مستحضر رہتا ہے۔
تحقیق : تغیر کا راز یہی تربیت ہے تاکہ عجز اپنا مستحضر رہے پھر حالت یکساں رہتی ہے
حال : اور اللہ تعالے کے حضور میں مناجات ہی میں قلب کو تسکین ہوجاتی ہے تحقیق الحمدللہ
حال : جب کبھی گذشتہ لغزشیں اپنی یاد آجاتی ہیں تو بیحد خوف کا غلبہ ہوتا ہے
تحقیق : الحمدللہ۔
حال : اپنی کسی بھی حالت کا کچھ اعتبار نہیں رہ جاتا اور ہمہ وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالے ایمان کی حفاظت فرمائیں ۔ تحقیق : آمین۔
حال : حضرت والا کی خدمت میں حاضری کے بعد بھی ان حالات میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ تحقیق : لیکن یہ تو رہی حالت
حال : حضرت سے دعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ تقلید کی پوری توفیق عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین
حال : اپنے حال سے تنبیہ کے بعد علاج کی فکر رہتی ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ
حال : لیکن چند روز کے بعد فکر باقی نہیں رہتی اور نہ اس خاص مرض ہی کا احساس باقی رہتا ہے۔
تحقیق : یہ بھی تو فکر ہی کا نتیجہ ہے۔
حال : ایسے ہی دن گذر رہے ہیں مسلسل مرض کا شکار رہنے کے سبب طبیعت آسانی کی خوگر ہوگئی ہے تھوڑی سی مشقت بھی میرے لئے زیادہ ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ ہمت و قوت عطا فرمائیں ۔ تحقیق : آمین۔
حال : بس یہی صبح و شام معمول ہے پابندی سے ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں

بقیہ وقت آفس میں صرف ہوتا ہے، اگر کچھ طبیعت کو موزوں پاتا ہوں تو بہشتی زیور یا مواعظ کا مطالعہ کرنے لگتا ہوں۔ تحقیق : الحمد للہ۔
حال : اکثر اضطراری حادثہ میں مبتلا ہو جاتا ہوں اور ایسے وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشائی کرتے ہیں۔ گو پریشانی میں بھی بہت ہو جاتا ہوں۔ تحقیق : بیشک
حال : حضرت اور اپنا حال کیا لکھوں مجھے اسکا احساس ہے کہ میرے اندر دینداری بہت آگئی ہے۔
تحقیق : نہیں جی میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔
حال : جس سے میں بہت شرماتا ہوں۔ حضرت والا اصلاح فرمائیں تاکہ فلاح دارین نصیب ہو۔ تحقیق : آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۴۸)

حال : حضور والا کی خصوصی دلی دعاؤں کی برکت سے اپنی فہم ناقص اور ہوش و حواس میں بتوکل علی اللہ دل سے تصدیق کرکے اقرار کرتا ہوں کہ جہانتک سمجھ کا کام ہے حضور والا کا مقصد بخوبی سمجھ گیا ہوں بتوکل علی اللہ عزم بالجزم رکھتا ہوں کہ اب سے اپنے کو پہلے کی طرح انشاء اللہ نہیں رہنے دونگا اور خلاف توقع و امید حضرت والا کوئی قدم جو خلاف مرضی ہو ہرگز ہرگز نہیں اٹھاؤنگا اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اور ایسے قدم کی قوت کو پہلے ہی سے سلب کرے۔
تحقیق : الحمد للہ بخیریت ہوں۔ ۔ ۔ ۔ صاحب اصل میں اصلاح نفس بہت ضروری ہے پہلے اسکا علم ضروری ہے اسکے بعد عمل اور یہ دونوں امر مشکل ہے آجکل ہم لوگ جو شیخ بن جاتے ہیں ان دونوں باتوں سے عاری ہیں۔ اب اس طرف توجہ فرمانے کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ میں ایک تحریر منشی محمد عباس صاحب اور مولوی عبد القیوم صاحب کے نام گئی چونکہ ہم لوگوں کے لئے بھی اسمیں عبرت اور سبق موجود ہے اسلئے اسکو بعینہٖ نقل کرتا ہوں ۔ تحریر فرمایا کہ :۔

"اسوقت آپ حضرات سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں براہ کرم اسکو توجہ سے سنیئے اور اسکے متعلق کچھ اظہار خیال فرمایئے تاکہ اطمینان کا باعث ہو۔ وہ یہ کہ ـــــ میں کچھ نہ سہی، کسی لائق نہیں، یہ مانتا ہوں لیکن آپ ہی لوگوں کے خاندان کا ایک فرد ہوں (اسلئے کہ منشی محمد عباس صاحب ہمارے حضرت کے دادا افضل علی مرحوم کے حقیقی بھائی اشرف علی مرحوم کے پوتے یعنی عبد الغنی صاحب مرحوم کے لڑکے تھے اسطرح سے پردادا پر جاکر یعنی حسین علی صاحب مرحوم پر دونوں حضرات کا نسب ملجاتا تھا) آپ لوگوں کے ساتھ عمر کا ایک حصہ گذرا ہے آپ لوگ مجھکو خوب جانتے پہچانتے ہیں کہ کس قسم کا آدمی میں ہوں ۔ کیا کام کرتا ہوں ۔ کیا کرنا چاہتا ہوں کس کس کام کو ناپسند کرتا ہوں کن چیزوں سے بالکل بے تعلق رہتا ہوں ۔ ان سب امور سے آپ لوگ ضرور ہی واقف ہونگے

پھر ایسے آدمی کے ساتھ اپنے لوگ بھی اگر اس قسم کا معاملہ کرنے لگ جائیں جیسا کہ مخالفین کرتے ہیں تو اب وہ شخص کہاں بھاگ کر جائے اور اگر ترک وطن کرنے کے بعد بھی آپ لوگوں کو کچھ عبرت نہیں ہوئی بلکہ میرا ترک وطن ہی الٹا آپ لوگوں کے لئے اپنی اپنی مطلب برآری کا ذریعہ بن گیا تو اب ایسا شخص کیا کرے دنیا چھوڑ کر کہاں چلا جائے ؟

میرا مطلب یہ کہ دوسرے لوگوں نے (میرے ساتھ جو معاملہ کیا اب اپنے لوگ بھی اگر اسی قسم کا معاملہ کرنے لگ جائیں) تو آپ سے پوچھتا ہوں یہ کیسا ہے ؟ اور میرے ساتھ کیوں اس قسم کی باتیں کیجا رہی ہیں ؟ آپ لوگوں کو اسکا جواب دینا ہوگا جلد جواب دیجئے انتظار ہے۔

باقی میں نے تو سمجھ لیا ہے اور اسی بات کو بہت دنوں سے سمجھا تا تھا کہ کسی شخص سے سب سے زیادہ بے نیاز اسکے عزیز و اقربا اور پڑوسی ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب تو ایک صحابی کا اثر ہی اس مضمون کا ملگیا ہے۔ علامہ شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں ہے کہ حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ کسی عالم سے سب سے زیادہ بے نیاز اسکے گھر اور خاندان کے لوگ اور اسکے پڑوس والے ہوتے ہیں اگر اسکے حسب نسب میں کچھ خامی ہوتی ہے تو اسکو طعنہ دیتے ہیں اور اگر کبھی کبھار اس سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تو ساری عمر اس پر اسکو ملامت کرتے رہتے ہیں (یعنی خدا ان کو معاف کر دیتا ہے مگر یہ لوگ نہیں معاف کرتے)

اس سے قبل ایک تحریر بھیجی گئی مولوی حنیف صاحب کے ذریعہ آپ لوگوں تک پہونچے گی اسکو بھی اسکا جزو سمجھئے گا۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہٗ

انھیں دنوں وطن میں مختلف حالات پیش آتے رہے ان لوگوں کے خطوط آتے رہے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ حضرت والا ان کے خطوط کے جوابات مولوی عبدالقیوم صاحبؒ کے واسطہ سے دینے۔ ایک ترجمہ مولوی صاحب کے نام یہ تحریر راقم کے قلم سے گئی:

"حضرت والا مدظلہ العالی نے فرمایا ہے کہ ـــــ آپ لوگوں کے نفاق کیوجہ مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔ ابتک میں نے برداشت کیا لیکن اب معاملہ برداشت سے باہر ہو چکا ہے اور یہ نفاق اور اسکی وجہ سے ایذا رسانی آپ لوگوں کے لازم حال ہو چکی ہے اس نے آپکی برادری کو اس طرح سے پکڑ لیا ہے کہ اب یہ آپ کو چھوڑ نہیں سکتی اور آپ لوگ اسکی گرفت سے نکل نہیں سکتے اسلئے اپنے آپ کو اس ضیق سے بچانے اور اپنے قلب کو راحت پانے کی غرض سے لکھتا ہوں کہ اب آپکے یہاں کے لوگوں میں سے کوئی صاحب یہاں تشریف نہ لادیں سب کو منع کرتا ہوں اور نہ آپ سے

Dr. ... J.M.I. New Delhi

کہتا ہوں کہ سب اہل فتحپور کو اسکی اطلاع کر دیجئے کہ آپ کے یہاں کا کوئی شخص میرے پاس نہ آوے نہ آپ آئیے اور نہ کسی کو آنے دیجئے۔ والسلام

اسکے جواب میں مولوی عبدالقیوم صاحب کا یہ جواب راقم کے نام آیا:۔

"آپ کا رقعہ بامر حضرت مولانا مدظلہ العالی موصول ہوا حسب الحکم سب لوگوں کو جمع کر کے سنا دیا ہم سب لوگوں کو نفاق میں مبتلا ہونے کا اقرار ہے اب آئندہ سے ہی اللہ تعالےٰ ہملوگوں کو اس کے چھوڑنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ فقط۔ والسلام"

عبدالقیوم غفرلہٗ فتحپور تال نرجا

حضرت اقدسؒ کے یہاں سے اس تحریر کا یہ جواب گیا:۔

"آپ کا کارڈ بجواب پیغام حضرت والا ملا۔ حضرت کو دکھلا دیا اب اسکے متعلق آپ سے یہ عرض ہے کہ آپ کے یہاں کے لوگوں کو نفاق کا اقرار تو بہت دنوں سے ہے یہ کوئی نئی بات نہیں اور اسکے چھوڑ دینے کا وعدہ بھی کچھ یہ پہلی بار نہیں ہے لیکن دیکھتا یہی چلا آرہا ہوں کہ نہ آپ لوگ نفاق ہی کو ترک کرتے ہیں اور نہ مجھ ہی کو چھوڑتے ہیں اسی کے متعلق لکھا گیا تھا کہ اب ایسا نہ ہوگا۔ نفاق سے آپ لوگوں کو نسبت ہو چکی ہے لہذا اسکو تو آپ چھوڑنے سے رہے اسلئے آسان یہی ہے کہ میرا ہی تعلق ختم کر دیجئے، نہ آئیے نہ خط لکھئے اس کے بارے میں آپ کے یہاں کے لوگ کیا فرماتے ہیں کوئی نئی بات اور معقول بات کہتے ہوں تو لکھئے یونہی خوامخواہ کے لئے دفع الوقتی سے کوئی فائدہ نہیں مجھے اس طرح سے کبتک آپ لوگ تنگ کرتے رہیں گے اسکا جواب دیجئے۔ والسلام"

بقلم یکے از خدام

اسی سلسلہ کی ایک تحریر غالباً مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم یا مولوی عبدالحکیم صاحب کے نام گئی

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ مجھے سب سے زیادہ جس چیز سے

تکلیف اور ایذا ہوتی ہے وہ مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی ہے میں اپنے یہاں آنے جانے والوں کو سب سے زیادہ اسی چیز سے منع کرتا ہوں کہ بھائی فساد سے بچو اور کسی کو ضرر نہ پہونچاؤ اپنا نقصان گوارا کرو لیکن کسی مسلمان کے اضرار کے درپے ہرگز نہ ہو چنانچہ خود میری تعلیمات تصنیفات اور خود میرا وطن ترک کر دینا اس امر کا شاہد عدل ہے۔

اسکے بعد اب یہ سمجھئے کہ ایک واقعہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مقدر تھا ہوگیا اسکی وجہ سے مجھے طبعی طور پر تکلیف بھی ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکی ایسی مصلحت سمجھا دی جس سے قلب کو تسلی اور سکون ہوگیا اس لئے مجھے تو اب ترک وطن کا مطلق غم نہیں مجھ سے اللہ تعالیٰ کو اگر کوئی کام لینا ہے تو بدرجہ اتم وہ یہاں سے پورا ہو سکتا ہے رہی ایذا جو اس سلسلہ میں بعض لوگوں سے مجھے پہونچی تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ جو تکلیف مجھے پہلے تھی وہ بعد میں نہیں رہ گئی اور جس قدر اب ہے مرور ایام سے وہ بھی آہستہ آہستہ ختم ہو جائیگی۔ اسی طرح سے میرے وطن میں رہنے کی وجہ سے جن لوگوں کو مجھ سے کچھ تکلیف پہونچی ہوگی اب وہاں نہ رہنے کیوجہ سے ختم ہوگئی ہوگی یا تدریجا ختم ہوجائیگی (حضرت کے یہ کلمات حضرت کی تواضع طبعی سے ناشی ہیں سبحان اللہ)

لہٰذا اب جبکہ میں یہاں چلا آیا اور وطن کو خیرباد کہدیا اور یہاں اتنا بڑا مکان لے لیا تو اب مجھ سے بستی والوں کو اور بستی والوں کو مجھ سے لینا ہی کیا ہے ایذاء اور ضرر و نقصان کا احتمال ہی نہیں رہا۔ تو اب مجھ سے صلح و صفائی کی حاجت ہی کیا رہ جاتی ہے۔ ہاں اگر وہاں میرا رہنا سہنا ہوتا تو خیر ایک بات تھی کہ خیال ہوتا کہ بھائی آئندہ کے لئے معاملہ صاف کر لیا جائے۔

اب جبکہ میں وہاں سے چلا آیا تو اب معافی بعد از وقت ہے اس

معافی سے میرا کیا فائدہ ہے ؛ ہاں وہاں کے لوگوں سے معافی چاہو تو انکا فائدہ اس میں ہے کہ سب پر حق واضح ہو جائے گا - یہ بھی ایک فائدہ ہے، چاہئے تو یہ تھا کہ عام اعلان اپنی غلطی کا کیا جاتا۔

بایں وجہ بظاہر حال تو مجھ سے اب معاملہ رہا ہی نہیں البتہ اگر کسی کو آخرت کا خیال ہے اور وہ خلوص کے پیش نظر یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے مواخذہ سے خود کو بچائے تو اسکی تو صورت ہی دوسری ہوتی ہے - جب اسکے اخلاص نے یہ سمجھا دیا کہ یہ کام کرنا ہی ہے پھر اس میں پس وپیش کیسا اور مخلوق کے کہنے سننے کا خیال کیا ؛ اخلاص کا تو تقاضا یہی تھا کہ بلا پس وپیش اور تاخیر کے جہاں جہاں میرے خلاف کچھ کہا تھا ان ہی لوگوں کے سامنے اپنے جرم کا اقرار اور میری براُت کا اعتراف کیا جاتا کہ میں نے انکا نام غلط لکھوایا ہے وہ بالکل بے قصور اور بری ہیں - اور وہ بے ضرر انسان تھے بس اسکے بعد یہاں آنے کا راستہ خود بخود صاف ہو جاتا۔

اور اگر اخلاص ہی نہ ہو تو اس لیپ پوت سے کچھ نفع نہیں جس خدا نے آج پکڑا ہے وہ کل پھر پکڑ سکتا ہے ہم کو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن خدا کو نہیں دیا جا سکتا - مجھکو جتنا ضرر پہونچایا جا سکتا تھا اتنا پہونچایا گیا آپ لوگوں نے کوئی کسر اپنی طرف سے نہیں چھوڑی اور میری توہین وتذلیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اب جب ہر طرف سے ضرر پہونچانے کی راہیں بند ہو گئیں اور خود کو ضرر پہونچنے کا کامل یقین ہو گیا تو معافی کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا زمانہ کی رفتار دیکھتے ہوئے اسکے متعلق کچھ کہنا نا عاقبت اندیشی سے زیادہ امر نہیں ہے۔

باقی معافی کا یہ مطلب سمجھنا کہ میں اس امر کا مطالبہ کروں گا کہ لوگ رضائی مذہب چھوڑ دیں تو مذہب پر کوئی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا لا اکراہ

فی الدین لیکن یہ ضرور ہے کہ اتنا تو کرنا ہی ہوگا کہ گاؤں کے سب لوگ ہندو مسلمان کے سامنے اسکا اظہار کیا جائے کہ اتبک جو ہوا سو ہوا ہملو بہت لڑ چکے اب سے ہم لوگ اطمینان دلاتے ہیں کہ ہماری جانب سے فساد کی کوئی بات نہ ہوگی اور سب لوگ باہم مل جل کر بھائی بھائی ہو کر رہیں گے مذہب میں ہر ایک کو اختیار ہے جو چاہے رکھے لیکن ہر اس طریقہ سے احتراز کریں گے جس سے دوسرے کو ضرر پہونچتا ہو اور جو تفریق بین المسلمین کا سبب بنے۔ آپ لوگ اتنا ہی کریں تو اس میں بڑا ثواب اور مسلمانوں کی عین مصلحت ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

نیز شمس الدین مرحوم کی معافی کے سلسلے میں مولوی عبدالحکیم صاحب جین پوری کا بھی خط حضرت والا کے نام آیا۔ وھو ہذا۔

مخدومنا المکرم دام اللہ فیوضہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مولوی شمس الدین کے ہمراہ میرے رقعہ کا جواب آیا آخری جملہ نے مجبور کیا کہ موضع کے سدھار کے بارے میں کچھ حصہ لوں اسلئے چند باتیں دریافت جواب آنے پر مطابق ہدایات کے کام کروں

۱۔ اگر فریق مخالف کے سربرآوردہ حضرات خصوصاً شمس الدین فتحپوری اپنی حرکات سے تائب ہوں اور آپ سے گذشتہ حرکات کی معافی کے لئے تیار ہوں تو شمس الدین کو آپ کے پاس حاضر کر سکتا ہوں یا نہیں۔

۲۔ میرے خیال میں شمس الدین ہی سب کا سردار ہے اگر صدق دل سے حاضر ہو کر آپ سے معافی چاہ لیتا ہے تو برادری میں جو خلفشار کی صورت ہے ایک حد تک ختم ہو جاتی ہے اور پھر سب کو ایک راستہ پر لانے میں آسانی ہوگی۔

اسکے متعلق حضرت والا نے پہلے تو مولوی عبدالقیوم صاحب مرحوم کے پاس یہ تحریر ارسال فرمائی کیونکہ وہ پہلے بھی اس کے متعلق کچھ لکھ چکے تھے:۔

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔ پرسوں آپ کا خط ملا جواب لکھنے ہی کو تھا کہ آج مولوی عبدالحکیم صاحب کا خط آگیا پہلے آپکو اس کے مضمون سے مطلع کرتا ہوں لکھا ہے کہ ——— " رقعہ کا جواب آیا آخری جملے نے مجبور کیا کہ موضع کے سدھار کے معاملہ میں کچھ حصہ لوں اسلئے چند باتیں عرض کر رہا ہوں جواب آپ نے پر ہدایت کے مطابق کام کروں گا ۔ (۱) اگر فریق مخالف کے سربرآوردہ حضرات خصوصًا شمس الدین فتحپوری اپنی حرکات سے تائب ہوں اور آپسے گذشتہ حرکات کی معافی کے لئے تیار ہوں تو شمس الدین کو آپ کے پاس حاضر کرسکتا ہوں یا نہیں (۲) میرے خیال میں شمس الدین ہی سب کا سردار ہے اگر صدق دل سے حاضر ہوکر آپ سے معافی چاہ لیتا ہے تو برادری میں جو خلفشار کی صورت ہے ایک حد تک ختم ہوجاتی ہے اور پھر سب کو ایک راستہ پر لانے میں آسانی ہوگی ۔ انتہی کلامہٗ ۔

آپ سے کہتا ہوں کہ کچھ دن ہوئے آپکی تحریر بھی اسی قسم کی آئی تھی کہ شمس الدین آنا چاہتا ہے اسکو لیکر آؤں ؟ تو میں نے جواب اسکا دیا تھا وہ آپ کو یاد ہی ہوگا ۔ اسکے بعد آپ سے پوچھتا ہوں کہ اب آپ مجھے بتائیں کہ میں اس سوال کا مولوی صاحب کو کیا جواب دوں ؟ ان کے اس سوال کے سب پہلو پر آپ بھی غور فرمالیں اور مولوی ظہیر الدین صاحب نیز گاؤں کے اور جو فہیم اور سمجھدار لوگ ہوں ان سے مشورہ کر کے مجھے بتائیے اس سوال کا کیا جواب دینا چاہیئے ۔ آپ کے جواب کا انتظار ہے کیونکہ اسکے بعد ہی مولوی عبدالحکیم صاحب کو جواب دوں گا لہٰذا فورًا جواب دیجئے کہ میں انکو جواب میں کیا لکھوں ۔ والسلام ۔

راقم السطور احقر جامی عرض کرتا ہے کہ حضرت ؒ نے جب مولوی صاحب نے سوال فرمایا ہے تو جواب تو حضرت ہی دیں گے لیکن پھر بھی آپکو جو تکلیف دیجارہی ہے وہ محض اسلئے کہ حضرت والا تو اب وہاں سے چلے ہی آئے اور یہاں سکونت اختیار

فرمایا ہے اب وہاں برادری میں صلح ہو یا خلفشار ہو ان ہر دو کا نفع نقصان آپ ہی حضرات پر مرتب ہوگا اسلئے آپ لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کہ آپ بتائیے کہ میں کیا جواب دوں؟ والسلام

اور مولوی عبدالحکیم صاحب کو یہ جواب مرحمت فرمایا

(جواب حضرت مصلح الامۃؒ بنام مولوی عبدالحکیم صاحب جین پوری)

عنایت فرمائے بندہ

آپ نے لکھا ہے کہ موضع کے سدھار کے معاملہ میں کچھ حصہ لوں اسکے متعلق یہ کہتا ہوں کہ برادری کی سدھار کا یہ خیال جو آپکو پیدا ہوا ہے بہت عمدہ ہے اور نہایت ضروری خیال ہے مگر بہت دیر میں ہوا حالانکہ آپنے حج کے جانے کے وقت مجھ سے کہا تھا کہ وہاں کی واپسی کے بعد کچھ کرونگا خیر ماضی کو جانے دیجئے ۔ مضٰی ما مضٰی ۔ برادری کے سدھار کی فکر تو ضروری ہے جس طرح سدھرے سدھاریئے ۔ میں تو ایک فریق کی حیثیت میں تھا اور قاعدہ ہے کہ آدمی جب مرجاتا ہے یا کہیں چلا جاتا ہے تو خصومت بھی باقی نہیں رہ جاتی ۔ پرانے کینے رفتہ رفتہ مضمحل ہوکر ختم ہوجاتے ہیں۔ میں نے وطن چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کرلی میں خود اب وہاں کے کسی کا فریق نہیں مجھکو اب وہاں کے معاملات سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا آپ حضرات مختار ہیں جو چاہیں کریں ۔ ع ۔ من نگویم کایں مکن آں کن ۔

باقی آپ کی تحریر کے جواب کے سلسلہ میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ —

صدق دل سے حاضر ہوکر معافی چاہنا اور سچی توبہ کرنا اس زمانہ میں آسان کام نہیں ہے اور نہ کوئی کرتا ہے اور جب اسکے کرنے والے بکثرت موجود تھے اور لوگوں میں دین و دیانت اب سے کہیں زائد تھا اسوقت کے متعلق فقہاء لکھتے ہیں کہ :—

(باقی آئندہ)

اسی لئے امام سفیان ثوریؒ اور ابو حنیفہ اور صلہ بن اشیم رحمہم اللہ نے شریک قاضیؒ کو مرتے دم تک چھوڑے رکھا (قاضی ہونے کے بعد ان سے نہیں ملے۔ اور (یہی) فرماتے تھے کہ منصب قضا سے بچنے کے لئے وہ کوئی تدبیر و حیلہ نکال سکتے تھے پھر بھی کچھ نہ کیا (اور قضا قبول کر لی اسلئے ہم ان سے نہ ملیں گے)۔

اور عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص قرآن (کا علم) رکھتا ہو پھر بھی دل سے مال و دولت اور مناصب کی طرف راغب ہوا اس نے خدا کی آیتوں کے ساتھ کھیل کیا (اور اسکو لہو لعب بنا رکھا ہے) اور دوسری روایت میں (عبداللہ بن مبارکؒ سے منقول) ہے کہ جو شخص قرآن کا عالم ہو کر پھر دنیا سے محبت کرے تو قرآن اندر سے اسکو آواز دیتا ہے کہ بخدا میں اس واسطے تیرے پاس نہیں بھیجا گیا۔ میرے مواعظ اور نصائح آخر کہاں کھو گئے؟ میرا تو کوئی حرف بھی ایسا نہیں جو تجھ سے یہ نہ کہتا ہو کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کر یعنی خدا تعالیٰ نے تجھکو قرآن کا عالم اسلئے نہیں بنایا کہ تو دنیا سے محبت کرے بلکہ صرف اسلئے تاکہ اسکے ذریعہ سے تجھکو سعادت نصیب ہو۔ پھر خدا کے سامنے قرآن تمھاری سعادت پر گواہ بنے گا (اگر ایسا نہ کیا تو) یاد رکھ تیرے نصیب میں بدبختی ہوگی۔ پھر قرآن بھی خدا کے سامنے تیری بدبختی کی گواہی دے گا۔

اور امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ دنیا کی خواہش کرنا بھی ایک عذاب ہے جو اہل توحید (یعنی مسلمانوں پر) خدا نے مسلط فرمایا ہے۔

اور امام سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ علم کو ذریعۂ معاش بنانے سے بچو کہ اسکے ذریعہ دنیا کماؤ اور لوگوں سے یوں کہو کہ ہم کو زیادہ علم حاصل ہے اسلئے ہم کو (ہدایا) دو حالانکہ جب تمکو پوری طرح زہد ہی حاصل نہیں تو تمھارا علم کیونکر زیادہ ہوا اور پہلے عہد میں ہم اسپر پوری طرح کلام کر چکے ہیں (کہ جس علم کے ساتھ عمل اور زہد نہ ہو وہ جہل ہے۔ پس دنیا کی محبت و رغبت کے ساتھ علم کا دعویٰ کرنا اسپنے جہل کا اقرار کرنا ہے)۔

اسمٰعیل بن علیہ رح (اول اول) ان لوگوں پر اعتراض کیا کرتے تھے جو بادشاہوں کے دروازوں پر جاتے (اور ان کے پاس آمد و رفت رکھتے تھے) اور ان میں اور عبداللہ ابن مبارکؒ میں بہت دوستی اور محبت تھی اور زہد و عبادت میں دونوں یکساں تھے۔ پھر اسمٰعیل بن علیہ محکمۂ صدقات پر حاکم مقرر ہوگئے تو عبداللہ بن مبارکؒ کو اسکا رنج ہوا اور ان کے نام ایک خط لکھا جس میں انکے دین ضائع ہونے پر تعزیت کی تھی اور اخیر میں یہ اشعار لکھے ؎

یاجاعل العلم له بازیا　　　یصطاد اموال السلاطین

(اے اپنے علم کو باز کی طرح) بنانے والے کہ اس سے سلاطین کے مال و دولت کا شکار کرتا ہے)

احتللت للدنیا ولذاتها　　　بحیلة تذهب بالدین

(تم نے دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کیلئے ایسی (بری) تدبیر اختیار کی جس سے دین ضائع ہونے کا اندیشہ ہے)

وصرت مجنونا بها بعد ما　　　کنت دواءً للمجانین

(تم دنیا کے پیچھے مجنوں ہوگئے حالانکہ تم خود پہلے مجنونوں کے لیئے دوا تھے)

این روایاتك والعقول فی　　　لزوم ابواب السلاطین

(اب وہ باتیں اور روایتیں کہاں گئیں جو بادشاہوں کے دروازے پر جانے کی بابت آپ بیان کیا کرتے تھے)

ان قلت اکرهت فماذا کذا　　　زل حمار الشیخ فی الطین

(اگر تم یہ کہو کہ مجھکو مجبور کیا گیا تو یہ بات نہیں (بلکہ) حضرت کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا)

بخدا آدھی رات میں دو رکعتیں پڑھ لینا یا تھوڑی ہی دیر کے لئے انسان کا اپنے نفس کو دنیا کی محبت سے روکے رکھنا یا اپنے اعضاء میں سے کسی عضو پر قابو پالینا یا اپنے دل کو مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنے سے محفوظ رکھنا ان میں ہر بات اس منصب حکومت سے (ہزار درجہ) افضل ہے جنکی آج کل ایک دوسرے کو مبارکباد دی جاتی ہے (حالانکہ حقیقت میں مبارکباد دینے کے قابل یہ باتیں تھیں مگر) پھر بھی انکی مبارکباد کوئی نہیں دیتا[۱]۔

---

[۱] خدا کا شکر ہے کہ اس زمانہ میں بھی اس عہد پر عمل کرنے والے بعض اللہ کے بندے ہیں

اور میں ۱۳۴۹ھ میں ایک شخص سے ملا جو خدا کے چھپے ہوئے دوستوں میں سے تھا اس نے مجھ سے کہا کہ میری عمر اس وقت اکتیس[۱۲] سال کی ہے اخیر کے ان تین برسوں میں دنیا جیسی پلٹ گئی ہے اکیس ستائیس سال میں بھی نہ پلٹی تھی بیٹا ایسا (معلوم ہوتا ہے) گویا بیٹا ہی نہیں، باپ گویا باپ ہی نہیں بھائی گویا بھائی ہی نہیں، قرابت داروں سے گویا قرابت ہی نہیں، پڑوسی گویا ہمسایہ ہی نہیں، تمام قلوب میں سے ایک دوسرے کی محبت نکل گئی ہے اور سب کی ایسی حالت ہوگئی ہے کہ اگر کوئی (بیچارہ) کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اسے کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس سے اپنا حال بیان کرے (اور اس سے کسی امداد کی توقع کرے) کیونکہ ہر شخص یا تو (دوسرے کی مصیبت سے) بے فکر ہوتا ہے یا اسکی مصیبت سے خوش ہوتا ہے اسکے سوا اور کچھ نہیں رہا۔ پھر فرمایا کہ آجکل انسان درازی عمر کی کیا تمنا کرے کیونکہ اس زمانہ میں بڑے سے بڑا بزرگ ایک دن بھی اپنے نفس کو حدود احکام خداوندی کا

صاحب موجود ہیں، میرے دینی بھائی اور معزز دوست خواجہ عزیز الحسن صاحب خدا ان کے مقامات میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے مگر جب سے اس راستہ میں قدم رکھا ہے اسی وقت سے ان کے دل میں حکومت وغیرہ سے نفرت تھی بالخصوص اس وجہ سے کہ آجکل ایسی ملازمتوں میں بوجہ پابندی قانون کے بہت باتیں خلاف شرع کرنا پڑتی ہیں مگر بعض مصالح کی وجہ سے تقریباً سات سال اسی ملازمت پر رہے اور اس عرصہ میں فیصلہ ہمیشہ شریعت کیموافق کیا پھر جب خدا نے انکو نسبت مع اللہ سے نوازا تو خود درخواست کرکے اس عہدۂ حکومت سے عہدۂ تعلیم کی طرف اپنا تنزل کرایا جس میں تنخواہ پہلے سے آدھی ہے۔ سچ ہے جب خدا کی محبت دل میں آتی ہے تو دنیا کی محبت اسمیں نہیں رہتی ظاہر بین ان کے اس فعل پر مضحکہ اڑائیں گے مگر عزیز من تم انکی دل سے قدر کرو اور یہی راستہ اختیار کرو ہاں اگر حلال روزی تمکو نصیب ہے تو ہفت اقلیم سے بھی تمکو نہیں روکا جائیگا بشرطیکہ دل میں ایسی قوت ہو کہ اتنا مال حاصل کرکے بھی خدا کو نہ بھولو میں اپنے دوست کیلئے دل سے دعا کرتا ہوں کہ انشاء اللہ اس موجودہ صورت سے بھی انکو نجات ملے گی چاہے جو جاگیر ہے عنوان پر گراں ہے

پوری طرح پابند نہیں کر سکتا بلکہ ہر دن گناہوں کے بوجھ میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے اگر کوئی شخص ایسا بھی فرض کر لیا جائے جو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا قرآن کی تلاوت کیا کرتا ہے (اور کسی سے ملنے ملانے کا علاقہ نہیں رکھتا) وہ بھی (گناہوں سے پوری طرح) نہیں بچ سکتا (کم از کم) اسکے دل میں برے برے خیالات اور خطرات ہی آتے ہونگے یا کسی مسلمان سے بدگمانی ہی رکھتا ہوگا (اگر اور بھی کسی سے بدگمانی نہ کرے تو اپنے گھر والوں ہی سے کسی بات پر بدگمانی کر بیٹھے گا) حتیٰ کہ گھر کی باندی اور خادمہ اگر اس سے کسی بات کی نسبت یہ کہے کہ بات سچی ہے اور یہ اسکی تصدیق نہ کرے (اور بلا تحقیق اسکی بات جھٹلا دے تو) اسی گناہ میں مبتلا ہو جائے گا فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہ

(اہم عہد: مسلمان بھائیوں سے بڑا بنکر نہ رہیں کہ انکی ملاقات کو نہ جایا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے بڑا بنکر نہ رہیں کہ اپنی ملاقات و زیارت کے لئے ان کے خود آنے کی خواہش کریں اور اپنے آپ انکی ملاقات کو نہ جایا کریں یا اگر وہ تقریب نکاح و ولیمہ یا اور کسی خوشی میں ہمکو بلائیں تو محض تکبر اور بڑائی کی وجہ سے انکی درخواست کو رد کر دیں بلکہ (ہمکو) چاہیئے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اپنا پہلو جھکا دیا کریں (مگر) عزیز من ایہ بھی سمجھ لو کہ بعض دفعہ ترک ملاقات اور انکار شرکت ولیمہ اور نکاح کا سبب کچھ اور بھی ہوتا ہے ہر شخص سے بدگمان نہ ہونا چاہئے کہ بس جو کوئی ملاقات یا اکثر تقریبات سے پرہیز کرے اسکو متکبر ہی سمجھنے لگو کبھی (اسکا سبب) حیا بھی ہوتی ہے یا کبھی اس تقریب کی شرکت میں اخلاص نہیں ہوتا بلکہ بلانیوالے

عہ - مترجم عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ آجکل تقریبات میں بیجا اسراف اور فضول خرچی اور ...

کی نیت میں ریار و نمود ہوتی ہے اسکا اثر دوسرے کے دل پر بھی پہونچتا ہے وہ بھی اپنے اندر شرکت محفل کے لئے اخلاص نہیں پاتا اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص شرکت و ملاقات کرنے میں بالکل معذور ہے) پس اس قاعدہ کو ہر جگہ ہر شخص پر جاری کرنا چاہئے اور قرائن سے ہر شخص کی حالت کا پتہ چل جاتا ہے (کہ یہ تکبر کی وجہ سے نہیں ملتا یا حیار وعدم اخلاص کیوجہ سے) اور تکبر میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ تکبر کرنے والا خدا کی صفت کو چھیننا چاہتا (اور اس میں اپنا حصہ لگانا چاہتا ہے (حالانکہ تکبر اور بڑائی خاص حق تعالیٰ شانہٗ کا حق ہے) تو (جو کوئی اس میں اپنا حصہ لگانا چاہے گا) حق تعالیٰ اسکی گردن توڑ دینگے (اور اس کو ذلیل و خوار کر دینگے) جیسا کہ حدیث میں یہ مضمون آچکا ہے ۔ اسی لئے اکثر عارفین اس عالم میں اپنا (کسی قسم کا) تصرف ظاہر کرنے سے بھاگتے تھے کیونکہ (اسمیں بھی ایک گونہ خدا کی صفت میں حصہ لینا ہوتا ہے ۔ عالم میں تصرف کرنا خاص خدا کا حق ہے عارفین خود کبھی کسی تصرف کا قصد نہیں کیا کرتے ہاں گاہے حق تعالیٰ شانہٗ انکے ہاتھ سے بلا قصد و ارادہ کوئی کرامت و تصرف

ص ۶ پابندی رسوم بہت ہونے لگی ہیں جن میں اکثر خلوص تو ہوتا ہی نہیں اسکے علاوہ بہت سی باتیں خلاف شرع کیجاتی ہیں اسلئے علما رو صلحار اکثر ایسی تقریبات کی شرکت سے پرہیز کرتے ہیں ریار و نمود کی بدولت بہت سے گھرانے تباہ و برباد ہوگئے ہیں البتہ جن تقریبات میں اتباع شریعت کا لحاظ کیا جائے اور قرائن سے معلوم ہو جائے کہ صاحب تقریب خلوص و محبت سے بلانا چاہتا ہے ان میں شرکت کا مضائقہ نہیں بلکہ ولیمہ کی دعوت کا قبول کرنا خصوصیت کے ساتھ مسنون ہے اور مسنون ولیمہ کی پہچان یہ ہے اس میں غربا اور محتاجوں کو خاص طور پر مدعو کیا جائے ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ وہ ولیمہ بہت ہی برا ہے جسمیں امرار کو بلایا جائے اور غربار کو چھوڑ دیا جائے ۔ نیز اس عبد ——— سے ظاہر ہوا کہ عارفین تصرف و کرامت قصداً ظاہر نہیں کیا کرتے اسلئے سالکین کو کشف و کرامت پر کمال کا مدار نہ سمجھنا چاہیئے ۱۲

ظاہر کر دیتے ہیں جس میں وہ مجبور ہو جاتے ہیں) وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ؏

(عہد ۴۲: اپنے دوستوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت حاصل کرتے رہا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے (دوستوں) اور بھائیوں کو مقامات عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں اور ان کو نقصان و پستی کی حالت میں تباہ و برباد ہوتا نہ چھوڑیں کیونکہ انکی بابت ہم سے سوال کیا جائیگا اور اس عہد پر آجکل اپنے مریدوں (اور شاگردوں) کے بارے میں بہت کم عمل کیا جاتا ہے جسکی وجہ یا تو ناواقفیت ہے (کہ لوگ اسکی ضرورت ہی نہیں سمجھتے) یا یہ کہ مریدوں (اور شاگردوں) کو مہمل خیال کیا جاتا ہے (اسلئے انکی ترقی کا پورا خیال نہیں ہوتا یہ حالت پہلی صورت سے کہیں بدتر ہے۔ اگر تمہارے نزدیک سب مہمل ہی ہیں تو مشیخت کا بازار کس لئے گرم کیا؟ کسی کو کبھی سلسلۂ بیعت و شاگردی میں داخل نہ کیا ہوتا کہ انکی بابت مواخذہ اور بازپرس سے تو بچے رہتے) پس اس زمانہ میں جس کسی کو ایسا درویش مل جائے جو اسکو نصیحت (اور روک ٹوک کرتا رہے) (اور برا بھلا بھی کہتا رہے تو ضرور اسکو چپٹ جائے (اور اس کے پاس رہ پڑے) اور اسکی سختی کو برداشت

ع۵۔ مترجم عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ سالکین اس پر غور کریں اور اس مضمون کی قدر کریں۔ الحمد للہ یہ نے حضرت سیدی مولانا خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم و حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم کو اسی قدم پر پایا۔ دونوں حضرات اپنے متعلقین کی بہت زیادہ خبرگیری رکھتے ہیں بعض لوگ انکو سخت مزاج مشہور کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سختی میں نفع کس کا ہے اسکی قدر عاشقوں کے دل سے پوچھو۔ حضرت سیدی مولانا محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ علی حضرت سیدی مرشدی کے جلال پر اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎ میں تری آنکھوں کے قربان دل کیا مارے ہیں تیر ۔ ہر دہان زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہے ۱۲

کرنا چاہیئے کیونکہ ایسا شیخ کبریت احمر (کی طرح کمیاب) ہے۔ (اسکی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ یاد رکھو سر پر ہاتھ پھیرنے والے ہزاروں ملتے ہیں مگر کہنے سننے والا بہت کم ملتا ہے) واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم۔

(عہد ۴۴: جس شخص کے دلکو دین کے بارہ میں مضبوط دیکھیں اسکو نصیحت کرنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جس شخص کے دل کو ہم دین کے بارہ میں پختہ اور مضبوط دیکھیں اسکو نصیحت کرنے کے لئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں بلکہ جلدی نصیحت کر دیا کریں اگرچہ بھرے مجمع ہی میں کیوں نہ ہو کیونکہ دوسرے وقت کے انتظار میں ممکن ہے کبھی ہم بھول جائیں اور اس میں شک نہیں کہ نصیحت سراپا خیر (و برکت کی چیز) اور نیک کام ہے پس نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر ہم یہ دیکھیں کہ مجمع میں نصیحت کرنے سے اس شخص کا دل اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور مکدر ہو جائے گا تو ایسے شخص کو چپکے سے نصیحت کرنا چاہیئے اور اسکے لئے کسی دوسرے وقت کا انتظار کریں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ خطبہ کے اندر بڑے بڑے صحابہؓ کو خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا انی لاری الغل حشو بواطنکم وداء الامم

---

۴۴ اور یہ احقر اکثر یہ شعر پڑھا کرتا ہے ؎

مرے دل سے کوئی پوچھے ترے تیر نیمکش کو　　یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بخدا شیخ کی سختی بھی عین شفقت کی دلیل ہے کیا دربار خداوندی میں پہونچنا منہ کا نوالہ ہے کہ زبان پر رکھا اور حلق سے اتر گیا ؎ اندریں رہ می تراش و می خراش ٭ تا دمے آخر دمے فارغ مباش جو لوگ سختی سے دل برداشتہ ہوتے ہیں انکو سمجھ لینا چاہیئے کہ طلب میں کمی اور قسمت میں محرومی ہے ؎ نازپروردہ تنعم نبرد راہ بدوست ٭ عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد ۔ ۱۲

قبلکم قد دب فیکم وما اظن الحق تعالیٰ الا قد تبرأ من افعالکم
کہ میں تمھارے دلوں میں کھوٹ بھرا ہوا پاتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ پہلی امتوں
کی بیماریاں تمھارے اندر بھی چلنے لگی ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمھارے
تمھارے افعال سے بالکل بیزار ہو گئے۔ اس پر تمام صحابہؓ نے اپنے سر
جھکا لئے (حضرت ابو الدرداءؓ کی اس تقریر سے حضرات صحابہؓ پر بدگمانی نہ کرنا چاہیے
کیونکہ صحابہؓ کی جتنی بڑی شان ہے ویسے ہی انکی ذرا سی لغزش دوسرے
صحابہؓ کی نظر میں پہاڑ معلوم ہوتی تھی جن باتوں پر ان حضرات کو تنبیہ کیجاتی ہے
آج ہم انکو کرنے لگیں تو شاید ثواب کا سبب بن جائیں، حسنات الابرار سیئات
المقربین)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک بار) خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے
اس وقت آپ کے بدن پر دو قمیص تھے آپ نے (سامعین سے) فرمایا
کہ ذرا خاموش ہو کر سنو) میں کچھ کہنا چاہتا ہوں (اس پر) سلمان فارسی
رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بخدا ہم آپ کی بات پر ذرا کان نہ دھریں گے۔ حضرت
عمرؓ نے فرمایا کیوں (کیا وجہ) فرمایا کہ آپ کے بدن پر دو قمیص ہیں اور ہمارے
ہر ایک کے بدن پر ایک ہی قمیص ہے (مطلب یہ تھا کہ یہ قمیص مال غنیمت
سے آئے تھے جو تقسیم میں ہر ایک کے حصہ میں ایک آیا پھر آپ کے پاس
دو کس لئے ہیں کیا آپ نے مال غنیمت میں سے اپنا دوہرا حصہ لگایا جس کا
آپ کو کوئی حق نہ تھا) تو حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے منبر ہی پر کھڑے کھڑے
اپنے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر کو پکارا کہ اے عبد اللہ! اے عبد اللہ! وہ بولے
ہاں (میں حاضر ہوں)۔ فرمایا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمکو معلوم نہیں
کہ یہ دوسرا قمیص جو میرے بدن پر ہے وہ تمھارا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اللہ گواہ
ہے بیشک (یہ دوسرا میرا ہی ہے) اس پر حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ اب
جو کچھ کہنا ہو فرمائیے اب آپکی بات سنیں گے۔

(باقی آئندہ)

حضرت فقیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقراء کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے فرماتے ہیں کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی نماز کو میری جانب ادا کرو اور زکوٰۃ کو فقراء کو دو تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے فقراء کے حق کو اپنے حق کے ساتھ ملاکر بیان فرمایا ہے۔

نیز کہا گیا ہے کہ یہ فقراء حضرات امیروں اور مالداروں کے طبیب ہوتے ہیں ان کے (گویا) دھوبی ہوتے ہیں۔ ان کے قاصد اور رسول ہوتے ہیں۔ ان کے پہرہ دار اور چوکیدار ہوتے ہیں۔ انکے حق میں سفارش کرنے والے ہوتے ہیں طبیب اسلئے کہ جب کوئی امیر بیمار ہوتا ہے اور فقراء پر صدقہ کرتا ہے تو (بحکم خدا) اسکا مرض دور ہوجاتا ہے۔ اور دھوبی اسلئے کہ امیر جب اس پر کچھ صدقہ کرتا ہے اور وہ دعاء دیتا ہے تو اسکی وجہ سے اسکے گناہ اور معاصی دھل جاتے ہیں اور وہ امیر بالکل پاک وصاف ہوجاتا ہے۔ اور قاصد اسلئے کہ غنی شخص جب کوئی صدقہ اپنے والدین یا کسی بھی عزیز وقریب کے (ثواب کے) لئے کرتا ہے تو اسکا ثواب اس مردہ کو پہونچ جاتا ہے تو فقیر ہی گویا ذریعہ اور واسطہ ہوا اس ایصال ثواب کا تو گویا قاصد بھی ہوا۔ اور نگراں اور محافظ اسلئے کہ امیر جب صدقہ کرتا ہے اور فقیر اس پر اسکے لئے دعاء کرتا ہے تو فقیر کی اس دعاء کی وجہ سے اس کے مال واسباب ہاتھ سے محفوظ ہوجاتے ہیں بس فقیر ہی گویا محافظ بھی ہوا۔

روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا میں تمکو خبر نہ دوں کہ جنت کے ملوک (بادشاہ) کون لوگ ہونگے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ جنت کے بادشاہ ہوں گے جو دنیا میں کمزور اور مظلوم تھے نازنین عورتوں سے انکا نکاح نہوا ہوگا اور جن تنگیوں میں مبتلا تھے اسمیں برابر مبتلا ہی رہے ان حاجات کا دروازہ دنیا میں ان پر کھلا نہیں چنانچہ موت آگئی مگر انکی حاجات انکے سینہ ہی میں آتی جاتی رہیں پوری نہ ہوئیں لیکن انکی مقبولیت عند اللہ کا حال یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کوئی

قسم کھا لیتے تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور پوری فرما دیتا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ملعون ہے وہ شخص جو امیروں کا تو اکرام کرے (یعنی خوب خاطر کرے اور نوازے) اور فقرار کی اہانت کرے دھتکارے اور دھکے دے۔

حضرت ابوالدرداؓ سے منقول ہے کہ بھلا یہ ہمارے بھائی امیر لوگ ہماری برابری ہی کہاں کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ کھاتے ہیں تو ہم لوگ بھی تو آخر کھاتے ہی ہیں یہ لوگ پیتے ہیں تو ہم لوگ بھی پیتے ہیں یہ کپڑا پہنتے ہیں تو ہم لوگ بھی کپڑا پہنتے ہیں اور ان کے پاس جو زائد مال ہے (باغ ہے۔ محل ہے۔ گھوڑے وغیرہ ہیں) جنکو دیکھ دیکھکر یہ لوگ خوش ہوتے ہیں تو ان سب چیزوں کو انکی طرح سے ہم بھی دیکھتے ہیں (لیکن) آخرت میں ان لوگوں کو ہر چیز کا حساب دینا پڑے گا اور ہم لوگ اس سے فارغ ہونگے نہ حساب نہ کتاب۔ (یعنی الحمدللہ ہم ہی ان لوگوں سے اچھے رہے)

حضرت شقیق زاہد فرماتے ہیں کہ فقرار نے اپنے لئے تین چیزوں کو پسند کیا اور امیروں نے بھی اپنے لئے تین چیزیں اختیار کیں۔ فقرار نے تو اپنے نفس کے لئے راحت۔ قلب کے لئے فراغت اور حساب کی قلت کو پسند کیا۔ اور امرار نے تعب نفس۔ شغل قلب اور شدت حساب کو پسند کیا۔ (بحر۔ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی)۔

حضرت حاتم زاہد سے مروی ہے کہ جس شخص نے چار چیزوں کا دعویٰ کیا بدون چار باتوں کے وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔ ایک تو یہ کہ جس نے اللہ تعالےٰ سے محبت کا دعویٰ کیا بدون اسکے کہ اللہ تعالیٰ کی محرمات سے بچے (وہ جھوٹا ہے دوسرے یہ کہ جو جنت سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو بغیر اسکے کہ اللہ کے راستہ میں اپنا مال صرف کرتا ہو (وہ بھی جھوٹا ہے) تیسرے وہ شخص جو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعی ہو بدون اسکے کہ آپکی سنتوں پر چلنے والا ہو وہ بھی کذاب ہے۔ چوتھے وہ شخص جو کہ آخرت کے درجات سے محبت ظاہر کرتا ہو (کہ مجھے فلاں درجہ مل جائے

فلاں مل جائے) اور فقراء اور مساکین کی صحبت نہ اختیار کی ہو یہ بھی جھوٹا ہے۔

بعض حکماء نے فرمایا ہے کہ چار چیزیں جس شخص کے اندر ہوں وہ ہر قسم کے خیر سے محروم ہے۔ ایک تو اپنے زیردستوں پر ڈینگ، بڑائی اور تکبر کرنے والا ہونا۔ دوسرے اپنے والدین کا نافرمان۔ تیسرا وہ شخص جو کسی پردیسی اور غریب کو حقیر سمجھے۔ چوتھا وہ شخص جو مساکین کو انکی غربت کے سبب عار دلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی نہیں بھیجی کہ میں مال جمع کروں اور تاجرین میں سے ہو جاؤں۔ ہاں یہ وحی البتہ فرمائی ہے کہ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ اور یہ کہ واعبد ربك حتیٰ یاتیک الیقین یعنی اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھیئے اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیے اور یہ فرمایا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کیجئے حتیٰ کہ موت آجائے یا قیامت آجائے۔

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ اے لوگو! تمکو عسرا ور فاقہ اس پر نہ آمادہ کردے کہ تم خدا کا رزق حرام طریقوں سے طلب کرنا شروع کردو اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے اللہ مجھے فقر کی حالت میں موت دے اور امیر بنا کر نہ موت دے اور اے اللہ قیامت میں میرا حشر مساکین ہی کے ساتھ فرما اسلئے کہ بدترین شقی وہ شخص ہے جس پر دنیا کا فقر اور آخرت کا عذاب جمع ہو جائے۔ (اسی معنی میں یہ شعر ہے کہ ؎

ما احسن الدین والدنیا اذا اجتمعا واقبح الکفر والافلاس بالرجل

یعنی کسی پر دین و دنیا دونوں جمع ہو جائیں بہت بہتر حال ہے اور سب سے برا حال یہ ہے کہ انسان کافر بھی ہو اور مفلس بھی ہو)

حضرت عمرؓ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس قادسیہ سے مال غنیمت آیا آپ نے ایک ایک چیز کو بہ نظر غور دیکھا اور رونے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آج خوشی کا موقع ہے یا رنج کا

پھر آپکا یہ رونا کیسا؟ فرمایا کہ ہاں لیکن بات یہ ہے کہ جس قوم کو یہ چیزیں ملتی ہیں انمیں باہم بغض و عداوت بھی ہو جایا کرتی ہے۔ (یہ خیال میرے رونے کا سبب تھا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوق سے زیادہ محبوب اللہ تعالی کو فقراء ہیں اسلئے کہ سب سے زیادہ محبوب اللہ کو انبیاء ہوتے ہیں اور انکو اللہ تعالٰی نے فقر ہی میں مبتلا کیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰی نے موسٰی بن عمران علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ میرا سب سے زیادہ محبوب اور رونے میں سب سے بڑھکر میرا پیارا بندہ انتقال کر رہا ہے اسکے پاس جاؤ اسکو غسل دو اور کفن دو اور قبرستان لیجا کر اسکو دفن کرو۔ پس موسٰی علیہ السلام نے آبادی میں انکو تلاش کیا نہ پایا پھر جنگل بیابان کی طرف نکلے اور تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا اتنے میں کمہاروں کی ایک جماعت ملی آپ نے ان سے پوچھا کہ کل کسی بیمار کو دیکھا ہے یا آج کسی میت کو کہیں دیکھا ہے؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہاں ادھر بیابان میں ایک بیمار تو پڑا تھا شاید تم اسی کو دریافت کرتے ہوگے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہاں بتلاؤ کہاں ہے؟ اس نے پتہ بتلایا موسٰی علیہ السلام اس جگہ تشریف لے گئے دیکھا تو ایک شخص بیمار پڑا ہے اور سر کے نیچے اینٹ کا تکیہ لگائے ہوئے ہے اسی اثناء میں اسکی روح پرواز کر گئی اور سر اینٹ پر سے نیچے گر گیا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کھڑے ہوکر رونے لگے اور عرض کیا کہ یا رب! آپ نے تو فرمایا تھا کہ یہ شخص میرے نزدیک تمام بندوں سے زیادہ محبوب ہے؟ اور یہاں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اسکے پاس اس بیماری میں کوئی تیماردار بھی نہیں ہے اللہ تعالٰی نے وحی نازل فرمائی کہ اے موسٰی میں جب کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو ساری دنیا کو اس سے دور کر دیتا ہوں اور تنہا دیتا ہوں۔

حضرت عباد بن کثیر حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ جب سب سے پہلا دینار ڈھالا گیا اور اس پر چھاپ لگی تو ابلیس نے اسکو آنکھوں سے لگایا اور کہا کہ واہ میرے یار جو تجھ سے محبت کرے گا اسکو اپنا بندہ تصور کروں گا۔

حضرت وھب بن منبہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ابلیس لعنۃ اللہ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام سے ایک بوڑھے شیخ کی صورت میں ملاقات کی حضرت سلیمانؑ نے (اسکو پہچان لیا اور) فرمایا اچھی یہ بتاؤ کہ تم روح اللہ یعنی عیسیٰ بن مریم کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کروگے؟ کہا کہ میں انکو بہکاؤں گا اور اس بات کی جانب دعوت دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا دو الٰہ اور بنالیں (ایک حضرت مسیح کو دوسری انکی والدہ کو)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پھر دریافت کیا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ تم امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف تحیہ) کے ساتھ کیا معاملہ (گمراہی کا) کروگے؟ اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کو دینار اور درہم کی طرف دعوت دونگا یہاں تک کہ وہ لوگ ان دونوں سے ایسی محبت کریں گے جیسی کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ سے بلکہ اس سے بڑھکر۔ یہ سنکر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اعوذ باللہ منک (میں تجھ سے خدا تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں) پھر جو دیکھا تو وہ چلا گیا تھا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ پس فقیر پر لازم ہے کہ وہ ان مذکورہ روایات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے کرم اور احسان کو پہچانے اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا کو جو دور فرما رکھا ہے تو محض اپنے کرم اور اس بندہ کی کرامت کی خاطر ایسا کیا ہے اور اس فقیر بندہ کا ایسا اکرام کیا ہے جیسا کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا ہوا کرتا ہے لہٰذا اسکو چاہیئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنے فقر و مسکنت کی وجہ سے نہ گھبرائے نہ جزع فزع کرے اور اسے جو کچھ کبھی تنگی عیش حاصل ہے اس پر صبر کرے اور یہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ اسکے لئے آخرت (میں انعام و اکرام) کا ہے وہ اسکے لئے اس دنیا سے کہیں بڑھکر ہے جو اس سے روک لی گئی ہے۔ چنانچہ اگر فقر کے لئے اس کے سوا کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ

طریقہ تھا اور اس فقیر کو آپکی وجہ اس صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار (اضطراراً) حاصل ہے تو یہی بہت بڑی چیز تھی (چہ جائیکہ ان امور کے علاوہ اسکے اور بھی بہت سے فضائل ہیں۔)

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک ثقہ شخص نے اپنی سند کے ساتھ حضرت طاؤسؒ سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایک بار ہم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف رکھتے تھے انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ ایک فرشتہ ہے جو ابھی حاضر ہو رہا ہے وہ آسمان سے (زمین پر) کبھی آیا ہی نہیں اس نے اللہ تعالیٰ سے آپکی زیارت کرنے کی اجازت چاہی ہے اسکے بعد تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ وہ فرشتہ آیا اور عرض کیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا وعلیک السلام۔ اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آپکو یہ خبر دی ہے کہ وہ آپکو تمام اشیاء کے خزائن عطا فرمائے گا اور تمام اشیاء کی کنجی مرحمت فرمائیگا جیسے اس نے نہ آپ سے پہلے کسی کو دیا ہے نہ آپ کے بعد کسی کو دیگا اور یہ سب بغیر کم کئے ہوئے ہوگا ان چیزوں میں سے جو آپ کے لئے آخرت میں ذخیرہ کے طور پر جمع ہیں یا اللہ تعالےٰ نے جسے قیامت میں آپ کے لئے جمع فرما رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت ہی نہیں بلکہ آج سے لیکر قیامت تک جو جمع فرما رکھا ہے۔

حضرت ابن نجیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ کی کنکریاں میرے سامنے سونے اور چاندی کی بنا کر پیش کی گئیں کہ اگر چاہیں تو یہ لے لیں لیکن) میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ اگر ایک دن شکم سیر ہو کر کھانا کھاؤں تو ایک دن بھوکا رہوں تاکہ جب شکم سیر ہوں تو آپکا شکر ادا کروں اور جب بھوکا رہوں تو آپ سے تضرع وزاری کروں۔ وباللہ التوفیق۔

ستائیسواں باب
(دنیا کے ترک کرنے کا بیان)

حضرت زید بن ثابتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جسکی نیت (اپنے تمام امور میں) آخرت کی ہوتی ہے تو اللہ تعالےٰ اسکے انتشار کو جمع فرما دیتے ہیں اور اسکے قلب میں غنا ڈالدیتے ہیں اور دنیا تو اس کے پاس ناک رگڑتی ہوئی آتی ہے اور جسکی نیت اپنے کاموں میں دنیا کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسکے امور کو منتشر فرما دیتے ہیں۔ اور فقر اسکا اسکی نظروں کے سامنے کر دیتے ہیں۔ رہی دنیا تو وہ اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر ہو چکی ہے۔

حضرت اسود بن قیسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جندبؓ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جسکی وجہ سے آپ کے جسد شریف پر اسکے نشانات پڑ گئے تھے حضرت عمرؓ کو یہ منظر دیکھکر رونا آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عمرؓ تم کیوں روئے۔ عرض کیا کہ مجھے قیصر و کسریٰ کی دنیوی شان و شوکت یاد آ گئی (کہ کسقدر آرام سے گھروں میں لیٹے ہیں) اور آپ اللہ کے رسولؐ ہیں (پھر بھی آپ کا یہ حال ہے کہ بوریہ کا نشان آپ کے بدن مبارک پر پڑا ہوا ہے (مطلب یہ کہ بچھانے کے لئے بستر بھی نہیں) یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنکے لئے انکا سب آرام دنیا ہی میں دیدیا گیا ہے اور ہم لوگ ایسی قوم ہیں کہ ہماری راحت اور خوش عیشی سب آخرت کیلئے مؤخر کر دی گئی ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمھارے اوپر دو چیزوں کا خوف کرتا ہوں ایک تو لمبی لمبی آرزوؤں کا دوسرے خواہشات نفس کی اتباع کا

(اور یہ ہر دو مہلکات میں سے ہیں) اسلئے کہ طول امل تو آخرت کو بھلا دیتا ہے اور اتباع ہوئی حق بات کے قبول کرنے سے انسان کو روک دیتی ہے ۔ دنیا تو پیٹھ پھیر کر بھاگی جا رہی ہے یعنی اسکا رخ زوال کی جانب ہے اور آخرت اسکا پیچھا کئے ہوئے آ رہی ہے اور ان دونوں کے لئے اولادیں ہیں لہٰذا تم ابنائے آخرت بننا ابنائے دنیا میں سے نہ ہونا (اور یہ یاد رکھو کہ) آج کے دن عمل ہے حساب نہیں اور کل (بروز قیامت) حساب ہوگا عمل نہیں ۔ مطلب یہ کہ جو کچھ عمل کرنا چاہو یہیں دار العمل میں کر لو ورنہ کل کو عمل کرنا بھی چاہو گے تو کر نہ سکو گے ۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کی تلاش تھی جسے آپؐ نے ہر جمعہ کو دیا اور مسلسل چار سال تک میں اسکی جستجو میں رہا لیکن نہ پا سکا یہاں تک کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ ایک انصاری شخص کے پاس ہے میں ان کے پاس گیا وہ تھے حضرت جابر بن عبداللہؓ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خطبہ جسے آپؐ ہر جمعہ پڑھا کرتے تھے ضرور اپنے کانوں سے سنا ہوگا ، انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے سنا ہے آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ

یا ایھا الناس ان لکم معالم فانتھوا الی معالمکم وان لکم نہایۃ فانتھوا الی نہایتکم وان العبد المؤمن بین مخافتین بین اجل قد مضی لایدری ما اللہ صانع بہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض فیہ ۔ فلیتزود العبد من نفسہ لنفسہ ومن حیاتہ لموتہ ومن شبابہ لکبرہ ومن دنیاہ لآخرتہ فان الدنیا	اے لوگو! تمھارے لئے کچھ علامات مقرر کر دی گئی ہیں ان تک پہونچو اور تمھارے لئے ایک نہایت مقرر ہے لہٰذا اس تک پہونچو (یعنی سمجھو اور ہوشیاری کیسا تھ کام کرو) اور عبد مومن دو خوف کے مابین ہے ایک تو عمر کا وہ حصہ جو گذر گیا اور کچھ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اور ایک وہ حصہ جو ابھی باقی ہے اور کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے ساتھ کیا مقدر فرمایا ہے لہٰذا چاہئے کہ بندہ مومن اپنے نفس سے اپنے نفس کی راحت کے لئے سامان حاصل کرلے اور اپنی زندگی میں موت کی تیاری کرلے اور اپنی جوانی میں بڑھاپے کی تلافی کرلے ، اور اپنی دنیا سے آخرت کا توشہ لے اسلئے کہ

خلقت لکم و انکم خلقتم للآخرۃ۔ فوالذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنیا دار الا الجنۃ او النار۔	دنیا تمہارے ہی لئے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جسکے قبضہ میں ہے موت کے بعد کوئی تعتب رہجائیگی اور نہ دنیا کے بعد کوئی دار ہے سوا جنت کے یا نار کے۔
اقول قولی و استغفر اللہ لی ولکم ۔	یہی کہنا چاہتا ہوں اور خود اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں ۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری سے منقول ہے کہ انکا معاملہ یہ تھا کہ اپنا سب مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اور اسکی طاعۃ میں صرف کردیا کرتے تھے ۔ انکی ماں اور بھائی لوگ حضرت عبداللہ بن مبارک کے پاس آئے اور ان سے شکایت کی کہ حضرت یہ سہل سب مال خرچ کرکے بیٹھ رہتے ہیں کچھ بھی نہیں بچا رکھتے اسکی وجہ سے ہمکو ان پر فقر و فاقہ کا اندیشہ ہے یہ سنکر حضرت عبداللہ یعنی ابن مبارک نے چاہا کہ انکی تائید میں اُنکو کچھ نصیحت کریں اتنے میں حضرت سہل بولے کہ اے ابوعبدالرحمٰن (یہ کنیت ہے عبداللہ ابن مبارک کی) یہ تبلائیے کہ اگر شہر کا کوئی شخص دیہات میں کوئی جائداد خریدے اور اسکا یہ ارادہ ہو کہ اب وہیں منتقل ہوکر مستقل رہا کرے گا تو کیا وہ اس حالت میں شہر کے اندر اپنی کوئی چیز چھوڑ دے گا یا سب یہاں سے لے جائیگا (ظاہر ہے کہ وہ یہاں شہر میں کچھ بھی چھوڑنا پسند نہ کرے گا ۔ اسی طرح سے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دنیا سے اپنا کل سامان آخرت میں اٹھالیجائے وہ بھلا یہاں کے لئے کیوں کچھ چھوڑیگا

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص عاقل ہوگا وہ تو یہی کریگا کہ دنیا کی زندگی میں قوت لا یموت یعنی بس گذر بسر ہو جانے پر راضی رہے گا نہ کہ مال و متاع جمع کرنے کے چکر میں پڑے گا بلکہ آخرت کیلئے عمل کرنے کی کوشش میں رہے گا اسلئے کہ آخرت دارالقرار ہے اور دارالنعیم ہے اور دنیا دارالفنا ہے

غدّار ہے، بے وفا ہے۔ فتنہ پیدا کرنے والی ہے۔

حضرت جُویبر، حضرت ضحاکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو زمین پر اتارا اور ان دونوں نے دنیا کی بو سونگھی اور جنت کی خوشبو ان سے رخصت ہوئی تو ان دونوں پر بیہوشی طاری ہوگئی دنیا کی بو کی وجہ سے وہ دونوں چالیس دن بیہوش رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہائے افسوس اور وائے تعجب اس شخص کے حال پر جو دار خلود (یعنی آخرت) کی تو تصدیق کرتا ہو لیکن عمل دار غرور (یعنی دنیا) کے لئے کرتا ہو (ظاہر ہے کہ اس صورت میں یا وہ اپنی تصدیق میں کاذب ہو کر منافق ہوگا یا عمل کی خامی کی وجہ سے فاسق کہلائے گا)۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مجلس شریف میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک شخص آیا گورے رنگ کا سر کے بال بھی اسکے نہایت خوشنما اور حسین تھے کپڑے بھی بالکل سفید پہنے ہوئے تھا اس نے آکر سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اس نے دریافت کیا دنیا کس چیز کا نام ہے؟ آپنے فرمایا دنیا بس سونے والے کا ایک خواب ہے۔ اور دنیا والے اپنے نیک عمل کا بدلہ بھی آخرت میں دیئے جائیں گے اور معاصی میں انکی پکڑ اور مواخذہ بھی ہوگا۔

پھر اس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آخرت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کے بعد ایک دائمی اور ابدی زندگی آنے والی ہے جس میں ایک فریق (جو دنیا میں مومن ہوگا وہ تو) جنت میں ہوگا اور دوسرا فریق (یعنی کافر اور منافق مشرک اور بیدین لوگ) سعیر یعنی دوزخ میں ہونگے۔ یہ سنکر اس نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ جنت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تارک دنیا کے لئے دنیا کا عوض جسکی تمام نعمتیں دائمی ہونگی (نہ کم ہونگی نہ ختم ہونگی)۔ اس نے پھر پوچھا اور دوزخ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ طالب دنیا کے لئے دنیا کا عوض ہو کر ملے گی جس میں داخلہ کے

بعد کافروں کو اس سے کبھی بھی چھٹکارا نہیں ملے گا ہمیشہ ہمیش اسی میں رہیں گے پھر اس فی وار دنے یہ دریافت کیا کہ اس امۃ کا سب سے بہتر شخص کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی طاعت میں مشغول ہو وہ سب سے بہتر ہے اس نے پوچھا تو پھر اس شخص کا حال کیسا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح سے قافلہ کے ساتھ سفر کرنے والا اپنا سب مال و اسباب باندھے قافلے کے آنے کا انتظار کرتا رہتا ہے اس خیال سے کہ کہیں قافلہ سے رہ نہ جائے اسی طرح جو شخص زادِ راہِ آخرت درست کئے ہوئے اپنی موت کا منتظر ہو ایسا ہی حال اسکا ہوتا ہے۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ آجکل کے حالات میں اسکو بالکل ایسا سمجھئے جیسے کہ جب ریل پلیٹ فارم پر آتی ہوئی نظر آتی ہے تو جو حال تیاری کا مسافر کا ہوجاتا ہے کہ قلی سر پر بکس و بستر لادلیتے ہیں اور آپ اپنا جھولا چھاتا یا باسکٹ سنبھالے ہوئے کچھ دور گاڑی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں تاکہ جیسے ہی وہ رکے تو آپ فوراً اپنی جگہ بنالیں اور اسکو ہوشیاری سمجھتے ہیں اسی طرح سے جو مومن کہ دنیا کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو اور اپنا سب سروسامان اٹھائے موت کی گاڑی کا انتظار کر رہا ہو وہ بھی عقلمند اور ہوشیار کہلاتا ہے۔ چنانچہ مومن کو فکرِ آخرت لگی ہوتی ہے لہٰذا وہ بھی موت سے پہلے سفرِ آخرت کی تیاری میں مشغول ہی رہتا ہے اور اعمال کر کے اپنا سامان درست کئے رہتا ہے یہی اسکا حال ہوتا ہے اور یہی شخص امت میں سب سے بہتر ہے۔ جامی)

اس شخص نے پھر عرض کیا اچھا تو اس دنیا میں کتنے دنوں رہنا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ بس اتنی ہی دیر جیسے کوئی قافلہ گذر جائے اور ایک شخص اسکے ساتھ سفر کرنے سے رہ جائے تو وہ پڑاؤ پر کتنی دیر ٹھہرے گا ظاہر ہے کہ بس دوسرے قافلہ کے آنے تک (اس کو یوں سمجھئے کہ جس طرح سے ایک ٹرین چھوٹ جانے پر انسان اسٹیشن پر کتنی دیر قیام کرتا ہے ظاہر ہے کہ بس اگلی ٹرین کے وقت تک، بس

سلمان کا بھی دنیا میں اتنا ہی قیام ہو کہ صبح کی گاڑی چھوٹ گئی تو شام والی سے جانا ہے۔ آج نہ جا سکا تو کل کی روانگی یقینی ہے۔ یہی مطلب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ کُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ یعنی دنیا میں اس طرح سے رہو جیسے کوئی اجنبی مسافر کہیں قیام کرتا ہے، بلکہ اس طرح سے رہو جیسے کوئی راستہ طے کرنے والا چلتے چلتے تھوڑی دیر ستانے کے لئے کہیں ٹھہر جاتا ہے۔

اس نے پھر پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ دنیا اور آخرت کے مابین فاصلہ کتنی مدت کا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پلک جھپکانے کی مدت کے برابر۔

راوی یعنی حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں پوچھکر وہ شخص مجلس سے اٹھکر چلا گیا اور کسی نے اسکو کہیں نہیں دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمکو دنیا سے زہد (یعنی بے رغبتی) اور آخرت کی ترغیب دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔ (چنانچہ سوال وجواب کے عنوان سے یہی تعلیم مقصود تھی)

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مروی ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو کس بات کی وجہ سے اپنا خلیل بنایا۔ انھوں نے فرمایا کہ تین چیزوں کی وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ مجھے جب کبھی دو چیزوں کا اختیار دیا کہ چاہے یہ کروں یا وہ تو میں نے اس جانب کو اختیار کیا جس میں للّٰہیت زیادہ دیکھی۔ دوسرے یہ کہ جس چیز کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے لیا ہے یعنی رزق اور دنیا کا تو میں نے اسکی جانب قطعی التفات نہیں کیا۔ تیسرے یہ کہ صبح یا شام کا کھانا بغیر مہمان کے کبھی نہیں کھایا۔ (نہ ملا تو تلاش کیا)

بعض حکماء نے کہا ہے کہ قلب کی حیات چار چیزوں سے ہے۔ علم۔ رضا بالقضا قناعت اور زہد عن الدنیا۔ پس علم صحیح ہی انسان کو مقام رضاء تک پہونچاتا ہے (اسلئے کہ جانتا ہے کہ تقدیر سے مفر نہیں لہٰذا رضا اختیار کرتا ہے) اور راضی برضا

کی وجہ سے پھر وہ مقام رضا تک پہونچ جاتا ہے اور جب اسکو مقام رضا حاصل ہوگیا تو اسی کی وجہ سے قناعت کا درجہ کلی پالیتا ہے اور پھر قناعت اسکو زہد تک پہونچا دیتی ہے (پس ہر ایک کی سرحد ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہے یعنی علم کی رضا سے رضا کی قناعت سے، قناعت کی زہد سے) اور زہد اسکا نام ہے کہ دنیا کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رہ جائے۔

مولف کتاب ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے اول یہ کہ دنیا کی معرفت اور اسکی حقیقت انسان سمجھ لے اور اسکو ناپائدار سمجھکر چھوڑ دے۔ دوسرے یہ کہ اپنے مالک حقیقی تعالیٰ کی خدمت میں حسن ادب کے ساتھ لگ جائے اور تیسرے یہ کہ اسکے لازم حال آخرت کا شوق ہو جائے اور پھر اسکی طلب دل کو لگ جائے۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ حکمت جب آسمان پر سے اترتی ہے تو وہ اس قلب میں نہیں داخل ہوتی جس میں یہ چار خصلتیں موجود ہوں۔ دنیا کی جانب میلان۔ اپنے کسی دشمن یا مخالف کی فکر۔ شرف اور بزرگی حاصل ہونیکا داعیہ اور محبت اور اپنے کسی مسلم بھائی سے حسد۔ (یہ چاروں چیزیں جس قلب میں ہونگی اسمیں خدائی حکمت کا گذر نہ ہوگا)

نیز انھیں حضرت یحییٰ بن معاذ قدس اللہ سرہٗ سے مروی ہے کہ وہ عاقل لوگ جو اپنے عمل میں مصیب ہوں تین ہیں ایک تو وہ شخص جو تارک دنیا ہو جائے متروک الدنیا ہونے سے پہلے (یعنی قبل اسکے کہ دنیا اسکو چھوڑ دے وہ خود ہی دنیا کو چھوڑ دے)، دوسرا وہ شخص جو اپنی قبر تیار کرے اور اسکو پیش نظر رکھے اسمیں داخل ہونے سے پہلے۔ (یعنی اسکو موت کا دھیان برابر رہتا ہو) اور تیسرا وہ جو اپنے خالق و مالک کو راضی کرلے اس سے ملاقات سے پہلے۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے ان چھ چیزوں کو جمع کرلیا اس نے جنت کے حاصل ہونے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی

اسی طرح سے اس نے جہنم سے رہائی کا بھی مکمل سامان کرلیا۔ ایک یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور اسکی اطاعت کی۔ دوسرے یہ کہ شیطان کو جانا اور اسکی نافرمانی کی۔ تیسرے یہ کہ حق کو پہچانا اور اسمیں لگ گیا۔ چوتھے یہ کہ باطل کو سمجھ لیا اور اسکو چھوڑ دیا۔ پانچویں یہ کہ دنیا کو خوب دیکھا بھالا اور اسکو ترک کر دیا۔ چھٹے کہ آخرت کا عارف بنکر اسکا طالب بن گیا۔

حضرت جعفرؓ اپنے والد سے اور وہ دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی چار خصلتیں شقاوت کی ہیں۔ آنکھوں کا کبھی بھی نم نہونا۔ قلب کا قاسی بن جانا (پتھر بن جانا) دنیا کی محبت ہونا۔ اور طول امل یعنی آرزوؤں کا طویل ہو جانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اس دنیا سے کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

حضرت عبد اللہ بن عثمان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب سو کر ذرا جلدی اٹھے اور آپ نے نماز صبح ایک قبیلہ کے گھور کے پاس جاکر پڑھی (جہاں وہ لوگ اپنا کوڑا وغیرہ پھینکا کرتے تھے) وہاں آپؐ نے ایک بکری کے بچہ کو دیکھا کہ مرا پھولا ہوا پڑا ہے اور اسمیں کیڑے بھی پڑ گئے ہیں آپ اسکو دیکھکر ٹھہر گئے اپنی اونٹنی کو روک لیا اور لوگ بھی رک گئے۔ آپ نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دیکھو جن لوگوں کا یہ کوڑا خانہ ہے کیا وہ لوگ اس بکری کے بچے سے بے نیاز نہیں ہیں (یعنی انکو اسکی کچھ حاجت نہیں ہے جب ہی تو اسکو پھینک دیا ہے اور یہ انکے نزدیک بالکل ناقدرا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا بیشک یہی بات ہے یارسول اللہ! اس پر آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان جس کے قبضہ میں ہے البتہ دنیا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بے قدر ہے جیسا کہ یہ بکری کا مردہ بچہ اپنی قوم کے نزدیک ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے بمنزلہ قید خانہ کے ہے اور قبر اسکا قلعہ ہے اور ٹھکانا اسکا جنت ہے۔ اور دنیا کافر کے لئے جنت ہے اور قبر اسکے لئے جیل ہے اور دوزخ اسکا ٹھکانا ہے۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہونیکا یہ مطلب ہے کہ گو وہ مومن دنیا میں کیسی ہی عیش و راحت کی زندگی گذار ہے مگر وہ آخرت کے انعامات کے مقابلہ میں گویا اسکے لئے قید خانہ ہی ہوگا۔ (چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض قیدیوں کو جیل میں بڑی راحت سے رکھا جاتا ہے تفریح کے اسباب بھی مہیا ہوتے ہیں کھانا بھی نمبر ایک کا ملتا ہے مگر۔ ع

قفس پھر بھی اُف قفس ہے اور آشیاں پھر بھی آشیاں ہے

کوئی شخص جیل کو اپنی طبیعت سے پسند کبھی نہیں کرتا) چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے اور اسکو جنت اور وہاں کی وہ سب نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے تیار فرما رکھی ہیں وہ دیکھتا ہے تو اپنے کو جیل خانہ ہی میں سمجھتا ہے۔ اسی طرح سے جب کافر کے مرنے کا وقت آتا ہے اور اسکو موت سے ذرا پہلے دوزخ اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے تو (خواہ دنیا میں کتنی ہی تنگی ہو) یہ سمجھتا ہے کہ ابتک تو میں جنت ہی میں تھا۔ لہٰذا جس شخص کو ذرا بھی عقل ہوگی وہ قید خانہ میں رہتے ہوئے ذرا بھی مسرور نہ ہوگا اور نہ وہاں سکون و چین محسوس کریگا۔ چنانچہ عاقل کو چاہیئے کہ دنیا کی حقیقت کو سمجھے (اور اسکی ظاہری چمک دمک پر نہ جائے) اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی جو مثال بیان کی ہے اس پر غور کرے کیونکہ مثال سے ایک شے کی حقیقت واضح ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ نے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکماء امت نے سب ہی نے دنیا کی خوب خوب مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ تو قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں (اور اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کس کا فرمان ہو سکتا ہے) کہ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا یعنی دنیا کی مثال اس کے

اسکے فنا اور زوال میں کَمَآءٍ یعنی اس بارش کے مانند ہے اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جسے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا ہو فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس وہ پانی زمین کے سبزہ اور پیداوار سے مل جل گیا ہو یعنی زمین میں جذب ہوکر پیداوار کے اُگنے کا ذریعہ بنا ہو مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ان چیزوں کے اگنے اور بڑھنے کا جنھیں انسان کھاتے ہیں مثلاً غلہ یا حلال جانور وغیرہ یا جسے حیوانات کھاتے ہیں مثلاً گھاس چارہ اور بھوسا وغیرہ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا یہاں تک جب زمین اپنی زینت اور رونق سے بھرپور حصہ پالیتی ہے طرح طرح کی نباتات سے مزین ہو جاتی ہے اور نوع بنوع اور رنگ برنگ درختوں اور پھولوں سے سج جاتی ہے وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اور اسکے مالک یعنی کھیتی والے اور باغ والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ بس اب تو ہم لوگ اسکی پیداوار غلہ اور پھل وغیرہ حاصل ہی کرلیں گے اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا کہ اچانک ہمارا عذاب اسپر آجاتا ہے لَیْلًا اَوْ نَهَارًا خواہ شب میں یا خواہ دن کے وقت فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا پس ہم اسکو کاٹ کر رکھدیتے ہیں یعنی اسکا خاتمہ کردیتے ہیں اسطرح سے کہ كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ گویا کہ کل گذشتہ موجود ہی نہیں تھا۔ بس حال دنیا کا یہی ہے اور اسکی سب چیزوں کا ہے اسکو بھی بقا نہیں جس طرح سے اس کھیتی کو بقا نہ رہی۔ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ اسی طرح سے ہم واضح مثالیں بیان کرتے ہیں اس قوم کے لئے جو دنیا اور اسکے حالات میں تفکر کرتی ہے اور یہ سمجھ لیتی ہے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص ملک شام سے آپکی خدمت میں آیا آپنے اس سے اسکی سرزمین کا حال دریافت کیا اسنے عرض کیا کہ ماشاء اللہ بڑی وسیع زمین خوب زرخیز ہے اور وہاں ہر قسم کے پھل پھول موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اچھا تو تم لوگ کیا کرتے ہو اس نے کہا کہ طرح طرح کے کھانے بناتے ہیں اور اسکو کھاتے ہیں آپنے پوچھا پھر وہ کھانا کیا ہو جاتا ہے؟ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکو آپ جانتے ہی ہیں یعنی انجام اسکا بول و براز ہونا ہی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس یہی مثال اس دنیا کی بھی ہے۔

(۵۳) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرماے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ حق تعالیٰ تمکو جلد حیدرآباد سے رہا کر کے مکہ معظمہ پہونچا دیوے۔ آمین۔ دعا رسے دریغ نہیں مگر سب امور اپنے اوقات پر موقوف ہوتے ہیں۔ فقط۔ والدہ سید حسن کو بعد سلام مسنون فرما دیویں کہ بندہ تو تمھارا دعا رگو ہے مگر جب خود کچھ نہ ہوں تو دعا رمیری کیا ہو؟ بہرحال جو کچھ ہے دعا رسے دریغ نہیں۔ ایک تعویذ ملفوف ہے عزیز سید حسن کے گلے میں ڈال دیویں۔ باقی دعوات کرتا ہوں۔ فقط۔ مولوی صاحب اگرچہ دریا کے طغیان کا اندیشہ ہے مگر جو سامان ہو جاوے تو مکہ معظمہ چلا جانا اس دارالکفر سے نکل جانا بہت ضرور ہے طمع دنیا کی سزا تھی جو کچھ ہوا۔ یہ حق تعالےٰ کا نہایت احسان ہے کہ تمکو یہاں ہی پاک کر دیا۔ محبت حق تعالیٰ کے واسطے کثرت ذکر بفراغ خاطر نہایت موثر ہے مگر بیٹھکر ہو سکتا ہے حیدرآباد میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ فقط۔ والسلام ــ مولوی عبدالرحمن صاحب کا حال دریافت ہونے سے مجھکو سخت ملال ہوا حق تعالیٰ ان کو سب تکالیف سے پاک فرما دیوے اپنی کچھ بے سروپا دعا رسے جو کچھ ہے ان کے واسطے دریغ نہیں مگر مقدر کے سامنے کچھ کارگر نہیں ہوتا۔ انکو میرا سلام مسنون فرما دیویں اور جس کو چاہو سلام فرما دینا۔ فقط۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام پہونچے

(۵۴) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ مع الخیر آپکا دعا رگو ہے۔ آپ یہاں سے کیا کیا وعدہ کرکے گئے مگر کسی امر کا ظہور وفا نہ ہوا۔ یہ تو دریافت ہوا کہ جاتے کے ساتھ بیمار پڑ گئے مگر سال کا سال گذرا کچھ پتہ نہ لگا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ خود تم پر کیا گذری اور نہ حال براہین کے رد وقبول کا دریافت ہوا۔ افسوس یہ ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب کی نظر جاتی رہی ورنہ ان سے توقع تھی کہ بغور ملاحظہ فرماکر جس امر پر مواخذہ فرماتے یا قبول فرماتے اطلاع ہو جاتی۔ کیونکہ رسوم بدعات کے باب میں و مجلس مولود کے باب میں جو کچھ مولوی خلیل احمد سلمہ نے براہین میں لکھا ہے وہ ہی

عقیدہ بندہ کا ہے اور سب ہماری جماعت کا۔ اور جو کچھ انوار ساطعہ میں عبدالسمیع نے لکھا ہے وہ افراط و تفریط سے مملو ہے کہ حد سے بڑھ گیا ہے[۵] تو مولوی رحمت اللہ صاحب سے محاکمہ ہو جاتا کہ وہ عالم ہیں مگر یہ امر تقدیر سے پیش آیا یہ بھی جانتا ہوں کہ فرصت نہیں خصوصاً موسم حج میں سو اگر بعد موسم حج کے تم سے ہو سکے اور مولوی صاحب قبول بھی فرمالیویں تو ساری "انوار ساطعہ" اور "براہین قاطعہ" انکو بتدریج سنا کر جس جس موقع کو وہ رد و قبول سے مزین فرماویں تو کیا عمدہ ہو جائے ورنہ پھر جو کچھ ہوا سو ہوا اور جو کچھ ہووے گا سو ہوے گا بندہ کو تو اسکی کچھ پرواہ نہیں کہ خلق برا کہے مگر امر مخالف کا ہونا البتہ برا معلوم ہوتا ہے۔ اب عبدالسمیع کی مخالفت بہت درجہ بڑھ گئی اور یہ عہد باہم سب مبتدعین کے ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کچھ لکھے رشید احمد کے نام سے سب و شتم کرو ایک شخص نے بمبئی سے یہ لکھا ہے سو الحمد للہ کہ اسکا کچھ اندیشہ نہیں کرتا ہوں مگر

---

۵ (قولہ: رسوم بدعات کے باب میں و مجلس مولود کے باب میں جو کچھ مولوی خلیل احمد سلمہ نے براہین میں لکھا ہے وہ ہی عقیدہ بندہ کا ہے اور سب ہماری جماعت کا۔ اور جو کچھ انوار ساطعہ میں عبدالسمیع نے لکھا ہے وہ افراط و تفریط سے مملو ہے الخ)

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے مولوی کوثر علی صاحبؒ کو لکھا کہ مولوی خلیل احمد صاحب سلمہ نے جو کچھ براہین قاطعہ میں بسلسلہ رسوم بدعات اور مجلس مولود تحریر کیا ہے بالکل صحیح ہے وہی بندہ کا بھی عقیدہ اور مسلک ہے اور سب اہل حق کا اسکے برخلاف۔ مولوی عبدالسمیع صاحب نے جو کچھ انوار ساطعہ میں لکھا ہے وہ افراط و تفریط سے خالی نہیں اور فرمایا کہ وہ حضرت اس سلسلہ میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ چنانچہ ذرا آگے اسی مکتوب میں اسکی تفصیل یہ فرمائی ہے کہ:

> "اب عبدالسمیع کی مخالفت بہت درجہ بڑھ گئی اور یہ عہد باہم سب مبتدعین کے ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کچھ لکھے رشید احمد کے نام سے سب و شتم کرو"

ملاحظہ فرمایا آپ نے اختلاف جب تک اختلاف کی حد تک رہتا ہے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں علماء میں ایسا ہو جاتا ہے لیکن جب انسان میں نفسانیت آجاتی ہے تو پھر وہ اختلاف مخالفت ہو

اسکی مخالفت کا بیان کرتا ہے کہ رات دن اسی فکر میں رہتا ہے اور پورب دکھن بنگالہ پنجاب جہاں جہاں مبتدعین ہیں ان سے مکاتبہ اور طرح طرح کے قصے کھڑے کرتا ہے ۔ فقط۔ والسلام ۔ اپنے گھر میں سلام دعا کہدیویں اور جو پرسان حال ہو اسکو بھی ۔ فقط ۔ یہاں کے سب لوگ سلام مسنون کہتے ہیں ۔ مورخہ ۲۲ رمضان پنجشنبہ یہ حال رقیمہ ــــــ بندہ کے مخلص ہیں انکو اپنے رباط میں جگہ دیویں یا دوسری جگہ انؐ کے قیام کی صورت کردیویں ۔ شاید حضرت سلمہ کے مکان پر جگہ

لیصورت اختیار کرلیتا ہے اور اسوقت انسان کو اپنی بات کی پچ ہوجاتی ہے یہ درجہ برا ہے ۔ حضرت گنگوہیؒ کے مندرجہ بالا ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالسمیع صاحب اور انکے رفقاء آخر میں اسی درجہ کو پہونچ گئے ۔ چنانچہ باہم یہ طے ہی کرلیا گیا تھا کہ خواہ کوئی کچھ لکھے بس ہم لوگوں کو یہ چاہیئے کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ کو بدنام کریں اور انھیں کو سب وشتم کریں ۔ توبہ توبہ نفسانیت کا کیسا برا مظاہرہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے ۔

نیز اسی مکتوب میں حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اپنے ایک افسوس کا اظہار بھی فرمایا اور ایک تمنا ظاہر فرمائی ۔ افسوس یہ کہ اپنا پیر بھائی اور عالم ہوکر ایسی صریح نفسانیت کا شکار ہوگیا کہ رات دن اسی فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح مجھے بدنام کرے اور پورب، دکھن، بنگالہ، پنجاب جہاں جہاں مبتدعین ہیں ان سے مکاتبت اور طرح طرح کے قصے کھڑے کرتا ہے اور آرزو یہ ظاہر فرمائی کہ کاش مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ جو جید عالم ہیں ان سے اس سلسلہ میں محاکمہ ہوجاتا تو خوب تھا ۔ بہرحال موسم حج کے بعد اگر مولوی صاحب موصوف قبول فرمالیں تو تم (یعنی مولوی کوثر علی صاحب) ساری " انوار ساطعہ" اور "براہین قاطعہ" انکو بتدریج سناؤ اور جس موقع کو وہ رد وقبول سے مدلل فرمادیویں تو کیا عمدہ ہوتا ۔ ورنہ خیر جو ہوا سو ہوا ۔ الحمدللہ مجھے اسکی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ خلق برا کہے مگر اس امر (مخالفت) کا ہونا البتہ برا معلوم ہوتا ہے ۔

نہ رہی ہوا اور چونکہ یہ گرم مزاج ہیں اور وہاں لوگ بندہ پر تعریفات کرتے رہتے ہیں اگر یہ وہاں ہوئے تو ضرور اندیشہ فساد کا ہے لہذا وہاں قیام انکا پسند نہیں کرتا ہوں آئندہ جیسا مناسب ہو۔

(۵۵) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بخدمت عنایت فرمائے بندہ مولوی سید کوثر علی صاحب زاد عنایتہم۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بمنہٖ سبحانہ بخیریت ہے عافیت احباب کی دعا کرتا ہے بندہ نے آپ کے بمبئی روانہ ہونے کے بعد حسب التحریر آپ کے مولوی امیر حسن صاحب کو خط لکھا تھا کہ نوٹ جو آپکو مولوی کوثر علی صاحب کے پاس پہونچانے کی غرض سے دئیے گئے تھے وہ بندہ کے پاس واپس روانہ کردو اوسکے جواب میں کسیقدر دیر سے اونہوں نے بندہ کے پاس خط بھیجا کہ وہ روپیہ بذریعہ تار مولوی کوثر علی صاحب کے پاس پہونچادیا گیا ہے اور اسمیں ایک خط آپکا بھی تھا کہ جس میں لکھا تھا کسی قدر پریشانی و تاخیر کے بعد روپیہ بتمامہ وصول ہوگیا مگر چونکہ آپ کے خط کو میں نے نہیں شناخت کیا بوجہ اسکے کہ مجھکو نظر نہیں آتا اسلئے اسمیں تامل ہے کہ آیا وہ آپ ہی کا لکھا ہے اور روپیہ آپکو وصول ہوگیا یا اسمیں کچھ دھوکا ہوا ہے آپ[ب] بندہ کو رسید روپیہ سے مطلع کریں کہ رفع تردد ہو۔

ب (قولہٗ: آپ بندہ کو رسید روپیہ سے مطلع کریں کہ رفع تردد ہو)

اس زمانہ میں ہند سے عرب کسی کے پاس کوئی خط یا رقم بھیجنا ذرا دشوار امر تھا اطمینان کی صورت یہی ہوتی کہ کسی جانے والے حاجی کی معرفت بھیجدیا جائے۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے اسی کے مطابق مولوی امیر حسن صاحب کو کچھ رقم عطا فرمائی کہ بمبئی میں مولوی کوثر علی کو دیدیں مگر وہ بمبئی سے آگے جاچکے تھے علم ہونے پر حضرتؒ نے انکو لکھا کہ اب وہ رقم میرے پاس ہی واپس کردو۔ اسکے جواب میں تاخیر ہوئی اور مولوی امیر حسن صاحب نے اس درمیان میں وہیں سے مولوی کوثر علی صاحب کے پاس تار سے عرب رقم بھیجدی اور اب حضرت گنگوہی کو اطلاع دی کہ رقم تار سے عرب بھیجدی گئی ہے اور اس میں کوثر علی صاحب کی رسیدگی رقم کی تحریر تھی اسمیں یہ

برّاد[۵] کی نسبت پہلے خط میں لکھدیا تھا۔ چائے دان کسی طرح [۵] روپیہ سے زائد کا نہ خریدیں بلکہ جہانتک خوبصورت اور عمدہ دستیاب ہوا ودنیا ہونا چاہیئے کم ازکم بارہ تیرہ روپیہ کا اور حد سے حد پندرہ روپیہ کا خرید کر حافظ قمرالدین صاحب امام مسجد جامع سہارنپور کے سپرد فرمادیں اور ان سے قیمت بھی لے لیں دوسرے شخص کو نہ دیں تاکہ وصول ہونے میں دیر اور حرج نہو یہاں سے قیمت انکو بعد یہاں تشریف لانے کے دیدی جائگی اور اپنی خیریت مع اہل وعیال کے اور رسید مبلغان ہمدست کسی حاجی کے تحریر فرماکر ضرور بھیجدیں اور ڈانک میں ترسیل خط کا قصد نکریں بخدمت مرشدی سلمہ وحافظ احمد حسین سلام مسنون بندہ کا عرض کردیں۔ میں ان حضرات کی خدمات میں خط پہلے بھیج چکا ہوں اب کوئی امر تازہ اسکے سوا نہیں کہ میری[۵] آنکھ میں روز بروز نظر کی کمی اور مرض کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ حافظ قمرالدین صاحب سے یہ کہدیں کہ یہ روپیہ جو بابت قیمت چائے دان

مولوی کوثر علی صاحب کو حضرت گنگوہیؒ نے لکھا کہ آپ کی تحریر ملی لیکن ضعف بصر کے سبب اسکو پہچان نہ سکا کہ تمھارا ہی خط ہے یا کچھ اور غلط ہوگیا ہے لہٰذا آپ بندہ کو رسید روپیہ سے مطلع کریں تاکہ رفع تردد ہو۔

اس سے معلوم ہواکہ رفع تردد کے لئے رسید بھیجی جاسکتی ہے نہ اس لئے کہ واسطہ پر اعتماد نہیں ہے بلکہ اسلئے کہ وسائط سے بھی کبھی بھول چوک ہوسکتی ہے۔ رسید آجانے پر تردد رفع ہوجائے گا۔ انتہی۔

[۵] ـ برّاد ـ پانی ٹھنڈار کھنے کا تھرمس ۔ ۱۲

[۵] ـ (قولہٗ : میری آنکھ میں روز بروز نظر کی کمی اور مرض کی زیادتی ہوتی جاتی ہے)

سبحان اللہ ! ہمارے اکابر بھی کیسی فصیح عبارت تحریر فرماتے تھے ارشاد بالا میں نظر اور مرض کا قافیہ اور کمی اور زیادتی کا تقابل ملاحظہ ہو۔ اسی طرز کی [۵] پر آخری سطر کی عبارت بھی ہے " مگر اب (مرض) میں جو کچھ تخفیف ہوتی جاتی ہے تو ہمت قوی ہوتی جاتی ہے۔ ۱۲

وبرادر آپ سے لیا جاتا ہے اگر آپکو اس روپیہ کی بمبئی میں لینے کی ضرورت ہو تو مجھکو پہلے سے اطلاع کردیں میں اوسکے آپکو بمبئی میں وصول ہوجانے کا انتظام کردوں اور اگر چنداں حاجت نہو تو یہاں پہونچنے پر دیدیا جائے گا بندہ کی طرف سے اپنے گھر میں اور سید حسن کو دعا کہدیں۔ حافظ مسعود احمد بخیریت ہیں آپکو اور حضرت کو اونکی طرف سے اور حاجی احمد حسین کو سلام مسنون پہونچے اور حافظ قمرالدین صاحب اور جملہ واقفین کو بندہ کی طرف سے سلام مسنون پہونچادیں۔

(بنام حکیم عبدالعزیز خانصاحب پنجلاسوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۵۶) برادرم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام حبکم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا مقتضائے خط حاجی محبوب بخش سوداگر کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوجاویں مگر میں نے ایک خط بمبئی کو روانہ کیا ہے اوسکے جواب کی انتظاری ہے جب وہاں سے جواب آیا تو فوراً تاریخ مقرر کرکے آپکو اطلاع دوں گا اسوقت آپ سہارنپور تشریف لے آویں اور سامان سب مجتمع کرلینا چاہیئے۔ والدہ محمد رمضان مرحوم کا نہ جانا تو آپکی تحریر سے معلوم اور ہمشیرۂ خورد کا نہ جانا پہلے خط سے معلوم ہوگیا تھا۔ میانجیو سرمست خان رامپور کی راہ سے تشریف لے گئے مجھ سے ملاقی نہیں ہوئے مگر خط آپکی ہمشیرہ صاحبہ کا میرے نام کا جو تھا وہ نانوتہ مولوی محمد قاسم صاحب کو دے گئے تھے وہ میرے پاس پہنچا جسکا مضمون یہ تھا کہ ابھی سال چلنا معلوم نہیں ہوتا اگر ہوسکا تو چلوں گی۔ حاصل اسکا نہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ فقط۔

غلہ جو حاجت سے زائد ہے فروخت کرنا مضائقہ نہیں اور اڑھائی سونے کے زیور رکھے ہیں اب دوسو وصول ہوں اگر کوئی اس پر بطور رہن کے زیادہ دے دیوے تو بہتر ہے مگر سودی نہ ہونا بہرحال اگر دوسو روپیہ کلی ہوجاوے تو قدر خرچ کو کافی ہوجاویگا اس عاجز کا سامان سفر خرچ بفضلہ قدر کفایت ہوگیا۔ فقط۔ ظروف

حاجت کے ہونے ضرور ہیں۔ اور مجھکو ضروریات سفر کی خبر نہیں کہ کیا چاہیئے۔ پہلی دفعہ ایسا ہی دوسروں کے سہارے پر گیا تھا اب بھی ایسا ہی تکیہ کر رہا ہوں۔ غرض اشیاء ضروری یعنی ضرور ہیں مگر بار گراں کو بندہ سفر میں پسند نہیں کرتا۔ خفیف سامان بہتر ہوتا ہے۔ فقط والسلام۔ حافظ صاحب سلام علیکم کہتے ہیں۔ عبدالمجید کو سلام اور سب احباب کو۔

(۷۵) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خانصاحب سلمہٗ۔ سلام مسنون۔ عرض آنکہ آپکا عنایت نامہ آیا ایک خط تین چار روز ہوئے کہ روانہ کر چکا ہوں غالباً پہونچا ہوگا اور اس سے کچھ حال بندہ کا معلوم ہو جاویگا۔ اب اس دوسرے خط آنے سے آپکا ضعف ونقاہت معلوم ہوا سو بندہ کے نزدیک آپ کو تو کسی وجہ سفر مناسب نہیں کیونکہ اول تو تم نقیہ ہو کہ صعوبتہ سفر اوٹھانی دشوار۔ دوسرے ملک عرب کی خود آب وہوا تمہارے مزاج کے مخالف پھر تیسرے ایسی حالت میں سفر دراز کرنے میں عود مرض کا اندیشہ ہے کہ آپکو اور ہمراہیوں کو سخت پریشانی کا موجب ہے تو ایسی صورت میں سفر ہرگز مناسب نہیں اگرچہ مرض سے سب کو پریشانی ہوتی ہے مگر فرق ہے آدمی تندرست جاوے اور تقدیر سے مرض پیش آوے کہ یہ تو مضائقہ نہیں کہ کسی کے اختیاری نہیں اور یہ کہ خود مرض کیحالت میں جاوے کہ اسمیں خواہ مخواہ گویا مصیبت اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لینا ہے لہٰذا آپ کے واسطے تو قطعاً فسخ عزیمت چاہیئے اور مع الخیر اگلے سال پر رہے۔ رہا یہ بندہ سو پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب بھی کہ بسبب مرض سابق کے کمی ہمت ہے مگر اب جو کچھ تخفیف ہو جاتی ہے تو ہمت قوی ہوتی جاتی ہے اور حضرت کا ارشاد اشتعال سفر دیتا ہے اور ماموں محمد شفیع صاحب جب شوق طلب حضرت سلمہٗ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں تو کسی طرح چلا ہی جا اگر شدۃ مرض کا اندیشہ نہ ہو۔ درصورت ارادہ وہ رد خرچ کی تسلی دیتے ہیں تو اب یوں عزم ہو رہا ہے کہ ذیقعدہ کے اول میں اگر عزم پختہ ہو ہی گیا تو ماموں صاحب سے اونکا وعدہ کا خرچ لیکر چلا جاؤں گا پھر اگر بمبئی مجھکو کچھ کلفت نہ ہوئی تو آگے سبقت کروں گا اور اگر اس سفر بمبئی میں موقع د

مناسبت نہ ہوا اور ہمت نہ بندھی اور آگے جانا مشکل معلوم ہوا تو واپس چلا آؤنگا۔
اس ہی واسطے کسی کو جانے کی اطلاع نہیں کرتا ہوں کہ اگر مریدوں نے کچھ خدمت تواضع
کی اور پھر واپس چلا آیا تو عبث مطعون ہونا پڑے گا کہ روپیہ لینے کے لئے یہ بات مشہو
کی تھی چھپکے جاؤنگا۔ اور اس عرصہ میں حالِ جہاز اور کرایہ بھی دریافت ہوجاویگا کیونکہ
۱۱ شوال کو قافلہ دیوبند روانہ ہوا ہے انکو بتاکید کہدیا ہے کہ وہاں کا سب حال دریافت
کرکے مطلع کریں اور جو اوائل ذیقعدہ میں ہمت نہ ہوئی ضعف کے سبب یا حالات
جہازوں کے سبب تو بس مقیم وطن رہوں گا اپنا تو یوں قصد ہو رہا ہے۔

۵۔ (قولہ: اگر مریدوں نے کچھ خدمت وتواضع کی اور پھر واپس چلا آیا تو عبث مطعون ہونا پڑ
یہ خط بھی حکیم عبدالعزیز صاحب کے نام ہے۔ انکا بھی ارادہ سفر حج کا تھا لیکن طبیعت ناساز چل رہ
تھی اسلئے حضرت نے ان کے لیے سفر کو مناسب نہ جانا اور گو خود بھی علیل تھے لیکن طبیعت روبصح
تھی نیز حضرت حاجی صاحب نے بھی کچھ ارشاد فرمایا تھا اور حضرت کے ماموں صاحب نے بھی حضرت حا
صاحبؒ کے انتظار ملاقات کو کچھ اس طرح بیان کیا کہ حضرت گنگوہیؒ بھی بیتاب ہوگئے مزید یہ ہوا کہ ماموں
صاحب نے سفر خرچ زادراہ کی بھی ذمہ داری لے لی کہ میں دیدوں گا لیکن حضرت کو قدرے تردد تھا کہ س
کر بھی سکوں گا یا نہیں اسلئے ارادہ دل دل میں تو جانے کا فرمایا مگر لوگوں سے ظاہر کرنا مناسب نہ جا
سوچا یہ کہ فی الحال بمبئی تک تو چلوں اگر آگے کی ہمت نہوئی واپس آجاؤں گا اور ہمت ہوگی تو چلا جا
اور اگر اعلان ہوگا تو ممکن ہے بعض احباب از روئے محبت کچھ ہدایا وغیرہ دیں اور میں نہ جاسکوں
اندیشہ طعن ہے کہ لوگ یوں سمجھیں گے کہ اجی حج کو جانا وانا نہیں تھا روپیہ لینے کے لئے یہ ایک تد
نکالی تھی تو یہ تو میرے لئے بڑی غیرت کی بات ہوگی لہٰذا خاموشی کے ساتھ بلا اطلاع ہی چلا جاؤں
رہے ماموں صاحب وہ تو اپنے باپ کی جگہ پر ہیں انکی جانب سے یہ اندیشہ نہیں ہے دوسرے لوگوں
شرم آتی ہے اسلئے احباب میں سے جو دریافت کرتا ہے تو کہہ دیتا ہوں کہ ابھی تو قصد نہیں ہے (ہو
ہے کہ آپکو میرے جانے اور اپنے نہ جانے کا صدمہ ہو تو سمجھ لو کہ ہند میں تمنائے مکہ مرجانا بھی مکہ والوں
محشور کرادیگا اسلئے بیماری کی حالت میں جانا کسی طرح مناسب نہیں۔ ۱۲

Regd No. L 2/9/AD-111
Monthly
December 1985

WASIYATUL IRFAN
23, Buzi Bazar Allahabad

Rs. 24/-

Rs. 45/-

جانا کسی طرح سے